Created by PDF Combine Unregistered Version
If you want to remove the watermark, Please register

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(اجمالی کلام)

صفت عالم الغیب خاصۂ خداوندی

از افادات: متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین اما بعد!

مبادیات علم غیب:

[۱]: سب سے پہلے تو یہ بات ذہن نشین رہے کہ فریقِ مخالف اس عقیدہ اہل السنت کو گستاخی اور بے ادبی قرار دیتا ہے یعنی جو آدمی بھی صفتِ عالم الغیب کو خاصہ باری تعالیٰ سمجھے اور غیر خدا کے لئے اس کے اثبات سے روکے تو یہ لوگ اسے نبی کا گستاخ اور نبی کے علم کا دشمن سمجھتے ہیں حالانکہ جیسے معبود ہونا خاصہ باری ہے اور غیر خدا سے اس کی نفی ان کی توہین نہیں، رب العالمین ہونا خدا کی صفت خاصہ ہے اور غیر خدا سے اس کا انکار اس کی توہین نہیں۔ اسی طرح صفتِ عالم الغیب کو خاصہ باری تعالیٰ سمجھنا اور غیر سے اس کی نفی کرنا توہین نہیں بلکہ ضروری اور لازمی عقیدہ ہے۔ چنانچہ حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

والانبیاء علیہم السلام فضل اللہ بعضهم علی بعض فالفاضل لا محالة له كمال يختص به ليس فی المفضول و ليس المفضول بناقص ثم ليعلم انه يجب ان ينفىٰ عنهم صفات الواجب جل مجده من العلم بالغيب و القدرة علی خلق العالم الی غير ذلك و ليس ذلك بنقص. (تفہیماتِ الٰہیہ: ج1 ص24 بحوالہ ازالۃ الریب: ص97)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے بعض حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو بعض پر فضیلت دی ہے تو لامحالہ فاضل اس کمال سے مختص ہو گا جو مفضول میں نہیں ہے۔ لہٰذا اس میں مفضول کی کچھ توہین نہیں ہے۔ پھر یہ بات بھی اچھی طرح جاننی چاہیے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام سے ان صفات کی نفی کرنا واجب ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہیں؛ مثلاً علم غیب اور جہان کو پیدا کرنے پر قدرت وغیرہ اور اس میں ان کی کوئی تنقیص بھی نہیں ہے۔

[۲]: دوسری بات یہ دیکھتے ہیں کہ یہ عقیدہ کہ "نبی ہر شے کو جانتا ہے اور تمام مغیبات کا نبی کو علم ہوتا ہے" کن لوگوں کا عقیدہ ہے۔ چنانچہ سیرت ابن ہشام کا پہلا واقعہ دیکھیے کہ جب سرکار طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی گم ہو گئی تھی تو زید بن اللُّصَیت نے کہا تھا:

يَزْعَمُ مُحَمَّدٌ أَنَّهُ يَأْتِيهِ خَبَرُ السَّمَاءِ وَهُوَ لَا يَدْرِي أَيْنَ نَاقَتُهُ. (سیرت ابن ہشام: ج2 ص21)

کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتے ہیں کہ آسمانوں کی خبریں ان کے پاس آتی ہیں اور انہیں یہ پتا نہیں کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے؟

یہی بات شیخ عبد الحق محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب اشعۃ اللمعات (ج1 ص392 کتاب الصلوۃ. باب صفۃ الصلوۃ) میں فصل ثالث کی آخری روایت کے تحت لکھی ہے کہ:

در خبر آمده است که چوں ناقه آنحضرت گم شد و درنیافت که کجا رفت منافقاں گفتند که محمد می گوید که خبر آسماں می رسانم ونمیداند که ناقه او کجا است.

معلوم ہوا کہ یہ کافر کی سوچ تھی کہ جو نبی ہو اسے ہر ہر شے کا علم ہونا چاہیے۔ تو سرکار طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس (زید بن اللُّصَیت) کا جواب "ہاں" میں نہیں دیا بلکہ فرمایا:

وَإِنِّي وَاللهِ مَا أَعْلَمُ إِلَّا مَا عَلَّمَنِي اللهُ وَقَدْ دَلَّنِي اللهُ عَلَيْهَا ، فَهِيَ فِي هَذَا الشِّعْبِ ، قَدْ حَبَسَتْهَا شَجَرَةٌ بِزِمَامِهَا.

کہ مجھے تو جو خدا بتاتا ہے بس میں وہی جانتا ہوں اور یہ مجھے خدا نے بتایا ہے کہ فلاں گھاٹی میں درخت سے اس اونٹنی کی نکیل پھنسی ہوئی ہے۔

اس پر مزید دلیل سماعت فرمائیے:

امام بخاری نے صحیح البخاری میں عنوان باندھا ہے "كتاب الرد على الجهمية"۔ آگے چل کر اس کے تحت ایک باب قائم کیا ہے؛ "باب قول الله عز وجل عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا" اور اس کے تحت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد گرامی لائے ہیں:

مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ يَعْلَمُ الْغَيْبَ فَقَدْ كَذَبَ. (صحیح البخاری: ج2ص1098)

کہ تمہیں جو شخص یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں تو اس شخص نے جھوٹ بولا۔

اس کے تحت امام قسطلانی "ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری" میں لکھتے ہیں کہ امام داؤدی کا یہ کہنا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول غیر محفوظ ہے کیونکہ ایسا تو کوئی شخص کہہ بھی نہیں سکتا کہ نبی علم غیب رکھتے ہیں، لہذا یہ قولِ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا غیر محفوظ ہے۔ اس کے جواب میں امام قسطلانی فرماتے ہیں: یہ غلط ہے کیونکہ بعض وہ لوگ جو مؤمن نہیں تھے اور منافق تھے ان کی سوچ یہی تھی، دیکھیے زید بن اللصیت نے سرکار طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کے گم ہونے پر یہی تو کہا تھا کہ:

يزعم أنه نبي ويخبركم عن خبر السماء وهو لا يدري أين ناقته.

کہ کہتے تو یہ ہیں کہ وہ نبی ہیں اور تمہیں آسمان کی خبریں بھی بتاتے ہیں لیکن پتا ان کو اپنی اونٹنی کا بھی نہیں۔

اور یہی بات بخاری شریف ج2ص1098 کے حاشیہ نمبر1 میں بھی موجود ہے۔

اور تقریباً یہی بات حافظ الدنیا علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح بخاری میں اسی مقام پر لکھی ہے۔

اب آپ دیکھیں کہ یہ سوچ تو منافقین کی ہے کہ نبی ہیں تو انہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے اور اگر معلوم نہیں تو نبی نہیں۔ تو کافر کی سوچ یہ تھی کہ نبی ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ہر شے پر ان کی نگاہ ہو، کوئی شے ان سے پوشیدہ نہ ہو۔

ایک دلیل اور سنیئے!

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

نبی... هو من النبوة أي الرفعة، وسمي نبياً لرفعة محله عن سائر الناس المدلول عليه بقوله: (وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا) فالنبي بغير الهمز أبلغ من النبئ بالهمز، لانه ليس كل منبإ رفيع القدر والمحل.

(المفردات للراغب الاصفہانی: ص482)

پھر آگے حدیث پاک لائے ہیں:

قال عليه الصلاة والسلام لمن قال: يا نبئ الله فقال: "لستُ بنبئ الله ولكن نبي الله" لما رأى أن الرجل خاطبه بالهمز لبغض منه.

یعنی لفظ "نبی" یہ "نبوت" سے مشتق ہے بمعنی بلندی، اور "نبی" کو نبی اس لیے کہتے ہیں کہ وہ ساری انسانیت سے بلند و بالا مقام والا ہوتا ہے اور یہی بات قرآن پاک کی آیت "وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا" بھی بتا رہی ہے کہ ہم نے ان کو بلند بالا مقام عطا کیا۔ لفظ "نبی" [ہمزہ کے بغیر] "نبئی" [ہمزہ کے ساتھ] سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ ہر وہ جس کو خبر دی جائے رفیع القدر اور بلند و بالا مقام پر نہیں ہوتا۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ ایک اعرابی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا: نبئ اللہ! [ہمزہ کے ساتھ] (یعنی اللہ کی طرف سے خبر دینے والے یا خبر دیے گئے) تو سرکار طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نبئ اللہ نہیں ہوں بلکہ نبی اللہ ہوں [یعنی ہمزہ کے ساتھ نہیں ہوں بلکہ یاء کے ساتھ ہوں] اور یاد رہے کہ اس آدمی نے "نبئ اللہ" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بغض و عداوت کی وجہ سے کہا تھا۔

باقی رہی یہ بات کہ بعض اہل حق نے بھی لفظ "نبی" کو "نبأ" سے مشتق مانا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن پاک نے مکر، کید،

خدع، استہزا، نسیان وغیرہ کی نسبت خدا کی طرف بھی کی ہے اور کفار کی طرف بھی کی ہے لیکن یہاں دونوں کا معنی و مفہوم الگ الگ ہو گا۔ اسی طرح "هَمَّ" کا لفظ سیدنا یوسف علیہ السلام اور "هَمَّتْ" کا لفظ بی بی زلیخا کے لیے استعمال ہوا۔ اسی طرح "میت" اور "میتون" ہے۔ اس طرح کی اور مثالیں بھی دی جاسکتی ہیں کہ لفظ تو ایک جیسا ہے مگر مفہوم جدا جدا ہے۔

اب اہلِ حق جب یہ بات کہتے ہیں تو "نَبِّئْ عِبَادِيْٓ أَنِّيْٓ أَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ" (الحجر:49) اور "نَبَّأَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ" (التحریم:3) وغیرہ آیات کے پیشِ نظر کہتے ہیں کہ نبی وہ ہوتا ہے جسے وقتاً فوقتاً خدا تعالیٰ کی طرف سے غیب کی خبریں بتائی جاتی ہیں اور اہلِ باطل جب یہ بات کریں تو مقصود بغض و عناد ہوتا ہے۔

فائدہ:

1: باب مہموز اللام "فَعِيْلٌ" کی جمع "فُعَلَاءُ" آتی ہے جیسے "بَرِيْٓئٌ" کی جمع "بُرَآءُ" ہے۔ (کمافی سورۃ الممتحنۃ: 4)

ایسے ہی "نَبِيْٓءٌ" کی جمع "نُبَآءُ" (نہ قرآن میں ہے) اور شاید کلام عرب میں بھی نہ ملے۔

2: باب ناقص "فَعِيْلٌ" کی جمع "أَفْعِلَاءُ" آتی ہے جیسے "غنی" کی جمع "اغنیاء" آتی ہے، ایسے ہی "انبیاء" ہے۔ (کمافی سورۃ آل عمران:112)

[۳]: مزید ایک بات عرض خدمت ہے کہ نبی کو بھی قرآن نے صاحب ایمان کہا ہے:

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ. (سورۃ البقرۃ:285)

اور ایمان کا اصل مرتبہ ایمان بالغیب ہے جیسے قرآن پاک میں ہے: "اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ" (سورۃ البقرۃ: 3) یہ متقین کی پہلی صفت بیان کی گئی ہے کہ غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور حدیث شریف میں موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو "انا اتقاکم باللہ" (مسند احمد: ج5 ص434 رقم 23732) یعنی ساری امت سے زیادہ متقی قرار دیا ہے۔

القصہ سرکار نے اپنے آپ کو متقی فرمایا اور متقی کی شرط اول بنص قرآن "ایمان بالغیب" ہے یعنی جو کچھ ان سے پوشیدہ ہے اس پر ایمان ہو۔ اگر نبی سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں رہا تو ایمان بالغیب ختم اور اگر ایمان بالغیب کے ختم ہونے سے تقویٰ ختم تو یہ عقیدہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت پر ڈاکہ زنی کے مترادف ہے۔ بلکہ یوں کہیں کہ معتبر ایمان تو ایمان بالغیب ہی ہے نہ کہ ایمان بالمشاہدہ، فرعون نے مشاہدہ کرکے ایمان کا اظہار کیا جو کہ مقبول نہ ہوا۔ معلوم ہوا کہ معتبر ایمان؛ ایمان بالغیب ہے نہ کہ ایمان بالمشاہدہ۔

ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ غیب کا دائرہ امت کی بہ نسبت نبی کے لیے کم ہوتا ہے مگر ہوتا ضرور ہے۔ اس پر تفصیل آگے آجائے گی۔

الغرض یہ عقیدہ عظمت نبوت کے برخلاف ہے۔

[۴]: غیب کی تعریف کی روشنی میں جائزہ لیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علمِ غیب کا اثبات کیوں درست نہیں۔

☆ مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی لکھتے ہیں:

غیب وہ چھپی ہوئی چیز ہے جس کو انسان نہ تو آنکھ، ناک، کان وغیرہ سے محسوس کرسکے اور نہ بلا دلیل بداہتِ عقل سے معلوم کرسکے۔ (جاء الحق: ص38)

☆ مفتی فیض احمد اویسی لکھتے ہیں:

وہ شے کہ جو نہ انسان کو آنکھ سے اور نہ کان سے اور نہ زبان سے اور نہ ہاتھ سے اور نہ دیگر اعضاء اور نہ ہی عقل سے معلوم ہوسکے وہ غیب ہے۔ (علم الرسول ص12)

دیگر اہل بدعت کے علاوہ کئی اکابر نے بھی غیب کی یہی تعریف کی ہے کہ جو حواس ظاہرہ و باطنہ سے معلوم نہ ہوسکے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا کا سارا علم مبارک حواسِ ظاہرہ اور حواس باطنہ سے آیا ہے اس لیے تو اسے غیب کا علم نہیں کہا جاسکتا کیونکہ ایسا علم جو حواسِ ظاہرہ و باطنہ سے معلوم نہ ہو وہ تو فقط خدا تعالیٰ کا علم ہے کیونکہ خدا حواس ظاہرہ و باطنہ سے بری ہے۔ لہٰذا خدا کا علم مبارک ہی علم غیب ہے جو حواس سے حاصل نہیں ہوا بلکہ از خود ہے۔

قرآنی آیات مع التفسیرات

اب آیئے چند آیات ملاحظہ فرمایئے کہ مفسرین نے ان کے تحت کیا فرمایا ہے؟

آیت نمبر 1:

قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ. (سورۃ النمل: 65)

☆ اس کے تحت تفسیر کبیر میں ہے امام رازی فرماتے ہیں:

اعلم انه تعالیٰ لما بین انه المختص بالقدرة فکذلك بین هو المختص بعلم الغیب.

☆ تفسیر خازن میں اسی آیت کے تحت ہے:

ان الله هو الذی یعلم الغیب وحده.

☆ تاویلات اہل السنۃ میں ہے:

انما یعلم الغیب الا الله.

☆ تفسیر روح المعانی میں ہے:

و بالجملة علم الغیب بلا واسطة کلاً او بعضاً مخصوص بالله جل و علا لا یعلمه احد من الخلق اصلا.

☆ تفسیر بحر محیط میں ہے:

دلت الآیة علی انه تعالیٰ هو المنفرد بعلم الغیب.

☆ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ الباری لکھتے ہیں:

ذکر الحنفیة تصریحاً بالتکفیر باعتقاد ان النبی صلی الله علیه و سلم یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالیٰ: قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ. (شرح فقہ اکبر ص 151 قدیمی)

یہی بات مولانا عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ "مجموعہ فتاوی عبد الحی" (ج 1 ص 46 ایچ ایم سعید) میں بھی نقل کی ہے۔

☆ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ يَعْلَمُ الْغَيْبَ فَقَدْ كَذَبَ وَهُوَ يَقُولُ لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ. (صحیح البخاری: ج 2 ص 1098)

☆ مسامرہ مع مسایرہ میں ہے:

ذکر الحنفیة تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی صلی الله علیه و سلم یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالیٰ: قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ. (مسامرہ علی مسایرہ ص 198)

آیت نمبر 2:

أَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ. (سورۃ النمل: 22)

☆ اس کی تفسیر میں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فی هذا رد علی من قال ان الانبیاء تعلم الغیب.

☆ تفسیر مدارک میں ہے:

فیہ دلیل بطلان قول الرافضۃ ان الامام لا یخفی علیہ شئی.

آیت نمبر 3:

وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ. (سورۃ البقرۃ: 255)

☆ اس کی تفسیر میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں:

العلم المختص بہ و ھو علم الغیب.

آیت نمبر 4:

وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ. (سورۃ ھود: 123)

☆ علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

غیب السماوات ای علم غیبہا. (مجمع بحار الانوار: ج4 ص84. مادہ غیب)

آیت نمبر 5:

وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ. (سورۃ الانعام: 59)

☆ اس کی تفسیر میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں:

تنصیص بما اشیر الیہ من حصر علم الغیب بہ الخ

☆ تفسیر زاد المسیر میں ہے:

قال ابن مسعود: اوتی نبیکم علم کل شئی الا مفاتیح الغیب.

آیت نمبر 6:

وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ. (سورۃ الانعام: 50)

☆ تفسیر مدارک میں ہے:

أی لا أدعی ما یستبعد فی العقول أن یکون لبشر من ملك خزائن اللہ وعلم الغیب.

☆ تفسیر النکت والعیون میں ہے:

فنفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نفسہ علم الغیب، لأنہ لا یعلمہ غیر اللہ تعالی.

آیت نمبر 7:

وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ. (سورۃ الاعراف: 188)

☆ تفسیر مظہری میں اس کے تحت ہے:

أی جلب منفعۃ ولا دفع مضرۃ دینیۃ ولا دنیویۃ وھو اظہار للعبودیۃ والتبری عن دعوی العلم بالغیب.

☆ تفسیر نیشاپوری میں ہے:

ما شأنی ان اعلم الغیب.

☆ تفسیر بحر محیط میں اس کے تحت ہے:

وھذا منہ علیہ السلام إظہار للعبودیۃ وانتفاء عن ما یختص بالربوبیۃ من القدرۃ وعلم الغیب.

آگے چل کر لکھتے ہیں:

إِنۡ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوۡمٍ يُؤۡمِنُونَ (لما نفى عن نفسه علم الغيب أخبر بما بعث به من النذارة)

☆ تفسیر ثعلبی میں ہے:

هذا أمر بأن يبالغ في الاستسلام ويتجرد من المشاركة في قدرة الله وغيبه.

آیت نمبر 8:

لَهُ غَيۡبُ السَّمَاوَاتِ وَالۡأَرۡضِ. (سورۃ الکہف:26)

☆ اس کے تحت جلالین میں ہے:

انه لا يخفى عليه شيئ من احوال اهلها فانه العالم وحده به.

احادیث طیبات اور ان کی شروحات

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِنَّهُ يَأۡتِينِي الۡخَصۡمُ فَلَعَلَّ بَعۡضَكُمۡ أَنۡ يَكُونَ أَبۡلَغَ مِنۡ بَعۡضٍ.

(صحیح البخاری: ج1 ص332، ج2 ص1030 و ص 1065، صحیح مسلم: ج2 ص74)

☆ صحیح البخاری کے حاشیہ میں ہے:

انما انا بشر لا اعلم الغيب و بواطن الامور كما هو مقتضى الحالة البشرية. (صحیح البخاری: ج1 ص332. حاشیہ نمبر 1)

اور صحیح البخاری ج2 ص 1031 پر بین السطور یوں لکھا ہے:

يعنى كواحد منكم لا اعلم الغيب و بواطن الامور كما هو مقتضى الحالة البشرية انما احكم بالظاهر.

☆ علامہ خفاجی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

انما انا بشر لا اعلم الغيب. (ج4 ص261 ادارہ تالیفات اشرفیہ)

☆ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

قوله انما انا بشر مثلكم: اى كواحد من البشر فى عدم علم الغيب. (فتح الباری باب کذا حدیث نمبر 6967)

دوسری جگہ پر فرماتے ہیں:

اتى به رداً على من زعم ان من كان رسولاً فانه يعلم الغيب. (فتح الباری باب اذا غصب جاریۃ فزعم)

☆ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

انما انا بشر يعنى كواحد منكم لا اعلم الغيب و بواطن الامور كما هو مقتضى الحالة البشرية انما احكم بالظاهر.

(عمدۃ القاری کتاب النکاح باب شہادۃ الزور فی النکاح حدیث نمبر 6967)

☆ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں:

انما انا بشر مشارك لكم فى البشرية بالنسبة لعلم الغيب الذى لم يطلعنى الله عليه.

(ارشاد الساری باب من قضی لہ بحق اخیہ فلا یاخذہ حدیث نمبر 7181)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

انما انا بشر وهو رد على من زعم ان من كان رسولاً فانه يعلم كل غيب حتى لا يخفى عليه المظلوم من الظالم.

(ارشاد الساری باب بیع الامام علی الناس اموالھم حدیث نمبر 7185)

☆ امام نووی شافعی لکھتے ہیں:

(إنما أنا بشر) معناه التنبيه على حالة البشرية وأن البشر لا يعلمون من الغيب وبواطن الأمور شيئا إلا أن يطلعهم الله تعالى على شيء من ذلك. (شرح مسلم ج2ص74)

☆ علامہ علی بن احمد العزیزی لکھتے ہیں:

قاله ردًّا على من زعم ان من كان رسولاً فانه يعلم كل غيب حتىٰ لا يخفىٰ عليه المظلوم.

(السراج المنیر ج2ص43بحوالہ الزالۃ الریب)

بعض اسلاف کی تعبیرات کا مفہوم

اب رہی یہ بات کہ بعض کتبِ اسلاف میں غیر خدا کے لیے "بعض علم غیب"، "یاتیہ علمُ الغیب" اور "کان رجلًا یَعْلَمُ علمَ الْغیبِ" وغیرہ جیسے الفاظ موجود ہیں تو ان کے متعلق گزارش ہے کہ یہ سب لغوی طور پر ہیں اور حقیقۃً اطلاع علی الغیب یا انباء غیب ہیں۔ جیسے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نمازِ تراویح کی جماعت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اکٹھا کیا تو اسے لغوی طور پر "نعم البدعۃ"[اچھی بدعت] کہا ورنہ حقیقۃً تو یہ سنت ہے۔ اسی طرح "صلوٰۃ" کا لغوی معنی "تحریک الصلوین" ہے مگر حقیقت میں یہ ارکان مخصوصہ فی اوقات مخصوصہ کا نام ہے۔ چونکہ کسی بھی ایک چھپی ہوئی بات کا جاننا بھی لغوی طور پر علم غیب ہے اس لیے بعض کتبِ اسلاف میں یہ تعبیرات وارد ہوگئی ہیں ورنہ حقیقت اور اصطلاحِ شریعت میں یہ درست نہیں کہ مخلوق کے لیے علم غیب کا اطلاق کیا جائے۔اس عدمِ اطلاق کی دو وجہیں سمجھ میں آتی ہیں:

1: یہ ذاتی علم کا نام ہے جو کہ مخلوق کو نہیں ہوتا

2: یہ کامل علم کا نام ہے جو کہ صرف اور صرف خدا کا ہی علم ہے یعنی ہر شے کا تفصیلی اور علم محیط صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ چونکہ اصول بھی یہی ہے کہ "المطلق اذا اطلق یراد بہ الفرد الکامل"

اب اہلِ بدعت جو لفظ علم غیب بولتے ہیں تو اگر ذاتی اور مکمل و کلی مراد نہیں لیتے تو پھر بولنا ہی نہیں چاہیے۔ہاں اگر اہل بدعت کہیں کہ ہم بھی لغوی طور پر بولتے ہیں تو یہ غلط ہے کیونکہ ان کے نزدیک آپ علیہ السلام کو ذرہ ذرہ کا تفصیلی علم ہے، کوئی ذرہ بھی کائنات کے علم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوشیدہ مانا گیا تو آدمی فتویٰ کفر وارتداد کی زد میں آجائے گا۔

اسلاف میں سے جن لوگوں نے بھی یہ الفاظ استعمال کیے ہیں ان کی مراد بعض علوم ہیں، تو علم غیب کیسے بن سکتا ہے؟ اور انہوں نے مختلف مقامات پر مختلف اشیاء کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک سے انتفاء بھی کیا ہے کما سیاتی۔

خلاصۃ الدلائل

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تین ادوار قابلِ غور ہیں:

1: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دور مبارک ہے۔

2: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک سے پہلے کا زمانہ

3: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک کے بعد کا زمانہ، یعنی قیامت وغیرہ۔

اب ہر دور میں سے کئی اشیاء آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوشیدہ ہیں:

پہلے دور کو دیکھیے....

♣ قرآن مقدس نے شعر گوئی کے فن کو آپ کے مناسب نہیں سمجھا اور آپ سے نفی کیا ہے اور آپ کو وفات تک یہ فن وعلم عطاء نہ کیا گیا۔

♣ اسی طرح قرآن مقدس نے یہ بھی بتایا کہ ہم نے بعض انبیاء علیہم السلام کے حالات آپ کو بتائے اور بعض کے حالات نہیں بتائے۔

♣ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بات گزر چکی ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اپنے شاگردوں کو بتارہے ہیں کہ "اوتی نبیکم علم کل شیئی الا الخمس"

دوسرے دور کو دیکھیے....

♣ آپ سے فرمایا گیا: آپ مغرب کی جانب نہ تھے جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی

♣ یوں فرمایا گیا: آپ جانب طور میں نہ تھے

♣ یوں فرمایا گیا: آپ ان کے پاس نہ تھے جب وہ اپنی قلمیں ڈال رہے تھے کہ کون مریم کی کفالت کرے گا

♣ اسی طرح یوسف علیہ السلام کے قصے کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ہم نے آپ کو بتایا ورنہ آپ اس سے پہلے نہ جانتے تھے

♣ یوں فرمایا گیا: آپ نہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ ایمان

♣ یوں فرمایا گیا کہ آپ نہ پڑھتے تھے کتاب اور نہ دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے

تیسرے دور کو دیکھیے....

♣ قیامت کا مقررہ وقت نہ بتایا جانا۔ آپ کا خود فرمانا کہ قیامت میں میں خدا کی ایسی تعریف کروں گا جو کسی نے نہ کی ہو گی، مگر اب وہ مجھے یاد نہیں۔

♣ قرآن پاک فرماتا ہے: جب اللہ تعالیٰ رسولوں کو اکٹھا کرے گا اور ان سے پوچھے گا کہ تمہیں کیا جواب دیا گیا ہے؟ تو وہ کہیں گے "لَا عِلْمَ لَنَا" کہ ہمیں معلوم نہیں۔

نکتہ اختلاف کی وضاحت:

بہر حال اس عقیدہ میں نکتہ اختلاف یہ ہے کہ "جمیع ما کان ومایکون" یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ آئندہ ہو گا وہ سارا کا سارا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا یا نہ؟ اہل السنۃ والجماعۃ کا نظریہ یہ ہے کہ یہ خدا تعالیٰ ہی کے ساتھ خاص ہے اور مخاصمین کا نظریہ یہ ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ کب دیا گیا؟ تو مخاصمین کہتے ہیں کہ جب نزولِ قرآن مکمل ہوا اس وقت یہ ملا ہے۔ اب ہماری طرف سے جو بھی دلیل پیش کی جائے وہ کہتے ہیں کہ چونکہ "جمیع ما کان ومایکون" نزولِ قرآن کے مکمل ہونے پر دیا گیا ہے اس لیے یہ تو پہلے کی آیت ہے اور اس وقت تو ہم بھی یہ چیزیں جاننا نہیں مانتے۔ ہماری طرف سے پھر یہ کہا جاتا ہے کہ تم جو دلیلیں پڑھو گے وہ بھی تو پہلے کی ہیں؛ کوئی مکی ہے تو کوئی سن 6 ہجری وغیرہ کی اور ثابت آپ "جمیع ما کان ومایکون" کرنا چاہتے ہیں اور آپ کے فاضل بریلوی نے لکھا ہے:

"نزولِ قرآن کے مکمل ہونے پر یہ ملنا ہم مانتے ہیں۔"

اب جب یہ آیات نازل ہوئی تھیں اس وقت تو ملا ہی نہ تھا تو تم ثابت اس وقت کیسے کرنا چاہتے ہو؟ تھک ہار کر پھر کہتے ہیں کہ قرآن کو ہر شے کا بیان اور تفصیل تو قرآن ہی میں بتایا گیا ہے، لہٰذا یہ جب مکمل ہوا تو "جمیع ما کان ومایکون" بھی مل گیا۔

اس سلسلے میں پہلی گزارش یہ ہے یہ بھی تو نزول قرآن کے مکمل ہونے کے وقت نہیں کہا گیا بلکہ پہلے ہی کہا گیا تو پھر تمہیں اسی وقت "جمیع ما کان ومایکون" ملنے کا عقیدہ رکھنا چاہیے تھا، نہ کہ نزول قرآن مکمل ہونے کے بعد۔

دوسری بات یہ ہے کہ جن باتوں کو قرآن نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منفی کیا ہے کیا نزولِ قرآن کے مکمل ہونے پر ان کا اثبات

ہوا ہے؟ مثلاً، علم شعر گوئی، بعض انبیاء علیہم السلام کے حالات کا علم، قیامت کا مقررہ وقت اور غیوبات خمسہ کا تفصیلی علم محیط وغیرہ۔ باقی رہا ایسی آیات کا مطلب تو وہ آگے آیا چاہتا ہے۔ مگر یہ بات بھی تو ان مخاصمین کو سمجھ نہیں آتی کہ قرآن پاک کو ہر شے کا بیان قرار دیا گیا ہے سورہ نحل میں اور یہ سورت مکی ہے اور نزول کے اعتبار سے 70 ویں نمبر پر ہے اور اس کے بعد 44 سورتیں اتری ہیں، اگر بات یہی تھی کہ اس آیت سے "جمیع ما کان وما یکون" کا علم معلوم ہوتا ہے تو پھر یہ عقیدہ تو آپ کو نزول قرآن کے مکمل ہونے پر بنانے کے بجائے مکہ ہی سے بنالینا چاہیے جب کہ ایسا نہیں ہے۔ اس کا مفہوم تو صرف اتنا ہے کہ قرآن مقدس میں امور دین ،کلیات دین، اصول دین اور قواعد وضوابط سب کے سب بیان کر دیے گئے ہیں اور یہی کچھ ہم سورہ یوسف کی آیت کہ "قرآن ہر شے کی تفصیل ہے" کے متعلق کہیں گے۔

ایک بات ان حضرات کے دعوے کے متعلق رہ گئی کہ:

☆ کیا "جمیع ما کان وما یکون" سب انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے ہے یا پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے؟

☆ کیا "جمیع ما کان وما یکون" اولیاء کے لیے بھی ہے یا پھر صرف انبیاء کرام کے لیے ہے؟

☆ کیا "جمیع ما کان وما یکون" عام مسلمانوں کے لیے بھی ہے یا صرف اولیاء کرام کے لیے ہے؟

☆ کیا "جمیع ما کان وما یکون" کافروں کے لیے بھی ہے یا صرف مسلمانوں کے لیے ہے؟

☆ کیا "جمیع ما کان وما یکون" اہلِ اسلام کی خادم اشیاء کے لیے بھی ہے؟

پھر ان میں سے ہر ایک صورت کے منکر کا حکم بھی ارشاد فرمایا جائے!!

اب پیشِ خدمت ہے ہماری طرف سے ایسی دلیل کہ جو نزول قرآن کے مکمل ہونے پر ہو!

دلیل نمبر 1:

سورۃ توبہ نزول میں آخری ہے اور اس میں یہ ارشادِ باری تعالیٰ "لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ" (آیت نمبر 101) منافقین کے بارے میں ہے۔ اس کی تفسیر میں مفسرِ قرآن مولانا عبدالحق حقانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"بعض اہلِ مدینہ اور مدینہ طیبہ کے آس پاس کے گنوار جن کو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ وپند سننا بھی ممکن ہے اور اہل اسلام سے بیشتر میل جول رکھتے ہیں مردوا علی النفاق نفاق پر اَڑے ہوئے ہیں اور اس فن میں ایسے چالاک ہیں کہ باوجود فراستِ تامہ کے اے نبی! ان سے تم واقف بھی نہیں، ہاں ہم ان کو جانتے ہیں۔" (تفسیر حقانی ج2 ص199)

عربی تفاسیر والے حضرات نے بھی تقریبا یہی کچھ لکھا ہے:

◆ تفسیر روح المعانی میں ہے:

أی لا تعرفهم أنت بعنوان نفاقهم يعنی أنهم بلغوا من المهارة فی النفاق والتنوق فی مراعاةالتقية والتحامی عن مواقع التهم إلى حيث يخفی عليك مع كمال فطنتك وصدق فراستك حالهم.

◆ تفسیر بحر محیط میں ہے:

يخفون عليك مع فطنتك وشهامتك وصدق فراستك لفرط توقيهم ما يشكك فی أمرهم.

◆ تفسیر مظہری میں ہے:

لا تعرفهم يا محمد بصفة النفاق مع كمال فطنتك وصدقِ فراستك.

◆ تفسیر مدارک میں ہے:

أي يخفون عليك مع فطنتك وصدق فراستك لفرط تنوقهم في تحامي ما يشككك في أمرهم.

♦ تفسیر نیشاپوری میں ہے:

لا تعلمهم انت نفاقهم مع وفور حدسك وقوت ذكائك.

♦ تفسیرِ خازن میں ہے:

يعني أنهم بلغوا في النفاق إلى حيث أنك لا تعلمهم يا محمد مع صفاء خاطرك واطلاعك على الأسرار.

♦ مزید اس آیت کی تفسیر میں امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"مفتی صاحب کی یہ سب باتیں اس آیت کریمہ کا ہرگز جواب نہیں بن سکتیں۔

اولاً: اس لئے کہ سورۃ توبہ قرآن کریم کی آخری سورت ہے اور یہ "لَا تَعْلَمُهُمْ" اسی میں مذکور ہے اور تمام معتبر حضرات مفسرین کرام یہی فرماتے اور بتاتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان منافق لوگوں کا علم نہ تھا کیونکہ یہ اس نص قطعی سے ثابت ہے اور سورۃ محمد جس میں "وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ" الآیۃ ہے پہلے نازل ہوئی ہے۔ لہٰذا متقدم سے متاخر کا منسوخ ہونا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟ اور جمل (جو الشیخ سلیمان الجمل رحمۃ اللہ علیہ نے سن 1196ھ میں چار جلدوں میں لکھی ہے) کا یہ مقام ہی نہیں کہ اسکی غیر معتبر تفسیر کو لے کر صحیح روایات اور معتبر حضرات مفسرین کرام کی مستند تفسیروں کو رد کیا جاسکے۔ اس لیے جمل کا حوالہ اور تفسیر سرے سے قابل التفات ہی نہیں ہے۔ مفتی صاحب ایک طرف تو یہ لکھتے ہیں کہ "رہی تفسیر قرآن تابعین اور تبع تابعین کے قول سے یہ اگر روایت سے ہے تو معتبر ورنہ غیر معتبر ماخذ از اعلاء کلمۃ اللہ للعلامہ گولڑوی قدس سرہ۔" (انتہی جاء الحق ص 9) اور دوسری طرف جمل کی تفسیر کو لے کر خیر سے قرآن کریم کی آیت کو منسوخ کرنے کے درپے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ

وثانیاً: "لَا تَعْلَمُهُمْ" خبر ہے اور خبر میں نسخ کا سرے سے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

وثالثاً: ان دونوں آیتوں کا محل ہی الگ الگ اور جدا جدا ہے۔ نہ تو ان میں تعارض کا سوال پیدا ہوتا ہے اور نہ نسخ کا۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ باری تعالیٰ کا یہ ارشاد "لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ" اُس کے اس ارشاد "وَلَوْ نَشَاءُ" الخ کے منافی نہیں ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اگر ہم چاہیں تو آپ کو وہ منافق دکھادیں، سو آپ ان کو ان کے چہرے بُشرے کی نشانیوں سے پہچان سکتے ہیں اور آپ ان کو بات کے ڈھب سے پہچان سکتے ہیں کیونکہ یہ تو ان علامات سے پہچاننا مراد ہے جو ان کے چہرے پر رونما ہوں جس سے وہ پہچانے جاسکتے ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ آپ تمام منافق اور مشکوک لوگوں کو علی التعیین جانتے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر ج2 ص384)

اور یہی حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ "وَلَوْ نَشَاءُ" الخ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اے محمد! اگر ہم چاہیں تو منافقین کو باشخاصہم معین کر کے آپکو دکھلادیں اور نام بنام مطلع کر دیں لیکن اللہ تعالی نے تمام منافقوں کے بارے میں از روئے تستر اور امور کو ظاہری سلامت روی پر رکھتے ہوئے اور بھیدوں کو ان کے جاننے والے کے حوالے کرتے ہوئے ایسا نہیں کیا اور آپ ان کو ان کے ظاہری کلام سے جو ان کے مقاصد پر دال ہے اور متکلم کی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے، پہچان سکتے ہیں کہ وہ کس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ اس کی بات کے رنگ ڈھنگ سے اسکو پہچانا جاسکتا ہے اور لحن القول سے یہی مراد ہے۔ (ابن کثیر ج4 ص180)

اس سے معلوم ہوا کہ "لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ" میں حقیقی علم مراد ہے کہ اِن منافقوں کا حقیقی علم آپ کو نہیں وہ صرف ہمیں کو ہے اور "وَلَوْ نَشَاءُ" الخ میں چہرے بُشرے اور طرز گفتگو سے پہچاننا مراد ہے جو صرف ظاہری قرآئن اور شواہد کے تحت ہے اور یہ ظن کے درجے سے اوپر نہیں جاتا کیونکہ منافق اور مخلص کی بات کا ڈھنگ الگ الگ ہوتا ہے جو زور شوکت، پختگی اور خلوص کا رنگ مخلص کی باتوں میں جھلکتا ہے، منافق کتنی ہی کوشش اور تصنّع سے کام لے وہ اپنے کلام میں رنگ پیدا نہیں کر سکتا۔

اور علامہ السید محمود الوسی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں کہ یہ علامت کتابت ہی میں منحصر نہیں ہے بلکہ اس کے بغیر بھی ہو سکتی ہے جس کے ذریعے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان منافقوں کو پہچان سکتے تھے جیسا کہ قیافہ دان کسی شخص کے ظاہری حالات اور علامات کو دیکھ کر اس کا حال معلوم کرلیتا ہے اور بسا اوقات انسان اپنے دوست اور دشمن کو اس کی نظر ہی سے پہچان لیتا ہے اور نظر ہی اس کے دل کی ترجمانی کر دیتی ہے اور ہم نے متعدد حضرات کو دیکھا ہے کہ وہ چہرے پر علامات دیکھ کر شیعہ اور سنی کو پہچان لیتے ہیں اور اگر یہ صحیح ہو (تو اس سے مزید تائید حاصل ہو جاتی ہے) کہ بعض حضرات اولیاء کرام نیک اور بد، مومن اور کافر کو پہچان لیتے ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ فلاں سے مجھے طاعت کی اور فلاں سے معصیت کی بو آتی ہے اور فلاں سے ایمان اور فلاں سے کفر کا رائحہ محسوس ہوتا ہے۔ (روح المعانی ج26 ص70)

الغرض "لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ" کو "فَلَعَرَفْتَهُمْ" سے منسوخ قرار دینا سراسر باطل اور مردود ہے کیونکہ اس کا محل جدا جدا ہے۔ رہی وہ حدیث جس میں یہ بیان ہوا ہے کہ منافقوں کو جمعہ کے دن خطبہ کے موقع پر مسجد سے باہر نکال دیا گیا تھا تو اس سے بھی استدلال صحیح نہیں۔ **اولاً** تو اس لئے کہ اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تب بھی خبر واحد ہے اور بقول خان صاحب اس کو قرآن کریم کی قطعی آیت کے مقابلہ میں پیش کرنا محض ہرزہ بافی ہے۔ قرآن کریم کی نص قطعی کا جواب یہ کیسے بن سکتی ہے؟ خان صاحب کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"کہ عموم آیات قطعیہ قرآنیہ کی مخالفت میں اخبار آحاد سے استناد محض ہرزہ بافی" (انباء المصطفی ص4)

نیز لکھتے ہیں کہ "نہ حدیث احاد اگرچہ کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی صحیح ہو عموم قرآن کی تخصیص کر سکے بلکہ اس کے حضور مضمحل ہو جائے گی بلکہ تخصیص متراخی نسخ ہے اور اخبار کا نسخ ناممکن اور تخصیص عقلی عام کو قطعیت سے نازل نہیں کرتی نہ اس کے اعتماد پر کسی ظنی سے تخصیص ہو سکے۔ (بلفظہ انباء المصطفیٰ: ص4)

اور مفتی صاحب کا حوالہ بھی پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ وہ دوسروں سے قطعی الدلالۃ دلیل کا مطالبہ کرتے ہیں اور یوں لکھتے ہیں کہ "وہ آیت قطعی الدلالت ہو جس کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں اور حدیث ہو تو متواتر ہو۔" (بلفظہ جاء الحق ص40)

اور نیز مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ "قرآن پاک کے عام کلمات کو احادیث آحاد سے بھی خاص نہیں بتا سکتے چہ جائیکہ محض اپنی رائے سے۔" انتہی (جاء الحق ص40)

جب تک وہ اس حدیث کا تواتر ثابت نہ کریں ان کو اپنے اس استدلال میں پیش کرنے کا کیا حق ہے؟"

[ازالۃ الریب: ص310 تا 313]

حضرت الشیخ امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں:

"الغرض اصول حدیث اور فن روایت کے تحت منافقوں کی تعداد اور ان کے صحیح علم کے متعلق کوئی روایت صحیح نہیں ہے اور اگر کوئی روایت صحیح ثابت ہو جائے تب بھی خبر واحد ہی رہے گی اور قرآن کریم کا وہ جواب ہرگز نہیں بن سکتی۔ علاوہ بریں روایتی حیثیت سے صرفِ نظر کرتے ہوئے بھی اگر محض روایت ہی سے سوچا جائے تب بھی ان روایات سے فریق مخالف کا مدعیٰ ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ بصورتِ صحت ایسی روایات ان سے صرف اتنا ہی ثابت ہو گا کہ چھتیس منافق تھے۔ اس سے یہ کیونکر ثابت ہو گا کہ ان کے علاوہ اور کوئی منافق نہ تھا؟ مسجد سے خطبہ جمعہ کے موقع پر چھتیس آدمیوں کو نکال دینے سے یہ کیسے لازم آیا کہ مدینہ طیبہ میں منافق ہی صرف یہ تھے باقی اور کوئی نہ تھا؟ اور یہ کیا ضروری ہے کہ سب منافق مسجد میں حاضر ہی ہوئے ہوں؟ یہ اور اسی قسم کے کئی احتمال اس میں پیدا ہوتے ہیں اور اگر صرف یہی منافق تھے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بے سند روایت کا فریق مخالف کیا جواب دے گا۔ ان کے نزدیک تو وہ بھی صحیح ہے جن میں تین سو مرد اور ایک سو ستر عورتیں شامل تھیں؟ دیکھیے فریق مخالف کیا لب کشائی کرتا ہے؟

کوئی یہ پیش کر نہ دے شاعرِ بے نوا کا قول وعدے کا اعتبار کیا جب اس میں اک "مگر" بھی ہے

فائدہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تبوک کے سفر میں ایک گھاٹی کے اندر بارہ (اور ایک روایت میں چودہ اور ایک روایت میں پندرہ کا ذکر بھی آیا ہے) منافقوں نے اچانک حملہ کر دیا تھا کہ آپ کو شہید کر دیا جائے (العیاذ باللہ تعالیٰ) مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا اور ان بارہ منافقوں کے نام آپ نے صرف حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو بتا دیے تھے، اور یہی وجہ ہے کہ وہ صاحب سرّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مشہور تھے۔ دیکھیے مسلم ج2 ص369 البدایہ والنھایہ ج5 ص19 وزاد المعاد ج2 ص9 وابن کثیر ج2 ص373 وخصائص الکبریٰ ج1 ص279 وغیرہ اور یہی وہ سرّ اور راز ہے جس کا تذکرہ ملا علی قاری نے مرقات ج5 ص618 میں کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ کو منافقوں کے نام اور ان کا نسب نامہ بتایا تھا۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام کے تمام منافقوں کا علم حاصل تھا اور آپ نے ان کے نام حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو بتا دیے تھے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: أنه علیه السلام أعلم حُذَیفة بأعیان أربعة عشر أو خمسة عشر منافقًا، وهذا تخصیص لا یقتضی أنه اطلع علی أسمائهم وأعیانهم کلهم. (تفسیر ابن کثیر ج2 ص384) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو چودہ یا پندرہ منافقوں کے نام (مع ان کی شخصیتوں کے) بتا دیے تھے اور یہ صرف ان چودہ، پندرہ کے ساتھ خاص تھا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو سب کے نام اور ذوات بھی بتلا دی تھیں۔"

[ازالۃ الریب: ص318 تا 320]

دلیل نمبر2:

حدیث جبرئیل علیہ السلام جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات اور سب غیر اللہ سے وقت قیامت کے علم کی نفی فرمائی ہے۔ ازالۃ الریب ص329 میں باحوالہ یہ حدیث موجود ہے اور ص341 میں اس کی باحوالہ تصریح ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی یہ آمد تمام احکام کے نزول کے بعد تھی۔ اس کے بعد وہ کون سی صحیح حدیث وارد ہوئی ہے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قیامت کا علم ثابت ہے؟ وہ صحیح صریح حدیث مطلوب ہے جو اس کے بعد کی ہو۔

دلیل نمبر3:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے ایک ماہ قبل اپنی ذات سے قیامت کے علم کی نفی فرمائی ہے۔ یہ حدیث باحوالہ ازالۃ الریب ص348 میں مذکور ہے۔ اس کے بعد کون سی صحیح حدیث اثباتِ علمِ وقتِ قیامت کے بارے میں آئی ہے؟

دلیل نمبر4:

جب آپ شفاعت کبریٰ کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کریں گے تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھے تعریف اور حمد کے وہ کلمات القاء فرمائے گا جو مجھے اب مستحضر نہیں ہیں۔ یہ حدیث ازالۃ الریب ص392 میں باحوالہ موجود ہے۔ اس کے برعکس وہ کون سی صحیح و صریح حدیث موجود ہے جس سے ثابت ہے کہ وہ کلمات وفات سے پہلے ہی آپ کو بتلا دیے گئے تھے؟

دلیل نمبر5:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر پر تشریف فرما ہوں گے کہ فرشتے آپ کے نام لیوا بعض امتیوں کو آپ کے قریب نہیں آنے دیں گے۔ آپ فرمائیں گے کہ یہ تو میرے ساتھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: آپ نہیں جانتے کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا کیا بدعتیں اختیار کی ہیں؟ یہ حدیث ازالۃ الریب ص392 اور ص397 میں مفصل مذکور ہے۔ اس کے بعد وہ کون سی صحیح حدیث آئی ہے جس سے ان اہل بدعت کی تفصیلی بدعات کا علم آپ کو ملا ہے؟

فریق مخالف کے استدلالات کا اجمالی جائزہ

ذیل میں ہم فریقِ مخالف کے مستدلات ذکر کرتے ہیں اور آخر میں ان کا اجمالی جائزہ پیش کریں گے۔

نمبر1: وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا (سورت البقرۃ:31)

نوٹ: علامہ واحدی نیشاپوری نے لکھا ہے کہ عکرمہ نے بیان کیا کہ مدینہ میں جو سورت سب سے پہلے نازل ہوئی وہ بقرہ ہے۔

(تبیان القرآن از غلام رسول سعیدی: ج1 ص231)

نمبر2: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ. (سورۃ آل عمران: 179)

نوٹ: سورت آل عمران نزول کے اعتبار سے سورت انفال کے بعد نازل ہوئی جبکہ سورت انفال غزوہ بدر سے واپسی پر 2ھ میں نازل ہوئی تھی۔

(تبیان القرآن: ج6 ص29)

نمبر3: وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (سورۃ النساء:113)

نوٹ: سورۃ نساء کا زمانہ نزول 3ھ کے اواخر سے لے کر 4ھ کے اواخر یا 5ھ کے اوائل تک ہے۔ (تبیان القرآن: ج2 ص541)

نمبر4: وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ (سورۃ یوسف: 111)

نوٹ: امام ابن مردویہ نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سورت یوسف مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ (الدر المنثور: ج4 ص494)

نمبر5: تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ (سورۃ النحل: 89)

نوٹ: یہ سورۃ مکہ کے آخری دور میں نازل ہوئی۔ (تبیان القرآن: ج6 ص347)

نمبر6: عَلَّمَهُ الْبَيَانَ (سورۃ الرحمٰن:4)

نوٹ: ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 43 ہے اور یہ سورت فرقان کے بعد نازل ہوئی۔ (تبیان القرآن: ج11 ص601)

نمبر7: إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ (سورۃ الجن:27)

نوٹ: یہ سورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ابتدائی عشرہ میں نازل ہوئی۔ (تبیان القرآن: ج12 ص267)

نمبر8: وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ (سورۃ التکویر:24)

نوٹ: ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر ساتواں ہے۔ (تبیان القرآن: ج12 ص584)

فریقِ مخالف کے سارے استدلال ہم نے نقل کر دیے ہیں اور یہ بھی ذکر کر دیا ہے کہ کون سی آیت کس دور کی ہے؟! لہٰذا ان سے استدلال درست نہیں کیونکہ فاضل بریلوی کا نظریہ یہ ہے کہ تکمیل قرآن پر "جمیع ما کان وما یکون" ملا۔ لہٰذا پہلے والی آیات سے یہ ثابت کرنا درست نہیں ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(تفصیلی کلام)

صفت عالم الغیب خاصۂ خداوندی

از افادات: متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

چند شرائط:

1: چونکہ بریلوی حضرات اس مسئلہ کے منکر کو کافر کہتے ہیں اس لیے انہیں اس مسئلہ کو ثابت کرنے کے لیے دلیل قطعی یعنی جو قطعی الثبوت کے ساتھ ساتھ قطعی الدلالۃ ہو وہ پیش کرنا ہوں گی کیونکہ ایسا مسئلہ انہی دلائل سے ثابت ہوتا ہے۔

2: ان دلائل سے بریلوی مناظر یہ بھی ثابت کرے گا کہ علم غیب، عالم الغیب کی نسبت انبیاء علیہم السلام کی طرف کی گئی ہے۔

3: ہم اہل السنت والجماعت دیوبند یہ دکھائیں گے قرآن نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلوایا ہے "ولا اعلم الغیب"۔ اور یہ بھی کہلوایا ہے "لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ" کہ میں علم غیب نہیں رکھتا اور زمینوں آسمانوں میں علم غیب خدا کے علاوہ کسی کے پاس نہیں ہے۔ جب کہ بریلوی دکھائے گا" ان محمداً یعلم الغیب" یا آپ سے کہلوایا گیا ہو "اعلم الغیب"۔

4: سنی مناظر یہ ثابت کرے گا کہ ہر ذرہ کا تفصیلی علم اور علم محیط ہر وقت خدا ہی کو ہے اور اس کے علم سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں ہے "لا یعزب عنہ مثقال ذرۃ" (الآیہ) جب کہ بریلوی مناظر ثابت کرے گا اپنا عقیدہ کہ ہر ذرہ ہر حادثہ، واقعہ اور ہر وقت کا علم محیط اور تفصیلی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور زمین وآسمان کا کوئی ذرہ آپ سے پوشیدہ نہیں۔ دلیل دے گا" لا یعزب عن محمد مثقال ذرۃ فی السموات ولا فی الارض.

5: بریلوی مناظر علم غیب کے منکر کو کافر لکھ کر دے گا بلکہ وہ اس کو بھی کافر لکھ کر دے گا جس کا یہ عقیدہ ہو کہ فلاں بات کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم نہیں جیسا کہ بریلویوں کی معتبر کتاب (تحفظ عقائد اہلسنت ص850،849) میں درج ہے۔

6: بریلوی مناظر وہ دلائل پڑھے گا جو ان کے مسلک کے مطابق ہوں مثلاً فاضل بریلوی نے" الدولۃ المکیۃ" میں صاف طور پر لکھا ہے کہ ہم علم غیب مکمل ہونا نزول قرآن کے مکمل ہونے پر تسلیم کرتے ہیں۔ (الدولۃ المکیہ ص105)

تو اب نزول قرآن کے مکمل ہونے والی دلیل قطعی یا اس کے بعد والی کوئی خبر متواتر پیش کرے یا ایسا اجماع جو قطعیت کا فائدہ دے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع کان ومایکون کا علم تھا۔ ورنہ ان کے اپنے عقیدے اور نظریے کے خلاف دلائل مسموع نہ ہوں گے مثلاً اگر 6ھ والی کوئی آیت پڑھ کر ثابت کرنا چاہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع کان ومایکون کا علم تھا تو یہ ان کے اپنے مسلک کے بھی خلاف ہے کیونکہ بقول فاضل بریلوی نزول قرآن کے مکمل ہونے پر جمیع کان ومایکون کا علم مکمل ہوا۔ لہذا ایسی کوئی دلیل قابل سماع نہ ہو گی۔

7: بریلوی مناظر اگر احناف کے مسلمہ اکابر کی کتب عقائد سے مسئلہ حل کرنا چاہے تو ہم اس پر بھی تیار ہیں کہ کسی مسلمہ بزرگ کی عقائد پر لکھی کتاب سے مسئلہ ثابت کر دے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے جمیع کان ومایکون کا علم عطا فرمایا ہے۔

علم غیب کا منکر اکابر بریلوی کی نظر میں کافر ہے

اب آپ وہ حوالہ جات دیکھیے جن میں علم غیب کے منکر کو بریلوی اکابر نے کافر تک کہا ہے۔

1: اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب سے منکر کو کافر فرمایا ہے۔ (فہارس فتاویٰ رضویہ ص874)

2: علم غیب کا منکر نبوت کا منکر ہے۔ (مقالات شیر اہلسنت ص237)

3: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے منکر پکے منافق ہیں۔(کلمہ حق شمارہ نمبر4 ص7 از ارشد القادری)

4: آپ کے علم غیب کلی کی صحیح حدیثیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں تو ان سے انکار کرنا اور تاویلات فاسدہ کرکے لوگوں کو گمراہ کرنا یہ ایمان سے خارج ہونا ہے۔(مقیاس حنفیت ص379)

5: جو آپ کی ذات سے علم غیب کی نفی کرتے ہیں وہ در حقیقت آپ کے محمد ہونے کے قائل نہیں۔(مقیاس حنفیت ص312)

6: اگر کسی بھی نبی علیہ السلام کے متعلق یہ عقیدہ قائم کرلیا جائے کہ اس کو فلاں چیز کا علم نہیں تو ایسا فاسد و باطل عقیدہ اس امر کو مستلزم ہوگا کہ اس نبی کا عقیدہ توحید ناقص ہے چہ جائیکہ افضل الانبیاء صلوات اللہ و سلامہ علیہ کے متعلق یہ کفریہ عقیدہ ہو کہ عالم ماکان ومایکون کو فلاں چیز کا علم نہیں۔(تحفظ عقائد اھلسنت ص849،850)

7: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب شریف کا انکار قرآن پاک کے خلاف اور کفر ہے۔(مسئلہ علم غیب ص18)

8: جو شخص علم غیب عطائی کا بالکل منکر ہے وہ قرآن پاک کی ان آیات کا انکار کرتا ہے اور قرآن کے ایک لفظ کا انکار بھی کفر ہے لہٰذا وہ شخص کافر ہے۔(وقار الفتاویٰ ج1 ص102)

بریلوی دعویٰ جات

[۱]: مولوی فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

”اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے علم غیب کلی کا دعویٰ یوں تحریر فرمایا ہے: بے شک حضرت عزت عزت نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اولین وآخرین کا علم عطا فرمایا، شرق تا غرب، عرش تا فرش سب انہیں دکھایا، ملکوت السموات والارض کا شاہد بنایا۔ روز اول سے روز آخر تک سب ماکان ومایکون انہیں بتایا۔ اشیائے مذکورہ سے کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ تھا۔ علم عظیم حبیب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام ان سب کو محیط ہوا نہ صرف نہ اجمالا بلکہ صغیر وکبیر، ررطب ویابس جو پتہ گرتا ہے زمین کے اندھیروں میں جو دانہ کہیں پڑا سب کو جدا جدا تفصیلاً جان لیا۔ للہ الحمد کثیراً بلکہ یہ جو کچھ بیان ہوا ہرگز ہرگز محمد رسول اللہ کا پورا علم نہیں صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ علم حضور سے ایک چھوٹا حصہ ہے۔ ہنوز احاطہ علم محمدی میں وہ ہزار در ہزار بے حد وکنار سمندر لہرارہے ہیں جن کی حقیقت کو وہ خود جانیں یا ان کا عطا کرنے والا ان کا مالک ومولیٰ جل وعلا۔“ (امام احمد رضا اور فن تفسیر ص16)

معلوم ہوا کہ علم غیب کلی کا مطلب یہ ہے اب جو بھی علم غیب کلی کا دعویٰ کرے تو پھر اسے چاہیے یہ سب کچھ دلائل قطعیہ سے ثابت کرے۔

[۲]: مولوی عبد الرشید سمندری والے جو کہ بریلوی محدث اعظم کے شاگرد ہیں وہ لکھتے ہیں:

آپ کو اللہ نے کلی علم غیب عطا فرمایا ہے۔(رشد الایمان ص99)

[۳]: فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے کلی علم غیب عطا فرمایا۔(علم المناظرہ: ص6)

اب معلوم ہوگیا دعویٰ جو بھی مقصود ہو ان لوگوں کا یہ ہے ”جمیع ماکان ومایکون“ اسی کو یہ لوگ علم غیب کلی کہتے ہیں اور اگر تفصیلی طور پر اسے دیکھیں تو وہ فاضل بریلوی کی لکھی ہوئی تحریر بن جاتی ہے جو شروع میں گزرچکی ہے کہ شرق تا غرب، عرش تا فرش، سب انہیں دکھایا ملکوت السموات والارض کا شاہد بنایا اشیائے مذکورہ سے کوئی ذرہ حضور علیہ السلام کے علم سے باہر نہ تھا۔ اجمالی نہیں بلکہ تفصیلی علم آپ کو حاصل ہے۔

تنقیحاتِ دعویٰ

تنقیح نمبر1:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف علم غیب کی نسبت کرنا غلط ہے۔ کیونکہ:

☼ فاضل بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

علم جب کہ مطلق ہو خصوصاً جب کہ غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت ص317 مشتاق بک کارنر)

معلوم ہوا کہ علم غیب کا لفظ اس ذات کے لیے بولیں گے جس کا علم ذاتی ہو اور وہ تو صرف اللہ کریم کا ہے۔

☼ بریلوی مسلک کے "علامہ" غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

علم غیب جب مطلقاً بولا جائے تو اس سے مراد ذاتی ہوتا ہے۔ (حاشیہ شرح مسلم ج5 ص110)

☼ جو علم عطائی ہو وہ غیب ہی نہیں کہا جاتا، غیب صرف ذاتی کو کہتے ہیں۔ (جاء الحق ص97 قدیم)

تنقیح نمبر2:

یہ قرآن پاک کے بھی خلاف ہے کیونکہ مولوی غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے غیر کے لیے علم غیب کا اطلاق کرنا اس لیے جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ علم کا تعلق ابتداءً ہے تو یہ قرآن مجید کے خلاف ہو جائے گا۔ (نعمۃ الباری شرح بخاری ج1 ص273)

ایک جگہ یوں لکھتے ہیں:

مطلقاً یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے دو وجہ سے درست نہیں، اول اس لیے کہ یہ قول ظاہر قرآن کے خلاف ہے۔ کیونکہ قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ کے غیر سے مطلقاً علم غیب کی نفی کی ہے اور دوسرے اس وجہ سے کہ مطلقاً علم کا ذکر کیا جائے تو اس سے مراد علم بالذات ہوتا ہے۔ (شرح مسلم ج5 ص108)

تنقیح نمبر3:

علم غیب کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا اور تکلیف دینا ہے۔ کیونکہ جب بچیوں نے شعر پڑھا تھا "وفينا نبي يعلم ما غد" اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روک دیا۔ اس روکنے کی وجہ کیا تھی وہ بریلوی مسلک کے معتبر مفتی احمد یار نعیمی گجراتی لکھتے ہیں کہ شارحین نے کہا ہے کہ حضور علیہ السلام کا اس کو منع فرمانا اس لیے ہے کہ اس میں علم غیب کی نسبت حضور کی طرف ہے لہذا آپ کو ناپسند آئی۔ (جاء الحق ص122)

مشکوۃ ج2 کتاب النکاح میں باب النکاح کی یہ حدیث ہے جس کی شرح میں ملا علی قاری رحمہ اللہ اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی یہ وجہ لکھی ہے۔

تو معلوم ہوا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب کی نسبت اپنی طرف کرنا ناپسند ہے اور نہ کرنا پسند ہے۔

اب دیکھیے قاضی ثناء اللہ پانی پتی "ان الذين يؤذون الله ورسوله" (سورۃ احزاب:57) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

وہ لوگ جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور خدا تعالیٰ کی پسندیدہ چیزوں کا ارتکاب کرتے ہیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دیتے ہیں ان کے لیے دنیا آخرت میں لعنت ہے۔ (تفسیر مظہری ج7 ص380)

اور آپ کے مفتی حنیف قریشی صاحب لکھتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دینے والا کافر ہے۔ (غازی ممتاز حسین قادری ص 201)

اور حنیف قریشی صاحب نے یہ بھی لکھا ہے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند کو ناپسند کرنے والا کافر ہے۔(غازی ممتاز حسین قادری ص 291)

اب آپ خود ہی دیکھ لیں کہ آپ کا کیا بنے گا؟!!

تنقیح نمبر4:

آپ نے علم غیب کلی سرکار طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تسلیم کیا ہے۔ حالانکہ علم کلی تو خدا کا خاصہ ہے اور کسی صفت خاصہ کو کسی دوسرے کے لیے ثابت کرنا شرک ہے۔(فتاویٰ مظہریہ ص 537)

اس فتویٰ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی کسی صفت خاصہ کو کسی دوسرے کے لیے ثابت کرنا شرک ہے۔ اور کئی بریلوی اکابر نے علم کلی کو خدا کا خاصہ ٹھہرایا ہے۔ مثلاً:

- مفتی احمد یار نعیمی گجراتی لکھتا ہے کلی اختیارات اور مکمل علم غیب پر خدائی دارومدار ہے۔(مواعظ نعیمیہ حصہ دوم ص 265)
- جو علم اللہ نے اپنی ذات کے لیے خاص کیا ہے وہ ہر ایک کے احوال کا تفصیلی علم ہے۔(اسلامی عقائد ص 120 از شرف قادری)
- علم غیب کلی کی چابیاں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں۔(عقائد و نظریات از شرف قادری ص 87)
- رسل کرام سب غیوب پر مطلع نہیں ہوتے تا کہ خصوصیت الٰہی برقرار رہے۔(فتاویٰ مہریہ ص 8)
- جہاں تک مطلقاً ذاتی علم اور کلی علم غیب کا سوال ہے وہ ہمارے نزدیک بھی غیر خدا کے لیے ثابت کرنا شرک ہے۔

(زیروزبر از ارشد القادری: ص 49)

- مولوی پیر محمد چشتی صاحب لکھتے ہیں:

ان الغیب المختص بہ معنی المختص بہ علمہ سبحانہ وتعالیٰ ھو کل غیب. (اصول تکفیر ص 310)

یعنی کل غیب خاصہ خدا ہے۔

اب دیکھیے! آپ کے دعویٰ پر آپ کے گھر سے ہی شرک کا فتویٰ لگ گیا!!

- مفتی خان محمد قادری لکھتا ہے: ان پانچ چیزوں کا علم بھی اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔(معارف رضا ص 74 شمارہ مئی جون 2009ء)
- مفتی احمد یار خان نے "قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ" کے جواب میں لکھا ہے:

اس آیت کے بھی مفسرین نے دو مطلب بیان کیے ہیں۔

ا: غیب ذاتی کوئی نہیں جانتا

۲: کلی غیب کوئی نہیں جانتا۔(جاء الحق ص 96)

ان ساری باتوں سے معلوم ہوا کہ علم غیب کلی تو بقول تمہارے اکابرین کے خاصہ خدا ہے اب آپ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مانا تو اپنے اکابر کے فتاویٰ کی رو سے کیا ٹھہرے؟ فیصلہ خود فرما لیجیے!

تنقیح نمبر5:

فاضل بریلوی نے فلاسفہ کا عقیدہ عقول عشرہ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کوئی ذرہ ذرات عالم سے ان پر مخفی رہنا ممکن نہیں۔ پھر آگے اس پر یوں رد فرمایا کہ:

یہ خاص صفت عالم الغیب والشہادہ کی ہے۔ جل وعلا۔ قال تعالیٰ لا یعزب عنہ مثقال ذرۃ فی الارض ولا فی السماء.

نہیں چھپتی تیرے رب سے ذرہ برابر زمین اور نہ آسمان۔

اس کا غیر خدا کے لیے ثابت کرنا قطعاً کفر (ہے)۔(فتاویٰ رضویہ: ج27ص144)

اب آپ دیکھیں کہ فاضل بریلوی نے یہی بات رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مانی ہے اور ادھر اسی کو کفر بھی کہہ رہے ہیں تو فاضل بریلوی اپنے پھندے میں خود ہی پھنس گئے ہیں۔

تنقیح نمبر6:

بریلویوں کو یہ ماننا پڑے گا کہ ہم نے یہ عقیدہ شیعوں سے چوری کیا ہے وہ اس طرح کہ:

(1) غلام نصیر الدین لکھتا ہے: علم غیب حاضر وناظر مختار کل استمداد وغیرہ یہ تمام عقائد شیعہ کے اندر موجود ہیں۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ ج1ص41)

(2) مولانا کرم الدین دبیر صاحب شیعوں کا عقیدہ نقل کرتے ہیں:

"اصول کافی میں ص159 میں باب ہی یوں باندھا ہے" باب ان الائمة علیهم السلام یعلمون علم ما کان ومایکون وانه لا یخفی علیهم شیئ"۔

آگے لکھتے ہیں:

"کتاب مذکور کے ص160 میں ہے" سمعوا ابا عبدالله علیهم السلام یقول انی لا علم مافی السموات ومافی الارض واعلم مافی النار واعلم ماکان ومایکون"۔(آفتاب ہدایت ص170)

(3) شیخ المشائخ محبوب سبحانی ظل رحمانی شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ شیعوں کے عقائد لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

ومن ذلك قولهم ان الامام یعلم کل شیء ماکان ومایکون من الدنیا والدین حتی عدد الحصی وقطر الامطار وورق الاشجار. (غنیۃ الطالبین ج1ص180 قدیمی کتب خانہ)

(4) نہج البلاغہ لاہور سے چھپی ہے ترجمہ و تشریح کے ساتھ، اس کے شروع میں ایک مضمون ہے؛ "حضرت امیر المؤمنین اور علم غیب" اس میں ہے:

"آپ نے خود عالم الغیب ہونے کا اظہار فرمایا ہے۔"

آگے لکھتے ہیں:

"ہمارے ائمہ طاہرین علیہم السلام کو علم غیب حاصل تھا۔"

آگے لکھا ہے:

جہاں علم غیب کی نفی وارد ہوئی ہے اس سے مراد صرف یہ ہے کہ یہ حضرات بالذات عالم الغیب نہیں بلکہ من جانب اللہ ان کو علم غیب عطا ہوا ہے۔(نہج البلاغہ ص52)

معلوم ہو گیا بریلوی حضرات نے مسئلہ شیعہ حضرات سے لیا ہے۔

تنقیح نمبر7:

بریلوی حضرات اپنے اس دعوے کی وجہ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب سمجھتے ہیں، مثلاً:

☼ مولوی فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں: مضمون طویل ہو جانے کا خیال نہ ہوتا تو اس کے برعکس یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہ سمجھنے والوں پر نحوست کے نمونے پیش کرتا۔(علم غیب کا ثبوت ص17)

☼ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم الغیب ہونا آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے ثابت ہے۔(ازالۃ الضلالۃ ص4)

☼ حضور عالم الغیب۔(سعید اسد کی تقریریں ص235)

☼ محدثین ومتقدمین علمائے کرام کے نزدیک حضور علیہ السلام عالم غیب تھے۔(تصحیح العقائد ص28)

☼ مولوی نظام الدین ملتانی لکھتا ہے:

اب مولوی صاحب اور اس کے معاونین بتائیں کہ یہ تمام حدیثیں ہیں یا نہیں اور ان سے آپ کی ذات وصفات کا اول سے عالم الغیب ہونا ثابت ہوا یا نہیں؟(کشف المغیبات مصدقہ پیر جماعت علی شاہ ص23)

☼ مولوی عبد الحق عتیق لکھتا ہے:

قوت قدسیہ والا ایک ہی جگہ مقیم رہ کر ہ تمام عالم کو اپنے کف دست کی طرح دیکھ سکتا ہے۔یعنی کہ وہ عالم الغیب ہوتا ہے۔

(شہود الشاہد ص94،مصدقہ سید محمود احمد رضوی،مفتی محمد اعجاز،مفتی محمد فرید ہزاروی فیض الحسن سجادہ نشین آلو مہار وغیرہ ھم)

☼ سوال:جو شخص باوجود نقشبندی اور حنفی ہونے کے قیام میلاد کو ضروری جانے اور تارک قیام پر ملامت کرے اس کی پیچھے نماز ناجائز سمجھے اور ہر مجلس میلاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر وناظر جانے اور آپ کے عالم الغیب ہونے کا اعتقاد رکھے ایسے شخص کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب:...... ایسا عقیدہ رکھنے والا پکا مسلمان اور پکا باایمان واتفاق سنی،حنفی،محبوب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

(انوار آفتاب صداقت ص500 مصدقہ مولوی احمد رضا)

☼ مولوی ابو کلیم محمد صدیق فانی صاحب لکھتے ہیں:

عالم الغیب کا اطلاق اس پر ہو گا جس کو رب العزت جل جلالہ کی طرف سے انتہائی علوم غیبیہ سے نوازا گیا ہو اور اس پر قرآن وحدیث کے شواہد موجود ہوں اور یہ فقط انبیاء کرام علیہم السلام کو حاصل ہے۔(افتخار اہلسنت ص45،46)

مسلمانو!گمراہوں کے امتحان کے لیے ان کے سامنے یوہیں کہ دیکھو کہ اللہ پھر رسول عالم الغیب ہیں الخ۔(الامن والعلی:ص183)

اب ہمارا سوال یہ ہے بریلوی اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہیں اس اپنے عقیدہ علم غیب کی وجہ سے اگر نہیں کہتے تو پھر سن لو کہ تم نے خود ہی لکھا ہے کہ جو احمد رضا کا ہم عقیدہ نہ ہو وہ کافر ہے۔(انوار شریعت ج1 ص140)

لہذا تم کیا ہوئے؟

اور اگر کہتے ہو تو پھر بھی ان فتاویٰ جات کی زد میں ہو:

(1) یہی فلسفہ عالم الغیب کے لفظوں میں ہے اس میں ذاتی،ازلی،ابدی،مطلق،محیط،تفصیلی کا بیان ہے جو کسی کے لیے ماننا اسے الہ ماننا ہے۔

(علم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص20 از عبد المجید خان سعیدی)

(2) بریلوی مناظر اعظم مولوی اللہ دتہ لکھتا ہے:

عالم الغیب اس ذات کو کہا جا سکتا ہے جو عالم الغیب بالذات ہو۔یہ شان اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔مخلوق کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا فقہاء نے کفر قرار دیا ہے۔(تنویر الخواطر ص34)

(3) بریلوی پیر محمد چشتی لکھتے ہیں:

علام الغیوب،عالم الغیب والشہادۃ۔جیسے مختص باللہ لفظ کو غیر اللہ کے لیے استعمال کرنا ممنوع فی الاسلام وناروا ہے۔

(اصول تکفیر ص284)

اور دوسری جگہ یوں لکھتے ہیں:

اذا اطلق علی المخلوق من الاسماء المختصه بالخالق جل وعلا نحو القدوس والقیوم والرحمٰن وغیرها یکفر.

(اصول تکفیر ص 223)

اب اہلِ بدعت پر یہ شعر صادق آتا ہے؛

خندق میں سب کی جان حزیں پر بن آئی ہے جائیں کدھر کہ آگے کنواں پیچھے کھائی ہے

غیب کی تعریف

غیب کا معنٰی کیا ہے؟

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

ماغاب عن العباد ویقال مایکون. (ابن کثیر ج 1 ص 41)

یعنی جو بندوں سے غیب ہو، اور اسے ان کاموں پر بھی بولا جاتا ہے جو ہونے والے ہوں۔

اس قسم کا مفہوم کئی حضرات نے لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ " الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ " کا مفہوم یہی ہے کہ آدمی غیب پر ایمان لائے اور چونکہ انبیاء کرام بھی ایمان رکھتے ہیں اس لیے ان کے لیے بھی غیب کا کچھ کچھ درجہ ہونا چاہیے ورنہ تو ایمان بالغیب ہی نہ رہے گا۔" آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ " سے معلوم ہوا کے انبیاء علیہم السلام بھی ایمان رکھتے ہیں " أَوَلَمْ تُؤْمِن " سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام کے لیے بھی غیب پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ہاں انبیاء کرام کو کئی چیزیں دکھائی جاتی ہیں مگر اس کے باوجود بھی کئی چیزوں پر ایمان بالغیب ہی برقرار رہتا ہے۔

تفسیر ماجدی میں ہے:

پیغمبر چونکہ تمام دوسرے انسانوں سے دانا و عالم تر ہوتے ہیں اور ان کا دائرہ ادراک و معرفت ساری مخلوق سے وسیع تر ہوتا ہے اس لیے قدرت سے انہیں بے شمار ایسی مخفیات کا علم ہوتا ہے جو غیر انبیاء کے لیے تمام تر مجہول ہوتی ہیں لیکن اس ساری وسعت کے باوجود کہیں نہ کہیں کسی منزل پر پہنچ کر ان کے علم کی بھی انتہاء ہو جاتی ہے اور دائرہ غیب ان کا بھی شروع ہو جاتا ہے۔

غیب پر ایمان لانا تو آیت (يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ) میں متقین کی سب سے پہلی شرط بیان کی گئی ہے۔اب اگر خدانخواستہ کسی کا غیب ہے ہی نہیں تو وہ ایمان کس چیز پر لائے گا۔انبیاء کرام تو متقی ہی نہیں متقیوں کے سردار اور پیشوا ہوئے ہیں ان کا ایمان بھی اگر مغیبات و مخفیات پر نہ ہو گا تو کس کا ہو گا۔ہاں البتہ ان کا غیب انہیں کے ظرف اور مرتبہ وبساط کے موافق ہوتا ہے۔ماوشما کا سا غیب ان کا نہیں ہے۔

لہذا اب اگر کہا جائے کہ نبی سے غیب کچھ بھی نہیں تو ان کو بندوں، متقیوں کی صفوں سے نکالنا ہو گا اور ان کی بہت بڑی توہین ہے۔

مشہور مفسر قاضی بیضاوی غیب کی تعریف کی ہے:

والمراد به الخفی الذی لا یدرکه الحس ولا تقتضیه بدیهة العقل.

(تفسیر بیضاوی بقرہ آیت نمبر 3)

ترجمہ: غیب سے مراد وہ پوشیدہ باتیں ہیں جس سے حواس انسانی نہ پا سکیں اور نہ بداہت عقل اسے ثابت کرے۔

یہی تعریف بریلوی کتب جاء الحق، علم الرسول وغیرہ میں بھی کی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس علم کو علمِ غیب کہیں گے جو حواسِ ظاہرہ اور باطنہ سے نہ آسکے۔تو سرکارِ طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم تو حواسِ ظاہرہ وباطنہ سے ہوا ہے اسے علمِ غیب نہیں کہا جا سکتا۔

آپ دیکھیں انبیاء علیہم السلام کی طرف جو علم القاء کیا گیا ہے اسے قرآن یوں کہتا ہے:

☼ ذَٰلِكَ مِنْ أَنبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ۔ (یوسف:102)

☼ ذَٰلِكَ مِنْ أَنبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ۔ (آل عمران:24)

☼ تِلْكَ مِنْ أَنبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ۔(ھود:49)

☼ ذَٰلِكَ مِنْ أَنبَاءِ الْقُرَىٰ نَقُصُّهُ عَلَيْكَ۔ (ھود:100)

☼ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَٰذَا الْقُرْآنَ وَإِن كُنتَ مِن قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِينَ۔ (یوسف:3)

☼ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ۔ (آل عمران:179)

وغیرہا آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو جو علم دیا گیا ہے وہ علم وحی ہے یا اخبار غیب، اطلاع غیب اور انباء غیب۔ اس کو پورے قرآن میں علم غیب کہیں بھی نہیں کہا گیا اور قرآن مقدس نے جگہ جگہ خدا تعالیٰ کے لیے عالم الغیب کا لفظ استعمال کیا ہے:

1: عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ (الحشر:22)

2: عَالِمُ غَيْبِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ۔ (فاطر:38)

3: قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ۔ (النمل:65)

4: إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ۔ (الحجرات:18)

وغیرہا آیات دلالت کر رہی ہیں کہ علم غیب اور عالم الغیب کے الفاظ اللہ ہی کے لیے ادا کیے جاسکتے ہیں۔ یہی بات کئی محققین کے قلم سے زیب قرطاس ہوتی ہے جیسا کہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الوجدان الصریح یحکم بان العبد عبد وان ترقی وان الرب رب وان تنزل وان العبد قط لا یتصف بالوجوب اوبا الصفات الازمة للوجوب ولا یعلم الغیب ینطبع شیئ فی لوح صدرہ ولیس ذالك علماء بالغیب انما ذلك یکون من ذاته (یعنی علم غیب از خود ہوتا ہے نہ کہ کسی کا عطا کردہ) فالانبیاء والاولیاء یعلمون لا محالة بعض مایغیب عن العامة۔ (تفہیمات الٰہیہ ج1ص245)

اور علامہ شامی فرماتے ہیں:

فعلم اللہ المذکور ھو الذی یمدح به و اخبر فی الآیتین المذکورتین بانه لا یشارکه فیه احد فلا یعلم الغیب الا ھو و ما سواہ ان علم جزئیات منه فھو باعلامه و اطلاعه لھم و حینئذ لا یطلق انھم یعلمون الغیب اذ لا صفة لھم یقتدرون بھا علی الاستقلال بعلمه (یعنی یہ ان کی کوئی ایسی صفت نہیں ہے کہ جس سے وہ مستقل طور پر کسی چیز کو جان سکیں) ایضاً ھم ما علموا و انما علّموا۔ (رسائل ابن عابدین ج2ص313)

علامہ عبد العزیز پرھاروی لکھتے ہیں:

و اما علم بحاسته او ضرورۃ (بداہتِ عقل) او دلیل فلیس بغیب و لا کفر فی دعواہ و لا فی تصدیقه علی الجزم فی الیقینی و الظن عند المحققین و بھذا التحقیق اندفع الاشکال فی الامور التی یزعم انھا الغیب و لیست منه لکونھا مدرك بالسمع او البصر او الدلیل فاحدھما اخبار الانبیاء لانھا مستفادۃ من الوحی و من خلق العلم الضروری فیھم او من انکشاف الکوائن علی حواسھم۔ (نبراس علی شرح القائد ص343)

اب معلوم ہو گیا کہ انبیاء علیہم السلام کی باتوں کو اور خبروں کو علم غیب نہیں کہا جائے گا۔ کیونکہ یہ علم خدا کی طرف سے ملتا ہے اور اگر ذاتی، از خود ہو تو اسے علم غیب کہتے ہیں۔

اس پر ہم تھوڑی سی روشنی ضرور ڈالیں گے کہ انبیاء علیہم السلام کے لیے کچھ پردہ غیب ہے یا نہیں؟

1: شیطان نے قسمیں کھا کر کہا؛

وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ، فَدَلَّاهُمَا بِغُرُورٍ۔ (سورہ اعراف آیت 21)

کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں اور ان کو تیار کر لیا، دھوکا دے کر۔

کل اسماء کا علم تو آپ علیہ السلام کو دیا جاچکا تھا مگر اس کے باوجود بھی اس کی باتوں پر اعتبار کر لیا اور بھول گئے۔ معلوم ہوا کہ کل غیب سے واقف خدا ہی ہے۔

2: سیدنا نوح علیہ السلام سے فرمایا:

فَلَا تَسْأَلْنِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنِّي أَعِظُكَ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ قَالَ رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ۔

(سورہ ہود آیت 46،47)

3: سیدنا ابراہم علیہ السلام کے پاس جب فرشتے آئے تو قرآن کہتا ہے:

نَكِرَهُمْ وَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً۔ (سورہ ہود آیت 70)

4: سیدنا یعقوب علیہ السلام کا مدت مدید تک رونا اور آنکھیں سفید ہونا یہ بھی دلیل ہے کہ ان سے بھی کچھ نہ کچھ تو غیب رہا ہے۔

5: موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کا قصہ جس میں سیدنا خضر علیہ السلام نے فرمایا:

يَا مُوسَى إِنِّي عَلَى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللَّهِ عَلَّمَنِيهِ لَا تَعْلَمُهُ أَنْتَ وَأَنْتَ عَلَى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللَّهِ عَلَّمَكَهُ اللَّهُ لَا أَعْلَمُهُ۔

(صحیح البخاری: ج2ص688، صحیح مسلم ج2ص269)

6: موسیٰ علیہ السلام کا کوہ طور سے واپس تشریف لانا اور سیدنا ہارون علیہ السلام کی داڑھی مبارک پکڑنا۔

7: وَهَلْ أَتَاكَ نَبَأُ الْخَصْمِ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ (21) إِذْ دَخَلُوا عَلَى دَاوُودَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوا لَا تَخَفْ۔ (ص:21)

8: "مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ" (سورۃ النمل آیت 20)

9: سیدنا زکریا علیہ السلام نے فرمایا: أَنَّى لَكِ هَذَا۔ (آل عمران:37)

10: يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ۔ (المائدہ:109)

معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کا بھی غیب پر ایمان ہے، کئی مخفی اور پوشیدہ باتوں کا علم اللہ کریم کو تھا اور انہیں نہیں تھا تو یہی بات تو دلیل ہے کہ ان کے علوم مبارکہ کو علم غیب نہ کہا جائے بلکہ اخبار غیب، انباء غیب، اطلاع غیب کہنا چاہے۔

اب ہم چند سطور اس پر بھی لکھنا چاہتے ہیں کہ فاضل بریلوی اور ان کے ماننے والے بات بات پر یہی فرق کرتے ہیں قرآن پاک میں جو نفی کی گئی ہے تو وہ ذاتی کی ہے اور ہم قائل عطائی کے ہیں لہٰذا اعتراض ہم پر نہیں ہو سکتا تو یاد رکھیں کہ امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا وجود مبارک ذاتی تھا؟ اگر ذاتی نہ تھا بلکہ عطائی تھا

(۱) تو آپ نے علم غیب کی طرح اپنے وجود کا کیوں انکار نہ فرمایا؟ یہ کیوں ارشاد فرمایا کہ " لست بموجود" یعنی میں موجود نہیں ہوں۔

(۲) اور کیا آنحضرت علیہ السلام کی نبوت اور رسالت ذاتی تھی یا خدا کی طرف سے عطا ہوئی تھی؟ اگر ذاتی نہ تھی اور یقیناً نہ تھی تو آپ نے اپنی نبوت اور رسالت کا انکار کیوں نہ کر دیا؟ (العیاذ باللہ تعالیٰ) کیونکہ بقول مولوی محمد عمر صاحب شے کا مدعی وہی ہو سکتا ہے جس کی ملکیت ذاتی ہو۔

(۳) اور کیا قرآن کریم آپ کو ذاتی طور پر حاصل ہوا تھا یا خدا تعالیٰ کا عطیہ تھا؟ اگر ذاتی طور پر حاصل نہ ہوا تھا اور حقیقت بھی یہی ہے تو آپ نے علم

قرآن کی نفی کیوں نہ کی؟ اور کیوں نہ فرمایا کہ میرے قرآنِ کریم نہیں؟ معاذ اللہ تعالیٰ

(۴) اور کیا آپ کو احادیث اور احکام شریعت کا علم ذاتی طور پر حاصل ہوا تھا؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو آپ نے اس کی نفی کیوں نہ کی۔ وجہ فرق بالکل بین ہونی چاہیے۔

(۵) کیا جب موصوف خود عطائی ہو تو اس کی کسی صفت کے ذاتی ہونے کا احتمال ناشی عن دلیل ہو سکتا ہے جب اس کا احتمال ہی نہیں تو ذاتی اور عطائی کا فرق بے کار ہوا۔ کیونکہ علم ذاتی باجماع مسلمین اور باتفاق فریقین ایک ذرہ کا بھی کسی کو نہیں ہو سکتا تو پھر اس کا درمیان میں لانا کیونکر صحیح ہوا؟

(۶) اور اگر ایک شخص یہ کہے میں اللہ تعالیٰ کو ذاتی طور پر الٰہ اور خالق کائنات تسلیم کرتا ہوں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطائی طور پر الٰہ اور خالق کائنات مانتا ہوں تو کیا وہ مسلمان رہے گا؟ اور اگر رہے گا تو کس دلیل سے؟ اور اگر وہ مسلمان نہیں تو فرمایئے کہ اس بے چارے نے خدا تعالیٰ کا ذاتی خاصہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تو تسلیم نہیں کیا پھر وہ کافر کیسے ہوا؟

(۷) اگر ایک شخص کہتا ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو مستقل اور تشریعی نبی مانتا ہوں مگر مرزا غلام احمد قادیانی کو (جو درحقیقت ثلاثون کذابون دجالوں کی مد میں ہے) بالتبع اور غیر تشریعی نبی مانتا ہوں اور یہ کہتا ہوں کہ اس کی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا فیض اور ظل ہے کیا ایسا شخص مسلمان رہے گا یا نہیں؟ اس کا جواب فریق مخالف کو سوچ کر بتانا ہو گا کہ حق کا ساتھ دینا ہے یا صدائے باطل ہی بلند کرنی ہے۔

اس چمن میں پیرو بلبل ہو یا تلمیز گل
یا سراپا نالہ بن جا یا نوا پیدا نہ کر

باقی جن بعض اکابر کی عبارات میں ذاتی اور عطائی وغیرہ کے الفاظ آئے ہیں تو ان کا مقصد ہرگز ہرگز یہ نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذاتی طور پر بالاستقلال کل غیوب کو نہیں جانتے مگر عطائی اور غیر مستقل طور پر جانتے تھے بہر حال انہوں نے تطبیق کی یہ صورت پیدا کی کہ نفی جو تمام کلیات اور محیط تفصیلی کے ساتھ متعلق ہے، ذاتی علم کی ہے اور اثبات جو صرف اخبار غیب اور جزئیات سے متعلق ہے وہ عطائی علم کے ساتھ وابستہ ہے، حالانکہ اس مقام پر ذاتی اور عطائی سے صرف نظر کرتے ہوئے بھی صرف کلی اور جزئی علم یا علم غیب اور انباء غیب یا محیط تفصیلی اور بعض خبروں کے علم کا فرق ملحوظ رکھ کر بھی تطبیق دی جا سکتی ہے اور محققین علماء نے اس طرح تطبیق دی ہے۔ اور آگے آیات علم شعر گوئی اور تمام انبیاء کرام کے تفصیلی احوال کی بھی تو نفی موجود ہے جس میں ذاتی اور عطائی کا تو جھگڑا ہی نہیں۔

اس پر مزید ایک آیت ملاحظہ فرمائیں:

وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ • (اعراف:188)

اگر میں علم غیب رکھتا ہوتا تو ہر طرح کے فائدے رکھ کر لیتا اور کوئی (دنیاوی) تکلیف مجھے نہ پہنچتی، اس میں بھی ذاتی اور عطائی کا فرق نہیں ہو سکتا، کیونکہ جس کو عطائی طور پر بھی پتہ ہو وہ بھی تکالیف و مصائب سے بچنے کی کوشش کرے گا، اگر کسی کو ذاتی طور پر پتہ نہ ہو عطائی پور پر اسے بتا دیا جائے کہ فلاں علاقے میں فلاں راستے پر چور ہیں تو اس راستے پر وہ آدمی نہ جائے گا تو اگر آپ علیہ السلام کو عطائی طور پر بقول تمہارے علم غیب مل گیا تو بھی تو مصائب و تکالیف سے آپ کو بچ جانا چاہیے تھا۔ مگر آپ علیہ السلام پر مصائب و تکالیف آئے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

آیات قرآنیہ اور نفی علم غیب

آیت نمبر1:

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ "۔ (سورۃ یٰسین:69)

ترجمہ:

☼ علامہ علی بن محمد الخازن(م701ھ)اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

أي ما يسهل له ذلك وما يصلح منه بحيث لو أراد نظم شعر لم يتأت له ذلك كما جعلناه أمياً لا يكتب ولا يحسب لتكون الحجة أثبت والشبهة أدحض قال العلماء ما كان يتزن له بيت شعر وإن تمثل ببيت شعر جرى على لسانه منكسراً۔

(تفسیر خازن ج4ص12)

☼ علامہ عبداللہ بن احمد النسفی(م710ھ)فرماتے ہیں:

﴿وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ﴾ ای و ما علمنا النبی صلی اللہ علیہ و سلم قول الشعراء او و ما علمنا بتعلیم القرآن الشعر علی معنی ان القرآن لیس بشعر۔ (تفسیر مدارک ج2ص404)

☼ رئیس المفسرین علامہ عماد الدین بن کثیر رحمہ اللہ(م774ھ) آیت کی تفسیر لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

وقوله: { وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ } : يقول تعالى مخبرًا عن نبيه محمد صلى الله عليه وسلم: أنه ما علمه الشعر، {وَمَا يَنْبَغِي لَهُ } أي: وما هو في طبعه، فلا يحسنه ولا يحبه، ولا تقتضيه جِبِلَّته؛ ولهذا وَرَدَ أنه، عليه الصلاة والسلام، كان لا يحفظ بيتًا على وزنٍ منتظم، بل إن أنشده زَحَّفه أو لم يتمه. (تفسیر ابن کثیر ج3ص757)

☼ محی السنہ ابی محمد الحسین بن مسعود البقوی(م514ھ)اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فقال ابوبکر وعمر اشھد انك رسول اللہ یقول اللہ تعالیٰ: وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ۔

☼ امام جلال الدی سیوطی(م911ھ)اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

عن قتادة رضی الله عنه قال : بلغني أنه قيل لعائشة رضی الله عنها هل كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتمثل بشيء من الشعر قالت : كان أبغض الحديث إليه غير أنه كان يتمثل ببيت أخي بني قيس يجعل أخره أوله وأوله آخره ويقول : ويأتيك من لم تزودبالأخبار فقال له أبو بكر رضی الله عنه : ليس هكذا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : إني والله ما أنا بشاعر ولا ينبغي لي۔ (تفسیر در منثور ص505)

اب دیکھیے دعویٰ تو علم کلی اور جمیع ماکان ومایکون کا ہے، تو جب یہ منفی ہو گیا یعنی علم شعر گوئی کی آپ سے نفی ہو گئی تو پھر کلی کا دعویٰ ٹوٹ گیا۔ رضاخانی حضرات کی طرف سے جواب میں یہ کہا جاتا ہے کہ جناب! علم شعر کی نفی نہیں بلکہ یہاں تو ملکہ شعر گوئی کی نفی ہے یعنی شعر وشاعری کا علم تو تھا مگر ملکہ شعر گوئی نہ تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ پھر بھی علم کلی اور جمیع ماکان ومایکون کا دعویٰ باطل ہو گیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ جو آپ علیہ السلام کی زبان پر جاری ہوا تھا وہ رجز تھا، شعر نہ تھا اور شعر کہنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حرام تھا۔

اشکال نمبر1 :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں آپ علیہ السلام نے ساری زندگی میں ایک شعر بنایا ہے۔(السنن الکبریٰ للبیہقی)

الجواب:

یہ حدیث منکر ہے اور اس میں دو راوی مجہول ہیں۔(تفسیر ابن کثیر ج3ص579)

بعض حضرات نے شعر سے کچھ اور باتیں مراد لی ہیں مگر اتنا تو ضرور ہے کہ "جمیع ما کان ومایکون" کا دعویٰ تو ٹوٹ جاتا ہے چاہے جو بھی مراد لو آپ، ہم نے تفاسیر سے اس کا آیت کا معنی بتادیا کہ شعر گوئی کو آپ علیہ السلام کے لیے مناسب نہیں سمجھا گیا لہٰذا آپ شاعر نہ تھے۔

اشکال نمبر2:

بریلوی حضرات کی طرف سے ایک اشکال عام طور پر ہر جگہ ہی اٹھایا جائے گا جس کا قلع قمع ضروری ہے وہ یہ ہے کہ دیکھیے جی ہمارا علم کلی کہنا مخلوق کے اعتبار سے ہے ورنہ آپ علیہ السلام کا علم خدا کے اعتبار سے جزئی ہے اور خالق کا علم کلی ہے۔

جواب:

پہلی بات...... بریلوی حضرات نے جس دعویٰ کو علم کلی کہا ہے وہ ہم دعویٰ جات کے عنوان میں لکھ آئے اور مزید یہ بھی یاد رکھیں کہ ان کا دعویٰ ابتدائے آفرینش سے لے کر دخول جنت یا جہنم تک تفصیلی کا ہے اور ہم جو دلائل پیش کر رہے ہیں وہ سب اس دعوے کے بھی توڑنے والے ہیں۔

دوسری بات...... یہ ہے کہ بریلوی علماء نے لکھا ہے کہ پھر وہ کون بد قسمت انسان ہے جو قرآن کے خلاف کہے کہ فلاں شئے کا حضور علیہ السلام کو علم نہیں تھا اور فلاں بات نہیں جانتے تھے۔(علم غیب کا ثبوت ص5)

اور یہ کہنا کہ عالم ماکان ومایکون فلاں بات نہیں جانتے تھے یہ کفریہ عقیدہ ہے۔(ملخصاً تحفظ عقائد اہلسنت ص849،850)

تیسری بات...... یہ ہے کہ آپ کے اکابر تو خدا کے علم کو کلیات سے منسوب کرنا جرم سمجھتے ہیں، جیسا کہ خواجہ قمر الدین سیالوی نے لکھا ہے کہ کلیات کی نسبت خالق کی طرف کرنا کتنی بڑی جہالت۔(انوار قمریہ ص104)

آپ کے مولوی منظور احمد بصیر پوری لکھتے ہیں:

کلی چیز مخلوق ہے اور مخلوق حادث ہوتا ہے اللہ تعالیٰ قدیم ہے اس کے علم کو کلی سے متصف قرار دینا بے دینی ہے۔

(ہفت روزہ رسالہ رضوان بابت ماہ 28مارچ 1952ء ص11 بحوالہ اظہار العیب ص227،226)

چوتھی بات...... یہ ہے وہ کون کون سی چیزیں ہیں جو خدا تعالیٰ تو جانتا ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جانتے اس کی ذرہ فہرست پیش کریں تاکہ ہمیں بھی یقین آجائے کہ خدا کا علم کلی ہے اور رسول پاک علیہ السلام کا اس کے مقابلے میں جزئی ہے اگر آپ نہیں پیش کرسکتے تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ جو آپ نے فرق کیا ہے وہ غلط ہے۔

آیت نمبر2:

اللہ پاک آپ علیہ السلام کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلاً مِنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ• (سورۃ غافر:78)

دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے:

وَرُسُلاً قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلاً لَمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ•(سورۃ النسا: آیت164)

☼ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم: ما أدری تبع أنبیا کان أم لا و ما أدری ذا القرنین أنبیا کان أم لا و ما أدری الحدود کفارات لأهلها أم لا• (مستدرک حاکم حدیث نمبر111)

تبع اور ذوالقرنین کے نام قرآن مجید میں موجود ہیں مگر آپ علیہ السلام فرمارہے ہیں مجھے نہیں معلوم کہ یہ نبی تھے یا نہیں؟

"وَتَفۡصِيلاً لِكُلِّ شَيۡءٍ" اور "تِبۡيَاناً لِكُلِّ شَيۡءٍ" وغیرہ آیات سے استدلال کرنے والوں سے دریافت کیجیے کہ "تبع" اور "ذوالقرنین" کی زندگی کی مفصل حالات تو الگ رہے ان کی نبوت ورسالت کا علم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں تھا۔

☼ حافظ عمادالدین ابن کثیر رحمہ اللہ (م774ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

أي: منهم من أوحينا إليك خبرهم وقصصهم مع قومهم كيف كذبوهم ثم كانت للرسل العاقبة والنصرة. {وَمِنۡهُمۡ مَنۡ لَمۡ نَقۡصُصۡ عَلَيۡكَ} وهم أكثر ممن ذكر بأضعاف أضعاف.

(ابن کثیر ج5ص462)

☼ علامہ علی بن محمد الخازن (م701ھ) پہلی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ای ولم نذكر حال الباقين. (تفسیر خازن ج4ص84)

اور دوسری آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں؛

ای لم يمسهم لك ولم نعرفك اخبارهم. (تفسیر خازن ج14ص451)

☼ فخر الدین رازی (م604ھ) پہلی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ای ولم نذكر حال الباقين. (تفسیر کبیر امام رازی ج27ص77)

☼ امام جلال الدین سیوطی (م911ھ) اس کی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

عن علی بن أبی طالب رضی الله عنه فی قوله! <ومنهم من لم نقصص عليك>! قال: بعث الله عبدا حبشيا نبيا فهو ممن لم يقصص على محمد صلی الله عليه وسلم. (تفسیر در منثور ج5ص670)

اس آیت پاک سے بھی ثابت ہوا کہ جمیع ماکان ومایکون اور علم کلی کا دعویٰ غلط ہے۔ اس پر بریلوی حضرات کا چند وجوہ سے کلام ہے۔

اشکال نمبر1:

آیت مبارکہ "وَكُلاًّ نَقُصُّ عَلَيۡكَ مِنۡ أَنۡبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ" سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے تفصیلی حالات بتادیئے گئے تھے۔

جواب:

یہ آیت سورہ ھود کی ہے جو مکی ہے اور وہ آیت جو ہم نے پیش کی ہے وہ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت کی معنی ہے ہر وہ خبر جس کی حاجت پڑتی ہے ہم پیغمبروں کی خبروں میں آپ کو سناتے ہیں۔ معلوم ہوگیا کہ کل کے لفظ کا الرسل سے تعلق نہیں نہ ہی یہ اس پر داخل ہے۔ اور احادیث سے بھی اس معنی کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ آپ تفاسیر کے حوالہ جات سے پڑھ آئے ہیں۔

اشکال نمبر2:

حدیث میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی کل تعداد بتادی گئی ہے، 124،000 ہے

جواب:

پہلی بات...... یہ حدیث قابل احتجاج نہیں۔ (دیکھیے تفسیر ابن کثیر ج1ص586، لسان المیزان ج1ص79،78)

دوسری بات...... یہ ہے کہ تعداد کا بیان کیا جانا تفصیلی حالات کا بیان تو نہیں لہذا یہ احادیث ہمیں مضر نہیں۔

اشکال نمبر 3:

صاوی شریف میں ہے آپ علیہ السلام اس وقت تک دنیا سے تشریف نہ لے گئے جب تک تمام انبیاء علیہم السلام کے تفصیلی حالات نہ بتا دیئے گئے۔

جواب:

قرآن پاک کی قطعی دلیل ہم نے پیش کی ہے اور احادیث مبارکہ اور امت کے اقوال سب کچھ کو ایک صاوی شریف پر تو قربان نہیں کریں گے۔ معتبر و مستند و معتمد تفاسیر سے ہم نے اپنا مدعی صاف کر دیا ہے آپ اپنی بات غیر معتبر تفاسیر سے نہ لے آئیں۔

آیت نمبر 3:

يَسۡـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلۡ إِنَّمَا عِلۡمُهَا عِنۡدَ اللّٰهِ وَمَا يُدۡرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيباً۔ (الاحزاب:63)

☼ حافظ عمادالدین ابن کثیر رحمہ اللہ (م774ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

يقول تعالى مخبرا الرسول صلى الله عليه وسلم: أنه لا علم له بالساعة، وإن سأله الناس عن ذلك. وأرشده أن يرد علمها إلى الله، عز وجل، كما قال له في سورة "الأعراف"، وهي مكية وهذه مدنية، فاستمر الحال في رَدّ علمها إلى الذي يقيمها، لكن أخبره أنها قريبة بقوله: {وَمَا يُدۡرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا}۔

(تفسیر ابن کثیر ج5 ص232)

☼ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ (م604ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

{قُلۡ إِنَّمَا عِلۡمُهَا عِنۡدَ اللّٰهِ} لا يتبين لكم، فإن الله أخفاها لحكمة۔ (تفسیر کبیر ج2 ص200)

☼ امام بیضاوی رحمہ اللہ (م685ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

{قل إنما علمها عند الله} لم يطلع عليه ملكا ولا نبيا۔ (تفسیر بیضاوی ج2 ص253)

☼ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (م911ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

{قُلۡ إِنَّمَا عِلۡمُهَا عِنۡدَ اللّٰهِ وَمَا يُدۡرِيكَ} يعلمك بها اى انت لا تعلمها۔

(تفسیر جلالین ص358)

☼ امام علی بن محمد الخازن (م701ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

إن المشركين كانوا يسألون رسول الله (صلى الله عليه وسلم)، عن وقت قيام الساعة استعجالاً على سبيل الهزء وكان اليهود يسألونه عن الساعة امتحاناً، لأن الله تعالى عمى عليهم علم وقتها في التوراة فأمر الله تعالى نبيه (صلى الله عليه وسلم) أن يجيبهم بقوله (قل إنما علمها عند الله) يعني إن الله تعالى قد استأثر به ولم يطلع عليه نبياً ولا ملكاً۔

(تفسیر خازن ج3 ص512)

آیت نمبر 4:

وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الۡوَعۡدُ إِنۡ كُنتُمۡ صَادِقِينَ (25) قُلۡ إِنَّمَا الۡعِلۡمُ عِنۡدَ اللّٰهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُبِينٌ۔ (سورة الملك 25۔26)

☼ عمدۃ المفسرین حافظ عمادالدین ابن کثیر رحمہ اللہ (م774ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

{قُلۡ إِنَّمَا الۡعِلۡمُ عِنۡدَ اللّٰهِ} أي: لا يعلم وقت ذلك على التعيين إلا الله، عز وجل، لكنه أمرني أن أخبركم أن هذا كائن وواقع لا محالة فاحذروه۔ (تفسیر ابن کثیر ج6 ص272)

✪ علامہ ابن جریر طبری (م310ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

إنما علم الساعة، ومتى تقوم القيامة عند الله لا يعلم ذلك غيره. (جامع البیان عن تاویل القرآن: ج14 ص12 حصہ دوم)

✪ قاضی بیضاوی رحمہ اللہ (م685ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

{قل إنما العلم} اى علم وقته {عند الله} لا يطلع عليه غيره. (تفسیر بیضاوی ج2 ص512)

✪ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ (م604ھ) اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

والمراد أن العلم بالوقوع غير العلم بوقت الوقوع، فالعلم الأول حاصل عندی، وهو كاف فی الإنذار والتحذير. (تفسیر کبیر ج30 ص66)

✪ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ (م1225ھ) اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

إِنَّمَا الْعِلْمُ أی العلم بوقته عِنْدَ اللّٰهِ لا يعلم غيره. (تفسیر مظہری ج10 ص28)

آیت نمبر5:

قُلْ إِنَّمَا يُوحَى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ. فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ آذَنْتُكُمْ عَلَى سَوَاءٍ وَإِنْ أَدْرِي أَقَرِيبٌ أَمْ بَعِيدٌ مَا تُوعَدُونَ. (سورۃ الانبیاء: 108،109)

✪ علامہ علی بن محمد ابراہیم البغدادی المعروف بہ خازن (م701ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

وإن أدرى (أي وما أعلم) أقريب أم بعيد ما توعدون (يعني يوم القيامة لا يعلمه إلا الله). (ج3 ص297)

✪ علامہ عبد اللہ بن احمد النسفی الحنفی (م710ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اى لا ادرى متىٰ يكون يوم القيامة لان الله تعالىٰ لم يطلعنى عليه او لا ادرى متى يحل بكم العذاب ان لم تؤمنوا. (تفسیر مدارک ج2 ص103)

✪ امام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ (م911ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

{وإن} ما {أدرى أقريب أم بعيد ما توعدون} من العذاب أو القيامة المشتملة عليه وإنما يعلمه الله. (تفسیر جلالین ص278)

✪ علامہ خطیب شربینی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

{وإن} أي : وما {أدرى أقريب} جداً بحيث يكون قربه على ما يتعارفونه {أم بعيد ما توعدون} من غلب المسلمين عليكم أو عذاب الله أو القيامة المشتملة عليه، وإنّ ذلك كائن لا محالة ولا بدّ أن يلحقكم بذلك الذلة والصغار، وإن كنت لا أدرى متى يكون ذلك؛ لأنّ الله تعالى لم يعلمنى علمه، ولم يطلعنى عليه، وإنما يعلمه الله تعالى. (تفسیر سراج منیر ج2 ص532)

آیت نمبر6:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا ○ فِيمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرَاهَا ○ إِلَى رَبِّكَ مُنْتَهَاهَا ○ إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَخْشَاهَا. (سورۃ النازعات آیت 42 تا 44)

✪ آپ علیہ السلام قیامت کے وقت کے متعلق دریافت فرماتے تھے اس پر آیت نازل ہوئی "فِيمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرَاهَا" آپ کو اس کے ذکر سے کیا تعلق؟ (تفسیر الدر المنثور: ج6 ص515)

✪ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ (م744ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

أي: ليس علمها إليك ولا إلى أحد من الخلق، بل مَردها ومَرجعها إلى الله عز وجل، فهو الذي يعلم وقتها على التعيين....

{إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَاهَا} ولهذا لما سأل جبريلُ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم عن وقت الساعة قال: ما المسئول عنها بأعلم من السائل.(تفسیر ابن کثیر ج6ص386)

☼ علامہ علی بن محمد ابراہیم الخازن (م701ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

(يسألونك (أي يا محمد) عن الساعة أيّان مرساها (أي متى ظهورها وقيامها) فيم أنت من ذكراها (أي لست في شيء من علمها وذكراها حتى تهتم لها وتذكر وقتها) إلى ربك منتهاها (أي منتهى علمها لا يعلم متى تقوم الساعة إلا هو.

(خازن ج4ص378)

☼ امام حسین بن مسعود البغوی (م516ھ) اپنی تفسیر معالم التنزیل میں فرماتے ہیں:

{يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا} متىٰ ظهورها و ثبوتها {فِيمَ أَنتَ مِن ذِكْرَاهَا} ليست في شئى من علمها و ذكرها اى لا تعلمها. (معالم التنزیل المعروف بہ تفسیر بغوی ج4ص445)

☼ علامہ عبید اللہ بن احمد النسفی الحنفی (م710ھ) اپنی تفسیر مدارک میں فرماتے ہیں:

{إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَاهَا} منتهىٰ علمها متىٰ تكون لا يعلمها غيره. (تفسیر مدراک ج2ص775)

☼ امام فخر الدین الرازی (م604ھ) تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

{إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَاهَا} أي منتهى علمها لم يؤته أحداً من خلقه. (تفسیر کبیر ج31ص48)

آیت نمبر7:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ اللَّهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ. (سورۃ الاعراف 187)

☼ اس آیت مبارکہ کا شان نزول یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین مکہ نے سوال کیا کہ قیامت کب قائم ہو گی تو اس وقت یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی کہ اس کا علم صرف اللہ کے پاس ہے۔(در منثور: ص275)

☼ امام ابن جریر طبری (م310ھ) اپنی کتاب تفسیر طبری میں اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

قال ابن عباس: لما سأل الناسُ محمدًا صلى الله عليه وسلم عن الساعة، سألوه سؤال قوم كأنهم يرون أن محمدًا حفي بهم، فأوحى الله إليه: إنما علمها عنده، استأثر بعلمها، فلم يطلع عليها ملكًا ولا رسولا. (تفسیر طبری ج6ص169)

☼ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ (م604ھ) اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

{قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ رَبِّي} أي لا يعلم الوقت الذي فيه يحصل قيام القيامة إلا الله سبحانه ونظيره قوله سبحانه: {إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ}(سورہ لقمان 34)

وقوله: {وَأَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيهَا}(سورہ الحج آیت 7)

وقوله: {إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا}(سورہ طہ آیت 15)

ولما سأل جبريل رسول الله صلى الله عليه وسلّم وقال: متى الساعة فقال عليه السلام: "ليس المسؤول عنها بأعلم من السائل. (تفسیر کبیر ج15ص66)

☼ علامہ علی بن محمد ابراہیم الخازن (م701ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

{يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ} يعني عن خبر القيامة. {أَيَّانَ مُرْسَاهَا} اى متىٰ وقوعها {قُلْ} أي قل لهم يا محمد {إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ

رَبِّي} أي لا يعلم الوقت الذي تقوم فيه إلا الله استأثر الله بعلمها فلم يطلع عليه أحدا {لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ} يعني ثقل أمرها وخفي علمها على أهل السموات والأرض فكل شيء خفي فهو ثقيل شديد {لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً} يعني فجأة على حين غفلة من الخلق {يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ} يعني يا محمد {إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ} يعني استأثر الله بعلمها فلا يعلم متى الساعة إلا الله عز وجل {وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ} يعني لا يعلمون أن علمها عند الله وأنه استأثر بعلم ذلك حتى لا يسألوا عنه. (تفسیر خازن ج2ص144،145)

☼ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ (م774ھ)اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فهذا النبي الأمي سيد الرسل وخاتمهم صلوات الله عليه وسلامه نبي الرحمة، ونبي التوبة، ونبي الملحمة، والعاقب والمُقَفَّى، والحاشر الذي تحشر الناس على قدميه، مع قوله فيما ثبت عنه في الصحيح من حديث أنس وسهل بن سعد، رضي الله عنهما: "بعثت أنا والساعة كهاتين" وقرن بين إصبعيه السبابة والتي تليها. ومع هذا كله، قد أمره الله تعالى أن يَرُد علم وقت الساعة إليه إذا سئل عنها، فقال: {قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ}.

(تفسیر ابن کثیر ج3ص249)

☼ امام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ (م911ھ)اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

{لا يجليها لوقتها إلا هو} يقول: لا يرسلها لوقتها إلا هو {ثقلت في السماوات والأرض} يقول: خفيت في السموات والأرض فلم يعلم قيامها متى تقوم ملك مقرب ولا نبي مرسل! (در منثور:ص275)

آیت نمبر8:

إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا لِتُجْزَى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَى. (سورۃ طہ15)

☼ علامہ ابن جریری طبری رحمہ اللہ (م310ھ)اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

يقول تعالى ذكره: إن الساعة التي يبعث الله فيها الخلائق من قبورهم لموقف القيامة جائية (أَكَادُ أُخْفِيهَا) فعلى ضمّ الألف من أخفيها قراءة جميع قرّاء أمصار الإسلام، بمعنى: أكاد أخفيها من نفسي، لئلا يطلع عليها أحد، وبذلك جاء تأويل أكثر أهل العلم. (تفسیر طبری ج9ص164)

پھر آخر میں اس تفسیر کی مزید تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وإنما اخترنا هذا القول على غيره من الأقوال لموافقة أقوال أهل العلم من الصحابة والتابعين، إذ كنا لا نستجيز الخلاف عليهم، فيما استفاض القول به منهم، وجاء عنهم مجيئا يقطع العذر. (ج9ص167)

☼ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (م911ھ)اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قال ليس من اهل السماوات والارض احد الا قد اخفى الله عنه علم الساعة. (در منثور ج4ص525)

☼ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ (م774ھ)اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

هذا كقوله تعالى: {قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ} وقال: {ثَقُلَتْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً} أي: ثقل علمها على أهل السموات والأرض. (تفسیر ابن کثیر ج4ص312)

☼ امام بغوی رحمہ اللہ (م516ھ)اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وأكثر المفسرين قالوا: معناه: أكاد أخفيها من نفسي، وكذلك في مصحف أبي بن كعب، وعبد الله بن مسعود: أكاد أخفيها من نفسي فكيف يعلمها مخلوق. وفي بعض القراءات: فكيف أظهرها لكم. وذكر ذلك على عادة العرب إذا بالغوا في كتمان

الشيء يقولون: كتمت سرك من نفسي، أي: أخفيته غاية الإخفاء، والله عز اسمه لا يخفى عليه شيء. (تفسیر بغوی ج3ص214)

☼ علامہ علی بن محمد الخازن رحمہ اللہ (م701ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

إن الساعة آتية أكاد أخفيها (قال أكثر المفسرين: معناه أكاد أخفيها من نفسي فكيف يعلمها مخلوق وكيف أظهرها لكم, ذكر ذلك على عادة العرب إذا بالغوا في الكتمان للشيء يقولون كتمت سرك في نفسي, أي أخفيته غاية الإخفاء, والله تعالى لا يخفى عليه شيء. (تفسیر خازن ج3ص251)

آیت نمبر9:

إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرَاتٍ مِنْ أَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثَى وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ. (فصلت:47)

☼ امام فخر الدین رحمہ اللہ (م604ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وكأن سائلاً قال ومتى يكون ذلك اليوم؟ فقال تعالى إنه لا سبيل للخلق إلى معرفة ذلك اليوم ولا يعلمه إلا الله فقال: {إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ} وهذه الكلمة تفيد الحصر أي لا يعلم وقت الساعة بعينه إلا الله، وكما أن هذا العلم ليس إلا عند الله فكذلك العلم بحدوث الحوادث المستقبلة في أوقاتها المعينة ليس إلا عند الله سبحانه وتعالى، ثم ذكر من أمثلة هذا الباب مثالين أحدهما: قوله {وَمَا تَخْرُجُ مِن ثَمَرَاتٍ مِّنْ أَكْمَامِهَا} والثاني: قوله {وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثَى وَلَا تَضَعُ إِلا بِعِلْمِه}
(تفسیر کبیر ج27ص117)

☼ علامہ علی بن محمد الخازن (م701ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(إليه يرد علم الساعة (يعني إذا سأل عنها سائل قيل له لا يعلم وقت قيام الساعة إلا الله تعالى.
(تفسیر خازن ج4ص94)

☼ علامہ نسفی رحمہ اللہ (م710ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اى علم قيامها يرد اليه اى يجب على المسئول ان يقول: الله يعلم ذلك. (تفسیر مدارک ج2ص501)

☼ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

{إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ} أي: لا يعلم ذلك أحد سواه، كما قال صلى الله عليه وسلم، وهو سيد البشر لجبريل وهو من سادات الملائكة -حين سأله عن الساعة، فقال: "ما المسئول عنها بأعلم من السائل"، وكما قال تعالى: {إِلَى رَبِّكَ مُنْتَهَاهَا}، وقال {لا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلا هُوَ}. (تفسیر ابن کثیر ج5ص485)

☼ قاضی بیضاوی رحمہ اللہ (م685ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

{إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ} يعنى اذا سال عنها اذ لا يعلمها الا هو. (تفسیر بیضاوی ج2ص356 بیروت)

اہل بدعت کے چند اشکالات کے جوابات:

اشکال نمبر1:

ذاتی اور عطائی کا فرق

جواب:

حالانکہ ذمہ دار مفسرین سے یہ بات نقل ہو کر آتی ہے کہ "لم يطلعني عليه" اور " لم يطلع عليه ملكا مقربا ولا نبيا مرسلا"، تو یہ عطائی کا بھی انکار ہے۔

پیر مہر علی شاہ صاحب لکھتے ہیں: یہ جو لکھا ہے کہ قیامت سات ہزار سال سے پہلے نہیں آسکتی میں کہتا ہوں یہ سات ہزار کی تحدید جو ایک نے (مرزا صاحب) لگائی ہے یہ منافی ہے۔ " لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ " کے اور ان احادیث کے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لاعلمی بیان فرمائی ہے۔ (شمس الہدایہ ص66)

معلوم ہوا کہ یہ ڈھکوسلہ نہیں چلے گا کہ ذاتی اور عطائی کا فرق ہے۔

اشکال نمبر2:

بعض لوگ یہ اشکال کرتے ہیں کہ یہ تو معلوم ہو گیا کہ خدا کو معلوم ہے مگر یہ تو کہیں نہیں آیا کہ علم قیامت کو خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا؟

جواب:

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سرخ رنگ کے خیمہ میں تشریف فرما تھے ایک شخص گھوڑی پر سوار ہو کر آیا اور دریافت کیا کہ آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا میں خدا تعالیٰ کا رسول ہوں اس نے دریافت کیا قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا یہ غیب کی بات ہے اور اللہ کے بغیر اسے کوئی نہیں جانتا۔ (در منثور ج5 ص170)

تو اب بتائیے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب خود ہی ارشاد فرمائیں پھر کیا ماننے کے لیے آپ تیار ہیں؟

اشکال نمبر3:

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کا ذکر فرما رہے تھے تو آپ نے صحابہ سے پوچھا یہ کون سا دن ہے تو انہوں نے عرض کی کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ تو اس معلوم ہوا کہ صحابہ کو پتہ تھا کہ قیامت کے وقت مقررہ کا آپ کو پتا ہے۔

جواب:

یہ واقعات آپ نے قیام ساعت مقررہ کے بعد کے بیان کیے ہیں، مقررہ وقت کی بات نہیں کی صرف یہ ہی پوچھا کہ کون سا دن ہو گا صحابہ کرام نے ادب سے کہا باقی آپ نے خود ہی بتا رکھا ہے کہ جمعہ کا دن ہو گا۔ مگر یہ تو کسی کو معلوم نہیں وہ جمعہ کس سال کا ہو گا یہ کب آئے گا وغیرہا۔ اس روایت سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ آپ کو مقررہ وقت کا پتہ ہے یہ بالکل غلط ہے۔

اشکال نمبر4:

سب نشانیاں تو بتا دیں پھر وقت مقررہ کیوں نہیں پتہ ہو گا؟

جواب:

سب نشانیاں تو ارشاد فر دیں مگر وقت مقررہ ان نشانیوں کا آپ کو بھی معلوم نہیں کیونکہ مشکوٰۃ ج2 ص472 پر روایت ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ایھما ما کنت قبل صاحبتیھا فالاخری علیٰ اثرھا۔ یعنی طلوع آفتاب اور دابۃ الارض ان میں سے پہلی جو ظاہر ہو گی تو دوسری اس کے بعد ظاہر ہو جائیگی۔ باقی قیامت کا مقررہ وقت مقررہ لمحہ وہ کسی کے علم میں نہیں سوائے خدا تعالیٰ کے۔

آیت نمبر10:

إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ۔ (سورۃ لقمان:34)

☼ علامہ علی بن محمد بن ابراہیم الخازن (م701ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قال ابن عباس: هذه الخمسة لا يعلمها ملك مقرب ولا نبي مصطفى فمن ادعى أنه يعلم شيئاً من هذه الأمور فإنه كفر

بالقرآن لأنه خالفه. (تفسیر خازن ج3 ص475)

☆ امام عبداللہ بن احمد النسفی رحمہ اللہ (م710ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

وعن ابن عباس رضی الله عنهما: من ادّعى علم هذه الخمسة فقد كذب. ورأى المنصور فى منامه صورة ملك الموت وسأله عن مدة عمره فأشار بأصابعه الخمس فعبرها المعبرون بخمس سنوات وبخمسة أشهر وبخمسة أيام فقال أبو حنيفة رضی الله عنه: هو إشارة إلى هذه الآية، فإن هذه العلوم الخمسة لا يعلمها إلا الله {إِنَّ اللهَ عَلِيمٌ} بالغيوب {خَبِيرٌ} بما كان ويكون.
(تفسیر مدارک ج2 ص324)

☆ امام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ (م911ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

عن علی بن أبي طالب رضی الله عنه قال لم يعم على نبيكم صلى الله عليه وسلم إلا الخمس من سرائر الغيب هذه الآية فى آخر لقمان إلى آخر السورة. (تفسیر در منثور ج5 ص326)

☆ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (م911ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

{إن الله عنده علم الساعة} متى تقوم {وينزل} بالتخفيف والتشديد {الغيث} بوقت يعلمه {ويعلم ما فى الأرحام} أذكر أم أنثى ولا يعلم واحدا من الثلاثة غير الله تعالى {وما تدرى نفس ماذا تكسب غدا} من خير أو شر ويعلمه الله تعالى {وما تدرى نفس بأى أرض تموت} ويعلمه الله تعالى {إن الله عليم} بكل شىء {خبير} بباطنه كظاهره. (تفسیر جلالین ص348)

☆ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ (م774ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قال قتادة: أشياء استأثر الله بهن، فلم يُطلع عليهن مَلَكا مقربًا، ولا نبيا مرسلا {إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ}، فلا يدرى أحد من الناس متى تقوم الساعة، فى أى سنة أو فى أى شهر، أو ليل أو نهار، {وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ}، فلا يعلم أحد متى ينزل الغيث، ليلا أو نهارًا، {وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ}، فلا يعلم أحد ما فى الأرحام، أذكر أم أنثى، أحمر أو أسود، وما هو، {وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا}، أخير أم شر، ولا تدرى يا ابن آدم متى تموت؟ لعلك الميت غدا، لعلك المصاب غدا، {وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ} ليس أحد من الناس يدرى أين مضجعه من الأرض، أفى بحر أم بر، أو سهل أو جبل؟ (تفسیر ابن کثیر ص124)

اشکال نمبر 1:

تفاسیر میں ہے: من ادعى انه يعلم شيا من هذه فقد كفره بالقرآن العظيم لانه خالفه. (تفسیر خازن ج5 ص183)
حالانکہ بعض روایات دال ہیں ان جزئیات کو مخلوق جانتی ہیں۔

جواب:

”شیئاً من هذه“ کا مطلب یہ ہے کہ ان پانچ چیزوں میں سے کسی ایک چیز کا دعویٰ کرے کہ کہ مجھے یا کسی اور کو بجز خدا تعالیٰ کے اس کا کلی طور پر علم ہے تو وہ کافر بالقرآن ہے۔

اشکال نمبر 2:

بعض صلحاء کی باتوں اور آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ اولیاء کرام وغیرہم کو بھی بعض ان میں سے جزئیات کا علم ہے مگر روایات میں یوں بھی ہے ان پانچ باتوں کو خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا

جواب:

علامہ آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وفى شرح المناوى الكبير للجامع الصغير فى الكلام على حديث بريدة السابق خمس لا

یعلمهن إلا الله علی وجه الإحاطة والشمول کلیا وجزئیا فلا ینافیه إطلاع الله تعالی بعض خواصه علی بعض المغیبات حتی من هذه الخمس لأنها جزئیات معدودة۔ (تفسیر روح المعانی ج21ص100)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فإن قلت قد أخبر الأنبیاء والأولیاء بشیء کثیر من ذلك فکیف الحصر قلت الحصر باعتبار کلیاتها دون جزئیاتها۔

(مرقات:ج1ص66)

آیت نمبر11:

وَمَا یَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ ۔(سورۃ مدثر آیت31)

☼ علامہ بغوی رحمہ اللہ اس آیت کی تفصیل میں فرماتے ہیں:

(وَمَا یَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ) قال مقاتل: هذا جواب أبی جهل حین قال: أما لمحمد أعوان إلا تسعة عشر؟ قال عطاء: { وَمَا یَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلا هُوَ } یعنی من الملائکة الذین خلقهم لتعذیب أهل النار. لا یعلم عدتهم إلا الله، والمعنی إن تسعة عشر هم خزنة النار، ولهم من الأعوان والجنود من الملائکة ما لا یعلم إلا الله عز وجل۔ (تفسیر بغوی ج4ص417)

☼ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ (م774ھ)اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

(وَمَا یَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ) ای ما یعلم عددهم و کثرتهم الا هو تعالیٰ۔(تفسیر ابن کثیر ج6ص345)

☼ علامہ عبداللہ احمد النسفی رحمہ اللہ (م710ھ)اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

(وَمَا یَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ) لفرط کثرتها(إِلَّا هُوَ) فلا یعز علیه تتمیم الخزنة عشرین و لکن فی هذا العدد الخاص حکمة لا تعلمونها۔(تفسیر المدارک:ج2ص749)

☼ امام فخر الدین رحمہ اللہ (م604ھ)اس آیت کی تفسیر میں چند وجوہ لکھی ہیں جن میں سے پہلی وجہ جو ان کے نزدیک راجح ہے وہ یہ ہے کہ:

أن القوم استقبلوا ذلك العدد، فقال تعالی: {وَمَا یَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلا هُوَ } فهب أن هؤلاء تسعة عشر إلا أن لکل واحد منهم من الأعوان والجنود ما لا یعلم عددهم إلا الله۔ (تفسیر کبیر ج30ص183)

گھر کی گواہی:

مدعیان علم جمیع ماکان ومایکون کے راس ورئیس مولوی احمد رضاخان فاضل بریلوی کی زبانی:

زمین سے سدرۃ المنتہیٰ تک پچاس ہزار برس کی راہ ہے اس سے آگے مستوی اس کے بعد اللہ جانے۔ اس سے آگے عرش کے ستر ہزار حجاب ہیں ہر حجاب سے دوسرے حجاب تک پانچ سو برس کا فاصلہ اور اس سے آگے عرش اور ان تمام وسعتوں میں فرشتے بھرے ہیں حدیث پاک میں ہے آسمان چار انگل جگہ نہیں جہاں فرشتے نے سجدے میں پیشانی نہ رکھی ہو فرمایئے کس قدر فرشتے ہیں ”ومایعلم جنود ربک الا ھو“ اور تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔(ملفوظات حصہ چہارم ص340)

آیت نمبر12:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ (الم سجدہ آیت17)

☼ امام بخاری رحمہ اللہ (م256ھ)اس آیت کی تشریح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ نقل کی ہے:

يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى أَعْدَدْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ ذُخْرًا من بَلْهِ مَا أُطْلِعْتُمْ عَلَيْهِ ثُمَّ قَرَأَ {فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ }۔(صحیح البخاری: کتاب التفسیر ج2ص704)

☼ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ (متوفیٰ 774ھ) نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کتاب مسند احمد سے نقل کیا ہے:

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

شهدت من رسول الله صلى الله عليه وسلم مجلسا وصف فيه الجنة، حتى انتهى، ثم قال في آخر حديثه: "فيها ما لا عين رأت، ولا أذن سمعت، ولا خطر على قلب بشر". ثم قرأ هذه الآية: {تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ، إلى قوله: {يَعْمَلُونَ}.

(تفسیر ابن کثیر ج5ص134)

☼ امام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ (متوفیٰ 911ھ) نے اس آیت کے تحت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے:

انه لمكتوب في التوراة (لقد أعد الله للذين تتجافى جنوبهم عن المضاجع ما لم تر عين ولم تسمع أذن ولم يخطر على قلب بشر ولا يعلم ملك مقرب ولا نبي مرسل وانه لفي القرآن! <فلا تعلم نفس ما أخفي لهم من قرة أعين>

(تفسیر الدر المنثور: ج5ص339)

☼ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (متوفیٰ 911ھ) نے حضرت عبد اللہ بن عباس کی تفسیر نقل کی ہے:

قال كان عرش الله على الماء فاتخذ جنة لنفسه ثم اتخذ دونها أخرى ثم أطبقهما لؤلؤة واحدة ثم قال: ومن دونهما جنتان لم يعلم الخلق ما فيهما وهي التي قال الله! {فلا تعلم نفس ما أخفي لهم من قرة أعين جزاء بما كانوا يعملون}.

(در منثور ج5ص338)

☼ قاضی بیضاوی رحمہ اللہ متوفیٰ 685ھ نے اس کی تفسیر یوں فرمائی ہے:

{فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ} لا ملك مقرب ولا نبي مرسل. (تفسیر انوار التنزیل ص235)

آیت نمبر13:

يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ. (سورہ مائدہ آیت 109)

سوال:

حضرات انبیاء کرام کو اپنی امتوں کے جواب کا فی الجملہ علم ضرور ہے تو پھر اللہ پاک کے سامنے انہوں مطلقاً علم کی نفی کیوں کر دی۔

جواب:

اس کی چند توجیہیں ہیں اور چونکہ ان میں سے اکثر میں تعارض نہیں ہے اس لیے ہو سکتا ہے سب اپنی جگہ درست ہوں ایک قول جس کو امام خازن رحمہ اللہ اور امام رازی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے:

معناه لا علم لنا كعلمك فيهم لأنك تعلم ما أضمروا وما أظهروا ونحن لا نعلم إلا ما أظهروا فعلمك فيهم أنفذ من علمنا وأبلغ. (تفسیر خازن ج1ص537)

☼ امام رازی رحمہ اللہ اس قول کے نقل کر کے فرماتے ہیں: هو الاصح وهو الذي اختاره ابن عباس. (تفسیر کبیر ج11ص102)

☼ علامہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ (م310ھ) اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

يقولون للرب عز وجل: لا علم لنا، إلا علمٌ أنت أعلَمُ به منّا. (تفسیر طبری ج5ص154)

☼ اور علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر فرماتے ہیں:

رواه ابن جرير. ثم اختاره على هذه الأقوال الثلاثة (1) ولا شك أنه قول حسن، وهو من باب التأدب مع الرب، عز وجل، أي: لا علم لنا بالنسبة إلى علمك المحيط بكل شيء، فنحن وإن كنا قد أجبنا وعرفنا من أجابنا، ولكن منهم من كنا إنما نطلع

علی ظاهره. لا علم لنا بباطنه، وأنت العلیم بکل شیء، المطلع علی کل شیء. فعلمنا بالنسبة إلی علمك کلا عِلْم، فإنك { أَنْتَ عَلاّمُ الْغُیُوبِ }. (تفسیر ابن کثیر ج2 ص643)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے دور میں اقوال میں صرف اجمال وتفصیل کا فرق ہے۔

☼ علامہ خطیب شربینی رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے:

{قالوا لا علم لنا} أی : لا علم لنا بما أنت تعلمه {إنك أنت علام الغیوب} فتعلم ما أجابونا وأظهروا لنا وما لم نعلم مما أضمروا فی قلوبهم. (تفسیر سراج منیر ج1 ص402)

☼ علامہ نسفی حنفی رحمہ اللہ نے اس کی تفسیر میں فرمایا:

{قَالُوا لا عِلْمَ لَنَا} باخلاص قولنا و دلیله {إِنَّكَ أَنْتَ عَلاَّمُ الْغُیُوبِ}. (مدارک التنزیل ج1 ص350)

آیت نمبر14:

وَلِلَّهِ غَیْبُ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضِ وَمَا أَمْرُ السَّاعَةِ إِلاَّ كَلَمْحِ الْبَصَرِ أَوْ هُوَ أَقْرَبُ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیرٌ. (سورة نمل:77)

☼ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ (م604ھ) اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

{وَلِلَّهِ غَیْبُ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضِ} یفید الحصر معناه ان العلم بهذه الغیوب لیس الا لله تعالیٰ. (تفسیر کبیر ج20 ص71)

☼ علامہ نسفی حنفی رحمہ اللہ مدارک التنزیل میں فرماتے ہیں:

{ وَلِلَّهِ غَیْبُ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضِ } ای یختص به علم ما غاب فیهما عن العباد و خفی علیهم علمه او اراد بغیب السماوات و الارض یوم القیامة علی ان علمه غائب عن اهل السماوات و الارض لم یطلع علیه احد منهم. (تفسیر مدارک ج1 ص690)

☼ علامہ علی بن محمد الخازن رحمہ اللہ نے اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

(أخبر الله عز وجل فی الآیة عن کمال علمه, وأنه عالم بجمیع الغیوب, فلا تخفی علیه خافیة ولا یخفی علیه شیء منها, وقیل الغیب هنا هو علم قیام الساعة. (تفسیر خازن ج3 ص136)

☼ قاضی بیضاوی رحمہ اللہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

{ ولله غیب السموات والأرض } یختص به علمه لا یعلمه غیره وهو ما غاب فیهما عن العباد بأن لم یکن محسوسا ولم یدل علیه محسوس وقیل یوم القیامة فإن علمه غائب عن أهل السموات والأرض. (تفسیر بیضاوی ص685)

☼ علامہ خطیب شربینی رحمہ اللہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

{ولله} أی : لا لغیره {غیب السموات والأرض} وهو ما غاب فیهما عن العباد بأن لم یکن محسوساً و لم یدل علیه محسوس، وقیل: الغیب هنا هو قیام الساعة فإن علمه غائب عن أهل السموات و الأرض. (تفسیر سراج منیر ج2 ص250)

آیت نمبر15:

قُلْ لا أَمْلِكُ لِنَفْسِی نَفْعاً وَلا ضَرّاً إِلاَّ مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَیْبَ لاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلاَّ نَذِیرٌ وَبَشِیرٌ لِقَوْمٍ یُؤْمِنُونَ. (سورۃ الاعراف:188)

☼ علامہ بغوی رحمہ اللہ نے آیت مذکورہ کا شان نزول حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا ہے:

إن أهل مکة قالوا: یا محمد، ألا یخبرك ربك بالسعر الرخیص قبل أن یغلو فتشتریه وتربح فیه عند الغلاء؟ وبالأرض التی یرید أن تجدب فترتحل منها إلی ما قد أخصبت؟ فأنزل الله تعالی "قل لا أملك لنفسی نفعا. (تفسیر بغوی ج2 ص220)

۞ علامہ عمادالدین ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

(وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ) أي: من المال. وفي رواية: لعلمت إذا اشتريت شيئًا ما أربح فيه، فلا أبيع شيئًا إلا ربحت فيه، وما مسني السوء، قال: ولا يصيبني الفقر. (تفسیر ابن کثیر ج3ص249)

۞ امام بغوی رحمہ اللہ (م510ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

أي: لو كنت أعلم الخصب والجدب لاستكثرت من الخير، أي: من المال لسنة القحط {وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ} أي: الضر والفقر والجوع. (تفسیر بغوی ج2ص220)

۞ قاضی بیضاوی رحمہ اللہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

ولو كنت أعلمه لخالفت حالي ما هو عليه من استكثار المنافع واجتناب المضار حتى لا يمسني سوء.

(تفسیر بیضاوی: ج1ص370)

۞ علامہ معین بن صفی اپنی تفسیر جامع البیان میں آیت کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں:

{وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ} اى لكانت حالي من استكثار الخير و استغرار المنافع و اجتناب السوء على خلاف ما هي عليه فلم اكن غالبا مرة و مغلوبا باخرئ و رابحاً و خاسرا في التجارة. (جامع البیان ص144)

اہلِ بدعت کے چند اشکالات کے جوابات:

اشکال نمبر1:

چونکہ قرآن نے کہا کہ "اگر علم غیب دان ہوتا تو میں خیریں حاصل کر لیتا"، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو "خیر کثیر" عطا کی گئی کیونکہ بقول قرآن کریم "ومن يؤت الحكمة فقد اوتي خيراً كثيرا" جس کو حکمت عطا کی گئی تو اسے بہت ساری خیریں دی گئیں ہیں۔

اور مصیبت سے بھی رب نے بچایا "والله يعصمك من الناس" معلوم ہوا کہ علم غیب تھا جبھی یہ سب کچھ ملا۔

جواب:

اس آیت میں "خیر" سے مراد تجارت کا نفع، مال وغیرہ ہے اور سوء سے مراد فقر، تجارت میں نقصان کا ہونا ہے یہ مراد ہے اور آپ کی پیش کردہ آیات میں خیر سے مراد علم وحکمت اور عصمت من الناس سے مراد جان سے مارنا ہے۔

اشکال نمبر2:

آپ تو رحمۃ اللعالمین ہیں پھر آپ کو تکلیف ہو تو یہ زحمت ورحمت کا اجتماع کیسے ممکن ہوا؟

جواب:

آپ علیہ السلام چہرہ مبارک زخمی ہونا، دانت مبارک کا شہید ہونا، زہر خورانی کا واقعہ پیش آنا، آپ علیہ السلام کا سواری سے گر پڑنا ٹانگ مبارک کا زخمی ہو جانا حتی کہ آپ نے نماز بھی بیٹھ کر پڑھائی۔ (صحیح البخاری جلد1ص96)

کا انکار کرنا ایک کھلی ہوئی جہالت ہے۔ "رحمة للعٰلمين" یہ "ارسلناك" کا مفعول لہ جس کا معنی یہ ہے آپ کو اس لیے بھیجا کہ آپ کے ذریعے سے تمام جہانوں پر رحمت فرمائے۔ یہ رحمت خدا کی صفت ہے اور تکالیف ومصائب تو آپ کی ذات پر آئے تو اجتماع نقیضین کیسے ہوا؟!!

اشکال نمبر3:

"الخیر" سے مراد اطاعت خداوندی، سخاوت، عمل صالح مراد ہیں اور السوء سے مراد بدکاری برے کام مراد ہیں۔ تو خیر پر آپ کا عمل تھا

اور سوء سے آپ محفوظ و معصوم تھے تو جب یہ چیزیں آپ کے پاس نہیں تھیں یعنی خیر پر عمل اور شر سے بچنا تو لامحالہ علم غیب تو ہوا۔

جواب:

اس آیت میں "الخیر" سے مراد اور "السوء" سے مراد دینی طور پر خیر اور سوی ہر گز نہیں بلکہ الخیر سے یہاں مال فتح اور نفع وغیرہ ہے اور السوء سے فقر و شکست اور خسارہ وغیرہ ہے۔

آیت نمبر16:

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا۔ (پارہ نمبر 15 بنی اسرائیل آیت 85)

☼ علامہ عمادالدین بن کثیر رحمہ اللہ (م744ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

وقوله: { قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي } أي: من شأنه، ومما استأثر بعلمه دونكم؛ ولهذا قال: { وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلا قَلِيلا} أي: وما أطلعكم من علمه إلا على القليل، فإنه لا يحيط أحد بشيء من علمه إلا بما شاء تبارك وتعالى.
(تفسیر ابن کثیر ج4 ص179)

☼ علامہ علی بن محمد ابراہیم الخازن رحمہ اللہ (م701ھ) اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

وأولى الأقاويل أن يوكل علمه إلى الله عز وجل هو قول أهل السنة قال عبد الله بن بريدة : إن الله لم يطلع على الروح ملكاً مقرباً ولا نبياً مرسلاً بدليل قوله : قل الروح من أمر ربي أي من علم ربي الذي استؤثر به)۔ (تفسیر خازن ج3 ص190)

☼ علامہ نسفی حنفی رحمہ اللہ م710ھ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

{وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الروح قُلِ الروح مِنْ أَمْرِ رَبّي} أي من أمر يعلمه ربي، الجمهور على أنه الروح الذي في الحيوان، سألوه عن حقيقته فأخبر أنه من أمر الله أي مما استأثر بعلمه. وعن أبي هريرة: لقد مضى النبي صلى الله عليه وسلم وما يعلم الروح، وقد عجزت الأوائل عن إدراك ماهيته بعد إنفاق الأعمار الطويلة على الخوض فيه. والحكمة في ذلك تعجيز العقل عن إدراك معرفة مخلوق مجاور له ليدل على أنه عن إدراك خالقه أعجز۔ (تفسیر مدارک ج1 ص726)

☼ اکابر صوفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہی مسلک ہے چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ عوارف المعارف کے حوالہ سے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے:

أنه قال الروح استأثر الله تعالى بعلمه ولم يطلع عليه أحدا من خلقه۔ (فتح الباری ج8 ص531)

☼ علامہ معین بن صفی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

{قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي} مما استاثر به۔ (تفسیر جامع البیان ص235)

آیت نمبر17:

وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ۔ (سورۃ التوبۃ:101)

☼ علامہ علی بن محمد خازن رحمہ اللہ (م201ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

لا تعلمهم (يعني أنهم بلغوا في النفاق إلى حيث أنك لا تعلمهم يا محمد مع صفاء خاطرك واطلاعك على الأسرار)
(تفسیر خازن ج2 ص276)

☼ علامہ نسفی رحمہ اللہ (م710ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

{لاَ تَعْلَمُهُمْ} أي يخفون عليك مع فطنتك وصدق فراستك لفرط تنوقهم في تحامي ما يشككك في أمرهم. ثم قال {نَحْنُ

نَعۡلَمُهُمۡ} أي لا يعلمهم إلا الله ولا يطلع على سرهم غيره، لأنهم يبطنون الكفر في سويداء قلوبهم ويبرزون لك ظاهراً كظاهر المخلصين من المؤمنين. (تفسیر مدارک ج2ص516)

☼ قاضی بیضاوی رحمہ اللہ (م685ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

{لا تعلمهم} لا تعرفهم بأعيانهم {نحن نعلمهم} ونطلع على أسرارهم إن قدروا أن يلبسوا عليك لم يقدروا أن يلبسوا علينا. (تفسیر بیضاوی ج1ص419)

☼ قریب قریب یہی مطلب علامہ معین بن حنفی رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔(دیکھیے: تفسیر جامع البیان ص164)

☼ شاہ عبد القادر محدث دہلوی رحمہ اللہ (م1230ھ) اس آیت کی تحت فرماتے ہیں:

"(ترجمہ) اور بعضے مدینہ والے اڑ رہے ہیں نفاق پر آپ ان کو نہیں جانتے ہم کو معلوم ہے۔

(تشریح) اس آیت میں مدینہ کے بعض نہایت گہرے منافقین کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ان کی منافقت اتنی گہری ہے کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو ان کا پتہ نہیں بس ہم ہی ان کو جانتے ہیں۔" (موضح القرآن: ص262)

معلوم ہوا کہ جمیع ماکان ومایکون کا دعوی اور علم غیب کلی کا دعوی ٹوٹ گیا۔

اہل بدعت کے چند اشکالات کے جوابات:

اشکال نمبر1:

جیسے کوئی دوست کے مقابلے میں اس کے دشمن کو ضروری سزا دینی ہو تو دوست کی طرف مخاطب ہو کر اور دشمن کی طرف تہدیدی نظر اٹھا کر کہا جاتا ہے کہ تو نہیں جانتا یہ منکر بڑا بے ایمان ہے میں جانتا ہوں۔۔۔الخ

جواب:

یہ قرآن پاک کی تحریف ہے تفسیر نہیں کیونکہ ذمہ دار مفسرین نے بات ہمارے حق میں لکھی ہے بریلوی حضرات کے حق میں بات نہی کی۔ مفسیرین تو لکھ رہے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کا نفاق اور ان کا باطن معلوم نہ تھا جب کہ رضاخانی تفسیر ہی جدا ہے۔

اشکال نمبر2:

منافقین کے متعلق قرآن کہتا ہے "فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمۡ مَرَضٌ" کہ آپ ان کے دلوں کو نہیں دیکھتے۔

جواب:

"الذین" یہ "فتری" کا مفعول ہے "فی قلوبھم" مفعول نہیں۔ اب معنی یہ ہیں کہ آپ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں جن کے دلوں میں مرض ہے۔ دلوں میں دیکھنے والی تو بات ہی نہیں ہے۔

اشکال نمبر3:

"ولتعرفنھم فی لحن القول" سے یہ آیت منسوخ ہے یعنی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ان کی باتوں کو پہچان لیتے ہیں۔ اس آیت نے آ کر تمہاری دلیل کو منسوخ کر دیا۔

جواب:

اولاً...... ہماری پیش کردہ آیت آخر میں نازل ہوئی اور آپ کی پیش کردہ آیت پہلے نازل ہوئی تو یہ مقدم ناسخ کیسے بن سکتی ہے۔

ثانیاً...... تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے کہ ان میں منافات نہیں ہے، اس لیے کہ سورت محمد کی آیت میں پہچان سے مراد ان کے چہروں، علامات اور

بات کے انداز سے پہچانا ہے یہ مطلب نہیں کہ آپ تمام منافقین اور مشکوک لوگوں کو علی وجہ التعیین جانتے ہیں۔

اشکال نمبر 4:

سیدنا عبد اللہ بن عباس اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایتیں ہیں کہ آپ علیہ السلام نے منافقوں کا نام لے کر مسجد نبوی سے نکال دیا تھا۔

جواب:

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ بات عقائد کی ہے اس میں خبرِ واحد نہیں چل سکتیں بلکہ متواتر روایت چاہیے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر ان روایات کو صحیح بھی مان لیا جائے تو مدعا فریق مخالف کا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ان سے تو صرف اتنا ثابت ہو رہا ہے کہ 36 منافقین تھے، اس سے یہ تو ثابت نہیں ہو رہا کہ اس کے علاوہ کوئی اور منافق نہ تھے۔ خطبہ جمعہ کے موقع پر مسجد سے 36 آدمیوں کو نکال دینے سے یہ کیسے لازم آ گیا کہ مدینہ طیبہ میں اور منافق تھا ہی نہیں، کیا یہ بھی ضروری ہے کہ سارے منافق مسجد میں تھے؟!

تیسری بات یہ ہے کہ یہ روایات جرح سے خالی نہیں جیسا کہ عاقل پر مخفی نہیں، یہ دونوں روایتیں متکلم فیہا ہیں۔ تفصیل کے لیے ازالۃ الریب لامام اہل السنۃ والجماعۃ شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ (ص 313 تا ص 320) کا مطالعہ فرمائیں۔

آیت نمبر 18:

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ الْكَاذِبِينَ• (سورۃ التوبۃ: 43)

۞ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (م 911ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

وكان صلى الله عليه وسلم أذن لجماعة في التخلف باجتهاد منه فنزل عتابا له وقدم العفو تطمينا لقلبه {عفا الله عنك لم أذنت لهم} في التخلف وهلا تركتهم {حتى يتبين لك الذين صدقوا} في العذر {وتعلم الكاذبين} فيه• (تفسیر جلالین ص 160)

۞ علامہ ابو السعود رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قيل لم سارعت إلى الإذن لهم وهلا تأنيت حتى ينجلي الأمر كما هو قضية الحزم•(تفسیر ابو السعود ج 5 ص 133)

۞ علامہ نسفی رحمہ اللہ 710ھ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ومعناه مالك أذنت لهم في القعود عن الغزو حين استأذنوك واعتلّوا لك بعللهم وهلا استأنيت بالإذن!•

(تفسیر مدارک ج 1 ص 499)

۞ علامہ بغوی رحمہ اللہ (م 516ھ) اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

قال ابن عباس رضي الله عنه: لم يكن رسول الله صلى الله عليه وسلم يعرف المنافقين يومئذ. (تفسیر بغوی ج 2 ص 297)

یہ آیت سن 9ھ کی ہے کیونکہ غزوہ تبوک اسی سن 9ھ میں پیش آیا۔

غزوہ تبوک پر آپ جب جانے لگے تو منافقین نے دیکھا کہ فصل کی کٹائی کا وقت بھی آ گیا اور موسم بھی بڑا گرم ہے اور لڑائی مسلح فوجوں سے ہو گئی تو انہوں نے بہانے بنانے اور اجازت مانگنے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ان کے بہانوں میں صادق تصور فرمانے لگے اور اجازت عطا فرمادی تو یہ ایک گونہ عتاب تھا مگر نہایت پیارے الفاظ میں کہ آپ نے ان کے اعذار کے سچ یا جھوٹ واضح ہونے سے پہلے رخصت کیوں دی۔

اشکال:

آپ علیہ السلام نے تو ان کی پردہ پوشی فرمائی تھی ان کو رسوا نہ کیا عتاب تو غلطی پر ہوتا ہے یہاں غلطی کیا تھی؟

جواب:

" حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكَاذِبِيْنَ " سے معلوم ہو رہا ہے کہ پردہ پوشی والا قول غلط ہے۔

جلالین میں صراحۃً عتاب کا لفظ موجود ہے اور ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی اس جگہ لکھا ہے کیا تم نے اس سے بہتر عتاب سنا ہے کہ عتاب سے عفو کا پروانہ دیا جائے۔ عتاب تو لغزش اور خطاء اجتہادی پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ مفسرین کرام سے یہ بات ثابت ہوئی۔

آیت نمبر19:

أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَأُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَعَادٍ وَثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللّٰهُ۔ (سورۃ ابراہیم:9)

☼ اس آیت کی تفسیر میں علامہ علی بن محمد الخازن رحمہ اللہ (م701ھ) فرماتے ہیں:

وعن عبد الله بن عباس أنه قال: بين إبراهيم وعدنان ثلاثون قرناً لا يعلمهم إلا الله. (تفسیر خازن ج3ص76)

☼ علامہ بغوی رحمہ اللہ (م516ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

وعن عبد الله بن عباس رضى الله عنهما قال: بين إبراهيم وبين عدنان ثلاثون قرنا لا يعلمهم إلا الله تعالى.

(تفسیر بغوی ج3ص27)

☼ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (م911ھ) اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

قال رجل لعلي بن أبي طالب رضى الله عنه: أنا أنسب الناس قال: إنك لا تنسب الناس قال: بلى فقال له علي رضى الله عنه أرأيت قوله تعالى: (وعادا وثمودا وأصحاب الرس وقرونا بين ذلك كثيرا) قال: أنا أنسب ذلك الكثير قال: أرأيت قوله: {ألم يأتكم نبأ الذين من قبلكم قوم نوح وعاد وثمود والذين من بعدهم لا يعلمهم إلا الله}! فسكت.

(تفسیر در منثور ج4ص134)

☼ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ (604ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

وعن ابن عباس: بين عدنان وبين إسماعيل ثلاثون أباً لا يعرفون. (تفسیر کبیر ص70)

آیت نمبر20:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ۔ (سورۃ البقرۃ:204)

☼ علامہ علی بن محمد الخازن رحمہ اللہ اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں:

نزلت في الأخنس بن شريق...... وكان يأتي رسول الله (صلى الله عليه وسلم) ويجالسه ويظهر الإسلام ويقول: إني لأحبك ويحلف بالله على ذلك وكان رسول الله (صلى الله عليه وسلم) يدني مجلسه وكان الأخنس منافقاً فنزل فيه, ومن الناس من يعجبك قوله, أي يروقك وتستحسنه ويعظم في قلبك في الحياة الدنيا. (تفسیر خازن ص144)

☼ علامہ بغوی رحمہ اللہ (م516) اس آیت کی تفسیر میں بالکل یہی الفاظ ارشاد فرماتے ہیں۔ (دیکھیے: تفسیر بغوی ص179)

☼ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وهو الأخنس بن شريق كان منافقا حلو الكلام للنبي صلى الله عليه و سلم يحلف أنه مؤمن به ومحب له فيدني مجلسه فأكذبه الله في ذلك. (تفسیر جلالین ص30)

☼ علامہ نسفی رحمہ اللہ اس آیت کے تفسیر میں لکھتے ہیں:

{وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا} يروقك ويعظم في قلبك. (تفسیر نفسی ص115)

احادیث مبارکہ اور نفی علم غیب

حدیث نمبر 1:

عن جابر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول قبل أن یموت بشھر تسألونی عن الساعۃ ؟ وإنما علمھا عند اللہ۔

(مشکاۃ المصابیح: باب قرب الساعۃ)

1: ملا علی القاری (م1014) اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

وھمزۃ الإنکار مقدرۃ أی أتسألونی (عن الساعۃ) أی القیامۃ وھی النفخۃ الأولی أو الثانیۃ (وإنما علمھا عند اللہ) أی لا یعلمھا إلا ھو۔(مرقاۃ المفاتیح: باب قرب الساعۃ)

2: شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

گفت جابر شنیدم آنحضرت را فرمود پیش از رحلت خود بیک ماہ (تسألوني عن الساعة؟) می پرسید مرا از وقت قیام قیامت (وإنما علمها عند الله) و نیست علم به تعیین وقت آں مگر ترو خداوند یعنی از وقوع قیامت کبریٰ پرسید آں خود معلوم من نیست و آنرجز خدائے تعالیٰ نداند•(اشعۃ اللمعات: ج4ص377)

حدیث نمبر 2:

وعن جابر قال مرفوعاً: قال: لعلی لا أراکم بعد عامی ھذا. (مشکاۃ المصابیح: ج1ص23)

کہ شائد میں آئندہ سال تمہیں نہ دیکھ سکوں۔

حدیث نمبر 3:

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ السَّاعَةِ فَقَالَ { عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ } وَلَكِنْ أُخْبِرُكُمْ بِمَشَارِيطِهَا وَمَا يَكُونُ بَيْنَ يَدَيْهَا إِنَّ بَيْنَ يَدَيْهَا فِتْنَةً وَهَرْجًا۔

(مسند احمد: ج5ص389، تفسیر ابن کثیر: ص248)

حدیث نمبر 4:

عن أبی موسی الأشعری قال: سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الساعۃ وأنا شاھد فقال لا یعلمھا إلا اللہ ولا یجلیھا لوقتھا إلا ھو ولکن سأخبرکم بمشاریطھا ما بین یدیھا من الفتن والھرج۔

(رواہ الطبرانی بحوالہ الدر المنثور: ج3ص274)

حدیث نمبر 5:

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لقیت لیلۃ أسری بی إبراھیم وموسی وعیسی علیھم السلام فتذاکروا أمر الساعۃ فردوا أمرھم إلی إبراھیم فقال لا علم لی بھا فردوا أمرھم إلی موسی فقال: لا علم لی بھا فردوا أمرھم إلی عیسی فقال: أما وجبتھا فلا یعلم بھا أحد إلا اللہ تعالی۔ (تفسیر الدر المنثور: ج4ص280)

اور امام حاکم کی روایت میں یوں ہے:

فقال عیسی: عھد اللہ إلی فیما دون وجبتھا فلا نعلمھا۔(مستدرک الحاکم: ج4ص488)

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ اس حدیث کو امام احمد کی سند سے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

فهؤلاء أكابر أولى العزم من المرسلين، ليس عندهم علم بوقت الساعة على التعيين۔

(تفسیر ابن کثیر: ج4ص115)

اشکال:

یہ جو انبیاء علیہم السلام نے ایک دوسرے پر ڈالا وہ اس لیے تھا کہ راز فاش نہ ہو۔

جواب:

روایات میں صاف آ رہا ہے کہ ہم نہیں جانتے، ان کے پاس وقت مقررہ کا علم نہیں تو یہ بات کیسے نکل آئی کہ وہ راز فاش نہیں کرنا چاہتے۔ یہ تحریف فی معنی الحدیث ہے۔

حدیث نمبر6:

عن الشعبی قال: لقی عیسی جبریل فقال: السلام علیك یا روح الله قال: وعلیك یا روح الله قال: یا جبریل متی الساعة فانتفض جبریل فی أجنحته ثم قال: ما المسؤول عنها بأعلم من السائل ثقلت فی السموات والأرض لا تأتیکم إلا بغتة۔ (تفسیر الدر المنثور: ج3ص274)

حدیث نمبر7:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللّٰهُ لَا يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ إِلَّا اللّٰهُ وَلَا يَعْلَمُ مَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ إِلَّا اللّٰهُ وَلَا يَعْلَمُ مَتَى يَأْتِي الْمَطَرُ أَحَدٌ إِلَّا اللّٰهُ وَلَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ وَلَا يَعْلَمُ مَتَى تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا اللّٰهُ۔ (صحیح البخاری: تفسیر سورۃ الرعد)

حدیث نمبر8:

عن سلمة بن الأكوع رضی الله تعالى عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم فی قبة حمراء اذ جاء رجل على فرس فقال: من أنت قال أنا رسول الله قال: متى الساعة قال: غيب وما يعلم الغيب إلا الله قال: ما فی بطن فرسی قال: غيب وما يعلم الغيب إلا الله: فمتى تمطر قال: غيب وما يعلم الغيب إلا الله۔ (الدر المنثور: ج5ص326)

حدیث نمبر9:

عن الربيع بنت معوذ رضی الله تعالى عنها قالت: دخل على رسول الله صلى الله عليه وسلم صبيحة عرسی وعندی جاريتان تغنيان وتقولان: وفينا نبی يعلم ما فی غد فقال: أما هذا فلا تقولاه لا يعلم ما فی غد إلا الله۔

(الدر المنثور: ج5ص326)

حدیث نمبر10:

عن أبی هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أتى المقبرة فقال * السلام عليكم دار قوم مؤمنين وإنا إن شاء الله بكم لاحقون وددت أنا قد رأينا إخواننا قالوا أولسنا إخوانك يا رسول الله قال أنتم أصحابی وإخواننا الذين لم يأتوا بعد فقالوا كيف تعرف من لم يأت بعد من أمتك يا رسول الله فقال أرأيت لو أن رجلا له خيل غر محجلة بين ظهری خيل دهم بهم ألا يعرف خيله قالوا بلى يا رسول الله قال فإنهم يأتون غرا محجلين من الوضوء وأنا فرطهم على الحوض ألا ليذادن رجال عن حوضی كما يذاد البعير الضال أناديهم ألا هلم فيقال إنهم قد بدلوا بعدك فأقول سحقا سحقا۔ (صحیح مسلم: باب استحباب إطالة الغرة والتحجيل في الوضوء)

حدیث نمبر 11:

عن حذیفۃ رضی اللہ عنہ قال : کنا جلوسا عند النبی صلی اللہ علیہ و سلم فقال إنی لا أدری ما بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی وأشار إلی أبی بکر و عمر۔ (جامع الترمذی: ج2 ص207، مشکاۃ: ج2 ص560، ابن ماجۃ: ص60)

حدیث نمبر 12:

(حدیث میں ہے) قیامت کے دن اللہ مجھے ایسی تعریفیں الہام کرے گا جو مجھے معلوم نہیں۔ (صحیح البخاری: ج2 ص118)

حدیث نمبر 13:

فتحِ خیبر کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو دعوت میں ایک یہودیہ عورت نے زہر دیا۔ کچھ اثرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر چلے گئے۔ بہر حال کھانے نے بول کر بتا دیا کہ مجھ میں زہر ہے۔ آپ نے ساتھیوں کو روک دیا۔ ایک صحابی بشر بن براء نے کچھ کھالیا تو ان کی وفات واقع ہو گئی۔ (مشکاۃ: ج2 ص542)

دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے وقت فرمایا: میں زہر کے علاوہ کوئی اور سبب نہیں سمجھتا، اس وقت میری رگِ جان کٹتی معلوم ہوتی ہے۔ (مستدرک الحاکم: ج3 ص219)

حدیث نمبر 14:

ایک آدمی نے آپ کے گھر میں سوراخ سے اندر جھانکا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تو دیکھ رہا ہے تو میں ضرور تیری آنکھ میں چونکا مارتا۔ (صحیح البخاری: ج2 ص922، صحیح مسلم: ج2 ص213)

حدیث نمبر 15:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے دن کہا جائے گا:

انك لا تدری ما احدثوا بعدك۔ (صحیح البخاری: ج2 ص966)

حدیث نمبر 16:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں گھر کی طرف جاتا ہوں اور بستر پر کھجور پڑی ہوئی پاتا ہوں، اس لیے رکھ دیتا ہوں کہ کہیں صدقہ کی نہ ہو۔ (صحیح البخاری، صحیح مسلم، مشکاۃ المصابیح)

حدیث نمبر 17:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے معلوم نہیں ہے کہ یہ (گوہ) ان امتوں میں سے ہے جو مسخ کی گئی ہیں۔ (صحیح مسلم: ج2 ص151)

حدیث نمبر 18:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے بارے میں فرمایا:

ما المسئول عنہا باعلم من السائل۔ (صحیح البخاری، صحیح مسلم، مشکاۃ المصابیح)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور نفی علم غیب

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما:

هذه الخمسة لا يعلمها ملك مقرب ولا نبي مصطفى فمن ادعى أنه يعلم شيئاً من هذه الأمور فإنه كفر بالقرآن لأنه خالفه۔ (تفسیر الخازن: ج3 ص475)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا:

وَمَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ فَقَدْ كَذَبَ ثُمَّ قَرَأَتْ {وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا}۔

(صحیح البخاری: ج2 ص720)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ:

أوتي نبيكم صلى الله عليه وسلم علم كل شيء سوى هذه الخمس۔ (فتح الباری: ج8 ص653)

حضرات فقہاء کرام اور نفی علم غیب

1: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ

ورأى المنصور في منامة صورة ملك الموت وسأله عن مدة عمره فأشار بأصابعه الخمس فعبرها المعبرون بخمس سنوات وبخمسة أشهر وبخمسة أيام فقال أبو حنيفة رضي الله عنه: هو إشارة إلى هذه الآية، فإن هذه العلوم الخمسة لا يعلمها إلا الله۔ (تفسیر المدارک: ج2 ص324)

2: امام قتادہ بن دعامہ رحمہ اللہ

أشياء استأثر الله بهن، فلم يُطلع عليهن مَلَكا مقربًا، ولا نبيا مرسلا {إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ}، فلا يدري أحد من الناس متى تقوم الساعة، في أي سنة أو في أي شهر، أو ليل أو نهار، {وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ}، فلا يعلم أحد متى ينزل الغيث، ليلا أو نهارًا، {وَيَعْلَمُ مَا فِي الأَرْحَامِ}، فلا يعلم أحد ما في الأرحام، أذكر أم أنثى، أحمر أو أسود، وما هو، {وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا}، أخير أم شر، ولا تدري يا ابن آدم متى تموت؟ لعلك الميت غدا، لعلك المصاب غدا۔ (تفسیر ابن کثیر: ج5 ص124)

3: امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ

مَا كَانَ فِي الْقُرْآنِ {مَا أَدْرَاكَ} فَقَدْ أَعْلَمَهُ وَمَا قَالَ {وَمَا يُدْرِيكَ} فَإِنَّهُ لَمْ يُعْلِمْهُ۔ (صحیح البخاری: ج1 ص270)

4: امام شافعی رحمہ اللہ

ان الله استأثر بعلم الغيب۔ (کتاب الام: ج2 ص203)

5: امام مجاہد بن جبر

وهي (3) مفاتيح الغيب التي قال الله تعالى: {وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لا يَعْلَمُهَا إِلا هُوَ}۔ (تفسیر ابن کثیر: ج5 ص124)

6: حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ

الروح استأثر الله تعالى بعلمه ولم يطلع عليه أحدا من خلقه۔ (فتح الباری: ج8 ص513)

فتاویٰ جات فقہاء کرام اور نفی علم غیب

[1]: امام حسن بن منصور المعروف بقاضی خان فرماتے ہیں:

رجل تزوج امراة بغير شهود فقال الرجل والمراة خدارا وپيغمبر راه گواه كرديم قالوا يكون كفر لانه اعتقد ان الرسول صلى الله عليه و سلم يعلم الغيب وهو ما كان لعلم الغيب حين كان فى الاحياء فكيف بعد الموت.

(فتاوی قاضی خان ج4ص469،468)

[2]: علامہ عبد الرشید ابو الفتح ظہیر الدین الولوالجی الحنفی تحریر فرماتے ہیں:

تزوج امراة و لم يطهر شاهد فقال: تزوجتك بشهادة الله و رسوله كفر لانه يعتقد ان النبى صلى الله عليه و سلم يعلم الغيب اذ لا شهادة لمن لا علم له به و من اعتقد هذا كفر. (فتاویٰ ولوالجیہ بحوالہ ازالۃ الریب)

[3]: ابو حنیفہ ثانی علامہ ابن نجیم المصری رقمطراز ہیں:

وفى الْخَانِيَّةِ وَالْخُلَاصَةِ لو تَزَوَّجَ بِشَهَادَةِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ لَا يَنْعَقِدُ وَيَكْفُرُ لِاعْتِقَادِهِ أَنَّ النبى يَعْلَمُ الْغَيْبَ.

(البحر الرائق: ج2ص155 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

[4]: فتاویٰ عالمگیری میں موجود ہے:

رَجُلٌ تَزَوَّجَ امْرَأَةً ولم يَحْضُرْ الشُّهُودُ قال خدايرا وَرَسُول را كواه كردم أو قال خداى راوفرشتكان را كواه كردم كَفَرَ وَلَوْ قال فَشَتّه دَسَّتْ رَاسَتْ را كواه كردم وفرشته دَسَّتْ جُبْ را كواه كردم لَا يَكْفُرُ. (فتاویٰ عالمگیریہ: ج2ص288 قدیمی کتب خانہ)

[5]: علامہ ابن الہمام فرماتے ہیں:

علم المغيبات الا ما اعلمه الله تعالىٰ به احيانا و ذكر الحنفية تصريحا بالتكفير باعتقاد ان النبى صلى الله عليه و سلم يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالى قل لا يعلم من فى السموت والارض الغيب الاالله كذا فى المامرة.

(المسامرۃ شرح المسایرۃ فی العقائد: ص197، ص198)

[6]: ملا علی القاری فرماتے ہیں:

ثم اعلم ان الانبياء عليهم الصلاة و السلام لم يعلموا المغيبات من الاشياء الا ما اعلمهم الله تعالىٰ احيانا و ذكر الحنفية تصريحا بالتكفير باعتقاد ان النبى صلى الله عليه و سلم يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالى قل لا يعلم من فى السموت والارض الغيب الاالله كذا فى المامرة. (شرح فقہ اکبر ص151)

[7]: علامہ محمد بن محمد بن شہاب بن یوسف الکردری البزازی لکھتے ہیں:

تزوجها بشهادة الله و رسوله عليه الصلاة و السلام لا ينعقد و يخاف عليه الكفر لانه يوهم انه الصلاة و السلام يعلم الغيب. (فتاویٰ بزازیہ: ج1ص107، 108 قدیمی کتب خانہ)

[8]: امام عالم بن علائی الحنفی لکھتے ہیں:

تزوجها بشهادة الله و رسوله لا يجوز و عن شيخ الاسلام الامام ابى القاسم الصفار انه قال: يكفر من فعله هذا لانه اعتقد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم عالم الغيب. (فتاویٰ تاتارخانیہ: ج2ص453، 454 قدیمی کتب خانہ)

[9]: قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں:

اگر کسے بدون شہود نکاح کرد و گفت خدا و رسول گواہ کردم یا فرشتہ را گواہ کردم کافر شود۔

(مالابد منہ: 176)

نیز ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

اگر کوئی کہے خدا اور رسول اس پر گواہ ہیں وہ کافر ہو جاتا ہے۔ (ارشاد الطالبین: ص20)

[10]: ملا علی القاری لکھتے ہیں:

ومن اعتقد تسویۃ علم اللہ ورسولہ یکفر اجماعا کما لا یخفیٰ۔

(الموضوعات الکبیر: ص162 بحث حرف الیاء آخر الحروف فصل 13)

[11]: علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

تزوج بشھادۃ اللہ ورسولہ لم یجز بل قیل یکفر (قیل یکفر) لأنہ اعتقد أن رسول اللہ عالم الغیب۔

(رد المحتار علی الدر المختار: ص106 کتاب النکاح)

[12]: خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے:

رجل تزوج ولم یحضر شاھدا فقال خدائرا و رسول خدائرا گواہ کردم و فرشتگانرا گواہ کردم یکفر فی الفتاویٰ لأنہ یعتقد أن الرسول والملک عالم الغیب۔ (ج4ص385 کتاب الحظر والاباحۃ)

[13]: علامہ عبد الحئ لکھنوی لکھتے ہیں:

در فتاویٰ می نویسند: تزوجھا بلا شھود و قال خدائی و رسول خداو فرشتگان را گواہ کردم یکفر لانہ اعتقد ان الرسول والملک یعلمان الغیب۔ (مجموعۃ الفتاویٰ: ص331 کتاب الکراہیۃ)

مسئلہ علم غیب پر دلائل اہل بدعت اور ان کے جوابات

دلیل نمبر1:

قرآن پاک میں قرآن ہی کے متعلق ہے تبیانا لکل شیئ۔

یعنی ہر شے کا اس میں مفصل بیان ہے الخ

جواب نمبر1:

آپ کا استدلال درست نہیں کیونکہ یہ قطعی الدلالۃ نہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ لفظ کل ہمیشہ عام ہو کر استعمال نہیں ہوتا بلکہ خاص معنیٰ میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

جواب نمبر2:

اگر واقعۃ قرآن ہر شے کا بیان ہے تو فقہاء کرام کو اجماع و قیاس واجتہاد کی کیا ضرورت پیش آئی۔

جواب نمبر3:

قرآن مقدس میں ہے لم نقصص علیک۔

یعنی بعض انبیاء کے قصے ہم نے آپ کو بیان نہیں کیے۔ کیا وہ ہر شے سے خارج ہیں یا داخل ہیں اگر داخل ہیں تو قرآن کی بات درست نہیں رہتی اور یہ بات سچی ہے تو کل شے سے مراد ہر ایک شے کا علم نہیں۔ تو پھر کل شی عام نہ رہا اسی طرح علم شعر اور ملکہ شعر گوئی اور علم غیر نافع کے بارے میں ہم کہتے ہیں کہ یہ کل شے میں داخل ہیں یا نہیں اگر ہیں تو یہ علوم سرکار طیبہ ﷺ کی شان کے لائق نہیں اور اگر نہیں تو کل شیٔ عام نہ رہا بلکہ خاص ہو گیا۔

جواب نمبر4:

قرآن پاک میں علی کل جبل بھی ہے اور اس سے مراد چند پہاڑ ہیں نہ کہ سارے عالم کے۔

اوتیت من کل شئ بھی ہے اور اس سے مراد وہی سامان ہیں جو ان کے مناسب تھا۔ کیا ملکہ بلقیس کو نبوت ورسالت ملک سیلمان، مردانہ خصوصیات مثلا داڑھی وغیرہ مل گئی تھی؟

اگر نہیں تو آپ کا اصول ٹوٹ گیا کہ لفظ کل عام ہی ہوتا ہے۔

جواب نمبر5:

اب مطلب سنئے کہ کل شے کا اس آیت میں مطلب ہے کہ قرآن پاک میں امور دین کی ہر ایسی چیز کا بیان کر دیا گیا جسکی لوگوں کو حاجت پڑتی ہے دیکھئے تفاسیر

جواب نمبر6:

یہی دلیل شیعہ حضرات نے اصول کافی ص140 پر ائمہ کے علم ماکان ومایکون جاننے پر دی ہے تو پتہ چلا عقیدہ بھی انہی سے لیا دلائل بھی انہی سے۔

دلیل نمبر2:

وعلم آدم الاسمآء کلھا ۔القرآن. جب آدم علیہ السلام کو تمام ناموں اور ہر شے کا علم دیا تو سرکار طیبہ ﷺ کو بطریق اولی ملا ہوگا۔

جواب نمبر1:

عقائد قیاس سے ثابت نہیں ہوتے۔

جواب نمبر2:

دلیل قطعی الدلالۃ نہیں کیونکہ ناموں کی بات ہے نہ کہ ہر ہر ذرے کا علم۔

جواب نمبر3:

اگر سیدنا آدم علیہ السلام کو علم غیب مل چکا ہوتا شیطان کیسے آپ کو پھسلاتا۔

جواب نمبر4:

صاف مطلب یہ ہے کہ آپ کو ہر شے کے نام بتلا دیے گئے۔

دلیل نمبر3:

عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا ۔القرآن ۔

اللہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے پسندیدہ رسولوں کے۔ تو معلوم ہوا کہ سب علم عطا فرما دیا۔

جواب نمبر1:

یہ قطعی الدلالۃ نہیں۔

جواب نمبر2:

یہ آیت مکی ہے جب کہ آپ کے نزدیک ہر شے کا علم تو نزول قرآن پر مکمل ہوا دلیل پہلے کی دعوی بعد کا۔

جواب نمبر3:

اسی آیت سے پہلے والی آیت میں علم قیامت سے سرکار طیبہ ﷺ نفی فرمارہے تو یہ عموم آپ کا قرآن نے ہی توڑ دیا ہے۔

جواب نمبر4:

اس سے مراد بعض غیب کی خبریں ہیں جس سے اہل السنۃ کو انکار نہیں۔

دلیل نمبر4:

وما ھو علی الغیب بضنین۔ (القرآن)

آپ غیب بتانے پر بخیل نہیں۔ معلوم ہوا کہ تمام غیب ہی جانتے ہیں۔

جواب نمبر1:

یہ آپ کے دعوی پر قطعی الدلالۃ نہیں ہے۔

جواب نمبر2:

یہ آیت مکی ہے جو کہ آپ کے دعوی پر دلیل نہیں بن سکتی۔

جواب نمبر3:

بعض مفسرین نے ھو سے مراد قرآن لیا ہے دیکھیے تفسیر عزیزی، تفسیر حقانی۔ تو قطعی الدلالۃ نہیں لہذا اس مسئلہ میں مفید نہیں۔

جواب نمبر4:

ابن کثیر میں ہے کہ اللہ تعالی نے قرآن نبی پاک ﷺ پر اتارا آپ اس قرآن کے سنانے پر بخل نہیں کرتے تھے۔

جواب نمبر5:

مقصد یہ ہے کہ جو اللہ تعالی نے آپ کو علم دیا آپ نے نہیں چھپایا بلکہ امت کو بتلا دیا ہے اور یہ علم وہی ہے جو آپکی شان کے لائق ہے۔

جواب نمبر6:

بضنین کو بعض نے بظنین بھی پڑھا ہے جسکا معنی تفسیر عزیزی میں ہے اے لوگوں جب نبی پاک ﷺ پر تم چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھوٹ کی تہمت نہیں لگا سکتے تو اتنی بڑی بات وحی غیب یعنی نبوت پر کس طرح جھوٹ کی تہمت لگاتے ہو۔ معلوم ہوا کہ یہ بریلوی دعوی کیلئے قطعی الدلالۃ نہیں ہے اس لیے مفید نہیں۔

دلیل نمبر5:

وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ۔القرآن۔

یعنی اللہ تعالی اپنے رسولوں کو غیب پر مطلع کرتا ہے۔

جواب نمبر1:

یہ آپ پر غزوہ احد میں نازل ہوئی اور آپ کا دعوی کلی کا، وفات سے کچھ پہلے پر ہے تو پہلے 3 ھجری میں دعوی کیسے ثابت کر رہے ہو۔

جواب نمبر2:

اس سے مفسرین نے بعض غیب کی بات کی ہے نہ کہ کلی وجمیع کی، اس سے بھی تمہارا دعوی ثابت نہیں ہوا۔

جواب نمبر 3:

یہ اطلاع علی الغیب ہے اس پر جھگڑا ہی نہیں۔ جھگڑا تو علم غیب پر ہے۔

دلیل نمبر 6:

وعلمك ما لم تكن تعلم ۔القرآن۔

ما عام ہے وہی ہے جو لہ ما فی السموت وما فی الارض میں ہے۔

جوب نمبر 1:

یہ آیت تو 4 ہجری میں نازل ہوئی جو آپ کے دعوی کیلئے مفید نہیں۔ کما مر

جواب نمبر 2:

اگر ما عام ہے تو یعلمکم مالم تکونوا تعلمون میں بھی عام ہوا۔ پھر تو سب صحابہ کرام اور آپ ﷺ کو علم برابر ہوا۔ اور عام لوگوں کو بھی فرمایا۔ وعلمکم مالم تعلموا انتم ولا آباؤ کم۔ پھر تو سب ہی نبی پاک ﷺ کے برابر علم والے جا ٹھہرے۔

اگر ما وہی ہے جو لہ ما فی السموت میں ہے تو پھر تم نے سرکار طیبہ ﷺ برابر کر دیا خدا کے۔ حالانکہ خدا کی مثال تو لانی ہی نہیں چاہیئے مخلوق کیلیۓ۔

جواب نمبر 3:

بعضوں نے اس سے مراد علم غیب لیا ہے مگر قیل کے ساتھ جو ضعیف کی طرف اشارہ ہے۔

جواب نمبر 4:

اس سے مراد قرآن و سنت کا علم اور بعض امور غیبہ اور مخفی کئی اشیاء کا آپ علیہ السلام کو علم عطا کیا گیا۔ تو اس سے آپ کا دعوی ثابت نہیں۔

جواب نمبر 5:

اس آیت کی مختلف تفسریں ہیں جو اس بات کی دلیل ہیں کہ قطعی الدلالۃ نہیں۔

دلیل نمبر 7:

علمه البيان ۔القرآن ۔

آپ کو ماکان و ما یکون کا علم دیا۔

جواب نمبر 1:

اول تو یہ قطعی الدلالۃ نہیں۔

جواب نمبر 2:

یہ آیت مکی ہے جو آپ کو مفید نہیں۔ کما مر

جواب نمبر 3:

کئی حضرات نے جنس انسان مراد لیے ہیں نہ کہ نبی پاک ﷺ ہی مراد لیے ہیں جیسے جلالین وغیرہ

جواب نمبر 4:

اگر آپ کی بات درست ہو تو تب بھی مراد اس میں سے جمیع ماکان وما یکون نہیں۔ بلکہ آپ علیہ السلام نے ہونے والی اور گذری ہوئی اخبار وواقعات میں سے کتنوں کو بیان کیا ہے۔ مگر بریلوی مسلک اس سے ثابت نہیں ہوتا۔

جواب نمبر 5:

بریلوی مسلک کے معتمد علیہ بزرگ مولانا کرم دین دبیر فرماتے ہیں: علم ماکان وما یکون خاصہ ذات باری تعالی ہے۔
(آفتاب ہدایت ص185)

دلیل نمبر 8:

قام فینا رسول اللہ ﷺ مقاما ماترک شیاء یکون فی مقامہ ذلك الی قیام الساعة الا حدث بہ۔ (متفق علیہ)

یعنی آپ علیہ السلام نے ایک مرتبہ ہم میں کھڑے ہو کر قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا سب بیان کر دیا کسی کو نہیں چھوڑا۔

ایک روایت یوں بھی ہے:

فاخبرنا بما هو کائن الی یوم القیامة۔ (مسلم شریف)

یعنی جو کچھ قیامت تک ہونے والا تھا سب بیان فرمادیا۔

جواب نمبر 1:

یہ خبر واحد ہیں جو کہ عقیدہ کے اثبات میں مفید نہیں۔

جواب نمبر 2:

سیدنا حذیفہؓ سے پہلی روایت مروی ہے اور دوسری روایت کے الفاظ جیسی مسلم شریف میں ہے:

فاخبرنی رسول اللہ ﷺ بما هو کائن الی ان تقوم الساعة۔

اور وہ خود ہی اس کی وضاحت فرماتے ہیں کہ میں نے سرکار ﷺ سے کوئی ایسی بات نہیں جو نہ پوچھی ہو یعنی جو باتیں وہ پوچھتے رہے آپ بتاتے رہے تو معلوم ہوا کہ اس سے مراد وہی باتیں ہیں جو انہوں نے سرکار طیبہ ﷺ سے پوچھیں تھیں اور وہ تھیں کیا؟ اسی روایت کے آخر سے پتہ چلتا ہے کہ وہ فتنوں کے بارے میں تھیں۔ کیونکہ سیدنا حذیفہؓ فرماتے ہیں: میں وہ فتنہ نہیں پوچھ سکا جو اہل مدینہ کو مدینہ سے نکال دے گا۔

پتہ چلتا ہے کہ وہ گفتگو فتنوں کے بارے میں تھی۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان فتنوں کی بھی کئی باتیں بیان نہیں فرمائی۔

جواب نمبر 3:

علامہ ابن خلدون کہتے ہیں ان جیسی سب احادیث کا مطلب یہ کہ فتنوں اور علامات قیامت کو بیان کرتی ہیں۔ (مقدمہ ص333)

جواب نمبر 4:

کیا بریلوی حضرات کا ضمیر گوارا کرتا ہے کہ نبی پاک علیہ السلام نے ہر زمانے کے انسانوں کی تعداد، کافروں مسلمانوں، حیوانوں، جانوروں، چرند، پرند، کیڑے، مکوڑے، سب کی گنتی، تفصیل، مکمل حالات بتائے ہوں۔

جواب نمبر 5:

ان احادیث کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ آپ علیہ السلام نے امور دین، کلیات دین اہم فتنے کئی واقعات وغیرہا بیان فرمائے ہوں اس سے بریلویوں کا دعوی ثابت نہیں۔

جواب نمبر6:

ملا علی قاری فرماتے ہیں مراد دینی باتیں اور وہ باتیں ہیں جو ضروری ہیں۔(مرقاۃ)

دلیل نمبر9:

رب تبارک وتعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی پشت پر دست قدرت رکھا تو آپ فرماتے ہیں:

فتجلی لی کل شیء۔

مجھ پر ہر شے روشن ہوگئی۔

جواب نمبر1:

یہ خبر واحد ہے جو عقائد میں مفید نہیں۔

جواب نمبر2:

جتنے وقت تک آپ کی پشت مبارک پر دست قدرت رہا ہر شے آپ اجمالی صورت میں منکشف ہوگئی جب دست اٹھا کیا گیا تو وہ کیفیت بھی جاتی رہی۔

جواب نمبر3:

کیا خدا تعالیٰ کی حقیقت بھی آپ پر منکشف ہوگئی اگر نہیں تو عموم ٹوٹ گیا اگر ہاں تو اس پر دلیل چاہیے۔

جواب نمبر4:

روایت کے آخر میں ہے: فعلمت ما فی السموت والارض۔

وہ اشیاء جو آسمانوں اور زمینوں سے وراء ہیں وہ بھی اس سے خارج ہوگئی ہیں۔اور لفظ "ما" پر بحث پیچھے ہم کر چکے ہیں اور لفظ "کل" پر بھی پیچھے بحث ہو چکی ہے۔

دلیل نمبر10:

ان اللہ رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ما ھو کائن فیھا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہ۔

یعنی میں دنیا کو اور جو کچھ اس میں ہونے والا ہے اسے ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو۔

جواب نمبر1:

یہ روایت صحیح نہیں۔اسکی سند میں ضعف ہے۔(تفصیل کیلئے دیکھیے ازالۃ الریب 535)

جواب نمبر2:

خبر واحد سے یہ عقیدہ ثابت نہیں ہو سکتا۔

جواب نمبر3:

یہ قطعی الدلالۃ بھی نہیں کیونکہ "ما" عموم اور خصوص دونوں کیلئے ہو سکتا ہے۔

رد علمِ غیب پر کچھ دلائل بریلوی اکابر کے قلم سے

[1]: مفتی احمد یار نعیمی لکھتے ہیں:

جو علم عطاء ہو وہ غیب ہی نہیں کہا جاتا غیب صرف ذاتی کو کہتے ہیں۔(جاء الحق ص97)

معلوم ہوا کہ علم غیب صرف خدا کے علم کو کہیں گے۔

[2]: پیر مہر علی شاہ صاحب لکھتے ہیں:

وہ خبر جو پیغمبر ﷺ دیتے ہیں وہ یا تو بذریعہ وحی حاصل ہوتی ہے یا اللہ تعالی اس کا علم ضروری نبی کے اندر پیدا فرمادیتے ہیں یا نبی کی حس پر حوادث کا انکشاف فرمادیتے ہیں تو یہ علم غیب میں داخل نہیں۔(اعلاء کلمۃ اللہ ص114)

[3]: مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی لکھتے ہیں:

علم غیب خدا کی سوا کوئی نہیں جانتا اور رسول وہی غیب جانتے ہیں جو اللہ بتائے۔(جاء الحق ص122)

[4]: بریلوی علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں: اللہ تعالی کے غیر کیلئے علم غِیب کا اطلاق کرنا اس لیے جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ علم کا تعلق ابتداء ہے تو یہ قرآن مجید کے خلاف ہو جائے گا لیکن جب اس کو مقید کیا جائے اور یوں کہا جائے کہ اسکو اللہ تعالی نے غیب کی خبر دی ہے یا اس کو غیب پر مطلع فرمایا تو پھر اسمیں کوئی حرج نہیں۔(نعمۃ الباری ج1 ص273)

موصوف ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: علامہ نووی، علامہ کرمانی، علامہ عسقلانی، علامہ عینیؒ، اور دیگر علماء نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ نبی ﷺ جو بہ تقاضا بشریت غیب کا علم نہیں تھا۔(شرح مسلم م5 ص108)

[6]: مولانا عبد الحی لکھنویؒ (جن کو بریلوی اکابر اپنا عالم کہتے ہیں دیکھئے تنبیہات ص124) لکھتے ہیں:

علم غیب صفت مختصہ ہے اللہ تعالی کی جیسا کہ کتب عقائد میں تصریح موجود ہے۔(مجموعۃ الفتاوی ج1 ص146 ایچ ایم سعید)

[7]: عبد الحکیم شرف قادری لکھتے ہیں:

بغیر کسی شک وشبہ کے ہمارا پختہ عقیدہ یہ ہے کہ غیب کا علم اللہ کے ساتھ خاص ہے نبی اکرم ﷺ یا کسی دوسری مقبول ہستی کی زبان پر جس غیب کا اظہار ہوا ہے یا تو وحی کے ذریعے ہے یا الہام سے نبی اکرم ﷺ نے غیب کی جتنی خبریں دی ہیں وہ اللہ تعالی کے بتانے سے اور آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی نبوت ورسالت کے طور پر ظاہر ہوتی ہیں۔

(اسلامی عقائد ص113 مصدقہ، شاہ احمد نورانی، عبد القیوم ہزاروی، عبد الستار نیازی، سید احمد رضوی)

قال الله عزوجل

آتيناه رحمة من عندنا

الجزء الاول من كتاب

التفهيمات الالهية

تاليف

حجة الاسلام الشيخ قطب الدين احمد المدعو بالشاه ولي الله المحدث الدهلوي
(المتوفى ١١٧٦هـ)
صاحب "الفوز الكبير" و"البدور البازغة" و"الخير الكثير" وغيرها

سلسلة مطبوعات المجلس العلمي ڈابھیل (سورت) رقم (١٠)

طبع في
مدینہ برقی پریس بجنور (یوپی)
١٣٥٥هـ
١٩٣٦م

الى ربه تعالى مع قطع النظر عن سائر الامور،

ثم قول القائل ليس له صلى الله عليه وسلم كمال منتظر بل الكمالات جميعها حاصلة له صلى الله عليه وسلم ان بحثناه من حيث العلم الظاهر، قلنا الكمال صفة يمدح بها صاحبه وكم من صفة دلت صحاح الاحاديث على انها انما يحصل له يوم القيمة كالشفاعة والحمد بالوجه الذى ورد في الحديث وما وعد الله له في الجنة من النعيم ولا شبهة انها كمالات وانها ليست حاصلة بالفعل بل وعد بها فان استدل بانه لو لم يكن له شيء مما يمكن ان يكون له لزم النقص قلنا النقص المنفي هو ان يتصف بالذنوب والعيوب كيف وقد اكمل الله له دينه وفتح له فتحا مبينا في اخر امره مع انه لم يتصف بالنقص لا قبل هذا ولا بعده كيف والانبياء عليهم السلام فضل الله بعضهم على بعض فالفاضل لا محالة له كمال يختص به ليس في المفضول وليس المفضول بناقص ثم ليعلم انه يجب ان ينفى عنهم صفات الواجب جل مجده من العلم بالغيب والقدرة على خلق العالم الى غير ذلك وليس ذلك بنقص وثبت اتصاف الانبياء عليهم السلام بالجوع والظمأ والفقر والحاجات وامثالها وليس ذلك بنقص وعدم اتصافه صلى الله عليه وسلم بصفات يمدح بها الناس في بعض امورهم لثبوت ما هو اشرف وافضل منها كالخط والشعر وما يناسب ذلك ليس بنقص وبالجملة فليس معنى النقص فقد كمال يستعد له فيما يأتي او هو من شأن صنفه او نوعه القريب او جنسه البعيد او الموجود الاعم من الواجب والممكن بل ما يعاب به شرعا او عرفا،

وان استدل بقوله تعالى اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي قلنا اكمال الدين ان لا ينسخ بعد ذلك حكم ولا يزاد فيه شيء ومعنى اتمام النعمة تشريفهم وتفضيلهم على من سواهم على طريقة قوله تعالى في قصة يوسف عليه السلام ويتم نعمته عليك

اشعۃ اللمعات

مشکٰوۃ

تصنیف شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ

رواه ابوداود [illegible] والترمذی والنسائی [illegible]

[illegible] والترمذی [illegible] الصلوة [illegible]

[illegible]

۷۸۶
۹۲

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا

الحمد للہ کہ کتاب لاجواب نافع شیخ وشاب مفید عاقل موقظ غافل
مسمّٰی بہ

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ

المعروف

فیصلہ مسائل

(جلد اول)

اضافات جدیدہ و ضمیمہ عجیبہ کے ساتھ
جس میں موجودہ زمانہ کے عام مختلف فیہ مسائل کا نہائیت محققانہ مدلل فیصلہ کر دیا گیا ہے

مصنفہ
حضرت حکیم الامت مولٰنا المفتی الحاج احمد یار خاں صاحب اوجھانوی بدایونی مدظلہ
سرپرست مدرسہ غوثیہ گجرات پاکستان

باھتمام
محمد اقتدار خاں عرف مصطفٰے میاں
ناشر:- مفتی اقتدار احمد خان مالک نعیمی کتب خانہ گجرات

ہے۔ نہیں بلکہ جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مشورے ہوں وہ شیطانی ہیں ایسے ہی یہ ہے اور جس قیاس کی برائیاں آئی ہیں۔ وہ وہ قیاس ہے جو حکم خدا کے مقابلہ میں کیا جائے جیسا کہ شیطان نے حکم سجدہ پاکر قیاس کیا اور حکم الٰہی کو رد کر دیا یہ کفر ہے۔ غیر مقلدیہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن فرماتا ہے اِنَّمَا اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰى اِلَيَّ اِنَّمَا حصر کے لیئے ہے جس سے معلوم ہوا کہ سوائے وحی کے اور کسی چیز کی پیروی نہ کی جائے نہ اجماع کی نہ قیاس کی صرف قرآن وحدیث کی پیروی ہو مگر انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اجماع وقیاس پر عمل بھی قرآن وحدیث پر ہی عمل ہے کہ قیاس مظہر ہے۔

آخر میں میں منکرین قیاس سے دریافت کرتا ہوں کہ جن چیزوں کی تصریح قرآن وحدیث میں نہ ملے یا بظاہر احادیث میں تعارض واقع ہو وہاں کیا کروگے؟ مثلاً ہوائی جہاز میں نماز پڑھنا کیسی ہے؟ اسی طرح اگر جمعہ کی نماز میں رکعت اول میں جماعت تھی۔ رکعت دوم میں جماعت پیچھے سے بھاگ گئی اب ظہر پڑھیں یا جمعہ؟ اسی طرح دیگر مسائل قیاسیہ میں کیا جواب ہوگا؟ اس لیئے بہتر ہے کہ کسی امام کا دامن پکڑلو۔ اللہ توفیق دے۔

بحثِ علمِ غیب

اس میں ایک مقدمہ ہے اور دو باب اور ایک خاتمہ بفضلہ وکرمہ

مقدّمہ

اس میں چند فصلیں ہیں

پہلی فصل

غیب کی تعریف اور اس کے اقسام کے بیان میں

غیب وہ چھپی ہوئی چیز ہے۔ جس کو انسان نہ تو آنکھ ناک کان وغیرہ حواس سے محسوس کرسکے اور نہ بلا دلیل بداہتہً عقل میں آسکے لہذا پنجاب والے کے لیئے بمبئی غیب نہیں۔ کیونکہ وہ یا تو آنکھ سے دیکھ آیا ہے یا سن کر کہہ رہا ہے کہ بمبئی ایک شہر ہے۔ یہ حواس سے علم ہوا۔ اسی طرح کھانوں کی لذتیں اور ان کی خوشبو وغیرہ غیب نہیں کیونکہ یہ

سے محسوس ہوتی ہے۔ تو رنگت زبان وکان کے لیئے غیب ہے اور بو آنکھ کے لیئے غیب اگر کوئی اللہ کا بندہ بو اور لذت کو ان کی شکلوں میں آنکھ سے دیکھ لے وہ بھی علم غیب اضافی ہے جیسے اعمال قیامت میں مختلف شکلوں میں نظر آئیں گے۔ اگر کوئی ان شکلوں میں یہاں دیکھ لے تو یہ بھی علم غیب ہے۔ حضور غوث پاک فرماتے ہیں۔

وَمَا مِنْهَا شُهُوْرٌ اَوْ دُهُوْرٌ | تَمُرُّ وَتَنْقَضِيْ اِلَّا اَتَالِيْ

کوئی مہینہ اور کوئی زمانہ عالم میں نہیں گزرتا مگر وہ ہمارے پاس ہو کر اجازت لے کر گزرتا ہے۔

اسی طرح جو چیز فی الحال موجود نہ ہونے یا بہت دور ہونے یا اندھیرے میں ہونے کی وجہ سے نظر نہ آسکے وہ بھی غیب ہے اور اس کا جاننا علم غیب ہے جیسے حضور علیہ السلام نے آئندہ پیدا ہونے والی چیزوں کو ملاحظہ فرما لیا یا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہاوند میں حضرت ساریہ کو مدینہ پاک سے دیکھ لیا اور ان تک اپنی آواز پہنچادی۔ اسی طرح کوئی پنجاب میں بیٹھ کر مکہ معظمہ یا دیگر دور دراز ملکوں کو مثل کف دست [illegible]

بذریعہ آلات کے جو چھپی ہوئی چیز معلوم کی جاوے وہ علم غیب نہیں مثلاً کسی آلہ کے ذریعہ سے عورت کے پیٹ کا بچہ معلوم کرتے ہیں۔ یا کہ ٹیلیفون اور ریڈیو سے دور کی آواز سن لیتے ہیں۔ اس کو علم غیب نہ کہیں گے۔ کیونکہ غیب کی تعریف میں عرض کر دیا گیا کہ جو حواس سے معلوم نہ ہوسکے۔ اور ٹیلیفون یا ریڈیو میں سے جو آواز نکلی۔ وہ آواز حواس سے معلوم ہونے کے قابل ہے آلہ سے جو پیٹ کے بچہ کا حال معلوم ہوا۔ یہ بھی غیب کا علم نہ ہوا جبکہ آلہ نے اس کو ظاہر کر دیا تو اب غیب کہاں رہا۔ خلاصہ یہ کہ اگر کوئی آلہ چھپی چیز کو ظاہر کر دے۔ پھر ظاہر ہو چکنے کے بعد ہم اس کو معلوم کرلیں تو علم غیب نہیں

دوسری فصل ضروری فوائد کے بیان میں

علم غیب کے مسئلہ میں گفتگو کرنے سے پہلے یہ چند باتیں خوب خیال میں رکھی جاویں تو بہت فائدہ ہوگا اور بہت سے اعتراضات خود بخود ہی دفع ہو جائیں گے۔

(۱) نفس علم کسی چیز کا بھی ہو برا نہیں۔ ہاں بری باتوں کا کرنا یا کرنے کے لیئے سیکھنا برا ہے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ بعض علم دوسرے علموں سے زیادہ افضل ہوں جیسے علم عقائد علم شریعت۔ علم تصوف دوسرے

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۝
وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۝ (قرآنِ حکیم)

اِعْلَاءُ كَلِمَةِ اللّٰه

فی بیان

وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ

تصنیفِ لطیف

زُبدۃ المحققین رئیس العارفین حضرت سیّد پیر مہر علی شاہ صاحب گیلانی قدس سرہٗ

○

بایماء

حضرت سیّد پیر غلام محی الدّین شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

○

باہتمام

حضرت سیّد پیر غلام معین الدّین شاہ صاحب مدظلہ العالی

○

سوال

سلمنا کہ فرقیست بیّن وظاہر ما بینِ اصنام وارواح کاملہ لکن اطلاع اوشان بر دعوت مستعینان ومستمدان از اقاصی و اوانی مُوجب ثبوتِ علمِ غیب است برائے غیرِ حق سُبحانہ وتعالےٰ۔ وھو خلاف ما نطقت بہ النصوص قال اللّٰہ تعالیٰ قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللّٰہ وما یشعرون ایان یبعثون وقال ایضاً۔ وعندہٗ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو۔ والآیات فی ھٰذا کثیرۃٌ۔

ہم مانتے ہیں کہ اصنام اور ارواح کاملین کے درمیان فرق واضح ہے لیکن ارواح کاملین کو اپنے بُلانے والوں کی ندا اور استمداد پر نزدیک اور دُور سے اطلاع کیسے ہوسکتی ہے۔ اگر ایسی اطلاع مان لی جائے تو لازم آئے گا کہ ارواحِ کاملین کو علمِ غیب ہو۔ حالاں کہ علمِ غیب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہوتا۔ اور اگر غیرِ حق کے لیے علمِ غیب مان لیا جائے تو یہ آیاتِ قرآنی کے بالکل خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "فرما دیجئے جو زمین و آسمان میں ہیں غیب نہیں جانتے ہاں خُدا جانتا ہے اور مخلوق کو یہ خبر بھی نہیں کہ کب زندہ کیے جائیں گے" نیز ارشادِ الٰہی ہے "خُدا ہی کے پاس ہیں غیب کی چابیاں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔" "اپنے غیب پر اللہ تعالیٰ کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ مگر جسے برگزیدہ فرمائے رسُولوں سے" اِس سلسلہ میں اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

جواب

غیب نام چیزیست کہ از ادراک حواس ظاہرہ و باطنہ وعلمِ ضروری وعلمِ استدلالی غائب باشد و او مخصوص است بحق سُبحانہٗ وتعالیٰ کما فی النصوص پس کسے کہ دعوے نماید او برائے خود کافر است و ہمچنیں مصدق آن۔ اما خبر نبی از جہت بودن او مستفاد از وحی و از پیدا نمودن حق سُبحانہ وتعالیٰ علمِ ضروری در و واز انکشاف حوادث بر حواس او پس نیست داخل در علمِ غیب۔ قال تعالیٰ لا یظھر علےٰ غیبہ احدا الا من ارتضےٰ من رسول۔ فکل ما اخبر بہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من الغیوب لیس ھو الا عن اعلام اللّٰہ تعالیٰ فلا ینافی الآیات الدالۃ علی انہ لا یعلم الغیب لان المنفی علمہ من غیر واسطۃ قال فی المواھب وقد اشتھر وانتشر امرہٗ بین اصحابہ بالاطلاع علی الغیوب حتّٰی ان کان بعضھم یقول لصاحبہ اسکت فواللّٰہ

پہلے غیب کے معنے بتائے جاتے ہیں۔ غیب نام ہے اس چیز کا جو حواس ظاہرہ و باطنہ کے ادراک اور علم بدیہی اور استدلالی سے غائب ہو اور یہ علم حضرت حق سُبحانہ کے ساتھ مختص ہے جو کہ ان آیات میں مُراد ہے۔ پس اگر اس علمِ غیب کا کوئی مدعی ہو اپنے نفس کے لیے یا کسی غیر کے اِس قسم کے دعوے کی تصدیق کرے تو وُہ کافر ہے مگر جو خبر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم دیتے ہیں وُہ یا تو بذریعہ وحی حاصل ہوتی ہے یا اللہ تعالیٰ اس کا علمِ ضروری نبی کے اندر پیدا فرما دیتے ہیں یا نبی کی حس پر حوادث کا انکشاف فرما دیتے ہیں تو یہ علمِ غیب میں داخل نہیں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ عالم الغیب الآیۃ۔ پس تمام وُہ خبریں جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہیں اور غیب کی باتیں بتائی ہیں وُہ اللہ تعالےٰ کے اعلام اور جتوانے سے بتائی ہیں ان آیات کے منافی نہیں جو دلالت کرتی ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) غیب نہیں جانتے اس لیے کہ آپ

تفسير الفخر الرازى

المشتهر بالتفسير الكبير ومفاتيح الغيب

للإمام محمد الرازى فخر الدين ابن العلامة ضياء الدين عمر
المشتهر بخطيب الرى نفع الله به المسلمين
٥٤٤ — ٦٠٤ هـ

الطبعة الأولى ١٤٠١ هـ - ١٩٨١ م

الجزء الرابع والعشرون

دار الفكر
للطباعة والنشر والتوزيع

قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِى ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ٱلْغَيْبَ إِلَّا ٱللَّهُ ۚ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ﴿٦٥﴾ بَلِ ٱدَّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِى ٱلْءَاخِرَةِ ۚ بَلْ هُمْ فِى شَكٍّ مِّنْهَا ۖ بَلْ هُم مِّنْهَا عَمُونَ ﴿٦٦﴾

وعلى فساد التقليد ، فإن قيل كيف قيل لهم (أم من يبدؤ الخلق ثم يعيده) وهم منكرون للاعادة؟ (جوابه) كانوا معترفين بالابتداء ، ودلالة الابتداء على الإعادة دلالة ظاهرة قوية ، فلما كان الكلام مقروناً بالدلالة الظاهرة صاروا كأنهم لم يبق لهم عذر فى الإنكار ، وههنا آخر الدلائل المذكورة على كمال قدرة الله تعالى .

قوله تعالى : ﴿ قل لايعلم من فى السموات والأرض الغيب إلا الله وما يشعرون أيان يبعثون ، بل ادارك علمهم فى الآخرة بل هم فى شك منها بل هم منها عمون ﴾

اعلم أنه تعالى لما بين أنه المختص بالقدرة فكذلك بين أنه هو المختص بعلم الغيب ، وإذا ثبت ذلك ثبت أنه هو الإله المعبود ، لأن الإله هو الذى يصح منه مجازاة من يستحق الثواب على على جه لايلتبس بأهل العقاب ، فإن قيل الاستثناء حكمه إخراج ما لولاه لوجب أو لصح دخوله تحت المستثنى منه ودلت الآية ههنا على استثناء الله سبحانه وتعالى عمن فى السموات والأرض فوجب كونه ممن فى السموات والأرض وذلك يوجب كونه تعالى فى المكان (والجواب) هذه الآية متروكة الظاهر لأن من قال إنه تعالى فى المكان زعم أنه فوق السموات ، ومن قال إنه ليس فى مكان فقد نزهه عن كل الأمكنة ، فثبت بالإجماع أنه تعالى ليس فى السموات والأرض . فإذن وجب تأويله فنقول إنه تعالى ممن فى السموات والأرض كما يقول المتكلمون : الله تعالى فى كل مكان على معنى أن علمه فى الأماكن كلها ، لايقال إن كونه فى السموات والأرض مجاز وكونهم فيهن حقيقة وإرادة المتكلم بعبارة واحدة حقيقة ومجازاً غير جائزة ، لأنا نقول كونهم فى السموات والأرض ، كما أنه حاصل حقيقة وهو حصول ذواتهم فى الأحياز فكذلك حاصل مجازاً ، وهو كونهم عالمين بتلك الأمكنة فاذا حملنا هذه الغيبة على المعنى المجازى وهو الكون فيها بمعنى العلم دخل الرب سبحانه وتعالى والعبيد فيه فصح الاستثناء .

أما قوله (وما يشعرون) فهو صفة لأهل السموات والأرض نفى أن يكون لهم علم الغيب وذكر فى جملة الغيب متى البعث بقوله (أيان يبعثون) فأيان بمعنى متى وهى كلمة مركبة من أى والآن وهو الوقت وقرىء (إيان) بكسر الهمزة .

أما قوله (بل ادارك علمهم فى الآخرة) فاعلم أن كلام صاحب الكشاف فيه مرتب على ثلاثة أبحاث :

روح المعانى

في

تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني

لخاتمة المحققين وعمدة المدققين مرجع أهل العراق
ومفتى بغداد العلامة أبى الفضل
شهاب الدين السيد محمود الالوسى البغدادى
المتوفى سنة ١٢٧٠ هـ سقى الله ثراه
صيب الرحمة وأفاض عليه سجال
الاحسان والنعمة آمين

الجزء العشرون

عنيت بنشره وتصحيحه والتعليق عليه للمرة الثانية باذن من ورثة المؤلف بخط وإمضاء علامة العراق
﴿ المرحوم السيد محمود شكرى الألوسى البغدادى ﴾

إدارة الطباعة المنيرية

دار
إحياء التراث العربي
بيروت - لبنان

مصر : درب الاتراك رقم ١

نعم لايكفر قائل ذلك بذلك القصد ويلزمه التعزير كيلا يعود إلى قوله ، ثم إن علم غير الغيب من المحسوسات والمعقولات وإن كان لايثبت لشىء من الممكنات بلا واسطة فى الثبوت أيضا إلا أنه فى نسبته لشىء منها لم يعتبر إلا اتصافه به غير مقيد بنفى تلك الواسطة لما أنه لم يرد حصر ذلك العلم به عز وجل ونفيه عمن سواه جل وعلا بل صرح فى مواضع أكثر من أن تحصى بنسبته إلى غيره سبحانه ولو ورد فيه ماورد فى علم الغيب لاالتزم فيه ماالتزم فيه ، وعلى ماتقرر لايكون علم العقول بما لم يكن بعد من الحوادث على مايزعمه الفلاسفة من علم الغيب بل هو لو سلم علم حصل لهم من الفياض المطلق جل شأنه بطريق من الطرق التى تقتضيها الحكمة فلا ينبغى أن يقال فيهم : إنهم عالمون بالغيب ، وقائله إما كافر أو مسلم آثم ، وكذا يقال فى علم بعض المرتاضين من المسلمين الصوفية والكفرة الجوكية فان كل مايحصل لهم من ذلك فانما هو بطريق الفيض ومراتبه وأحواله لاتحصى ، والتأهل له قد يكون فطرياً ، وقد يكون كسبيا ، وطرق اكتسابه متشعبة لاتكاد تستقصى ، وإفاضة ذلك على كفرة المرتاضين وإن أشبهت إفاضته على المؤمنين المتقين إلا أن بين الأمرين فرقا عظيما عند المحققين ، وقد ذكر بعض المتصوفة أنه مامن حق إلا وقد جعل له باطل يشبهه لأن الدار دار فتنة وأكثر مافيها محنة ، ويلحق بعلم المرتاضين من الجوكية علم بعض المتصوفة المنسوبين إلى الاسلام المهملين أكثر أحكامه الواجبة عليهم المنهمكين فى ارتكاب المحظورات فى نهارهم وليلهم ، فلا ينبغى اعتقاد أن ذلك كرامة بل هو نقمة مفضية إلى حسرة وندامة ، وأما علم النجومى بالحوادث الكونية حسبما يزعمه فليس من هذا القبيل لأن تلك الحوادث التى يخبر بها ليست من الغيب بالمعنى الذى ذكرناه إذ هى وإن كانت غائبة عنا إلا أنها على زعمه بما نصب لها قرينة من الأوضاع الفلكية والنسب النجومية من الاقتران والتثليث . والتسديس . والمقابلة ونحو ذلك ، وعلمه بدلالة القرائن التى يزعمها ناشىء من التجربة وما تقتضيه طبائع النجوم والبروج التى دل عليها بزعمه اختلاف الآثار فى عالم الكون والفساد فلا أرى العلم بها إلا كعلم الطبيب الحاذق إذا رأى صفراويا مثلا علم رتبة مزاجه وحققها بأكل مقداراً معينا من العسل أنه يعتريه بعد ساعة أو ساعتين كذا وكذا من الألم ، وإطلاق علم الغيب على ذلك فيه مافيه ، وإن أبيت إلا تسمية ذلك غيبا فالعلم به لكونه بواسطة الاسباب لايكون من علم الغيب المنفى عن غيره تعالى فى شىء وكذا كل عام يخفى حصل بواسطة سبب من الاسباب كعلمنا بالله تعالى وصفاته العلية وعلمنا بالجنة والنار ونحو ذلك ، على أنك إذا أنصفت تعلم أن ماعند النجومى ونحوه ليس علما حقيقياً وإنما هو ظن وتخمين مبنى على ماهو أوهن من بيت العنكبوت كما ستحقق ذلك بما لامزيد عليه فى محله اللائق به إن شاء الله تعالى .

وأقوى ماعنده معرفة زمنى الكسوف والخسوف وأزمنة تحقق النسب المخصوصة بين الكواكب وهى ناشئة من معرفة مقادير الحركات للكواكب والافلاك الكلية والجزئية وهى أمور محسوسة تدرك بالارصاد والآلات المعمولة لذلك ، وبالجملة علم الغيب بلا واسطة كلا أو بعضا مخصوص بالله جل وعلا لايعلمه أحد من الخلق أصلا ، ومتى اعتبر فيه نفى الواسطة بالكلية تعين أن يكون من مقتضيات الذات فلا يتحقق فيه تفاوت بين غيب وغيب ، فلا بأس بحمل أل فى الغيب على الجنس ، ومتى حملت على الاستغراق فاللائق أن لايعتبر فى الآية سلب العموم بل يعتبر عموم السلب ، ويلتزم أن القاعدة أغلبية . وكذا يقال فى السلب والعموم فى جانب الفاعل فتأمل ، فهذا ماعندي ولعل ماعندك خير منه ، والله تعالى أعلم .

تفسير البحر المحيط

لمحمد بن يوسف الشهير بأبي حيان الأندلسي

المتوفى سنة ٧٤٥هـ

دراسة وتحقيق وتعليق

الشيخ عادل أحمد عبد الموجود — الشيخ علي محمد معوض

شارك في تحقيقه

الدكتور زكريا عبد المجيد النوقي
أستاذ اللغة العربية بجامعة الأزهر

الدكتور أحمد النجولي الجمل
أستاذ التفسير وعلوم القرآن بجامعة الأزهر

قرظه

الأستاذ الدكتور عبد الحي الفرماوي
أستاذ التفسير وعلوم القرآن كلية أصول الدين بجامعة الأزهر

الجزء السابع

المحتوى

أول الشعراء ـ آخر الشورى

دار الكتب العلمية
بيروت ـ لبنان

تعالى ﴿ليستخلفنهم في الأرض﴾ [النور ٥٥] وقوله (ويجعلكم خلفاء الأرض) انتقال من حالة المضطر إلى رتبة مغايرة لحالة الاضطرار، وهي حالة الخلافة، فهما طرفان. وكم رأينا في الدنيا ممن بلغ حالة الاضطرار ثم صار ملكاً متسلطاً، وقرأ الجمهور (تذكرون) بتاء الخطاب، والحسن والأعمش وأبو عمرو: بياء الغيبة، والذال في القراءتين مشددة لإدغام التاء فيها، وقرأ أبو حيوة (تتذكرون) بتاءين، و(ظلمة البر) هي ظلمة الليل، وهي الحقيقة، وتنطلق مجازاً على الجهل وعلى انبهام الأمر، فيقال: «أظلم عليّ الأمر»، وقال الشاعر:

تَجَلَّتْ عَمَايَاتُ الرِّجَالِ عَنِ الصِّبَا

أي جهالات الصبا، و«هداية البر» تكون بالعلامات، و«هداية البحر» بالنجوم، (ومن يرسل الرياح بشراً بين يدي رحمته) تقدم تفسير نظير هذه الجملة، وقرىء (عما تشركون) بتاء الخطاب، (أمن يبدأ الخلق) الظاهر: أن الخلق هو المخلوق، وبدؤه: اختراعه وإنشاؤه، ويظهر أن المقصود هو: من يعيده الله في الآخرة من الإنس والجن والملك، لا عموم المخلوق، وقال ابن عطية: والمقصود بنو آدم من حيث ذكر الإعادة، والإعادة البعث من القبور، ويحتمل أن يريد بالخلق مصدر خلق ويكون «يبدأ» و«يعيد» استعارة للإتقان والإحسان، كما تقول «فلان يبدىء ويعيد في أمر كذا» إذا كان يتقنه، وقال الزمخشري: (فإن قلت) كيف قال لهم (أمن يبدأ الخلق ثم يعيده) وهم منكرون الإعادة (قلت) قد أنعم عليهم بالتمكين من المعرفة والإقرار، فلم يبق لهم عذر في الإنكار انتهى. ولما كان إيجاد بني آدم إنعاماً إليهم وإحساناً، ولا تتم النعمة إلا بالرزق قال: (ومن يرزقكم من السماء) بالمطر (والأرض) بالنبات، (قل هاتوا برهانكم) أي: أحضرُوا حجتكم ودليلكم على ما تدعون من إنكار شيء مما تقدم تقريره (إن كنتم صادقين) في أن مع الله إلهاً آخر فأين دليلكم عليه؟ وهذا راجع إلى ما تقدم من جميع الاستفهام الذي جيء به على سبيل التقرير، وناسب ختم كل استفهام بما تقدمه:

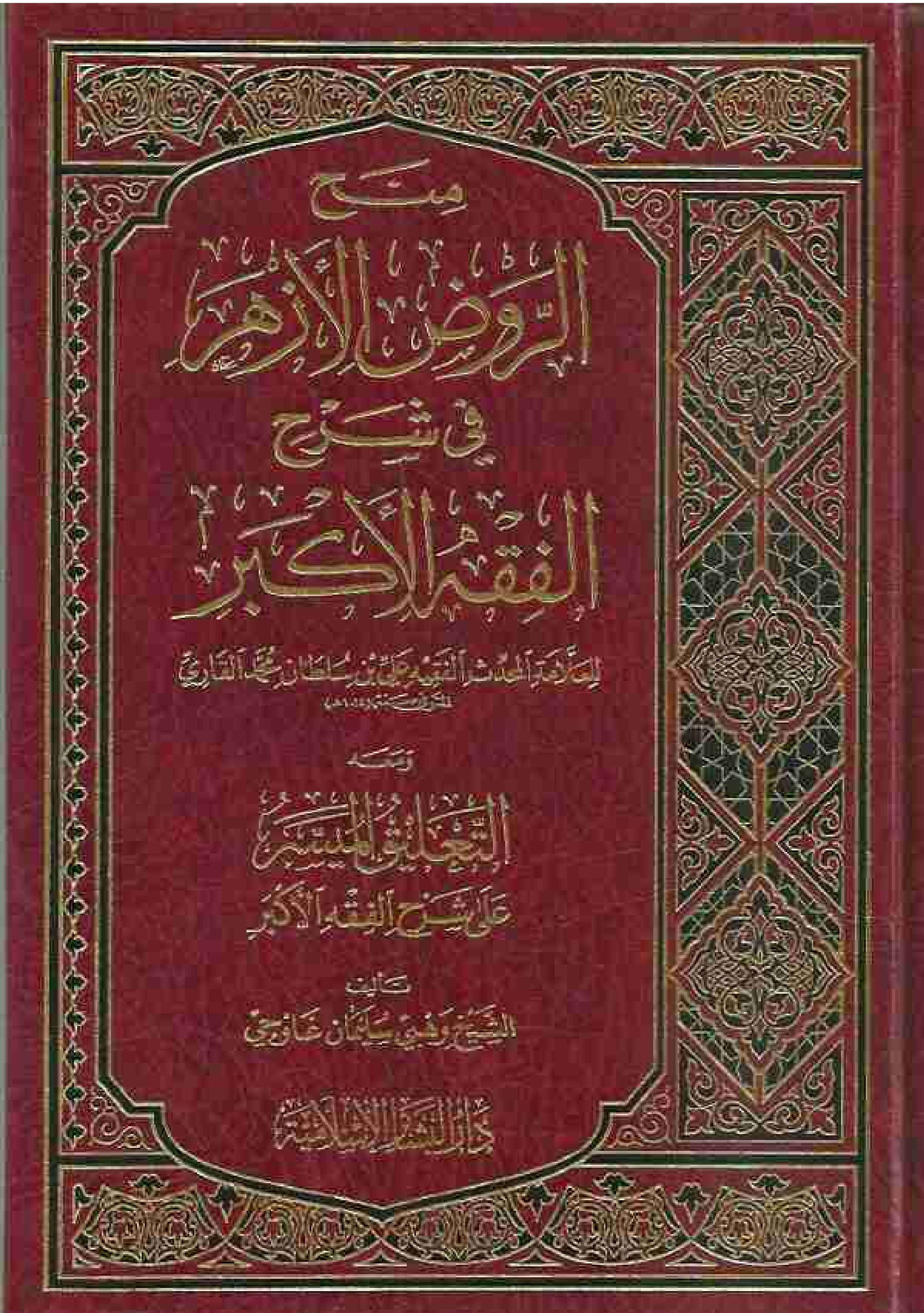
لما ذكر إيجاد العالم العلوي والسفلي، وما امتن به من إنزال المطر وإنبات الحدائق اقتضى ذلك أن لا يُعْبَد إلا مُوجِد العالم والممتن بما به قوام الحياة، فختم بقوله (بل هم قوم يعدلون) أي عن عبادته أو يعدلون به غيره مما هو مخلوق مخترع.

ولما ذكر جعل الأرض مستقراً وتفجير الأنهار وإرساء الجبال وكان ذلك تنبيهاً على تعقل ذلك والفكر فيه ختم بقوله (بل أكثرهم لا يعلمون) إذ كان فيهم من يعلم ويفكر في ذلك.

ولما ذكر إجابة دعاء المضطر، وكشف السوء، واستخلافهم في الأرض، ناسب أن يستحضر الإنسان دائماً هذه المنة فختم بقوله (قليلاً ما تذكرون) إشارة إلى توالي النسيان إذا صار في خير، وزال اضطراره، وكشف السوء عنه. كما قال ﴿نسي ما كان يدعو إليه من قبل﴾ [الزمر: ٨].

لما ذكر الهداية في الظلمات وإرسال الرياح نشراً، ومعبوداتهم لا تهدي ولا ترسل، وهم يشركون بها الله، قال: (تعالى عما يشركون).

واعتقب كل واحدة من هذه الجمل قوله (أإله مع الله) على سبيل التوكيد والتقرير أنه لا إله إلا هو تعالى، قيل: سأل الكفار عن وقت القيامة التي وعدهم الرسول ﷺ وألحوا عليه فنزل (قل لا يعلم من في السموات والأرض) الآية. والمتبادر إلى الذهن أن (من) فاعل (يعلم) و(الغيب) مفعول و(إلا الله) استثناء منقطع لعدم اندراجه في مدلول لفظ (من) وجاء مرفوعاً على لغة تميم. ودلت الآية على أنه تعالى هو المنفردُ بعلم الغيب. وعن عائشة رضي الله عنها: من زعم أن محمداً يعلم ما في غد فقد أعظم الفرية على الله، والله تعالى يقول (قل لا يعلم من في السموات والأرض الغيب إلا الله)، ولا يقال إنه مندرج في مدلول (من) فيكون (في السموات والأرض) ظرفاً حقيقياً للمخلوقين فيهما، ومجازياً بالنسبة إليه تعالى، أي هو فيها بعلمه، لأن في ذلك جمعاً بين الحقيقة والمجاز وأكثر العلماء ينكر ذلك، وإنكاره هو الصحيح. ومن أجاز ذلك فيصح



وبالجملة، فالعلم بالغيب أمر تفرّد به سبحانه ولا سبيل للعباد إليه إلّا بإعلام منه وإلهام بطريق المعجزة أو الكرامة أو إرشاد إلى الاستدلال بالأمارات فيما يمكن فيه ذلك، ولهذا ذكر في الفتاوى أن قول القائل عند رؤية هالة القمر، أي دائرته يكون مطرٌ: مدّعياً علم الغيب لا بعلامة كفر. ومن اللطائف ما حكاه بعض أرباب الظرائف أن منجّماً صلب فقيل له: هل رأيت هذا في نجمك؟ فقال: رأيت رفعة ولكن ما عرفت أنها فوق خشبة.

ثم اعلم أن الأنبياء عليهم الصلاة والسلام لم يعلموا المغيبات من الأشياء إلا ما أعلمهم الله تعالى أحياناً.

وذكر الحنفية تصريحاً بالتكفير باعتقاده أن النبيّ عليه الصلاة والسلام يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالى: ﴿قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ﴾ [النمل: ٦٥] كذا في المسايرة، [ص ٢٠٢].

٤١ ـ ومنها: ما ذكره شارح عقيدة الطحاوي عن الشيخ حافظ الدين النسفي في المنار أن القرآن اسم للنظم والمعنى جميعاً:

وكذا قال غيره من أهل الأصول. وما ينسب إلى أبي حنيفة رحمه الله: أن من قرأ في الصلاة بالفارسية أجزأه فقد رجع عنه[1] وقال: لا يجوز مع القدرة بغير العربية، وقال: لو قرأ بغير العربية؛ فإما أن يكون مجنوناً فيداوى أو زنديقاً فيقتل، لأن الله تكلم بهذه اللغة، فالإعجاز حصل بنظمه ومعناه.

(١) قال الإمام: لا تجوز الصلاة بالعجمية للقادر على العربية، وتجوز للعاجز عنها. قال في البحر: وهو الحق، وانظر: إعلاء السنن ٤/١٣٦، فقد ذكر أنه ﷺ أجاز للجاهل بالقرآن أن يكتفي بذكر معين ليس هو من القرآن.

المسامرة

للعلامة كمال بن أبي شريف

شرح

المسايرة

للعلامة المحقق كمال الدين بن الهمام

للعلامة قاسم بن قطلوبغا الحنفي

احتشام الحق آسيا آبادي

دائرة المعارف الإسلامية

علم بعض المسائل عدم علم الغيبات فلا يعلم النبي منها (الا ما اعلمه الله تعالى به أحيانا وذكر الحنفية (فى فروعهم) تصريحا بالتكفير باعتقاد أن النبي يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالى قل لا يعلم من فى السموات والارض الغيب الا الله (والله أعلم

﴿الاصل العاشر﴾ فى اثبات نبوة نبينا محمد صلى الله عليه وسلم (نشهد أن محمدا رسول الله أرسله الى الخلق أجمعين) بالهدى ودين الحق (خاتما للنبيين وناسخا لما قبله من الشرائع) والخلق بمعنى المخلوقين لان ارساله الى من يعقل من الانس والجن قال بعض العلماء والى الملائكة نقل ذلك الشيخ الامام أبو الحسن السبكي وصرح الامام الرازى فى تفسير قوله تعالى تبارك الذى نزل الفرقان على عبده ليكون للعالمين نذيرا بعلم دخول الملائكة فى عموم من بعث صلى الله عليه وسلم اليهم ولنا فى ذلك كلام أواخر الدرر اللوامع فى شرح جمع الجوامع فليراجعه من آثر الوقوف عليه ولاثبات نبوته صلى الله عليه وسلم مسالك ذكر المصنف المشهور منها بقوله (لانه) أى لان محمدا صلى الله عليه وسلم (ادعى النبوة) أى الرسالة عن الله (وأظهر المعجزة)

على عدم إلهية الكوكب ان كان التغير فقد وجد قبل الافول ولا معنى لاختصاصه به وان كان الغيبة عن البصر فيلزم فى حق الله تعالى وان كان كونه انتقل من كمال وهو العلو الى نقصان فقد كان ناقصا عند الاشراق وأيضا فذلك معلوم له قبل الافول أنه يافل وانه فى المشرق ما وحالته فى المغرب وعن قوله بل فعله كبيرهم بأنه لم يكن قاصدا لاسناد الفعل الى الصنم حتى يكون كذبا بل قصد تنبيه على سبيل الاستهزاء بالكفار ويمكن أن يقال انه من قبيل اسناد الفعل الى السبب لان تعظيم الكفار للصنم حمله عليه السلام عليه وعن الآية التى فى حق يوسف عليه الصلاة والسلام انه انما كتم حريته ولم يبينها لاستشعاره بقتل الاخوة اياه اذا أظهر ذلك وذلك جائز قبل النبوة والله تعالى أعلم ٥

تفسير النسفي

المسمى

بمدارك التنزيل وحقائق التأويل

تأليف

الإمام الجليل

أبي البركات عبد الله بن أحمد بن محمود النسفي

المتوفى سنة ٧٠١ هـ

تحقيق

سيد زكريا

المجلد الأول

الناشر

مكتبة نزار مصطفى الباز

كما حل ذبح البهائم والطيور للأكل وغيره من المنافع وإذا سخر له الطير لم يتم التسخير إلا بالتأديب والسياسة ﴿أَوْ لَأَذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِّي﴾ بالنون الثقيلة ليشاكل قوله لأعذبنه وحذف نون العماد للتخفيف . ليأتينني بنونين مكي؛ الأولى للتأكيد، والثانية للعماد ﴿ بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ﴾ بحجة له فيها عذر ظاهر على غيبته والإشكال أنه حلف على أحد ثلاثة أشياء: اثنان منها فعله ولاسقال فيه والثالث: فعل الهدهد وهو مشكل؛ لأنه من أين درى أنه يأتي بسلطان حتى قال والله ليأتيني بسلطان، وجوابه: أن معنى كلامه ليكونن أحد الأمور يعنى إن كان الإتيان بالسلطان لم يكن تعذيب ولاذبح، وإن لم يكن كان أحدهما وليس فى هذا ادعاء دراية.

●● ﴿فَمَكَثَ﴾ الهدهد بعد تفقد سليمان إياه، وبضم الكاف غير عاصم وسهل ويعقوب، وهما لغتان ﴿ غَيْرَ بَعِيدٍ﴾ أى: مكثاً غير طويل، أو غير زمان بعيد كقوله عن قريب ووصف مكثه بقصر المدة للدلالة على إسراعه خوفا من سليمان فلما رجع سأله عما لقى فى غيبته ﴿فَقَالَ أَحَطتُ﴾ علمت شيئاً من جميع جهاته ﴿بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ﴾ ألهم الله الهدهد فكافح سليمان بهذا الكلام مع ما أوتى من فضل النبوة والعلوم الجمة ابتلاء له فى علمه، وفيه دليل بطلان قول الرافضه أن الإمام لايخفى عليه شيء ولايكون فى زمانه أحد أعلم منه ﴿وَجِئْتُكَ مِن سَبَإٍ﴾ ـ سَبَأَ ـ غير منصرف. أبو عمرو جعله اسما للقبيلة، أو المدينة وغيره بالتنوين جعله اسما للحى، أو الأب الأكبر ﴿بِنَبَإٍ يَقِينٍ﴾ النبأ الخبر الذى له شأن وقوله من سبإ بنبإ من محاسن الكلام، ويسمى البديع وقد حسن وبدع لفظا، ومعنى ها هنا ألا ترى أنه لو وضع مكان بنبإ بخبر لكان المعنى صحيحا وهو كما جاء أصح لما فى النبإ من الزيادة التى يطابقها وصف الحال.

●● ﴿إِنِّي وَجَدتُّ امْرَأَةً﴾ هى بلقيس بنت شراحيل وكان أبوها ملك أرض اليمن ولم يكن له ولد غيرها فغلبت على الملك وكانت هى وقومها مجوسا يعبدون الشمس، والضمير فى ﴿تَمْلِكُهُمْ﴾ راجع إلى سبأ على تأويل القوم، أو أهل المدينة ﴿ وَأُوتِيَتْ﴾ حال، وقد مقدرة ﴿مِن كُلِّ شَيْءٍ﴾ من أسباب الدنيا مايليق بحالها ﴿وَلَهَا عَرْشٌ﴾ سرير عظيم ﴿عَظِيمٌ﴾ كبير قيل كان ثمانين ذراعا فى ثمانين ذراعا وطوله فى الهواء ثمانون ذراعا وكان من ذهب وفضة وكان مرصعا بأنواع الجواهر وقوائمه من ياقوت أحمر وأخضر و در وزمرد، وعليه سبعة أبواب على كل بيت باب مغلق، واستصغر حالها إلى حال سليمان فاستعظم عرشها لذلك، وقد أخفى الله تعالى على سليمان ذلك لمصلحة رآها، كما أخفى مكان يوسف على يعقوب عليهما السلام.

●● ﴿وَجَدتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِن دُونِ اللَّهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ﴾ أى: سبيل التوحيد ﴿فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ﴾ إلى الحق ولا يبعد من الهدهد التهدى إلى معرفة

تفسير المظهري

تأليف

القاضي محمد ثناء الله العثماني الحنفي المظهري النقشبندي

١١٤٣ - ١٢٢٥

تحقيق

أحمد عزو عناية

الجزء الأول

ناشر
مكتبة حنفية
كانسي روڈ ٥ كوئٹہ ٥ فون: 662510

الإحساس رأساً، وهذه الجملة صفة سلبية تنفي التشبيه فهي تأكيد لكونه حياً قيوماً فإنه من أخذه نعاس أو نوم كان ماءوف الحياة فإن النوم أخ الموت قاصراً في حفظ الأشياء وقيوميتها ولذلك ترك العاطف، عن أبي موسى ﷺ قال قام فينا رسول الله ﷺ بخمس كلمات فقال: «إن الله لا ينام ولا ينبغي له أن ينام، يخفض القسط ويرفعه، يرفع إليه عمل الليل قبل عمل النهار وعمل النهار وقبل عمل الليل، حجابه النور لو كشفت لأحرقت سبحات وجهه ما انتهى إليه بصره من خلقه»[1] رواه مسلم ﴿لَّهُۥ مَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ﴾ تقدير لقيوميته واحتجاجٌ على تفرده في الألوهية والمراد بما فيهما ما وجد فيهما داخلاً في حقيقتهما أو خارجاً عنهما متمكناً فيهما فهو أبلغ من قولنا له السموات والأرض وما فيهن ﴿مَن ذَا ٱلَّذِى يَشْفَعُ عِندَهُۥٓ إِلَّا بِإِذْنِهِۦ﴾ بيان لكبرياء شأنه وأنه لا أحد يساويه أو يدانيه يستقل بأن يدفع ما يريده شفاعةً فضلاً من أن يعاوقه مناصبةً ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ أي ما قبلهم وما بعدهم، أو ما يدركونه وما لا يدركونه، أو ما يأخذونه وما يتركونه، فإن ما تركوه كأنهم نبذوه خلف ظهورهم، والضمير لما في السموات والأرض تغليباً للعقلاء على غيرهم أو لمدلول ذا من الملائكة والأنبياء ﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَىْءٍ مِّنْ عِلْمِهِۦٓ﴾ أي من معلوماته، إنما قيد بقوله من علمه مع أن كل شيء معلومه تنبيهاً على أن المراد بالإحاطة الإحاطة العلمية، ولم يقل ولا يعلمون شيئاً تنبيهاً على أن العلم التام المحيط بكنه الأشياء كلها مختص به تعالى ولا يوجد إحاطة علم غيره بكنه شيء إلا نادراً، أو المراد بعلمه العلم المختص به وهو علم الغيب فهم لا يحيطون بشيء من علم الغيب ﴿إِلَّا بِمَا شَآءَ﴾ إحاطته، وذلك قليل قال الله تعالى: ﴿وَمَآ أُوتِيتُم مِّنَ ٱلْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾[2] والواو في ولا يحيطون إما للحال من فاعل ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ﴾ أو للعطف وإنما ذكر بالعطف لأن مجموع الجملتين يدل على تفرده بالعلم الذاتي التام المحيط بأحوال خلقه الدال على وحدانيته ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ﴾ قال البيضاوي: تصوير لعظمته وتمثيل مجرد ولا كرسي في الحقيقة ولا قاعد، وروى سعيد بن جبير عن ابن عباس قال: أراد بالكرسي علمه وهو قول مجاهد، ومنه قيل لصحيفة العلم كراسة، وقيل: كرسيه ملكه وسلطانه والعرب تسمي الملك القديم كرسياً، قلت: ولو كان الكرسي بمعنى العلم والملك كان هذه الجملة بعد قوله: ﴿لَّهُۥ مَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ مَن ذَا ٱلَّذِى يَشْفَعُ عِندَهُۥٓ إِلَّا بِإِذْنِهِۦ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ مستدركاً والمشهور عند

(١) أخرجه مسلم في كتاب: الإيمان، باب: في قوله عليه السلام: «إن الله لا ينام» (١٧٩).

(٢) سورة الإسراء، الآية: ٨٥.

تفسير المظهري

تأليف

القاضي محمد ثناء الله العثماني الحنفي المظهري النقشبندي

١١٤٣ - ١٢٢٥

تحقيق

أحمد عزو عناية

الجزء الثالث

ناشر

مكتبة حنفية

كانسي روڈ ٥ كوئٹه ٥ فون: 662510

﴿وَعِندَهُۥ﴾ تعالىٰ دون عند غيره، يستفاد الحصر من تقديم الظرف ﴿مَفَاتِحُ ٱلْغَيْبِ﴾ مفاتح جمع مفتح بفتح الميم وهو المخزن أو جمعت مفتح بكسر الميم بمعنى المفتاح وهو ما يتوصل به إلىٰ شيء مغلق، والمراد بمفتاح الغيب علمه فإن بالعلم يدرك المعلوم كأنه وصلة، والمراد بالغيب ما لم يوجد بعد كأخبار المعاد ومن هذا القبيل أن المطر هل ينزل أولاً ومتى ينزل ومنه ما تكسب نفس غدًا وأنه بأي أرض تموت أو وجد ولم يظهر الله تعالىٰ علىٰ أحد، ومنه ما في الأرحام، ومعنى عنده خزائن الغيب إحاطة علمه بها كأنه موجود عنده تعالىٰ روى البغوي: بسنده عن ابن عمر أنه قال: قال رسول الله ﷺ: «مفاتح الغيب خمس لا يعلمها إلا الله لا يعلم ما يغيض الأرحام أحد إلا الله، ولا يعلم ما في الغد أحد إلا الله، ولا يعلم متى يأتي المطر أحد إلا الله، ولا تدري نفس بأي أرض تموت ولا يعلم متى تقوم الساعة أحد إلا الله»(١) وكذا روى أحمد والبخاري، وفي الصحيحين في حديث أبي هريرة في قصة سؤال جبرئيل أنه عليه السلام قال: «في خمس يعني الساعة لا يعلمهن إلا الله» ثم قرأ ﴿إِنَّ ٱللَّهَ عِندَهُۥ عِلْمُ ٱلسَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ ٱلْغَيْثَ﴾(٢) الآية، قلت: وليست خزائن الغيب منحصرة في الخمس المذكورة بل كل ما لم يوجد أو لم يظهر بعد، وقال: الضحاك مفاتح الغيب خزائن الأرض وعلم نزول العذاب، وقال: عطاء ما غاب عنكم من الثواب والعقاب، وقيل: انقضاء الآجال، وقيل: أحوال العباد من السعادة والشقاوة وخواتيم أحوالهم ولا تعارض بين هذه الأقوال بناء على ما قلت ﴿لَا يَعْلَمُهَآ إِلَّا هُوَ﴾ تنصيص بما أشير إليه من حصر علم الغيب به تعالىٰ يعني لا يعلم شيئًا من المغيبات إلا الله تعالىٰ ولا يعلم غيره منها إلا بتوفيقه وهو سبحانه يعلم أوقاتها وما في تعجيلها وتأخيرها من الحكمة، وفيه دليل على أنه تعالىٰ يعلم الأشياء قبل: وجودها ﴿وَيَعْلَمُ مَا فِى ٱلْبَرِّ﴾ من النبات والدواب وغيرها ﴿وَٱلْبَحْرِ﴾ من الحيوانات والجواهر وغيرها هذه الجملة للأخبار عن تعلق علمه بالموجودات المشاهدات عطف على الأخبار عن علمه تعالىٰ بالمغيبات ﴿وَمَا تَسْقُطُ مِن وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا﴾ مبالغة في إحاطة علمه بالجزئيات بعد ما علم ذلك فيما سبق، فإن ما للنفي ومن للإستغراق أي يعلم عددها وأحوالها قبل السقوط وبعده ﴿وَلَا حَبَّةٍ فِى ظُلُمَٰتِ ٱلْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ﴾ قال ابن عباس: الرطب الماء واليابس البادية، وقال: عطاء ما

(١) أخرجه البخاري في كتاب: تفسير القرآن، باب: ﴿الله يعلم ما تحمل كل أنثى وما تغيض الأرحام﴾ (٤٦٩٧).

(٢) أخرجه البخاري في كتاب: الإيمان، باب: سؤال جبريل النبي ﷺ عن الإيمان والإسلام والإحسان (٥٠) وأخرجه مسلم في كتاب: الإيمان، باب: بيان الإيمان والإسلام والإحسان (٩).

تفسير النسفي

المسمى

بمدارك التنزيل وحقائق التأويل

تأليف

الإمام الجليل
أبي البركات عبد الله بن أحمد بن محمود النسفي
المتوفى سنة ٧٠١ هـ

تحقيق
سيد زكريا

المجلد الأول

الناشر
مكتبة نزار مصطفى الباز

وجواب الشرط محذوف ﴿انظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ﴾ لهم ﴿الآيَاتِ﴾ نكررها ﴿ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُونَ﴾ يعرضون عن الآيات بعد ظهورها والصدوف الإعراض عن الشئ.

•• ﴿قُلْ أَرَأَيْتَكُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ بَغْتَةً﴾ بأن لم تظهر أماراته ﴿أَوْ جَهْرَةً﴾ بأن ظهرت أماراته وعن الحسن ليلاً أو نهاراً ﴿هَلْ يُهْلَكُ إِلاَّ الْقَوْمُ الظَّالِمُونَ﴾ ما يهلك هلاك تعذيب وسخط إلا الذين ظلموا أنفسهم بكفرهم بربهم .

•• ﴿وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلاَّ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ﴾ بالجنان والنيران للمؤمنين والكفار ولن نرسلهم ليقترح عليهم الآيات بعد وضوح أمرهم بالبراهين القاطعة والأدلة الساطعة ﴿فَمَنْ آمَنَ وَأَصْلَحَ﴾ أى داوم على إيمانه ﴿فَلا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ فلا خوف يعقوب.

•• ﴿وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ﴾ جعل العذاب ماسا كأنه حى يفعل بهم ما يريد من الآلام ﴿بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ﴾ بسبب فسقهم وخروجهم عن طاعة الله تعالى بالكفر.

•• ﴿قُل لاَّ أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَائِنُ اللَّهِ﴾ أى قسمه بين الخلق وأرزاقه ومحل ﴿وَلا أَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾ النصب عطفاً على محل عندى خزائن الله، لأنه من جملة العقول. كأنه قال: لا أقول لكم هذا القول ولا هذا القول ﴿وَلا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ﴾ أى لا أدعى ما يستبعد فى العقول أن يكون لبشر من ملك خزائن الله وعلم الغيب ودعوى الملكية، وإنما أدعى ما كان لكثير من البشر وهو النبوة ﴿إِنْ أَتَّبِعُ إِلاَّ مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ﴾ أى ما أخبركم إلا بما أنزل الله على ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ﴾ مثل للضال والمهتدى أو لمن اتبع ما يوحى إليه ومن لم يتبع أو لمن يدعى المستقيم وهو النبوة والمحال وهو الإلهية ﴿أَفَلا تَتَفَكَّرُونَ﴾ فلا تكونوا ضالين أشباه العميان، أو فتعلموا أنى ما ادعيت ما لا يليق بالبشر، أو فتعلموا أن اتباع ما يوحى إلى مما لا بد لى منه.

•• ﴿وَأَنذِرْ بِهِ﴾ بما يوحى ﴿الَّذِينَ يَخَافُونَ أَن يُحْشَرُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ﴾ هم المسلمون المقرون بالبعث إلا أنهم مفرطون فى العمل فينذرهم بما أوحى إليه، أو أهل الكتاب؛ لأنهم مقرون بالبعث ﴿لَيْسَ لَهُم مِّن دُونِهِ وَلِيٌّ وَلا شَفِيعٌ﴾ فى موضع الحال من يحشروا أى يخافون أن يحشروا غير منصورين ولا مشفوعاً لهم ﴿لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ﴾ يدخلون فى زمرة أهل التقوى، ولما أمر النبى - عليه السلام - بإنذار غير المتقين ليتقوا أمر بعد ذلك بتقريب المتقين ونهى عن طردهم بقوله: ﴿وَلا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ﴾ وأثنى عليهم بأنهم يواصلون دعاء ربهم أى عبادته ويواظبون عليها، والمراد بذكر الغداة والعشى الدوام، أو معناه يصلون صلاة الصبح والعصر أو الصلوت الخمس. بالغدوة شامى ووسمهم بالإخلاص فى عبادتهم بقوله: ﴿يُرِيدُونَ وَجْهَهُ﴾ فالوجه يعبر به من ذات

تفسير النسفي

المسمى

بمدارك التنزيل وحقائق التأويل

تأليف

الإمام الجليل

أبي البركات عبد الله بن أحمد بن محمود النسفي

المتوفى سنة ٧٠١ هـ

تحقيق

سيد زكريا

المجلد الأول

الناشر

مكتبة نزار مصطفى الباز

وجواب الشرط محذوف ﴿انظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ﴾ لهم ﴿الآيَاتِ﴾ نكررها ﴿ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُونَ﴾ يعرضون عن الآيات بعد ظهورها والصدوف الإعراض عن الشئ.

•• ﴿قُلْ أَرَأَيْتَكُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ بَغْتَةً﴾ بأن لم تظهر أماراته ﴿أَوْ جَهْرَةً﴾ بأن ظهرت أماراته وعن الحسن ليلاً أو نهاراً ﴿هَلْ يُهْلَكُ إِلاَّ الْقَوْمُ الظَّالِمُونَ﴾ ما يهلك هلاك تعذيب وسخط إلا الذين ظلموا أنفسهم بكفرهم بربهم.

•• ﴿وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلاَّ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ﴾ بالجنان والنيران للمؤمنين والكفار ولن نرسلهم ليقترح عليهم الآيات بعد وضوح أمرهم بالبراهين القاطعة والأدلة الساطعة ﴿فَمَنْ آمَنَ وَأَصْلَحَ﴾ أى داوم على إيمانه ﴿فَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ فلا خوف يعقوب.

•• ﴿وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ﴾ جعل العذاب ماسا كأنه حى يفعل بهم ما يريد من الآلام ﴿بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ﴾ بسبب فسقهم وخروجهم عن طاعة الله تعالى بالكفر.

•• ﴿قُل لاَّ أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَائِنُ اللَّهِ﴾ أى قسمه بين الخلق وأرزاقه ومحل ﴿وَلاَ أَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾ النصب عطفاً على محل عندى خزائن الله، لأنه من جملة العقول. كأنه قال: لا أقول لكم هذا القول ولا هذا القول ﴿وَلاَ أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ﴾ أى لا أدعى ما يستبعد فى العقول أن يكون لبشر من ملك خزائن الله وعلم الغيب ودعوى الملكية، وإنما أدعى ما كان لكثير من البشر وهو النبوة ﴿إِنْ أَتَّبِعُ إِلاَّ مَا يُوحَى إِلَيَّ﴾ أى ما أخبركم إلا بما أنزل الله على ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الأَعْمَى وَالْبَصِيرُ﴾ مثل للضال والمهتدى أو لمن اتبع ما يوحى إليه ومن لم يتبع أو لمن يدعى المستقيم وهو النبوة والمحال وهو الإلهية ﴿أَفَلاَ تَتَفَكَّرُونَ﴾ فلا تكونوا ضالين أشباه العميان، أو فتعلموا أنى ما ادعيت ما لا يليق بالبشر، أو فتعلموا أن اتباع ما يوحى إلى مما لا بد لى منه.

•• ﴿وَأَنذِرْ بِهِ﴾ بما يوحى ﴿الَّذِينَ يَخَافُونَ أَن يُحْشَرُوا إِلَى رَبِّهِمْ﴾ هم المسلمون المقرون بالبعث إلا أنهم مفرطون فى العمل فينذرهم بما أوحى إليه، أو أهل الكتاب؛ لأنهم مقرون بالبعث ﴿لَيْسَ لَهُم مِّن دُونِهِ وَلِيٌّ وَلاَ شَفِيعٌ﴾ فى موضع الحال من يحشروا أى يخافون أن يحشروا غير منصورين ولا مشفوعاً لهم ﴿لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ﴾ يدخلون فى زمرة أهل التقوى، ولما أمر النبى - عليه السلام - بإنذار غير المتقين ليتقوا أمر بعد ذلك بتقريب المتقين ونهى عن طردهم بقوله: ﴿وَلاَ تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ﴾ وأثنى عليهم بأنهم يواصلون دعاء ربهم أى عبادته ويواظبون عليها، والمراد بذكر الغداة والعشى الدوام، أو معناه يصلون صلاة الصبح والعصر أو الصلوت الخمس. بالغدوة شامى ووسمهم بالإخلاص فى عبادتهم بقوله: ﴿يُرِيدُونَ وَجْهَهُ﴾ فالوجه يعبر به من ذات

تفسير
البحر المحيط

لمحمد بن يوسف الشهير بأبي حيان الأندلسي
المتوفى سنة ٧٤٥هـ

دراسة وتحقيق وتعليق

الشيخ عادل أحمد عبد الموجود — الشيخ علي محمد معوض

شارك في تحقيقه

الدكتور زكريا عبد المجيد النوقي
أستاذ اللغة العربية بجامعة الأزهر

الدكتور أحمد النجولي الجمل
أستاذ التفسير وعلوم القرآن بجامعة الأزهر

قرظه

الأستاذ الدكتور عبد الحي الفرماوي
أستاذ التفسير وعلوم القرآن كلية أصول الدين جامعة الأزهر

الجزء الرابع

المحتوى

المائدة : ٨٢ ـ آخر الأنفال

دار الكتب العلمية
بيروت ـ لبنان

٥٥] ، وتقدمه ﴿ ألم تر إلى ربك كيف مدّ الظل ﴾ [الفرقان : ٤٥] ، ونعم كثيرة . وهذا النوع من لطائف القرآن العظيم ، وساطع براهينه . والاستثناء متصل . أي : إلا ما شاء الله من تمكيني منه فإني أملكه وذلك بمشيئة الله . وقال ابن عطية : « وهذا الاستثناء منقطع » . انتهى ولا حاجة لدعوى الانقطاع مع إمكان الاتصال . ﴿ **ولو كنت أعلم الغيب لاستكثرت من الخير وما مسني السوء** ﴾ أي : لكانت حالي على خلاف ما هي عليه من استكثار الخير ، واستغزار المنافع ، واجتناب السوء والمضارّ ، حتى لا يمسني شيء منها . وظاهر قوله (ولو كنت أعلم الغيب) انتفاء العلم عن الغيب على جهة عموم الغيب ، كما روي عنه : « لا أعلم ما وراء هذا الجدار إلا أن يعلمنيه ربي » . بخلاف ما يذهب إليه هؤلاء الذين يدعون الكشف وأنهم بتصفية نفوسهم يحصل لها اطلاع على المغيبات ، وإخبار بالكوائن التي تحدث ، وما أكثر ادعاء الناس لهذا الأمر ـ وخصوصاً في ديار مصر ـ حتى أنهم لينسبون ذلك إلى رجل متضمخ بالنجاسة يظلّ دهره لا يصلي ، ولا يستنجي من نجاسته ، ويكشف عورته للناس حين يبول ، وهو عار من العلم ، والعمل الصالح . وقد خصص قوم هذا العموم فحكى مكي عن ابن عباس : « لو كنت أعلم السنة المجدبة لأعددت لها من المخصبة » . وقال قوم : « أوقات النصر لتوخيتها » . وقال مجاهد وابن جريج : « لو كنت أعلم أجلي لاستكثرت من العمل الصالح » . وقيل : « ولو كنت أعلم وقت الساعة لأخبرتكم حتى توقنوا » . وقيل : « ولو كنت أعلم الكتب المنزلة لاستكثرت من الوحي » . وقيل : « ولو كنت أعلم ما يريده الله مني قبل أن يعرفنيه لفعلته » . وينبغي أن تجعل هذه الأقوال وما أشبهها مثلاً لا تخصيصات لعموم الغيب . والظاهر أن قوله (وما مسني السوء) معطوف على قوله (لاستكثرت من الخير) فهو من جواب (لو) ويوضح ذلك أنه تقدم قوله (قل لا أملك لنفسي نفعاً ولا ضراً) فقابل النفع بقوله (لاستكثرت من الخير) وقابل الضرّ بقوله (وما مسني السوء) ولأن المترتب على تقدير علم الغيب كلاهما ، وهما : اجتلاب النفع واجتناب الضرّ . ولم تصحب ما النافية جواب (لو) لأن الفصيح أن لا يصحبها ، كما في قوله تعالى ﴿ ولو سمعوا ما استجابوا لكم ﴾ [فاطر : ١٤] ، والظاهر : عموم الخير وعدم تعيين السوء . وقيل : « السوء تكذيبهم له مع أنه كان يدعى الأمين » . وقيل : « الجدب » . وقيل : « الموت » . وقيل : « الغلبة عند اللقاء » . وقيل : « الخسارة في التجارة » . وقال ابن عباس : « الفقر » . وينبغي أن تجعل هذه الأقوال خرجت على سبيل التمثيل لا الحصر ، فإن الظاهر في الغيب الخير والسوء عدم التعيين . وقيل : تم الكلام عند قوله (لاستكثرت من الخير) ثم أخبر أنه ما مسه السوء وهو الجنون الذي رموه به . وقال مؤرّج السدوسي : « السوء الجنون بلغة هذيل » . وهذا القول فيه تفكيك لنظم الكلام ، واقتصار على أن يكون جواب (لو) (لاستكثرت من الخير) فقط وتقدير حصول علم الغيب يترتب عليه الأمران لا أحدهما فيكون إذ ذاك جواباً قاصراً .

﴿ **إن أنا إلا نذير وبشير لقوم يؤمنون** ﴾ لما نفى عن نفسه علم الغيب ، أخبر بما بعث به من النذارة ومتعلقها المخوفات ، والبشارة ومتعلقها المحبوبات . والظاهر تعلقهما بالمؤمنين ، لأن منفعتهما معاً وجدواهما لا يحصل إلا لهم . وقال تعالى ﴿ وما تغني الآيات والنذر عن قوم لا يؤمنون ﴾ [يونس : ١٠] ، وقيل معنى (لقوم يؤمنون) يطلب منهم الإيمان ويدعون إليه . وهؤلاء الناس أجمع . وقيل : أخبر أنه (نذير) وتم الكلام ومعناه : أنه نذير للعالم كلهم ، ثم أخبر أنه (بشير) للمؤمنين به فهو وعد لمن حصل له الإيمان . وقيل : « حذف متعلق النذارة ، ودلّ على حذفه إثبات مقابله ، والتقدير : « نذير للكافرين وبشير لقوم يؤمنون » . كما حذف المعطوف في قوله ﴿ سرابيل تقيكم الحرّ ﴾ [النحل : ٨١] ، أي : والبرد وبدأ بالنذارة ، لأن السائلين عن الساعة كانوا كفاراً . إما مشركو قريش ، وإما اليهود فكان الاهتمام بذكر الوصف من قوله ﴿ إن أنا إلا نذير ﴾ آكد وأولى بالتقديم . والله تعالى أعلم .

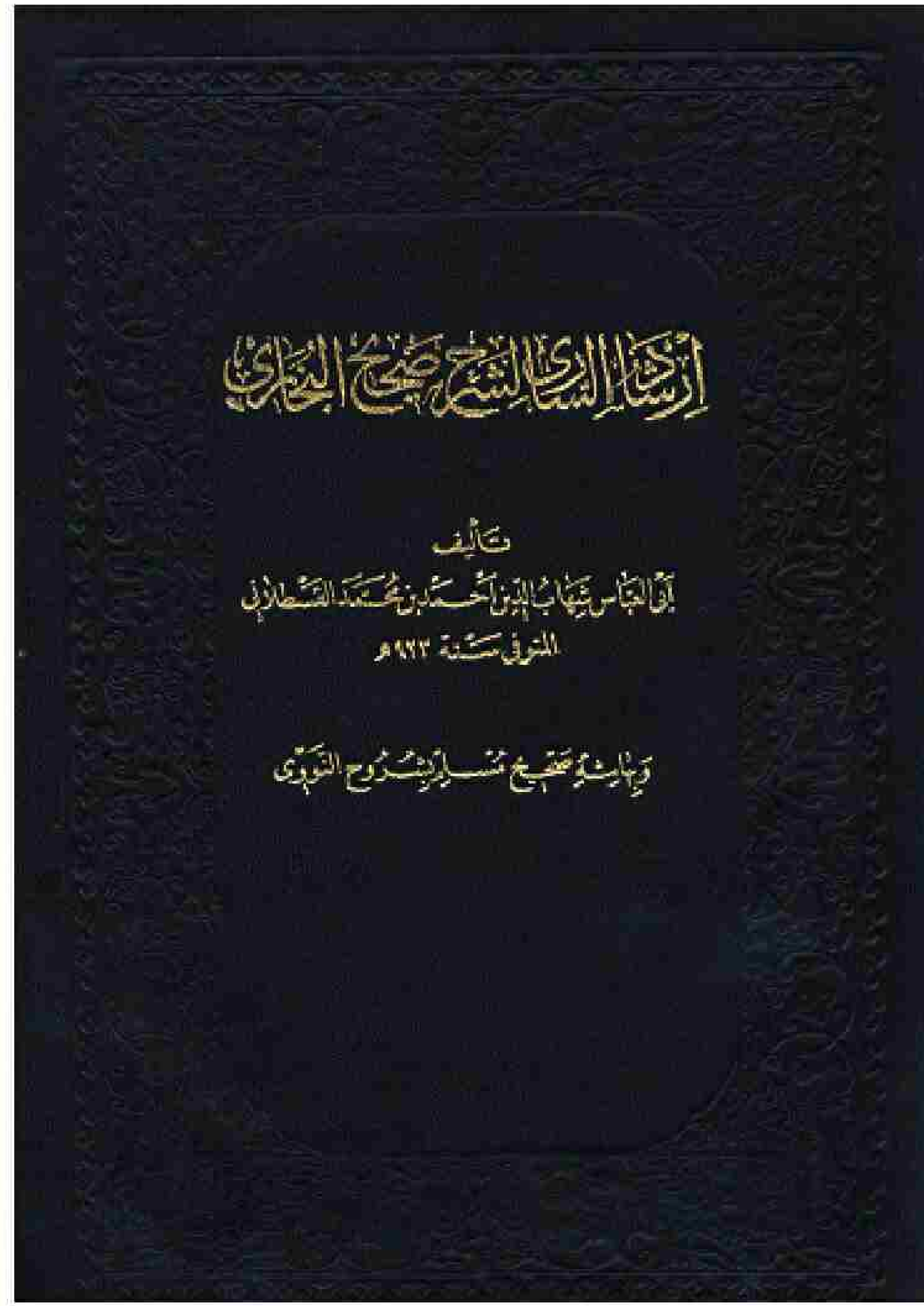
قالا أخبرنا عيسى بن يونس ح وحدثنا عثمان بن أبي (٢٤٨) شيبة حدثنا جرير كلهم عن الأعمش بهذا الإسناد غير أن في حديثهم جميعا

والشجر على اصبع والثرى على اصبع وليس في حديث جرير والخلائق على اصبع ولكن في حديثه والجبال على اصبع وزاد في حديث جرير تصديقا له تعجبا لما قال ❀ حدثني حرملة بن يحيى أخبرنا ابن وهب أخبرني يونس عن ابن شهاب حدثني ابن المسيب أن أبا هريرة كان يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يقبض الله تبارك وتعالى الأرض يوم القيامة ويطوي السماء بيمينه ثم يقول أنا الملك أين ملوك الأرض ❀ وحدثنا أبو بكر بن أبي شيبة حدثنا أبو أسامة عن عمر بن حمزة عن سالم بن عبد الله أخبرني عبد الله بن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يطوي الله عز وجل السموات يوم القيامة ثم يأخذهن بيده اليمنى ثم يقول أنا الملك أين الجبارون أين المتكبرون ثم يطوي الأرضين بشماله ثم يقول أنا الملك أين الجبارون أين المتكبرون ❀ حدثنا سعيد بن منصور حدثنا يعقوب يعني ابن عبد الرحمن

ظاهر الحديث أن النبي صلى الله عليه وسلم صدق الحبر في قوله أن الله تعالى يقبض السموات والأرضين والمخلوقات بالأصابع ثم قرأ الآية التي فيها الإشارة إلى نحو ما يقول قال القاضي وقال بعض المتكلمين ليس ضحكه صلى الله عليه وسلم وتعجبه وتلاوته للآية تصديقا للحبر بل هو رد لقوله وإنكار وتعجب من سوء اعتقاده فإن مذهب اليهود التجسيم ففهم منه ذلك وقوله تصديقا له إنما هو من كلام الراوي على ما فهم والأول أظهر (قوله

صلى الله عليه وسلم يطوي الله السموات يوم القيامة ثم يأخذهن بيده اليمنى ثم يطوي الأرضين بشماله

ورجل يخيل إلى أن قال أي النبي صلى الله عليه وسلم ما تقول يا أبا سفيان قال أما يابسا فلا وأما رطبا فأحله قال في الفتح والظاهر أن المؤلف لم يرد أن قصة هند كانت قضاء على أبي سفيان وهو غائب بل استدل بها على صحة القضاء على الغائب ولو لم يكن ذلك قضاء على الغائب بشرطه بل لما كان أبو سفيان غير حاضر معها في المجلس وأذن لها أن تأخذ من ماله بغير إذنه قدر كفايتها كان في ذلك نوع قضاء على الغائب فيحتاج من منعه أن يجيب عن هذا والتعبير بقوله خذي يرجح أنه كان قضاء لا إفتاء لكن تقوى بعض تقدير الاستحقاق الباقي قوله ما يكفيك يرجح أنه كان فتوى ولو كان قضاء لم يفوضه إلى المدعي وقد أجاز مالك والشافعي وجماعة الحكم على الغائب وقال أبو حنيفة لا يقضى عليه مطلقا ❀ والحديث سبق قريبا ❀ (باب من قضي له) بضم القاف وكسر المعجمة (بحق أخيه) أي خصمه مسلما كان أو ذميا أو معاهدا أو مرتدا فالأخوة باعتبار البشرية (فلا يأخذه فإن قضاء الحاكم لا يحل حراما ولا يحرم حلالا) ❀ وبه قال (حدثنا عبد العزيز بن عبد الله) العامري الأويسي الفقيه قال (حدثنا إبراهيم بن سعد) بسكون العين ابن إبراهيم بن عبد الرحمن ابن عوف (عن صالح) أي ابن كيسان (عن ابن شهاب) محمد بن مسلم أنه (قال أخبرني) بالإفراد (عروة بن الزبير) بن العوام (أن زينب ابنة) ولأبي ذر بنت (أبي سلمة أخبرته أن أم سلمة) هند (زوج النبي صلى الله عليه وسلم أخبرتها عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه سمع خصومة بباب حجرته) منزل أم سلمة وعند أبي داود من طريق عبد الله بن رافع عن أم سلمة أتى رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلان يختصمان في مواريث لهما لم يكن لهما بينة إلا دعواهما وفي رواية له قال يختصمان في مواريث وأشياء قد درست وعند عبد الرزاق في مصنفه أنهما كانا في أرض هلك أهلها وذهب من يعلمها ولم يسم الخصمين (فخرج إليهم) صلى الله عليه وسلم (فقال إنما أنا بشر) أي إنسان وسمي به لظهور بشرته دون ما عداه من الحيوان أي إنما أنا بشر مشارك لكم في البشرية بالنسبة لعلم الغيب الذي لم يطلعني الله عليه وقال ذلك توطئة لقوله (وإنه يأتيني الخصم) فلا أعلم باطن أمره (فلعل) بالفاء ولأبي ذر عن الحموي والمستملي ولعل (بعضكم أن يكون أبلغ) أفصح في كلامه وأقدر على إظهار حجته (من بعض فأحسب) بكسر السين وفتحها (أنه صادق) وهو في الباطن كاذب (فأقضي) فأحكم (له بذلك) الذي ادعاه الظني صدقه (فمن قضيت له بحق مسلم) ذكر المسلم ليكون أهول على المحكوم له لأن وعيد غيره معلوم عند كل أحد فذكر المسلم تنبيها على أنه في حقه أشد (فإنما هي) أي الحكومة أو الحالة (قطعة من النار) تمثيل يفهم منه شدة التعذيب على من يتعاطاه فهو من مجاز التشبيه (فليأخذها أو ليتركها) أمر تهديد لا تخيير فهو كقوله فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر كذا قرره النووي وغيره وتعقب بأنه إن أريد به أن كلا من الصيغتين للتهديد فهو نوع فإن قوله أو ليتركها للوجوب في كلام طويل سبق في كتاب المظالم فليراجع فحكم الحاكم ينفذ ظاهرا لا باطنا فلو قضى بشيء رتب على أصل كاذب بأن كان باطن الأمر فيه بخلاف ظاهره نفذ ظاهرا لا باطنا فلو حكم بشهادة زور بظاهري العدالة لم يحصل بحكمه الحل باطنا سواء المال والنكاح وغيرهما أما المرتب على أصل صادق فينفذ القضاء فيه باطنا أيضا قطعا إن كان في محل اتفاق المجتهدين وعلى الأصح عند البغوي وغيره إن كان في محل اختلافهم وإن كان الحكم لمن لا يعتقده لتتفق الكلمة ويتم الانتفاع فلو قضى حنفي لشافعي بشفعة الجوار أو بالإرث بالرحم حل له الأخذ به وليس للقاضي منعه من الأخذ بذلك ولا من الدعوى به إذا أراده اعتبارا بعقيدة الحاكم ولأن ذلك مجتهد فيه والاجتهاد إلى القاضي لا إلى غيره ولهذا جاز للشافعي أن يشهد بذلك عند من يرى جوازه وإن كان خلاف اعتقاده ولو حكم القاضي بشيء وأقام المحكوم عليه بينة تنافي دعوى المحكوم له سمعت وبطل الحكم وفي الحديث



انما انا بشر مشارك لكم في البشرية بالنسبة لعلم الغيب الذي لم يطلعني الله عليه وقال ذلك توطئة لقوله وانه يأتيني الخصم الخ فلا اعلم باطن امره الخ

(ارشاد الساري ج ١٠)

میں تو بشر ہی ہوں اور تمہارے ساتھ غیب کے ان امور میں شریک ہوں جن پر اللہ تعالیٰ نے مجھے اطلاع نہیں دی اور یہ ارشاد وانه يأتيني الخصم الخ کے قول کے لیے تمہید ہے تو میں اس کے باطن کا علم نہیں رکھتا

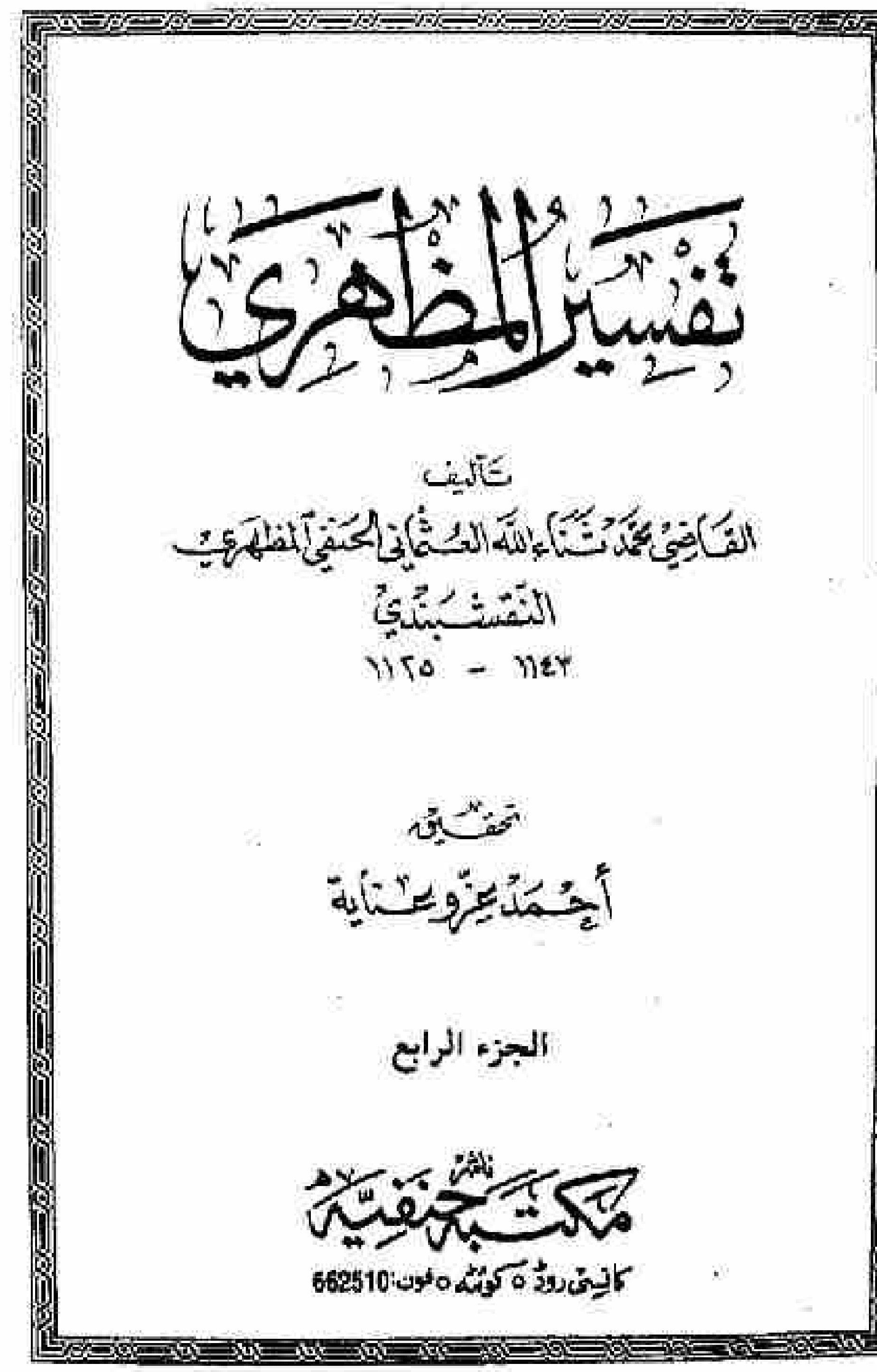
أصحابي فوالذي نفسي بيده لو أن أحدكم أنفق مثل أُحد ذهباً ما أدرك مد أحدهم ولا نصيفه»[١] متفق عليه من حديث أبي سعيد الخدري، وقال رسول الله ﷺ: «لا تمس النار مسلماً رآني أو رأى من رآني»[٢] رواه الترمذي عن جابر وقال رسول الله ﷺ: «امت من أحد من أصحابي يموت بأرض إلا بعث قائداً ونوراً لهم يوم القيامة» رواه الترمذي من حديث بريدة وقال رسول الله ﷺ: «أصحابي كالنجوم فبأيهم اقتديتم اهتديتم» رواه رزين من حديث عمر بن الخطاب ﴿رَّضِيَ ٱللَّهُ عَنۡهُمۡ﴾ بقبول طاعتهم وارتضاء إعمالهم ﴿وَرَضُواْ عَنۡهُ﴾ رباً وعن الإسلام ديناً ومحمد رسولاً ونبياً بما ألقى الله حبه في قلوبهم وبما نالوا من نعم الدنيوية والدينية ﴿وَأَعَدَّ لَهُمۡ جَنَّٰتٖ تَجۡرِي تَحۡتَهَا ٱلۡأَنۡهَٰرُ﴾ قرأ ابن كثير من تحتها كما هو في سائر المواضع وكذلك في مصاحف أهل مكة والباقون بحذف من ﴿خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدٗاۚ ذَٰلِكَ ٱلۡفَوۡزُ ٱلۡعَظِيمُ وَمِمَّنۡ حَوۡلَكُم مِّنَ ٱلۡأَعۡرَابِ مُنَٰفِقُونَۖ﴾ وهم من مزينة وجهينة وأشجع وأسلم وغفار، أخرجه ابن المنذر عن عكرمة كان منازلهم حول المدينة وكون بعضهم منافقين كما يدل عليه من التبعبضية لا ينافي ما مر من الأحاديث في مناقب غفار وأسلم وأشجع وغيرها ﴿وَمِنۡ أَهۡلِ ٱلۡمَدِينَةِ﴾ يعني من الأوس والخزرج عطف على ممن حولكم وقوله تعالى ﴿مَرَدُواْ عَلَى ٱلنِّفَاقِ﴾ صفة للمنافقين فصل بينها وبينه بالمعطوف على الخبر أو كلام مبتدأ بيان لتمرنهم في النفاق، وجاز أن يكون الظرف خبر المحذوف وجملة مردوا صفة لمبتدأ محذوف تقديره ومن أهل المدينة قوم مردوا على النفاق أي: مرنوا وثبتوا عليه يقال تمرد فلان على ربه أي: عتى ومرد على معصية أي: مرن وثبت عليها وإعتادها ومنه المريد والمارد، قال: ابن إسحاق: أي لجوا فيه وأبوا غيره وقال ابن زيد: أقاموا عليه ولم يتوبوا في القاموس مرد كنصر وكرم مرودا ومرارو فهو مريد ومارد ومتمرد أقدم وعتا أو هو يبلغ الغاية التي يخرج إليها من جملة ما عليها ذلك الصنف ومرد على الشيء مرن واستمر، وقال بعض أهل اللغة: المارد المتعري من الخيرات ومردوا على النفاق يعني تعروا عن الخير وهم على النفاق ﴿لَا تَعۡلَمُهُمۡۖ﴾ منافقاً يعني لا تعرفهم يا محمد بصفة النفاق مع كمال فطنتك وصدق فراستك فهو تقرير لمهارتهم وتوقيهم في تحامي مواقع التهم إلى حد خفي عليك ﴿نَحۡنُ نَعۡلَمُهُمۡۚ﴾ نطلع على سرائرهم أن قدروا أن لبسوا عليك

(١) أخرجه البخاري في كتاب: فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب: قول النبي ﷺ: «لو كنت متخذاً خليلاً» (٣٦٧٣)، وأخرجه مسلم في كتاب: المناقب، باب: ما جاء في فضل من رأى النبي ﷺ وصحبه (٤٠٢١).

(٢) أخرجه الترمذي في كتاب: المناقب، باب: ما جاء في فضل من رأى النبي ﷺ وصحبه (٣٨٦٧).

فلا يقدرون أن يلبسوا علينا ﴿سَنُعَذِّبُهُم مَّرَّتَيۡنِ﴾ قال: الكلبي والسدي قام النبي ﷺ خطيباً يوم الجمعة، فقال: أخرج يا فلان فإنك منافق أخرج يا فلان فإنك منافق أخرج ناساً من المسجد وفضحهم فهذا هو العذاب الأول والثاني عذاب القبر، وقال مجاهد الأول القتل والسبي والثاني عذاب القبر وعنه رواية أخرى عذبوا بالجوع مرتين، وقال قتادة الدبيلة في

الدنيا ... لأولاد في الدنيا
والأخر ... خرى عذاب القبر
وقال ابـ ... غير رغبة فيه ثم
عذاب ا ... قبض أرواحهم
والأخرى ... الأخرى إحراقهم
بنار جهـ ... رة في الدنيا بأي
نوع من ... ي: عذاب جهنم
يستطعون ... سوف مردوا يعني
ممن حو ... سوا بمنافقين بل
صفتهم ... لا عذر وجاز أن
يكون آ ... ا ﴿عَمَلٗا صَٰلِحٗا﴾
من الإيـ ... اعتراف بالذنب
بعد افترا ... ق والواو بمعنى
الباء كما ... ء حيث خلطوا
الإيمان ... بالصالح حيث
خلطوا ا ... : يقبل توبتهم
المدلول ... لتائب ويتفضل
عليه، ر ... ي الدلائل عن
ابن عبا ... ن كانوا عشرة
تخلفوا ع ... ﷺ أوثق سبعة
منهم أنفـ ... جد عليهم فلما
رآهم رسـ ... ابة وأصحاب
له تخلفو ... أنت تطلقهم


تفسير المظهري
تأليف
القاضي محمد ثناء الله العثماني الحنفي المظهري
النقشبندي
١١٤٣ - ١١٢٥
تحقيق
أحمد عزو عناية
الجزء الرابع
مكتبة حنفية
كانسي روڈ ٥ کوئٹہ ٥ فون: 662510

وترضى عنهم وقد اعترفوا بذنوبهم، فقال: رسول الله ﷺ: «وأنا أقسم بالله لا أطلقهم ولا

اور قاضی ثناء اللہ صاحب رح لکھتے ہیں کہ:-
لَا تَعۡلَمُهُمۡ یعنی لا تعرفهم یا محمد بصفة النفاق
مع کمال فطنتك وصدق فراستك فهو تقرير
لمهارتهم وتوقيهم في تحامي مواقع التهم الی
حد خفي عليك نَحۡنُ نَعۡلَمُهُمۡ نطلع علی
سرائرهم ان قدروا علی ان لبسوا عليك فلا
يقدرون ان يلبسوا علينا

Tarjuma

یعنی اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ باوجود کمال فطانت
اور صحیح فراست کے ان کو بصفت نفاق نہیں جانتے اس میں اس
امر کا ثبوت ہے کہ وہ بڑے ماہر ہیں اور تہمت کے مواقع سے
یہاں تک پرہیز کرتے ہیں کہ آپ ان کو نہیں جان سکتے بس
ہم ہی ان کو جانتے اور ان کے بھیدوں پر مطلع ہیں اگر
وہ آپ کو فریب دینے پر قادر ہیں تو ہم کو تو فریب دینے
کی ان کو کوئی قدرت نہیں ہے۔

تفسير النسفي

المسمى

بمدارك التنزيل وحقائق التأويل

تأليف

الإمام الجليل

أبي البركات عبد الله بن أحمد بن محمود النسفي

المتوفى سنة ٧٠١ هـ

تحقيق

سيد زكريا

المجلد الأول

الناشر

مكتبة نزار مصطفى الباز

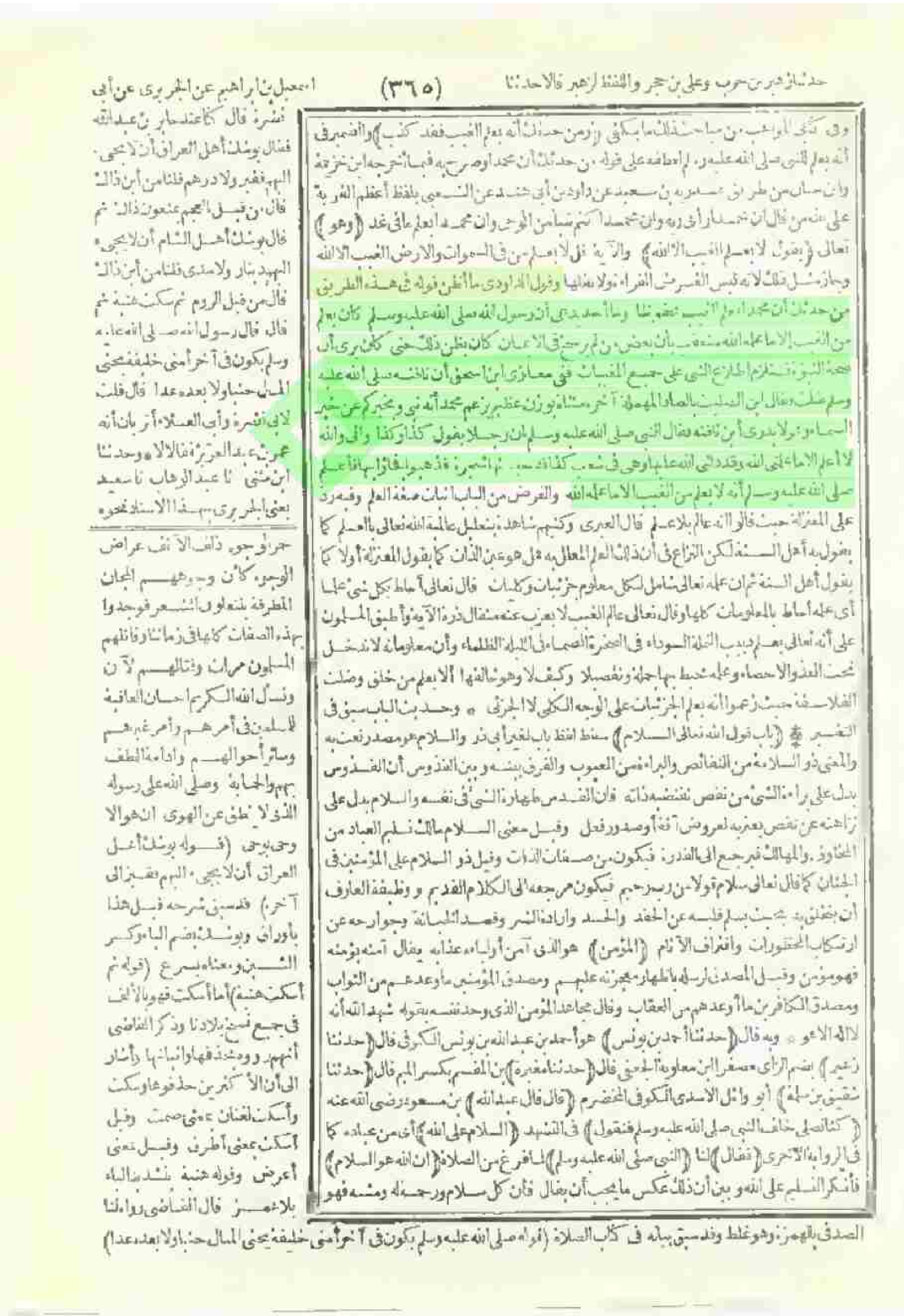
﴿أَلَا إِنَّهَا﴾ أى: النفقة أو صلوات الرسول ﴿قُرْبَةٌ لَّهُمْ﴾ قربة نافع وهذا شهادة من الله للمتصدق بصحة ما اعتقد من كون نفقته قربات وصلوات وتصديق لرجائه على طريق الاستئناف مع حرفى التنبيه والتحقيق المؤذنين بثبات الأمر وتمكنه وكذلك ﴿سَيُدْخِلُهُمُ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ﴾ أى: جنته وما فى السين من تحقيق الوعد، وما أدل هذا الكلام على رضا الله عن المتصدقين، وأن الصدقة منه بمكان إذا خلصت النية من صاحبها ﴿إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ﴾ يستر عيب المخل ﴿رَّحِيمٌ﴾ يقبل جهد المقل.

•• ﴿وَالسَّابِقُونَ﴾ مبتدأ ﴿الْأَوَّلُونَ﴾ صفة لهم ﴿مِنَ الْمُهَاجِرِينَ﴾ تبيين لهم وهم الذين صلوا إلى القبلتين، أو الذين شهدوا بدرا، أو بيعة الرضوان ﴿وَالْأَنصَارِ﴾ عطف على المهاجرين أى: ومن الأنصار وهم أهل بيعة العقبة الأولى، وكانوا سبعة نفر، وأهل العقبة الثانية وكانوا سبعين ﴿وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ﴾ من المهاجرين والأنصار فكانوا سائر الصحابة، وقيل: هم الذين اتبعوهم بالإيمان والطاعة إلى يوم القيامة والخبر ﴿رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ﴾ بأعمالهم الحسنة ﴿وَرَضُوا عَنْهُ﴾ بما أفاض عليهم من نعمته الدينية والدنيوية ﴿وَأَعَدَّ لَهُمْ﴾ عطف على رضى ﴿جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ﴾ من تحتها مكى ﴿خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾.

•• ﴿وَمِمَّنْ حَوْلَكُم﴾ يعنى: حول بلدتكم، وهى المدينة ﴿مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ﴾ وهم جهينة وأسلم وأشجع وغفار، وكانوا نازلين حولها ﴿وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ﴾ عطف على خبر المبتدأ الذى هو ممن حولكم، والمبتدأ منافقون ويجوز أن يكون جملة معطوفة على المبتدأ والخبر إذا قدرت ومن أهل المدينة قوم ﴿مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ﴾ أى: تمهروا فيه على أن مردوا صفة موصوف محذوف، وعلى الوجه الأول لا يخلو من أن يكون كلاما مبتدأ أو صفة لمنافقون فصل بينها وبينه بمعطوف على خبره ودل على مهارتهم فيه بقوله: ﴿لَا تَعْلَمُهُمْ﴾ أى: يخفون عليك مع فطنتك وصدق فراستك لفرط تنوقهم(١) فى تحامى ما يشككك فى أمرهم، ثم قال: ﴿نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ﴾ أى: لا يعلمهم إلا الله ولا يطلع على سرهم غيره؛ لأنهم يبطنون الكفر فى سويداء قلوبهم ويبرزون لك ظاهرا كظاهر المخلصين من المؤمنين ﴿سَنُعَذِّبُهُم مَّرَّتَيْنِ﴾ هما القتل وعذاب القبر أو الفضيحة وعذاب القبر، أو أخذ الصدقات من أموالهم ونهك أبدانهم ﴿ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ﴾ أى: عذاب النار.

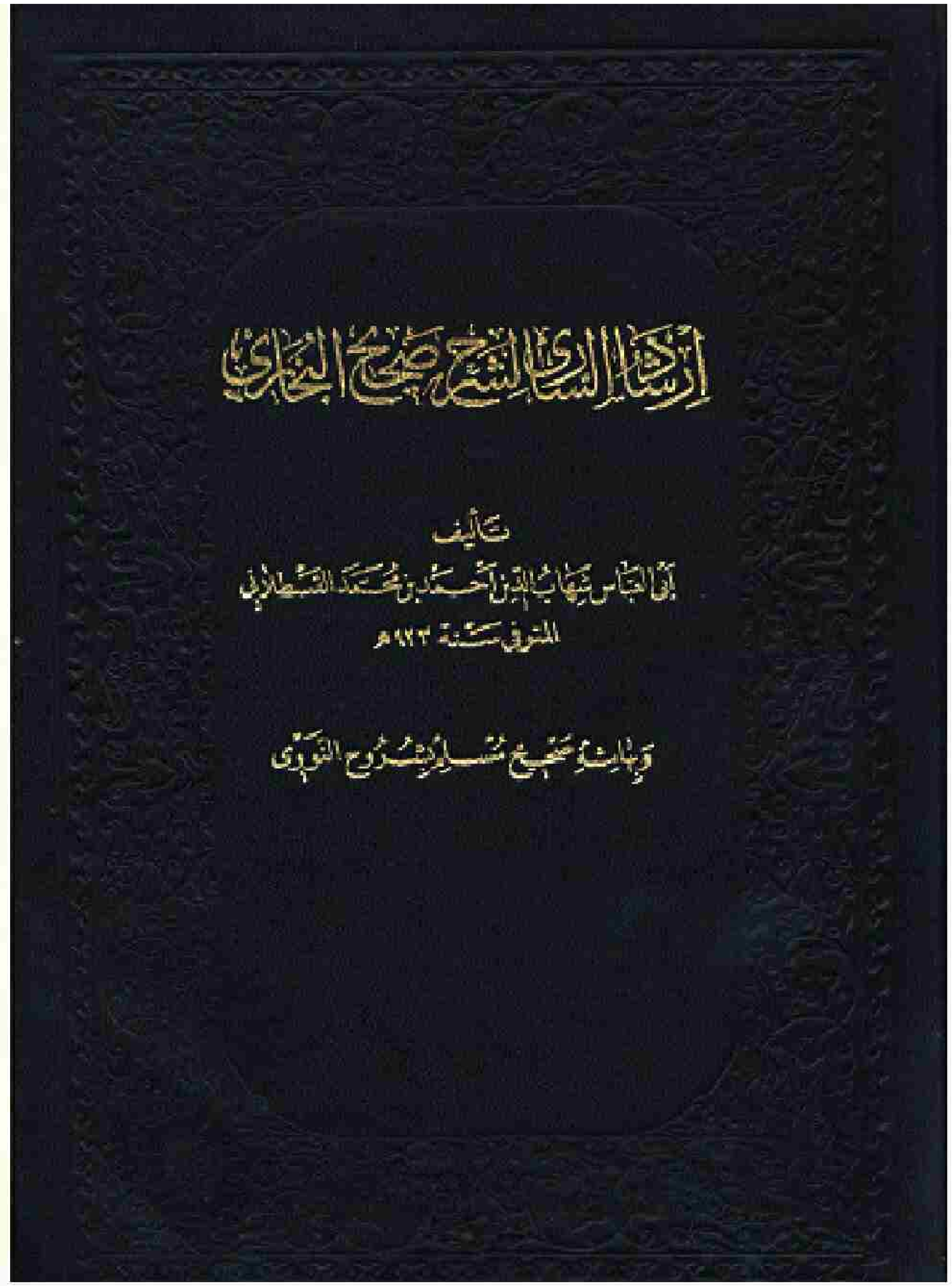
•• ﴿وَآخَرُونَ﴾ أى: قوم آخرون سوى المذكورين ﴿اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ﴾ أى: لم يعتذروا من تخلفهم بالمعاذير الكاذبة كغيرهم ولكن اعترفوا على أنفسهم بأنهم بئس ما فعلوا نادمين، وكانوا عشرة فسبعة منهم لما بلغهم ما نزل فى المتخلفين أوثقوا أنفسهم على سوارى المسجد فقدم رسول الله (ﷺ) فدخل المسجد فصلى ركعتين وكانت عادته كلما قدم من سفر فرآهم موثقين فسأل عنهم فذكر

(١) التنوّق: المبالغة فى تجويد الشىء، يُقال: تنوَّق فى ملبسه، وتنوَّق فى منطقه. (المعجم الوسيط ٢/ ٩٦٤).



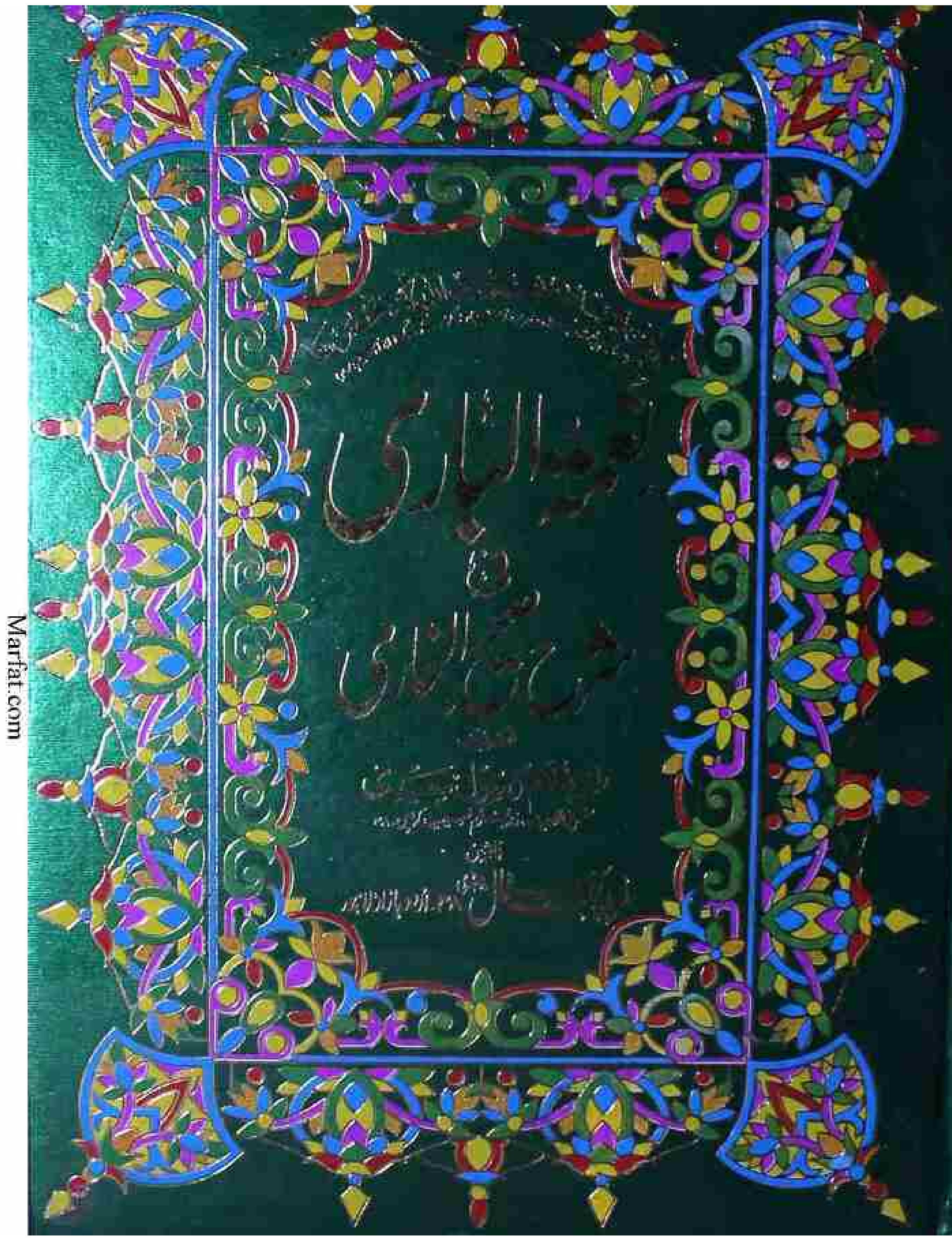
(٣٦٥)

وقول الداودي ما أظن قوله في هذه الطريق من حدثك أن محمدا يعلم الغيب محفوظا وما أحد يدعي أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يعلم من الغيب إلا ما علمه الله متعقب بأن بعض من لم يرسخ في الإيمان كان يظن ذلك حتى كان يرى أن صحة النبوة تستلزم اطلاع النبي على جميع المغيبات ففي مغازي ابن إسحق أن ناقته صلى الله عليه وسلم ضلت فقال ابن الصليت بالصاد المهملة آخره مثناة بوزن عظيم يزعم محمد أنه نبي ويخبركم عن خبر السماء وهو لا يدري أين ناقته فقال النبي صلى الله عليه وسلم إن رجلا يقول كذا وكذا وإني والله لا أعلم إلا ما علمني الله وقد دلني الله عليها وهي في شعب كذا قد حبستها شجرة فذهبوا فجاؤا بها فأعلم صلى الله عليه وسلم أنه لا يعلم من الغيب إلا ما علمه الله



علامہ قسطلانی رح بخاری شریف کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:۔

امام داؤدی رح کا یہ کہنا کہ اس سند میں یہ قول محفوظ نہیں ہے کہ جو شخص تجھے یہ کہے کہ آپ غیب جانتے تھے کیونکہ ایسا تو کوئی شخص نہ تھا جو یہ دعویٰ کرتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب حاصل تھا مگر جتنا اللہ تعالےٰ نے آپ کو علم دیا تھا، قسطلانی رح کہتے ہیں کہ داؤدی رح کا یہ قول مردود ہے کیونکہ بعض وہ لوگ جن کا ایمان راسخ نہیں تھا (یعنی وہ منافق تھے) وہ یہ خیال کرتے تھے حتیٰ کہ ان کا نظریہ تھا کہ نبوت کی صحت اس کو مستلزم ہے کہ نبی کو تمام مغیبات پر اطلاع ہو چنانچہ ابن اسحاق رح کے مغازی میں یہ واقعہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنی گم ہو گئی تو ابن صلیت (بروزن عظیم) (منافق) نے کہا، محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) گمان کرتا ہے کہ وہ نبی ہے اور تمہیں آسمان کی خبریں بتاتا ہے اور وہ یہ نہیں جانتا کہ اس کی اونٹنی کہاں ہے؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص ایسا اور ایسا کہتا ہے اور خدا کی قسم میں نہیں جانتا مگر صرف وہی کچھ جو اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ اونٹنی فلاں گھاٹی میں ہے اور ایک درخت میں پھنسی ہوئی ہے جب لوگ وہاں گئے تو اس اونٹنی کو وہاں سے لے آئے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صاف بتا دیا کہ میں غیب نہیں جانتا مگر صرف اتنا ہی جتنا اللہ تعالیٰ مجھے بتا دے



ذٰلِكَ كُلَّهُ دِيْنًا' وَمَا بَيَّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِوَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ مِنَ الْاِيْمَانِ' وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ﴾ (آل عمران: ۸۵).

دین کی تعلیم دینے آئے تھے' پس نبی ﷺ نے ان تمام اُمور کو دین قرار دیا اور نبی ﷺ کا عبد القیس کے وفد کو ایمان کے متعلق بتانا اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ''اور جس نے اسلام کے سوا کوئی اور دین طلب کیا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا'' (آل عمران: ۸۵)۔

۵۰- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ حَيَّانَ التَّيْمِيُّ' عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَارِزًا يَوْمًا لِلنَّاسِ' فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ فَقَالَ مَا الْاِيْمَانُ؟ قَالَ الْاِيْمَانُ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَبِلِقَائِهٖ وَرُسُلِهٖ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ' قَالَ مَا الْاِسْلَامُ؟ قَالَ الْاِسْلَامُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكَ بِهٖ' وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ' وَتُؤَدِّيَ الزَّكٰوةَ الْمَفْرُوْضَةَ' وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ' قَالَ مَا الْاِحْسَانُ؟ قَالَ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ' فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ' قَالَ مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ' وَسَاُخْبِرُكَ عَنْ اَشْرَاطِهَا اِذَا وَلَدَتِ الْاَمَةُ رَبَّهَا' وَاِذَا تَطَاوَلَ رُعَاةُ الْاِبِلِ الْبُهْمِ فِي الْبُنْيَانِ' فِيْ خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ' ثُمَّ تَلَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ (لقمان: ۳۴) اَلْاٰيَةَ' ثُمَّ اَدْبَرَ فَقَالَ رُدُّوْهُ. فَلَمْ يَرَوْا شَيْئًا' فَقَالَ هٰذَا جِبْرِيْلُ جَآءَ يُعَلِّمُ النَّاسَ دِيْنَهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں' ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوحیان التیمی نے خبر دی' از ابوزرعہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ ایک دن نبی ﷺ لوگوں کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے' پس آپ کے پاس حضرت جبریل آئے' سو آپ سے پوچھا: ایمان کی کیا تعریف ہے؟ آپ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ' اور اس کے فرشتوں پر اور اللہ سے ملاقات پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان لاؤ' انہوں نے پوچھا: اور اسلام کی کیا تعریف ہے؟ آپ نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو' اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ مفروضہ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو' انہوں نے پوچھا: احسان کی کیا تعریف ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اللہ کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ اس کو تم دیکھ رہے ہو' پس اگر تم اس کو نہ دیکھ سکو (تو یہ یقین رکھو) کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ انہوں نے پوچھا: قیامت کب ہوگی؟ آپ نے فرمایا: جس سے اس کا سوال کیا گیا ہے وہ سائل سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے اور میں تم کو عنقریب اس کی علامتوں کی خبر دوں گا' جب باندی سے اس کا مالک پیدا ہو اور جب سیاہ اونٹوں کو چرانے والے لمبی لمبی عمارتیں بنائیں تو یہ ان پانچ چیزوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی (ازخود) نہیں جانتا' پھر نبی ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی: ''بے شک اللہ ہی کے پاس قیامت کا (ازخود) علم ہے' وہی بارش نازل فرماتا ہے اور وہی (ازخود) جانتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے اور کوئی شخص (ازخود) نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور نہ کوئی شخص (ازخود) جانتا ہے کہ وہ کس زمین میں مرے گا' بے

شک اللہ ہی بے حد جاننے والا خوب خبر دینے والا ہے O'' (لقمان: ۳۴) پھر حضرت جبریل پیٹھ پھیر کر چلے گئے' آپ نے فرمایا: ان کو واپس بلاؤ' تو صحابہ نے کسی چیز کو نہیں دیکھا' آپ نے فرمایا: یہ جبریل تھے' جو لوگوں کو ان کا دین سکھانے آئے تھے۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ جَعَلَ ذٰلِكَ كُلَّهُ مِنَ الْاِيْمَانِ.

امام بخاری نے کہا: آپ نے ان تمام اُمور کو دین قرار دیا۔

[طرف الحدیث: ۴۷۷۷]

(سنن ابن ماجہ: ۶۳۰ـ ۴۰۴۴' یہ حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے' اس کی تخریج یہ ہے: صحیح مسلم: ۸' سنن ابوداؤد: ۴۶۹۵' سنن ترمذی: ۲۶۱۰' سنن نسائی: ۴۹۹۰' سنن ابن ماجہ: ۶۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۱' سنن کبریٰ: ۳۳۱۰' سنن دارمی: ۲۷۰۰' مسند ابویعلیٰ: ۲۴۷' صحیح ابن خزیمہ: ۲۰۵۸' صحیح ابن حبان: ۳۵۱۳' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۱۷۴' مسند احمد ج ۱ ص ۲۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۲۔ ج ۱ ص ۳۲۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) مسدد بن مسرھد' ان کا تعارف ''باب یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ'' میں ہو چکا ہے (۲) اسماعیل بن ابراہیم' ان کا تعارف ''باب حب الرسول من الایمان'' میں ہو چکا ہے (۳) ابوحیان یحییٰ بن حیان تیمی' امام احمد بن عبد اللہ نے کہا: یہ ثقہ' صالح اور صاحب سنت ہیں' ۱۴۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) ابوزرعہ حرم بن عمرو البجلی' ان کا تعارف ''باب الجہاد من الایمان'' میں ہو چکا ہے (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ص ۴۴۰)

''بارز' بعث' عبادۃ' احسان'' اور باندیوں سے مالک پیدا ہونے کے معانی

اس حدیث میں ''بارزًا'' کا لفظ ہے' یہ ''بروز'' سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: ظہور۔

''بعث'' مردوں کا قبر سے اٹھنا' اس کا معنی انبیاء کی بعثت بھی ہے' مگر یہاں پہلا معنی مراد ہے۔

اللہ کی عبادت کرو یعنی خضوع اور خشوع اور تذلل اور عجز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔

''احسان'' اس کا مادہ حسن ہے اور اس کی ضد قبیح ہے' اس کا شرعی معنی یہ ہے کہ انسان اللہ کے ہر حکم کو اس کی شرائط اور آداب کے ساتھ بجالائے' اور جب بندہ کو اس پر یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو ہر حال میں دیکھ رہا ہے تو وہ بُرے کاموں کو ترک کرے گا اور صفات مذمومہ کو زائل کرے گا اور اپنے باطن کو پاک اور صاف کرے گا اور صفاتِ محمودہ سے متصف ہوگا' حتیٰ کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی تجلیات منعکس ہوں گی۔

گویا کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو' ورنہ یہ یقین رکھو کہ اللہ تم کو دیکھ رہا ہے: اس میں بندہ کو عبادت میں کامل اخلاص کی ترغیب دی ہے' کیونکہ انسان نیک لوگوں کے سامنے بُرے کام نہیں کرتا اور حکام کے سامنے قانون شکنی نہیں کرتا تو جس شخص کا اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی قدرت پر کامل ایمان ہوگا' وہ اپنی خلوت اور جلوت میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرے گا اور اس کے ہر حکم کی اطاعت کامل طریقہ سے کرے گا۔

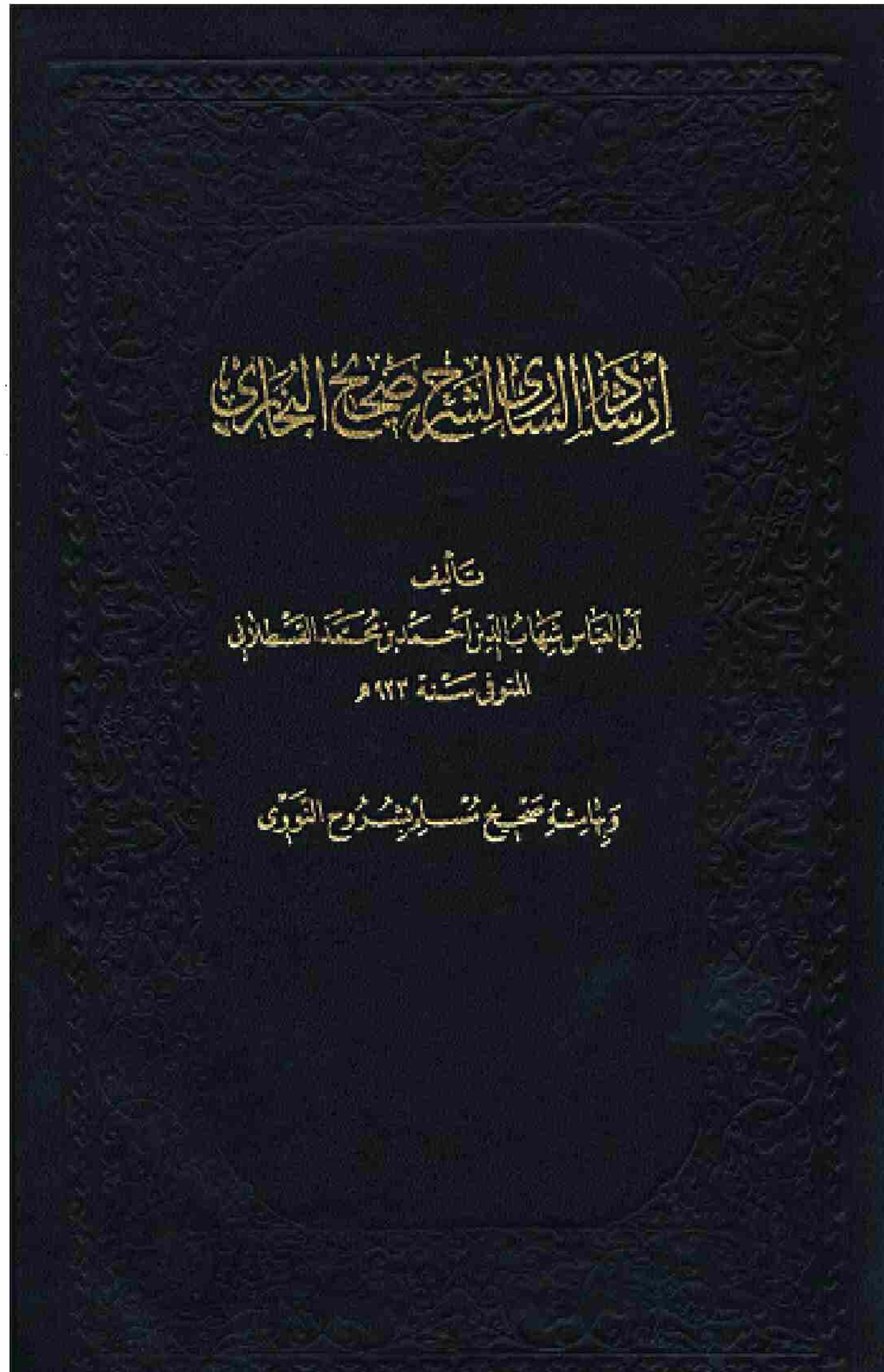
اور باندی سے مالک پیدا ہوگا: اس کا معنی یہ ہے کہ آخر زمانہ میں باندیاں بہ کثرت ہوں گی' حتیٰ کہ ایک شخص کسی باندی کو خریدے گا اور وہ درحقیقت اس کی ماں ہوگی' اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ آخر زمانہ میں لوگ اپنی ماؤں کی عزت اور احترام نہیں کریں گے

Marfat.com

* حدثنا حسن بن على الحلوانى حدثنا يزيد (١٣٨) بن هرون أخبرنا همام قال دخل أبو داود الاعمى على قتادة فلما قام قالوا ان هذا يزعم أنه لقى ثمانية عشر بدريا

ابن مالك فى المسجد وشهر رمضان اللذين هما محلان للذكر لا للغو مع استلزام ذلك لرفع الصوت بحضرة الرسول عليه الصلاة والسلام المنهى عنه (فرفعت) أى رفع بيانها أو علمها من قلبى بمعنى نسيتها ويدل له حديث أبى سعيد المروى فى مسلم فجاء رجلان يحتقان بتشديد القاف أى يدعى كل منهما أنه محق معهما الشيطان فنسيتها (وعسى أن يكون) رفعها (خيرا لكم) لتزيدوا فى الاجتهاد فى طلبها فتكون زيادة فى ثوابكم ولو كانت معينة لاقتصرتم عليها فقل عملكم وشذ قوم فقالوا برفعها وهو غلط كما بينه قوله (التمسوها) أى اطلبوها اذ لو كان المراد رفع وجودها لم يأمرهم بالتماسها وفى رواية أبى ذر والاصيلى فالتمسوها (فى) ليلة (السبع) بالموحدة والعشرين من رمضان المذكور (والتسع) والعشرين منه (والخمس) والعشرين منه كما استفيد التقدير من روايات أخر وفى رواية بتقديم التسع بالمثناة على السبع بالموحدة فان قلت كيف أمر بطلب ما رفع علمه أجيب بان المراد طلب التعبد فى مظانها وربما يقع العمل مصادفا لها الا أنه أمر بطلب العلم بعينه وفى الحديث ذم الملاحاة والخصومة وأنهما سبب العقوبة للعامة بذنب الخاصة والحث على طلب ليلة القدر ورواته ما بين بلخى وبصرى ومدنى ورواية صحابى عن صحابى والتحديث والاخبار والعنعنة وأخرجه أيضا فى الصوم وفى الادب وكذا النسائى هذا (باب) بغير تنوين لاضافته الى قوله (سؤال جبريل النبى صلى الله عليه وسلم عن الايمان والاسلام والاحسان) باضافة سؤال لجبريل من اضافة المصدر للفاعل والنبى نصب معمول المصدر (و) عن (علم) وقت (الساعة) قدر بالوقت لان السؤال لم يقع عن نفس الساعة وانما هو عن وقتها بقرينة ذكر متى الساعة (وبيان) بالجر عطفا على سؤال جبريل (النبى صلى الله عليه وسلم له) أكثر المسؤل عنه لانه لم يبين وقت الساعة اذ حكم معظم الشئ حكم كله أو أن قوله عن الساعة لا يعلمها الا الله بيان له (ثم قال) صلى الله عليه وسلم وعطف الجملة الفعلية على الاسمية لان الاسلوب يتغير بتغير المقصود لان مقصوده من الكلام الاول الترجمة ومن الثانى كيفية الاستدلال فلتغايرهما تغاير الاسلوبان (جاء جبريل) عليه السلام (يعلمكم دينكم فجعل) صلى الله عليه وسلم (ذلك كله دينا) يدخل فيه اعتقاد وجود الساعة وعدم العلم بوقتها لغير الله تعالى لانهما من الدين (وما بين النبى صلى الله عليه وسلم لوفد عبد القيس من الايمان) أى مع ما بين للوفد أن الايمان هو الاسلام حيث فسره فى قصتهم بما فسر به الاسلام (وقوله تعالى) وفى رواية أبى ذر وقول الله تعالى وفى رواية الاصيلى عز وجل (ومن يبتغ غير الاسلام دينا فلن يقبل منه) أى مع ما دلت عليه هذه الآية أن الاسلام هو الدين اذ لو كان غيره لم يقبل فاقتضى ذلك أن الايمان والاسلام شئ واحد ويؤيده ما نقل أبو عوانة فى صحيحه عن المزنى من الجزم بانهما عبارة عن معنى واحد وأنه سمع ذلك من الشافعى وسيأتى البحث فى ذلك ان شاء الله تعالى قريبا وبالسند الى المؤلف قال (حدثنا مسدد) هو ابن مسرهد (قال حدثنا اسمعيل بن ابراهيم) بن سهم وأمه علية بضم العين المهملة وفتح اللام وتشديد المثناة التحتية (قال أخبرنا أبو حيان) بفتح الحاء المهملة وتشديد المثناة التحتية يحيى بن سعيد بن حيان (التيمى) نسبة الى تيم الرباب الكوفى (عن أبى زرعة) هرم بن عمرو بن جرير البجلى (عن أبى هريرة) رضى الله عنه أنه (قال كان النبى) وفى رواية رسول الله (صلى الله عليه وسلم بارزا) أى ظاهرا (يوما للناس) غير محتجب عنهم ويوما نصب على الظرفية (فأتاه رجل) أى ملك فى صورة رجل وهو رواية الاربعة وفى رواية فى أصل متن فرع اليونينية كهيئة جبريل (فقال) بعد أن سلم يا محمد كما فى مسلم وانما ناداه باسمه كما يناديه الاعراب تعمية بحاله أو لانه لم يعلمه المعلم (ما الايمان) أى ما متعلقاته وقد وقع السؤال بما ولا يسئل بها الا عن الماهية (قال) صلى الله عليه وسلم (الايمان أن تؤمن بالله) أى تصدق بوجوده وبصفاته الواجبة له تعالى لكن الظاهر أنه عليه الصلاة والسلام علم أنه سأله

شديدا متباينا تباينا بعيدا فمن ذلك ما قاله الامام الحافظ أبو عمر بن عبد البر فى أول التمهيد قال مات أيوب السختيانى فى سنة اثنتين وثلاثين ومائة فى طاعون الجارف ونقل ابن قتيبة فى المعارف عن الاصمعى ان طاعون الجارف كان فى زمن ابن الزبير سنة سبع وستين وكذا قال أبو الحسن على بن محمد بن أبى سيف المدائنى فى كتاب التعازى ان طاعون الجارف كان فى زمن ابن الزبير سنة سبع وستين فى شوال وكذا ذكر الكلاباذى فى كتابه فى رجال البخارى معنى هذا فانه قال ولد أيوب السختيانى سنة ست وستين وفى قول انه ولد قبل الجارف بسنة وقال القاضى عياض فى هذا الموضع كان الجارف سنة تسع عشرة ومائة وذكر الحافظ عبد الغنى المقدسى فى ترجمة عبد الله بن مطرف عن يحيى القطان قال مات مطرف بعد طاعون الجارف وكان الجارف سنة سبع وثمانين وذكر فى ترجمة يونس بن عبيد أنه رأى أنس بن مالك وانه ولد بعد الجارف ومات سنة سبع وثلاثين ومائة فهذه أقوال متعارضة فيجوز أن يجمع بينها بان كل طاعون من هذه يسمى جارفا لان معنى الجرف موجود فى جميعها وكانت الطواعين كثيرة ذكر ابن قتيبة فى المعارف عن الاصمعى ان أول طاعون كان فى الاسلام طاعون عمواس بالشام فى زمن عمر بن الخطاب فيه توفى أبو عبيدة بن الجراح ومعاذ بن جبل وامرأتاه وابنه ثم الجارف فى زمن ابن الزبير ثم طاعون الفتيات لانه بدا فى العذارى والجوارى بالبصرة وبواسط وبالشام والكوفة وكان الحجاج يومئذ بواسط عن



یعنی قیامت کے آنے کا یقین رکھنا اور ساتھ ہی یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کے وقت خاص کا علم اللہ | کے سوا کسی کو نہیں ہے اجزاء دین میں سے ہے ۔

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾
اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

تبیان القرآن

تفسیر

جلد اوّل

المقدمہ ○ الفاتحہ ○ البقرہ

علامہ غلام رسول سعیدی
شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی۔ ۳۸

ناشر
فرید بُک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ البقرہ

سورہ بقرہ کا اجمالی تعارف

سورہ بقرہ قرآن مجید کی سب سے طویل سورت ہے' اور یہ مدنی سورت ہے' علامہ واحدی نیشاپوری نے لکھا ہے کہ عکرمہ نے بیان کیا ہے کہ مدینہ میں جو سورت سب سے پہلے نازل ہوئی وہ سورۃ البقرۃ ہے۔ (اسباب النزول ص ۱۱)

مدینہ منورہ میں نازل ہونے والی تمام سورتوں میں مسلمانوں کے انفرادی اور اجتماعی نظام حیات' عبادات' سیاسیات' معاشیات' اقتصادیات' اور عمرانیات کے اصول اور احکام بیان کئے گئے ہیں' اس کے برخلاف کی سورتوں میں اعتقادیات اور اخلاقیات پر زیادہ زور دیا گیا ہے' کیونکہ مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی اپنی ریاست قائم ہو چکی تھی' اور نظام مملکت کو چلانے کے لیے جن اصول اور قواعد کی ضرورت ہوتی ہے اور مسلمانوں کی تمدنی زندگی کی فوز و فلاح اور عبادات کے اجتماعی نظام کے لیے جن ہدایات کی احتیاج ہو سکتی ہے وہ سب ان مدنی سورتوں میں نازل کی گئیں۔

عقائد اسلامیہ کی اساس ایمان بالغیب ہے' اور بغیر دیکھے اللہ تعالیٰ کو واحد لاشریک ماننا ہے' اس کے تمام رسولوں پر ایمان لانا ہے اور تمام آسمانی کتابوں کو ماننا ہے' جزاء اور سزا کا اقرار کرنا ہے اور اعمال صالحہ میں ہمہ گیر اور ہمہ جہت عبادت نماز کو قائم کرنا ہے اور طبقاتی منافرت کا سدباب کرنے کے لیے اہم عبادت زکوٰۃ کو ادا کرنا ہے' اس لیے سورہ بقرہ ایمان بالغیب' اقامت صلوٰۃ اور اداء زکوٰۃ کے بیان سے شروع ہوتی ہے' پھر آگے چل کر اس سورت میں شریعت اسلامیہ کو وضاحت سے بیان کیا ہے اور عبادات اور معاملات کی تفصیل کی گئی ہے اور اقامت صلوٰۃ اور اداء زکوٰۃ کے علاوہ تحویل قبلہ' توحید پر دلائل' ماہ رمضان کے روزوں' بیت اللہ کے حج' جہاد فی سبیل اللہ' انفاق فی سبیل اللہ' والدین اور قرابت داروں کے حقوق' زکوٰۃ اور صدقات کے مصارف' یتیموں کی کفالت' عائلی زندگی کے اصول اور احکام میں نکاح' طلاق' رضاع' عدت اور ایلاء کو بیان کیا گیا ہے' قسم کھانے کا شرعی حکم' جادو کا حرام ہونا' قتل ناحق کی ممانعت' قاتل پر قصاص کو واجب کرنا' ناجائز طریقوں سے لوگوں کا مال کھانے کی ممانعت' شراب' جوئے اور سود کی حرمت' ایام حیض میں عمل ازدواج کی ممانعت' عورتوں سے عمل معکوس کرنے کی تحریم کو بیان کیا ہے۔

اسی سورت میں ایک آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی ذات' اس کی وحدت اور اس کی اہم صفات کا بیان ہے اور یہ آیت الکرسی ہے۔ (البقرہ: ۲۵۴) اسی سورت میں وہ آیت ہے جو قرآن مجید کی سب سے طویل آیت ہے' اس کو آیت مداینہ کہتے ہیں' اس آیت میں قرض دینے' قرض کو لکھنے اور کاروباری معاملات میں مردوں اور عورتوں کو گواہ بنانے' رہن رکھنے' امانت ادا کرنے اور گواہی چھپانے کی ممانعت کو بیان کیا ہے۔ (البقرہ: ۲۸۲) اسی سورت میں ایک ایسی آیت ہے جو قرآن مجید کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت ہے۔

اور وہ آیت ہے:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

تبیان القرآن

جلد دوم

آلِ عمران ۰ النساء

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی-۳۸

ناشر

فرید بُک سٹال، ۳۸-اُردو بازار لاہور-۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ النساء

سورۃ النساء مدنی ہے' اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے' اس میں ۲۴ رکوع ہیں اور ۱۷۶ آیتیں ہیں۔ ترتیب مصحف کے اعتبار سے یہ چوتھی سورت ہے اور نزول کے اعتبار سے یہ سورہ ممتحنہ کے بعد نازل ہوئی ہے۔ یہ سورۃ البقرہ کے بعد سب سے بڑی سورت ہے۔

سورۃ النساء کا زمانہ نزول اور وجہ تسمیہ

بعض قرائن کی بناء پر علماء نے یہ کہا ہے کہ سورہ النساء کا زمانہ نزول ۳ھ کے اواخر سے لے کر ۴ھ کے اواخر یا ۵ھ کے اوائل تک ہے' شوال ۳ھ میں جنگ احد ہوئی تھی جس میں ستر مسلمان شہید ہوئے تھے اور اس وقت ان مسلمانوں کی وراثت اور ان کے یتیم بچوں کی کفالت کا مسئلہ پیدا ہوا تھا اس لیے مسلمانوں کی وراثت اور ان کے یتیم بچوں کی کفالت سے متعلق آیات اس موقع پر نازل ہوئیں۔ نماز خوف غزوہ ذات الرقاع میں پڑھی گئی تھی اور یہ غزوہ ۴ھ میں پیش آیا تھا اس لئے نماز خوف سے متعلق آیات اس موقع پر نازل ہوئیں اور تیمم کی اجازت غزوہ بنو مصطلق میں دی گئی تھی یہ غزوہ ۵ھ میں ہوا تھا اور اسی موقع پر تیمم کی آیات نازل ہوئی تھیں۔ ۴ھ میں بنو نضیر کا مدینہ سے اخراج ہوا تھا اس لئے اس سے متعلق آیتیں اس موقع پر نازل ہوئیں۔

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ سورہ بقرہ اور سورہ نساء جب نازل ہوئیں تو میں حضور کے پاس تھی۔

اس سورت میں عورتوں کے احکام بہ کثرت بیان کئے گئے ہیں اس وجہ سے اس سورت کا نام سورہ النساء ہے۔

سورۃ النساء کے فضائل

امام احمد' امام حاکم نے تصحیح کے ساتھ اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جس نے سات سورتوں کو یاد کرلیا ہے وہ بہت بڑا عالم ہے۔ (ان میں سورہ النساء بھی ہے)

امام ابو یعلیٰ' امام ابن خزیمہ' امام ابن حبان' امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ تکلیف محسوس کی صبح کو آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! آپ پر تکلیف کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں آپ نے فرمایا الحمد للہ میں نے سات بڑی سورتیں پڑھ لی ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے جس نے سورہ نساء کو پڑھ لیا وہ جان لے گا

الدُّرُّ المنثور في التفسير بالمأثور

لجلال الدين السيوطي

(٨٤٩هـ - ٩١١هـ)

تحقيق

الدكتور عبد الله بن عبد المحسن التركي

بالتعاون مع

مركز هجر للبحوث والدراسات العربية والإسلامية

الدكتور عبد السند حسن يمامة

الجزء الثامن

٢/٤

[٢٢١ظ] / سورةُ يوسفَ

مكيَّةٌ

أخرَج النحاسُ ، وأبو الشيخِ ، وابنُ مَرْدُويه ، عن ابنِ عباسٍ قال : نزَلت سورةُ « يوسفَ » بمكةَ[(١)] .

وأخرَج ابنُ مَرْدُويه عن [(٢)] ابنِ الزبيرِ [(٢)] قال : أُنزِلتْ سورةُ « يوسفَ » بمكةَ .

وأخرَج الحاكمُ وصحَّحه عن رفاعةَ بنِ رافعٍ الزُّرَقيِّ ، أنه خرَج هو وابنُ خالتِه معاذُ ابنُ عفراءَ حتى قَدِما مكةَ ، قال : وهذا قبلَ خروجِ الستةِ مِن الأنصارِ ، فأتَيا النبيَّ ﷺ ، قال : فقلتُ : اعرِضْ عليَّ . فعرَض عليَّ الإسلامَ وقال : « مَن خلَق السماواتِ والأرضَ والجبالَ ؟ » . قلنا : اللهُ . قال : « فمن خلَقكم ؟ » . قلنا : اللهُ . قال : « فمن عَمِل هذه الأصنامَ التي تَعْبُدون ؟ » . قلنا : نحنُ . قال : « فالخالقُ أحقُّ بالعبادةِ أم المخلوقُ ؟! فأنتم أحقُّ أن يَعْبُدوكم ! وأنتم عَمِلْتموها ، واللهُ أحقُّ أن تَعْبُدوه مِن شيءٍ عَمِلْتُموه ، وأنا أدْعُو إلى عبادةِ اللهِ ، وشهادةِ أن لا إلهَ إلا اللهُ وأني رسولُ اللهِ ، وصلةِ الرحمِ ، وتَرْكِ العدوانِ بغَصْبِ[(٣)] الناسِ » . قلنا : لو كان الذي تَدْعو إليه باطلًا لكان مِن معالي الأمورِ ومحاسنِ الأخلاقِ . فأَمْسِكْ راحلتَيْنا حتى نأتيَ البيتَ . فجلَس عندَه معاذُ ابنُ عفراءَ ، قال : فطُفْتُ وأخرجْتُ سبعةَ أقداحٍ ، فجعلتُ له منها قَدَحًا ، فاستقبَلْتُ البيتَ فضربْتُ بها ،

---

(١) النحاس ص ٥٣٣.

(٢ - ٢) في الأصل ، ر ٢ : « الزبير » .

(٣) في م : « وبغض » .

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

تبیان القرآن

جلد ششم

الرعد تا بنی اسرائیل

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی-۳۸

ناشر

فرید بک سٹال، ۳۸- اردو بازار، لاہور-۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ النحل

سورت کا نام، وجہ تسمیہ اور زمانہ نزول

اس سورت کا نام النحل ہے، نحل کے معنی ہیں شہد کی مکھی، النحل کا لفظ اس آیت میں ہے:

وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ ۝ (النحل: ۶۸)

اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں ڈالا کہ پہاڑوں میں اور درختوں میں اور چھپروں میں گھر بنا۔

قرآن عظیم میں اس آیت کے سوا اور کسی جگہ النحل کا لفظ نہیں آیا، اسی لیے اس سورت کا یہ نام ہے اور مصاحف، کتب حدیث اور کتب تفسیر میں اس سورت کا یہی نام مشہور ہے۔

یہ سورت مکہ کے آخری دور میں نازل ہوئی ہے۔

سورۃ النحل کے متعلق احادیث

امام ابوالحسن علی بن احمد الواحدی نیشاپوری متوفی ۴۵۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے سورۃ النحل کو پڑھا، اس سے ان نعمتوں کا حساب نہیں لیا جائے گا جو اس کو دنیا میں دی گئیں اور اس کو اس شخص کی طرح اجر دیا جائے گا جس نے مرتے وقت اچھی وصیت کی ہو۔ (الوسیط ج ۳ ص ۵۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ)

امام عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ پوری سورت مکی ہے، اور ایک روایت یہ ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد یہ آیت نازل ہوئی:

ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء

اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

تبیان القرآن

جلد یازدہم

الاحقاف تا التغابن

علامہ غلام رسول سعیدی

ناشر

مکتبہ رضویہ

تقسیم کار

ادبی دنیا ۵۱۰ مٹیا محل دہلی ۶

11

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ الرحمٰن

سورت کا نام

اس سورت کا نام الرحمٰن ہے' کیونکہ اس سورت کا پہلا لفظ الرحمٰن ہے' احادیث میں بھی اس سورت کا نام الرحمٰن آیا ہے' جس کو ان شاء اللہ ہم ابھی ذکر کریں گے' اس سورت کے نزول کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے:

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ○ (الفرقان: ۶۰)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو وہ کہتے ہیں: رحمٰن کیا ہے؟ کیا ہم اس کو سجدہ کریں جس (کو سجدہ کرنے) کا آپ ہمیں حکم دے رہے ہیں اور اس حکم نے ان کی نفرت میں مزید اضافہ کر دیا ○

جمہور صحابہ و تابعین کے نزدیک یہ سورت مکی ہے اور ایک جماعت نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کیا ہے کہ یہ سورت مدنی ہے اور صلح حدیبیہ کے موقع پر نازل ہوئی تھی' جب کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سورت مکی ہے۔ یہ سورت سورۃ الحجر اور سورۃ النحل سے پہلے اور سورۃ الفرقان کے بعد نازل ہوئی ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۴۳ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۵۵ ہے۔

سورۃ الرحمٰن کے متعلق احادیث

عروۃ ابن الزبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس نے مکہ میں سب سے پہلے بہ آواز بلند قرآن مجید پڑھا' وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں' کیونکہ ایک دن صحابہ نے کہا کہ قریش نے آج تک کسی سے بہ آواز بلند قرآن مجید نہیں سنا' پس کون شخص ہے جو ان کو بلند آواز سے قرآن سنائے؟ حضرت ابن مسعود نے کہا: میں سناؤں گا۔ صحابہ نے کہا: ہمیں تمہارے متعلق خطرہ ہے' ہم چاہتے ہیں کہ کوئی ایسا شخص ان کو قرآن سنائے' جس کے پاس ان کے شر سے بچنے کے لیے مضبوط جتھا ہو' حضرت ابن مسعود نہیں مانے اور انہوں نے مقام ابراہیم کے پاس کھڑے ہو کر پڑھا: "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. اَلرَّحْمٰنُ ○ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ○" (الرحمٰن: ۲-۱) پھر انہوں نے اپنی آواز بہت بلند کی' اس وقت قریش اپنی مجالس میں بیٹھے ہوئے تھے' انہوں نے کہا: ام عبد کے بیٹے! کیا کہہ رہے ہیں؟ یہ وہی کلام پڑھ رہے ہیں جس کے متعلق (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتے ہیں کہ یہ کلام ان پر نازل کیا گیا ہے' پھر انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو مارا پیٹا' حتیٰ کہ ان کا چہرہ سوج گیا۔ (الکشف والبیان ج ۹ ص ۱۷۸' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۱۳۸' المعجم الکبیر ج ۲۳ ص ۷' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۱۳۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے پاس گئے اور ان کے سامنے شروع سے آخر تک سورۃ الرحمٰن پڑھی' صحابہ خاموش رہے' آپ نے فرمایا: میں نے جنات سے ملاقات کی' تب یہ سورت جنات پر پڑھی تھی' انہوں نے تم سے اچھا جواب دیا تھا' جب بھی میں پڑھتا:

www.assunnahworld.com

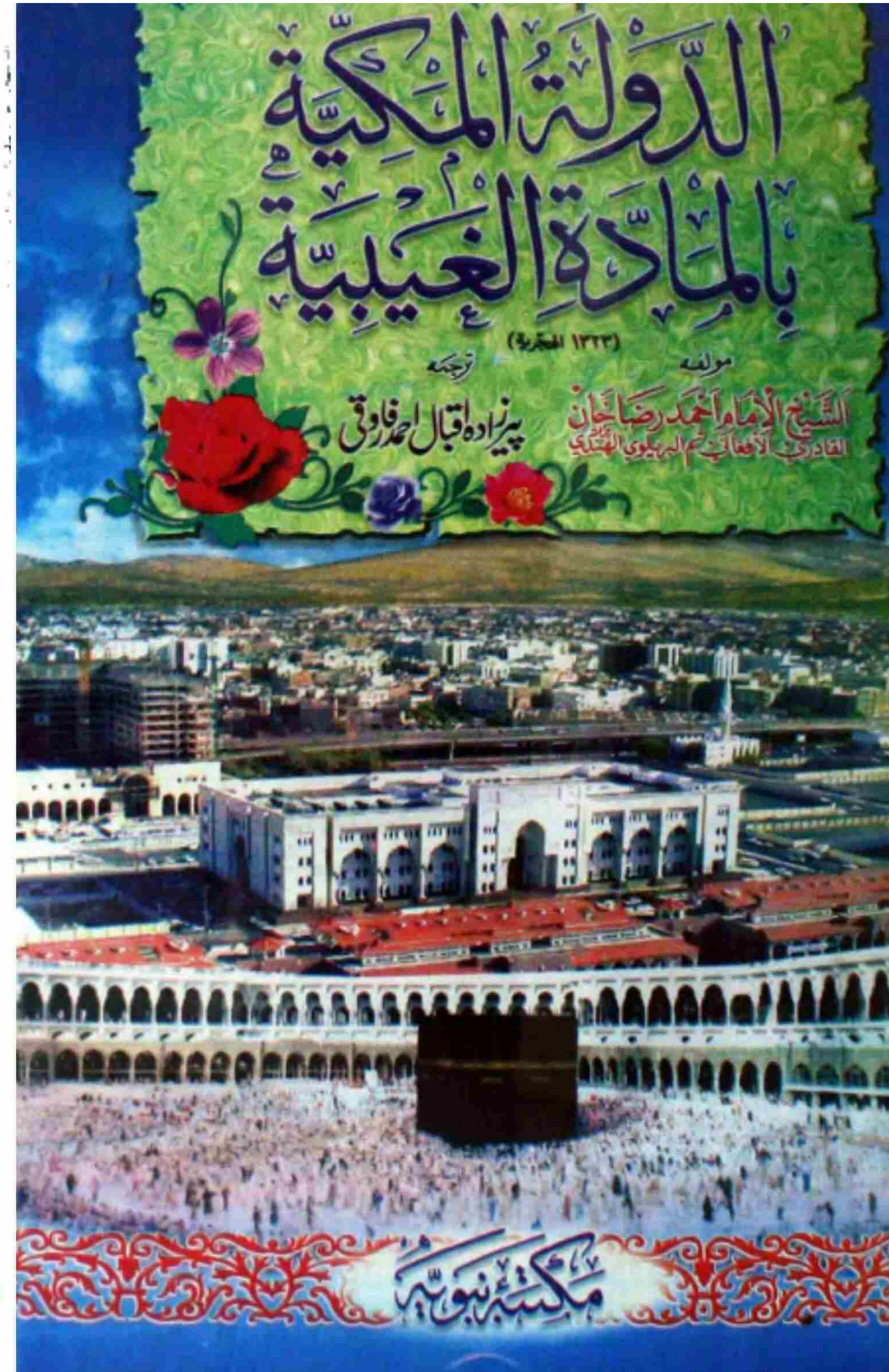
جانتے تھے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔''

ان کے بڑے گنگوہی نے اپنی 'براہین قاطعہ' میں لکھا تھا:

''نبی ﷺ دیوار کے پیچھے کا حال بھی نہ جانتے تھے۔'' اور پھر اس نے اس قول کو حضور ﷺ کی حدیث بنا کر پیش کر کے نہایت بے حیائی کا مظاہرہ کیا۔ اور اس قول کی نسبت حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کر دی۔ حالانکہ حضرت شیخ محدث نے تو اسے اشکال کے طور پر بیان فرماتے ہوئے لکھا تھا۔ ''نہ یہ حدیث ہے نہ یہ روایت صحیح ہے۔''

اور اپنی کتاب 'مدارج النبوت' میں اس کی تصریح فرما دی۔ وہابیہ کا یہ الزام اگر قرآن پاک کی آیات، احادیث نبویہ، آئمہ دین کے اقوال اور متقدمین کی کتابوں کے سامنے رکھا جائے تو اسکی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟ ساری دنیا اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگلے پچھلے علوم سے واقف تھے۔ ماضی اور مستقبل کے واقعات سے باخبر تھے اور اللہ کی بنائی ہر چیز ان پر روشن تھی۔ اور ہر ذرہ ذرہ ان کے سامنے تھا۔

اب وہابیہ کا یہ کہنا کہ حضور محض اتنا ہی جانتے تھے جتنا وحی کے ذریعہ بتا دیا گیا۔ یہ بات درست ہے مگر ان کا انداز بیان درست نہیں۔ جب وہ کہتے ہیں کہ بعض مغیبات بعض اوقات حضور پر واضح کر دیئے گئے۔ ہم بھی یہ مانتے ہیں جمیع معلومات الٰہیہ کا احاطہ کر لینا مخلوق کے لئے ناممکن ہے۔ مگر ہم اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ فرمایا کہ عنقریب ہم آپ کو وہ کچھ سکھا دیں گے جو آپ کے علم میں نہیں تھا۔ یہ سکھانا واقعی بذریعہ قرآن پاک تھا۔ اور قرآن پاک یک وقت نازل نہیں ہوا بلکہ تیئس سالوں میں نازل ہوتا رہا۔ اس سے اوقات اور معلومات میں بعض ہونا درست ہے مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہابیہ اس انداز پر تعلیم خداوندی کو اندک، قلیل اور حقیر کہہ کر



تفسیر جواہر کے دعاوی کے سراسر خلاف ہیں نقل کر کے لکھتے ہیں:
اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ خدا کے قدوس کا خاص علم غیب حتی کہ قیامت کا علم بھی حضور علیہ السلام کو عطا فرمایا گیا ہے اب کیا شے ہے جو علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے باقی رہ گئی۔
(جاء الحق صفحہ ۱۰۵ و خالص الاعتقاد صفحہ ۴۲ مقیاس حنفیت ۳۴۰)
سرفراز صاحب اس کے جواب میں ص ۲۹۰ پر لکھتے ہیں کہ:

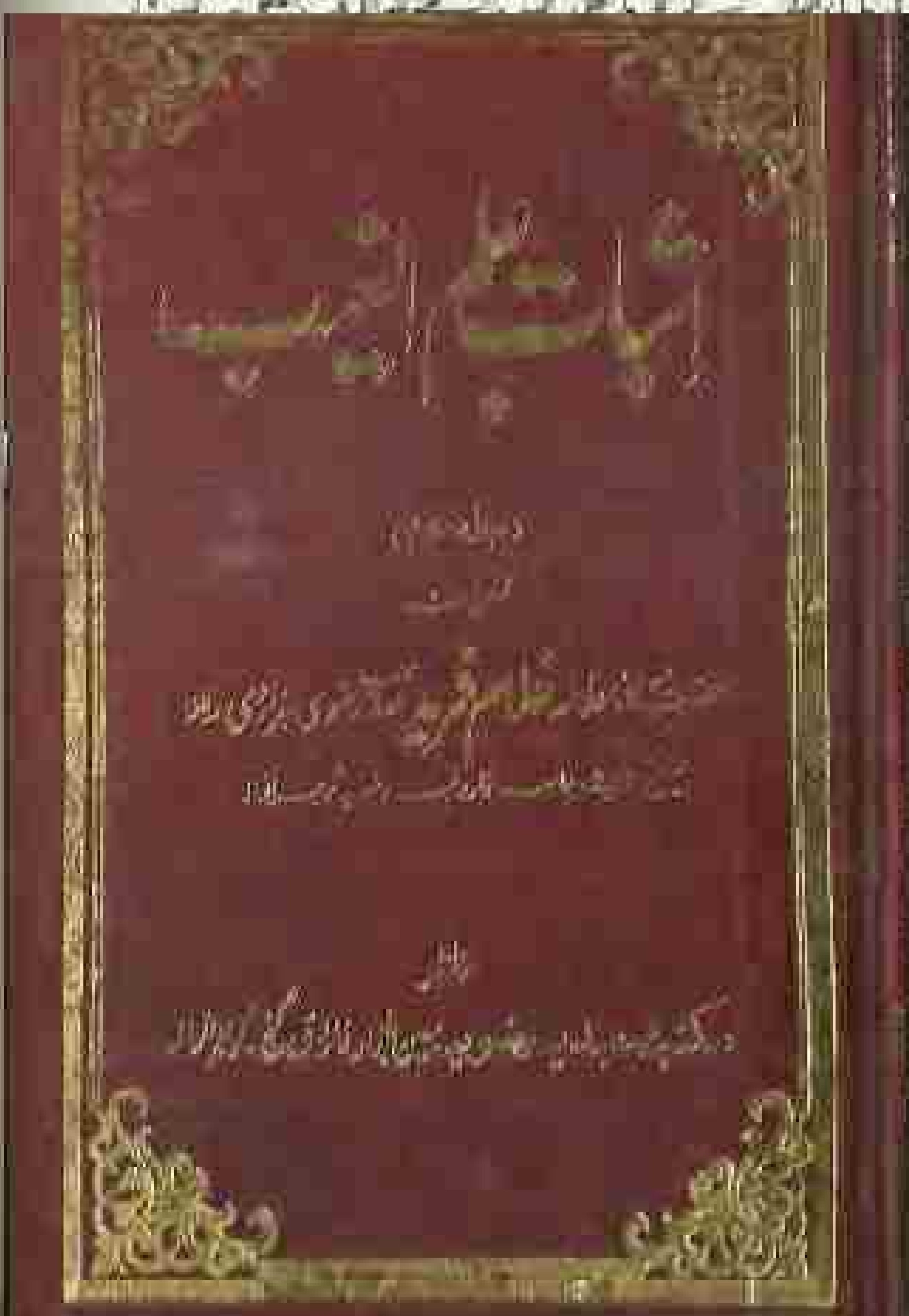
جواب:

فریق مخالف کا اس سے استدلال بالکل باطل ہے۔
اولاً اس لیے کہ یہ سورۃ جن کی ایک آیت کا حصہ ہے اور سورۃ جن مکی ہے اور مکہ مکرمہ میں اگر اس کا آخری صورت بھی تسلیم کر لیا جائے حالانکہ اس کے بعد بہت سی سورتیں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہیں۔ دیکھئے تفسیر اتقان جلد ۱ صفحہ ۲) تب بھی یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ دیگر احکام حلال و حرام اور حدود وغیرہ ذکر رہے اپنی جگہ پر قرآن کریم بھی مکہ مکرمہ میں نازل نہیں ہوا تھا۔ کیا فریق مخالف کے نزدیک قرآن کریم کا وہ حصہ علم غیب میں داخل نہیں ہے اور یہ مدنی سورتوں میں علم غیب کی نفی کیوں آئی ہے۔ جواب کے لیے تو صرف یہی ایک بات ہی کافی ہے۔

جواب الجواب:

قارئین کرام ہم نے علم غیب سے متعلق اہلسنت کا جو دعویٰ پیش کیا ہے کہ جمیع ما کان و ما یکون یعنی جزئیات خمسہ کے حضور علیہ السلام کو یہ علم باری تعالیٰ نے تدریجاً بذریعہ قرآن کریم و وحی عطا فرمایا ہے اور اس کی تکمیل نزول قرآن کی تکمیل کے ساتھ ہوئی ہے۔ یہ دعویٰ ہمارے اکابرین

بھی اپنی کتابوں میں صراحتہً لکھا ہے جیسا کہ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ اور غزالی زماں رازی دوراں حضرت علامہ کاظمی صاحب دامت برکاتہم نے بالترتیب الدولۃ المکیہ اور تقریر منیر میں بیان فرمایا ہے) ایسی صورت میں کسی سورۃ کا مکی ہونا یا مدنی ہونا یا آیات نفی کا مقدم ہونا یا متقدم ہونا مؤخر کو جانا ہے دعویٰ و عقیدہ کے خلاف نہیں ہے کیونکہ علم کلی ما کان و ما یکون اپنی تمام تفصیلات کے ساتھ حاصل ہونا نزول کی تکمیل پر موقوف ہے البتہ بعض علوم غیبیہ کا حصول مگر نزول قرآن کی تکمیل پر موقوف نہیں ہے۔ اس لیے قرآن کی بعض آیات میں نفی کا ورود ہمارے خلاف نہیں ہے کیونکہ ان میں نفی علم کلی کے حصول کی پائی جائے تو کلی کی نفی نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کی ہے جو ہمیں مضر نہیں اور اگر کلی جزئی کی اصل بعض ...

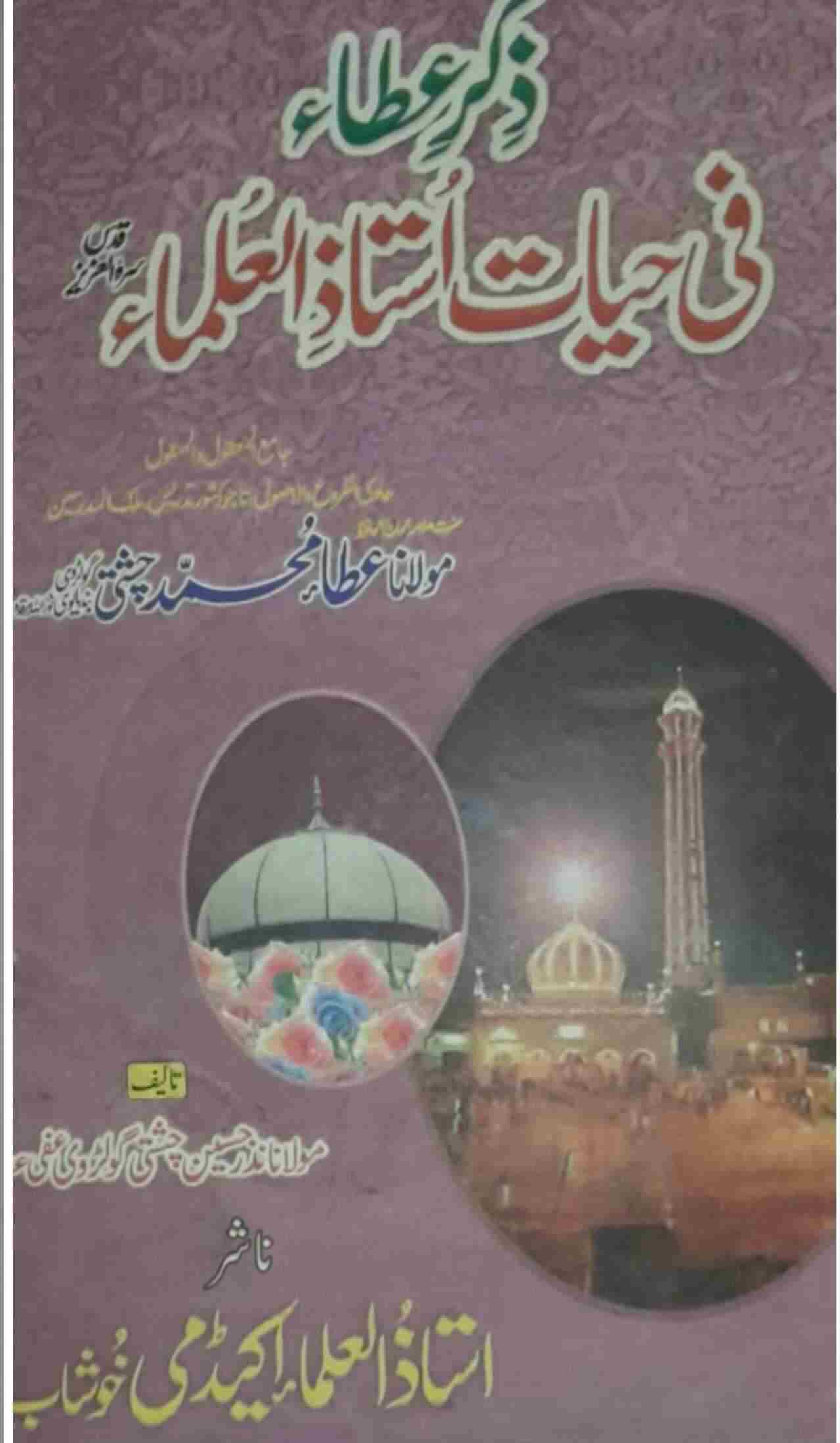


... بعض جزئی کی نفی اگر ...
تو ہم بھی اس کے ...
تو اتنا ہی کافی ہے۔
آپ کا اعتراض ... کر لیں۔
اب رہی یہ بات ...
فرمایا ہے کہ حضور علیہ السلام ...
جیسے ہی کلی علم آپ کو عطا ...
سے کا اعتراض ... نہیں ہو ...
جب کہ ... صاحب ...
حنفیہ ... مشکل نہیں ...
نزول قرآن ...
کچھ اور ... بھی ...
... ب ... غیر ...

اور خلیل صلوٰۃ اللہ علیہ کا معاملہ بالعکس ہے۔علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وما بینھما بون بائن یعنی ان دونوں علوم میں بڑا عظیم فرق ہے قرآن وسنت سے جو عقیدہ توحید ثابت ہوتا ہے اس کا ذکر اوپر بیان ہو چکا ہے۔اور اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی بھی نبی ﷺ کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ اس کو فلاں چیز کا علم نہیں ہے تو یہ عقیدہ اس امر کو مستلزم ہے کہ اس نبی کی توحید مکمل نہیں ہے۔چہ جائیکہ افضل الانبیاء صلوٰۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ آپ ﷺ کو فلاں چیز کا علم نہیں تھا تو بتایئے جب آپ ﷺ کی توحید مکمل نہیں ہے تو پھر دنیا میں کس کی توحید مکمل ہو سکتی ہے۔اور بعض اہل بدعت نے عقیدہ توحید کو الٹا جامہ پہنا دیا کہ اگر کسی نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو عالم کی ہر چیز کا علم عطا فرمایا ہے تو یہ عقیدہ شرک ہے یعنی عقیدہ توحید کو جو براہین سے ثابت ہوتا ہے اس کو تو شرک قرار دیا اور ان اہل بدعت نے عقیدہ توحید یہ اختراع کیا کہ کامل موحدوہ ہے جس کو دیوار کے پیچھے کا علم نہ ہو اور پھر طرفہ یہ کہ ان اہل بدعت کے نزدیک شیطان لعین کی وسعت علمی تو نص قرآنی سے ثابت ہے اور افضل الانبیاء ﷺ کے علم پر کوئی دلیل نہیں ہے جس کا خلاصہ یہ ہوا کہ شیطان کی توحید انبیاء علیہم السلام کی توحید سے اکمل ہے۔نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات۔ع

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا نام خرد

یہاں تک بندہ نے یہ واضح کیا ہے کہ ملت اسلامیہ کی اساس اول توحید کو اہل ضلالت نے کتنا غلط رنگ دیا ہے اب آیئے آپ کو دین متین کی بنیاد ثانی یعنی رسالت سے روشناس کرائیں۔پھر اہل بدعت نے اس بنیاد میں جو قہر سامانیاں کیں ہیں ان پر سے پردہ اٹھائیں اولاً آپ کو یہ بیان کرتے ہیں کہ اہل السنت والجماعت کے نزدیک عقیدہ رسالت ﷺ کیا چیز ہے؟ قرآن پاک میں ہے۔انی جاعل فی الارض خلیفہ اس آیت مبارکہ پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ خلیفہ اس وقت مقرر کیا جاتا ہے جب اصل کام سرانجام نہ دے سکے۔اللہ تعالیٰ تو ہر قسم کے



فہارس

فتاوٰی رضویہ

مرتب

حافظ محمد عبدالستار سعیدی

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

پاکستان

درسِ قرآن

نصِ قرآن سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علمِ غیب کے منکر پکے منافق ہیں

رئیس التحریر حضرت علامہ ارشد القادری (انڈیا)

قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ۝ "(اے محبوب) آپ کہہ دیجئے کہ کیا مذاق کرنے کیلئے اللہ، اس کی آیتیں اور اس کا رسول ہی رہ گیا ہے۔ بہانے مت بناؤ، ایمان قبول کرنے کے بعد تم کافر و مرتد ہو گئے۔" (درمنثور)

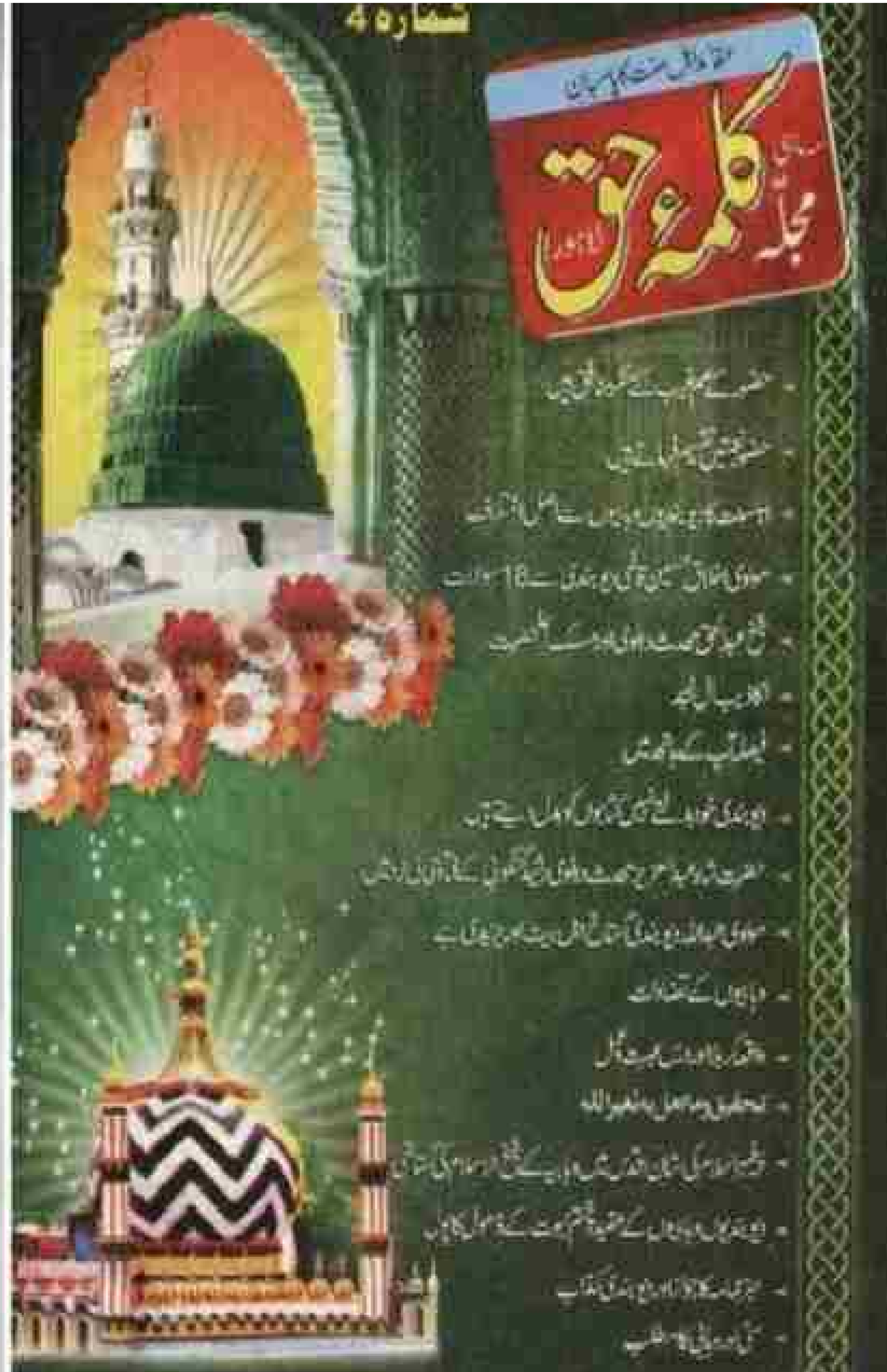
شانِ نزول: بیان کرتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کسی غزوہ میں تشریف لے گئے۔ اثنائے سفر میں کسی صحابی کا اونٹ گم ہو گیا۔ وہ اپنے عقیدے کے مطابق سرکار ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر فریادی ہوئے اور غیب کی خبر رکھنے والے رسول ﷺ سے اپنے گمشدہ اونٹ کا پتہ دریافت کیا۔

سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنے علم کی روشنی میں فرمایا:

"تمہارا اونٹ فلاں وادی میں فلاں مقام پر کھڑا ہے۔"

وہ صحابی الٹے پاؤں سرکار ﷺ کے بتائے ہوئے مقام پر روانہ ہو گئے۔

اب ادھر کا قصہ سنیے....... لشکر میں کچھ منافقین بھی تھے۔ جب انہیں یہ اطلاع ملی کہ حضور ﷺ نے کسی گمشدہ اونٹ کے بارے میں یہ خبر دی ہے کہ وہ فلاں وادی میں فلاں مقام پر کھڑا ہے تو ازراہِ تمسخر انہوں نے آپس میں کہنا شروع کیا: وَمَا يُدْرِيْهِ مُحَمَّدٌ بِالْغَيْبِ محمد ﷺ غیب کی بات کیا جانیں (یعنی معاذ اللہ انہوں نے یہ بالکل فرضی خبر دی ہے اونٹ فلاں مقام پر ہے) ابھی یہ باتوں کا اصل انہیں کیا معلوم ... منافقین جب مدینہ طیبہ لوٹ کر واپس آئے تو بعض صحابہ نے حضور ﷺ تک یہ خبر پہنچائی کہ فلاں فلاں لوگ حضور ﷺ کے علمِ غیب کے بارے میں اس طرح کا تذکرہ کر رہے تھے۔ سرکار ﷺ نے جب انہیں بلا کر دریافت کیا تو ایک دم دہل گئے۔ کہنے لگے کہ ہماری قوم کے چند نوخیز لوگوں



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ھٰذَا کِتَابُنَا یَنۡطِقُ عَلَیۡکُمۡ بِالۡحَقِّ

مقیاسُ الحنفیّت

جُنید زمان پیر طریقت مناظرِ اعظم
ابو عبد الوہاب مولانا محمد عمر صدیقی علیہ الرحمہ

المقیاس پبلشرز
۴- دربار مارکیٹ لاہور

امت کے لئے ظاہر نہ فرمانا ان کے عدم علم پر دلالت نہیں کرتا۔ اگر کسی نے بالفرض نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کچھ وقت کیلئے معاذ اللہ اس خبر سے بے علم سمجھا تو اس اعتقاد کی بنا پر اتنی دیر وہ منکر نبوت رہے گا۔ یا اس کو یہ ماننا پڑے گا نبی علیہ السلام کی کچھ دیر کے لئے عدم علمی اس کے نبوت کے انعدام پر دال ہوگی۔ اور نبوت کا نبی سے منعدم ہونا ایک آن کے لئے بھی اصول نبوت کیا بلکہ اصول الٰہیہ کے خلاف ہے ماننا پڑے گا کہ نبی علیہ السلام اپنے علم غیب عطائی سے ایک آن کے لئے بھی بے خبر نہیں ہوسکتا جیسا کہ نبی ﷺ تمام عالمین کے علم سے ایک آن کے لئے بھی بے خبر نہ تھے اور نہ ہیں اور نہ ہوسکتے ہیں۔ یہی مطلب لفظ نبی سے ظاہر ہوتا ہے۔ لہٰذا نبی ﷺ کے واسطے تمام عالمین کا علم غیب عطائی علی الدوام ماننا یعنی از ابتدائے آفرینش حضور ﷺ کو تا قیامت اور قیامت کے بعد تک بھی اور جنت اور دوزخ وغیرہ ہم کا تمام علم غیب بلکہ اس سے بھی زیادہ جس کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور مخلوق کی عقلوں کی سے بالاتر ہے آپ کی شان نبوت کو حاصل ہے۔

غیب کی شرح از روئے قرآن شریف} غیب کے معنی مَاغَابَ عَنۡکَ ہیں۔

(۱) بقرہ $\frac{۱}{۱}$} هُدًى لِّلۡمُتَّقِيۡنَ الَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَيۡبِ (ہدایت ہے۔ ڈرنے والوں کے واسطے جو ایمان لاتے ہیں پوشیدہ چیزوں کے ساتھ جو دیکھی ہوئی نہیں).

(۲) نساء $\frac{۵}{۶}$} فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلۡغَيۡبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ (نیک بخت عورتیں فرمانبردار حفاظت کرنے والیاں پوشیدہ چیز کی جس کی حفاظت اللہ نے فرمائی) یہاں اگر غیب کے معنی غیر مخلوق کے جاویں تو فرمان الٰہی معاذ اللہ غلط ثابت ہوتا ہے۔

(۳) مائدہ $\frac{۷}{۱۳}$} لِيَعۡلَمَ اللّٰهُ مَنۡ يَّخَافُهٗ بِالۡغَيۡبِ (تا کہ معلوم کرے اللہ تعالیٰ کون ڈرتا ہے اس سے بن دیکھے)

(۴) یوسف $\frac{۱۲}{۷}$} ذٰلِكَ لِيَعۡلَمَ اَنِّىۡ لَمۡ اَخُنۡهُ بِالۡغَيۡبِ یوسف علیہ السلام

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنۡطِقُ عَلَيۡكُمۡ بِالۡحَقِّ ﴿القرآن الحکیم﴾

مقیاسُ الحنفیّت

جُنیدزماں پیرطریقت مناظراعظم
ابوعبدالوہاب مولانا محمد عمر صدیقی علیہ الرحمہ

المقیاس پبلشرز
۴- دربار مارکیٹ لاہور

فلاں کے گرنے کی جگہ اور آپ نے اپنے دست پاک کو زمین پر رکھا تو فرمایا حضرت انس؄ نے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے دست پاک کی جگہ سے ان فرمودہ آدمیوں سے کوئی بھی پس و پیش نہیں ہوا تو بمطابق حکم حضور ﷺ ان کو پاؤں سے پکڑ کر گھسیٹ کر قلیب بدر میں ڈالا گیا) اس حدیث پاک سے صاف ظاہر ہے کہ نبی ﷺ نے امور خمسہ سے امرین کی اطلاع قبل از وقت فرمائی (۱) ماذاتکسب غدا کا علم یعنی کل کیا ہوگا (۲) اور بای ارض تموت کا علم یعنی کونسی زمین میں مرے گا۔ تو نبی ﷺ نے صاف لفظ غد یعنی کل کا علم ظاہر فرمایا۔ اور زمین پر دست پاک رکھ کر علیحدہ علیحدہ ہر ایک کے مرنے کی جگہ پہلے ہی ظاہر فرمادی۔ کیا ان دو کا امور خمسہ سے ارشاد نبی ﷺ صحیح نہیں اگر صحیح ہے تو اس پر ایمان لانے سے آپ کو کوئی مذہبیت مانع نہ ہونی چاہیے۔ کیونکہ شان مصطفیٰ ﷺ ہے۔ پھر تمہیں یاد ہونا چاہیے کہ نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ خعو بین بھاگ گئے تھے۔ کہ مسلمانوں کے نبی نے جو کچھ فرمادیا ہے وہ سچ ہو کر ہی رہے گا۔ لیکن دوسرے دن ان کو میدان جنگ میں آنا پڑا اور انہیں فرمودہ مقامات پر وہ قتل کیے گئے۔ ذرا انصاف کی نظر سے غور کریں۔ کہ کفار کا عقیدہ تو انبیاء کے متعلق ان کے علوم خمسہ پر صحیح ہو اور تم امتی بن کر ان کے علوم صحیحہ کا انکار کرو تو کیا منکرین علوم خمسہ کو ان مقتولین کفار سے بدتر نہ کہا جائے۔ میرے خیال میں یہ کہنا بجا ہوگا زیادتی نہیں ہے۔ کیونکہ آپ کے فرمان کے مطابق ہی واقع ہوا۔

(۱۹) مشکوۃ شریف ص ۴۸۰﴾ عَنۡ عَبۡدَ اللهِ بن عمر وقال قال رَسُوۡلَ اللهِ ﷺ يَنۡزِلُ عِيۡسٰى ابۡنُ مَرۡيَمَ اِلَى الۡاَرۡضِ فَيَتَزَوَّجُ وَيُوۡلَدُلَهٗ وَيَمۡكُثُ خَمۡسًاوَّاَرۡبَعِيۡنَ سَنَةً ثُمَّ يَمُوۡتُ فَيُدۡفَنُ مَعِيۡ فِيۡ قَبۡرِيۡ (عبداللہ بن عمرو؄ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے عیسیٰ بن مریم زمین پر اتریں گے تو نکاح کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی۔ اور ۴۵ سال قیام فرمائیں گے۔ پھر ان کا وصال ہوگا تو

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ

مقیاسُ الحنفیّت

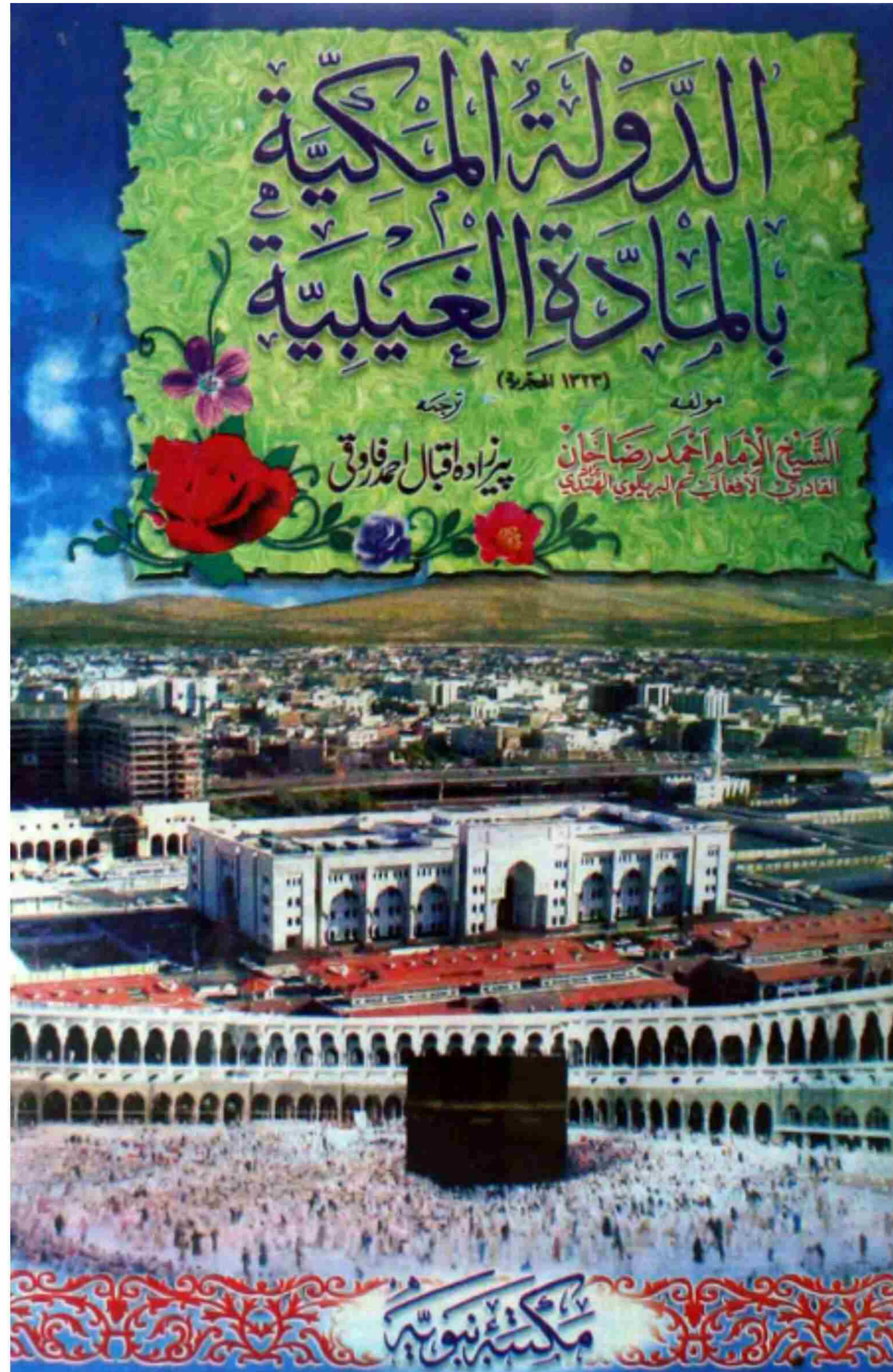
جُنیدِ زمان پیرِ طریقت مناظرِ اعظم
ابو عبدالوہاب مولانا محمد عمر صدیقی علیہ الرحمہ

المقیاس پبلشرز
۴- دربار مارکیٹ لاہور

میری قبر کے ساتھ میرے مقبرے میں دفن کئے جائیں گے) اس حدیث پاک میں نبی ﷺ نے پانچ غیبی امور کو ظاہر فرمایا۔ جو قرب قیامت میں ہونے والے ہیں (۱) عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی اطلاع (۲) عیسیٰ علیہ السلام کے نکاح کرنے کی اطلاع (۳) عیسیٰ علیہ السلام سے اولاد کا ہونا یعنی مافی الارحام کے علم کی آپ نے کئی صدیوں پہلے اطلاع فرمادی (۴) عیسیٰ علیہ السلام کے قیام کی پوری میعاد ۴۵ سال کا ارشاد فرمادینا (۵) عیسیٰ علیہ السلام کے وصال کے مقام کی اطلاع دینا۔ لہٰذا اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ نبی ﷺ نے امور خمسہ سے امور ثلاثہ غیبیہ مخصوصہ کی خبر صحیح بیان فرمائی جس پر ہر کلمہ گو مسلمان کا ایمان ہے۔ کہ قرب قیامت میں ایسے ہی ہو کر رہے گا۔ الا فرقہ مرزائیہ جو ان اطلاع ثلاثہ کے منکر ہیں اب تم سوچو کہ تمہارا ایمان نبی ﷺ کے امورات مغیبہ فرمودہ پر صحیح ہے تو تم نبی ﷺ کے واسطے علوم خمسہ کے قائل ہو گئے۔ توفبہا ورنہ فرقہ مرزائیہ میں شامل ہو گے۔

(۲۰) کنز العمال ۲۶۸/۷} عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللهِ اِنِّیْ اَرٰی اَنِّیْ اَعِیْشُ مِنْ بَعْدِکَ فَتَأْذَنْ لِیْ اَنْ اُدْفَنَ اِلٰی جَنْبِکَ فَقَالَ وَاِنِّیْ لِیْ بِذَالِکَ الْمَوْضِعِ مَا فِیْهِ اَلْاَمَوْضِعُ قَبْرِیْ وَقَبْرُ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ وَعِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ (حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں دیکھتی ہوں کہ میں آپ کے بعد زندہ رہوں گی۔ آپ مجھے اجازت فرمایئے کہ میں آپ کے پہلو میں دفن کی جاؤں۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ بے شک میرے واسطے یہی جگہ ہے یعنی میرا مدفن یہی ہے۔ اور کسی کی جگہ نہیں سوائے میری قبر کے اور سوائے ابوبکرؓ کی قبر کے اور عمرؓ کی قبر کے اور عیسیٰ بن مریم کی قبر کے) اس حدیث شریف میں نبی ﷺ نے چاروں کے مدفن کا علم بیان فرمادیا۔ جس سے مافی غد کا علم بھی ثابت ہو گیا۔ چنانچہ بمطابق فرمان مصطفیٰ ﷺ آپ کے اسی مقررہ مقام پر آپ کا بھی

شراکت نہیں پائی جاتی۔ ہم نے دلائل قطعیہ سے ثابت کر دیا ہے کہ معلومات الٰہیہ کا محدود ہونا عقلاً بھی باطل ہے شرعاً بھی باطل۔ وہابی جب آئمہ دین اور ان کے پیرووں کی کتابیں پڑھتے ہیں اور ان میں حضور ﷺ کے علوم غیبیہ کو قرآن و احادیث کی روشنی میں مطالعہ کرتے ہیں اور اس مقام پر پہنچتے ہیں کہ حضور ﷺ کو روزِ اول سے روزِ آخر تک کے تمام گزشتہ اور آئندہ واقعات کا علم ہے تو یہ لوگ اُن پر کفر اور شرک کے فتوی صادر کرنے لگتے ہیں اور الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے علوم الٰہی اور علم النبی کو برابر قرار دے دیا ہے۔ یہ فیصلہ کرنے والے نہایت خبطی اور غلط اندیش لوگ ہیں۔ یہ خود کفر و شرک کے گڑھوں میں گرتے جاتے ہیں۔ ان لوگوں نے محدود اور معدود علوم کو اللہ تعالیٰ کے غیر محدود اور لا متناہی علوم کا ہم پلہ قرار دے دیا۔ یہ کفر کی شہادت دیتے ہیں کہ اللہ اور مخلوق کا علم ہم پایہ ہے (استغفر اللہ)۔ اگر ان کے ہاں علم الٰہی لا متناہی ہوتا یا مقدار سے زیادہ ہوتا تو وہ حضور ﷺ کے علوم جو معدود اور عطائی ہیں کس طرح برابر قرار دیتے۔ وہ مساوات علوم خالق و مخلوق میں نہ پڑتے۔ جب وہ اپنی جہالت آمیز عقل کا مظاہرہ کرتے ہیں تو اللہ کے علم لا متناہی سے مذاق کرتے ہیں اور اسے ناقص بتاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو غرق کرے اور ان کے فتنوں سے ہمیں محفوظ رکھے۔



اس حقیقت کا ترجمان ہے کہ آپ تمام علوم کلی اور جزئی سے واقف تھے۔ اور آپ نے ان تمام علوم کا احاطہ فرمالیا تھا۔ جوارض وسموات کے متعلق ہیں۔

علامہ خفاجی شفا شریف کی شرح نسیم الریاض میں اور علامہ زرقانی نے شرح المواہب اللدنیہ میں حضرت ابوذر اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہما کی روایت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے۔ زمین وآسمان کے درمیان کوئی ایسا پرندہ نہیں جسکے احوال وتفصیلات کی حضور نے خبر نہ دی ہو۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ نے زمین وآسمان کے ذرّے ذرّے کے بارے میں وضاحت فرمادی تھی اور کوئی مجمل اور مفصل بات باقی نہیں تھی جسے آپ نے بیان نہ فرمایا ہو۔

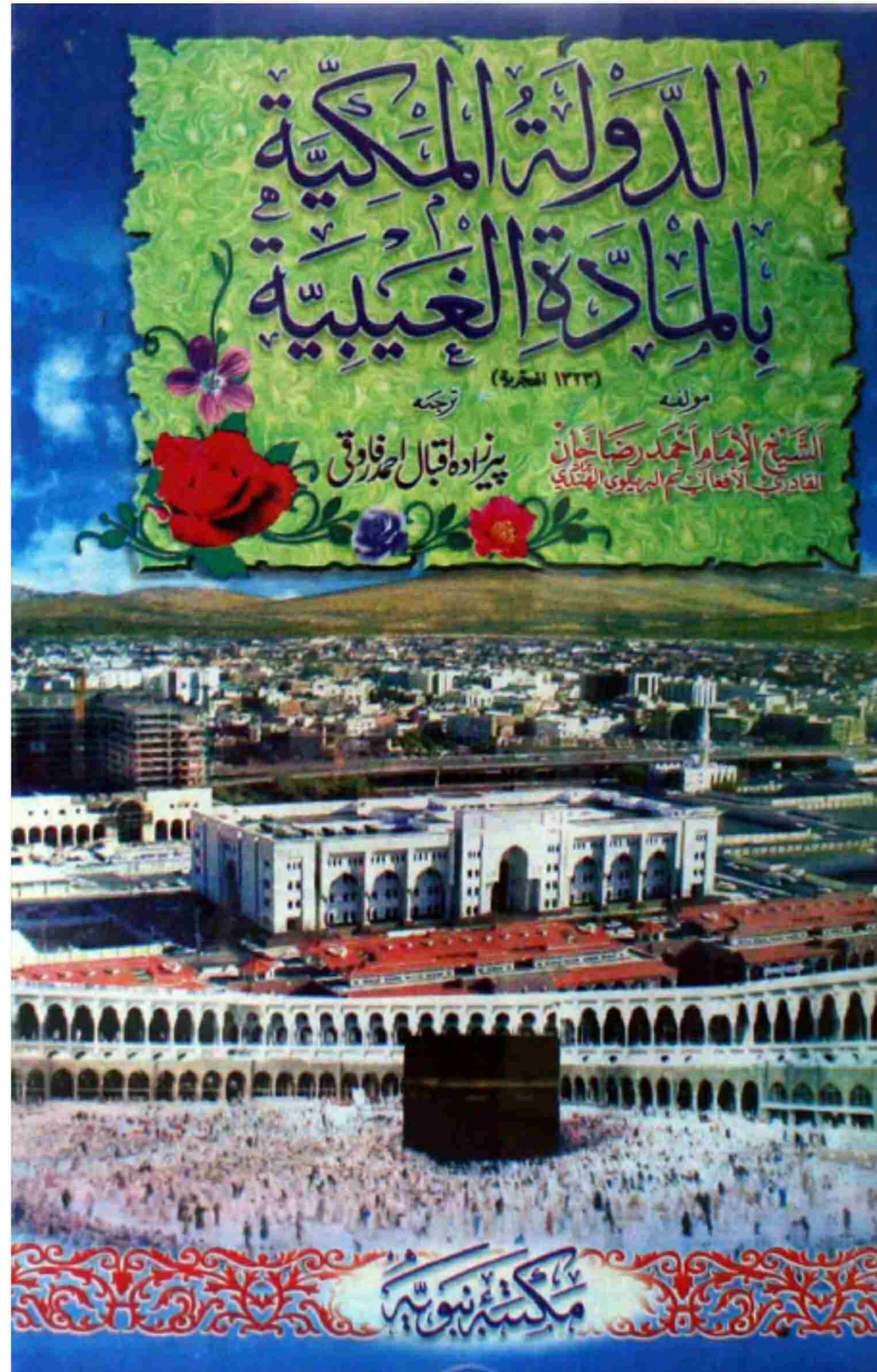
امام احمد قسطلانی فرماتے ہیں اس بات میں ذرہ بھر شبہ نہیں کیا جا سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بھی زیادہ علم دیا ہے اور حضور ﷺ پر تمام اگلے پچھلے لوگوں کے حالات اور علوم افشاء فرمادیئے تھے۔ حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

وَسِعَ العٰلَمِیْنَ علماً وحکماً ترجمہ: محیط جملہ عالم علم مصطفائی ہے۔

امام ابن حجر مکی شرح افضل القریٰ میں لکھتے ہیں۔ [1] کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضور کو سارے جہاں کا علم عطا فرمایا تو حضور ﷺ نے سابقہ اور آئندہ لوگوں کے تمام حالات معلوم

[1] آٹھ گھنٹے کی تصنیف کے دوران میرے پاس کوئی کتاب نہ تھی یہ جتنے حوالے ہیں زبانی طور پر تحریر میں لائے گئے ہیں۔ مجھے الا کے بعد کے لفظ میں تردد واقع ہوا۔ آیا وہ رائحۃ ہے یا رحمۃ ہے۔ میں نے ایک لفظ لکھ دیا اور ساتھ ہی لکھ دیا کما قال رسول اللہ۔ وطن واپس آیا۔ تو کتابوں کا مطالعہ کیا۔ صحیح مسلم میں پہلے لفظ سے پہلے لفظ قد کا اضافہ پایا۔ یعنی الا قد رأیتہ اسی طرح صحیح بخاری میں بھی متفرق الفاظ میں دیکھا۔

(احمد رضا خان)



اس سے یہ ثابت ہوا کہ لوح محفوظ کا سارا علم ہمارے نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بے پناہ علوم کے سمندروں کا ایک قطرہ ہے۔ اس مقام پر علامہ امام اجل بوصیری رحمۃ اللہ علیہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں:

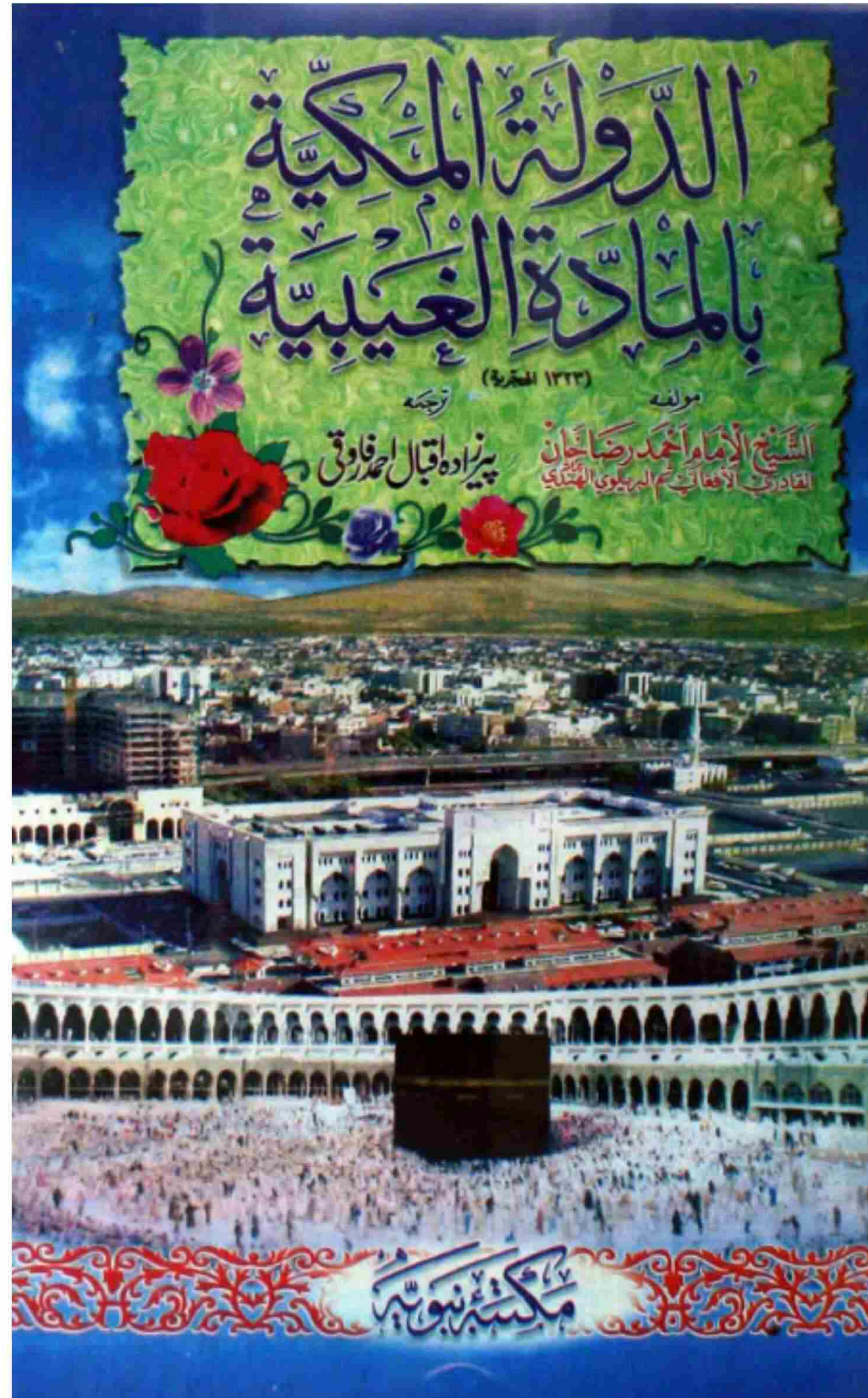
فَاِنَّ من جُودِکَ الدنیا و ضرتها ومن علومک علم اللّوح وَالقَلمِ ط

ترجمہ: آپ کی بخشش کا دُنیا اور اس کے لوازمات تو ایک حصہ ہیں۔ اور آپ کے علوم کے سامنے لوح وقلم ایک ذرّہ ہیں۔

حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے مِن کا لفظ استعمال کیا ہے جو بعض پر دلالت کرتا ہے۔ اب یہ حضور ﷺ کے علوم کو معدود اور محدود پیمانوں میں ناپنے والے علامہ بوصیری کے ایمان پر غیض وغضب کا اظہار کریں گے۔ غم وغصہ میں جل مریں گے۔

حضرت ملاّ علی قاری علیہ رحمۃ الباری زُبدۃ شرح قصیدہ بُردہ میں اس شعر کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ علم لوح سے مطلب قدسی نقوش اور غیبی صورتیں ہیں جو اس پر ثبت ہیں اور علم قلم سے مراد یہ ہے اللہ تعالیٰ کی وہ امانتیں جو اُس نے اپنی مرضی سے محفوظ رکھیں ہیں۔ لوح وقلم کے علوم حضور ﷺ کے بے پناہ علوم کا ایک حصہ یا ذرّہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کے علموں کی بہت سی قسمیں ہیں۔ کلیات، جزئیات، حقائق ودقائق اور عوارف ومعارف جنہیں ذاتِ الٰہیہ سے تعلّق ہے۔ لوح وقلم کا علم حضور ﷺ کے علوم مکتوبہ پر حاوی نہیں۔ ہاں حضور ﷺ کے علوم کی ایک سطر ہے۔ حضور ﷺ کے علموں کے سمندروں کی ایک نہر ہے۔ پھر یہ لوح وقلم کے علوم حضور کی برکات کا نتیجہ ہیں۔

ناظرین کرام! علامہ بوصیری اور حضرت مُلا علی قاری کی تشریح وتفصیل سے حضور ﷺ کے علوم کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔ مگر حق کی روشنی سے روگرداں اور حضور نبی کریم ﷺ کی عظمت کے منکران پر یہ بات تسلیم کرنا کتنا گراں ہے اور کس قدر دشوار ہے!!

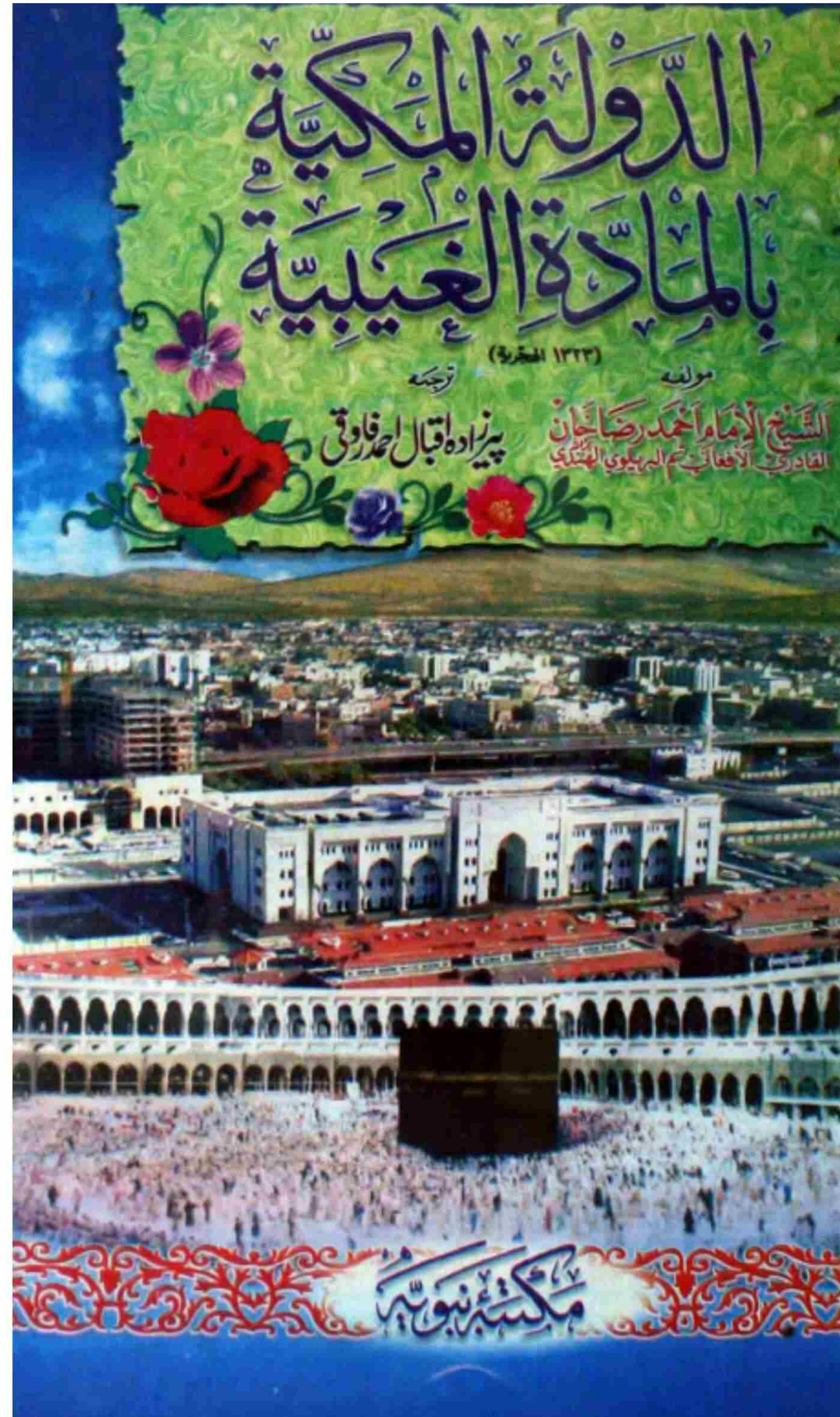


حضور ﷺ کی توہین کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنے جیسے کمینہ نفسوں پر قیاس کرتے ہیں۔ یہ عادت قدیم مشرکین میں بھی پائی جاتی تھی وہ اپنے رسولوں سے کہا کرتے تھے مَا اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا (یٰس:۱۵) ترجمہ: ''تم ہمارے جیسے ہی بشر ہو۔''

اس صورت حال کو نگاہ میں رکھا جائے تو وہابیہ مشرکین قدیم سے بھی بدتر نظریات رکھتے ہیں۔ مشرکین تو نبوت سے انکار ہی کر دیتے تھے۔ اور انبیاء کرام کو عام آدمی جانتے ہوئے کہا کرتے تھے ''تم ہمارے جیسے ہی بشر ہو''۔ اپنی علمی معلومات کی بڑائی کیوں کرتے ہو۔ مگر وہابیہ نبوت پر ایمان لانے کے بعد حضور ﷺ کو خاتم الانبیاء اور افضل الرسل تسلیم کر لینے کے باوجود رسولوں کو اپنے جیسا بشر کہہ کر پکارتے ہیں۔

ہم اس اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں جو مُقَلِّبُ القُلوب ہے۔ جو آنکھوں کو بصارت عطا فرماتا ہے۔ یہ نظریاتی بیماری اُنہیں یوں لگی کہ حضور ﷺ کے لئے ''عالِم ما کان وما یکون'' ماننا ان کے لئے بہت بڑا مقام محسوس ہوتا ہے اور ان کی بودی عقلوں کے سامنے حضور ﷺ کا اس مقام پر فائز ہونا ناقابلِ فہم ہے۔ چہ جائیکہ وہ دوسرے انبیاء اور اولیاء کو عظمت کا مقام دیں ان کے ہاں تو اللہ تعالیٰ کی اُلوہیت اور بلندی کی پہچان بھی مشکل ہے۔ اس کے احکام اور قدرت کی وسعت سے بے خبر ہیں۔ پھر رسولوں کو اپنی عقل کے ترازو میں رکھا۔ جس مقام کا علم انکی عقل وفکر میں نہ آیا اس سے انکار کر دیا اور اسے جھٹلا دیا۔ جہاں تک ان کی عقل نے اجازت دی تسلیم کر لیا۔

ہم اہلسنّت گروہ حق ہیں۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ روزِ ازل سے جو کچھ گزرا اور روزِ آخر تک جو کچھ آئے گا وہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ علوم نہیں بلکہ آپ کے علوم میں سے ایک ذرّہ ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی نص ہے:



بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنۡطِقُ عَلَيۡكُمۡ بِالۡحَقِّ صَدَقَ اللّٰهُ الۡعَظِيۡمُ

مقیاسُ الحنفیّت

جُنید زمان پیر طریقت مناظرِ اعظم
ابو عبدالوہاب مولانا محمد عمر صدیقی علیہ الرحمہ

المقیاس پبلشرز
۴- دربار مارکیٹ لاہور

امت کے لئے ظاہر نہ فرمانا ان کے عدم علم پر دلالت نہیں کرتا۔ اگر کسی نے بالفرض نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کچھ وقت کیلئے معاذ اللہ اس خبر سے بے علم سمجھا تو اس اعتقاد کی بنا پر اتنی دیر وہ منکر نبوت رہے گا۔ یا اس کو یہ ماننا پڑے گا نبی علیہ السلام کی کچھ دیر کے لئے عدم علمی اس کے نبوت کے انعدام پر دال ہوگی۔ اور نبوت کا نبی سے منعدم ہونا ایک آن کے لئے بھی اصول نبوت کیا بلکہ اصول الٰہیہ کے خلاف ہے ماننا پڑے گا کہ نبی علیہ السلام اپنے علم غیب عطائی سے ایک آن کے لئے بھی بے خبر نہیں ہو سکتا جیسا کہ نبی ﷺ تمام عالمین کے علم سے ایک آن کے لئے بھی بے خبر نہ تھے اور نہ ہیں اور نہ ہو سکتے ہیں۔ یہی مطلب لفظ نبی سے ظاہر ہوتا ہے۔ لہٰذا نبی ﷺ کے واسطے تمام عالمین کا علم غیب عطائی علی الدوام ماننا یعنی از ابتدائے آفرینش حضور ﷺ کو تا قیامت اور قیامت کے بعد تک بھی اور جنت اور دوزخ وغیرہ ہم کا تمام علم غیب بلکہ اس سے بھی زیادہ جس کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور مخلوق کی عقلوں کی سے بالاتر ہے آپ کی شان نبوت کو حاصل ہے۔

غیب کی شرح از روئے قرآن شریف} غیب کے معنی مَا غَابَ عَنۡکَ ہیں۔

(۱) بقرہ $\frac{۱}{۱}$} هُدًى لِّلۡمُتَّقِيۡنَ الَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَيۡبِ (ہدایت ہے۔ ڈرنے والوں کے واسطے جو ایمان لاتے ہیں پوشیدہ چیزوں کے ساتھ جو دیکھی ہوئی نہیں).

(۲) نساء $\frac{۵}{۶}$} فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلۡغَيۡبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ (نیک بخت عورتیں فرمانبردار حفاظت کرنے والیاں پوشیدہ چیز کی جس کی حفاظت اللہ نے فرمائی) یہاں اگر غیب کے معنی غیر مخلوق کے جاویں تو فرمان الٰہی معاذ اللہ غلط ثابت ہوتا ہے۔

(۳) مائدہ $\frac{۷}{۱۳}$} لِيَعۡلَمَ اللّٰهُ مَنۡ يَّخَافُهٗ بِالۡغَيۡبِ (تا کہ معلوم کرے اللہ تعالیٰ کون ڈرتا ہے اس سے بن دیکھے)

(۴) یوسف $\frac{۱۲}{۷}$} ذٰلِكَ لِيَعۡلَمَ اَنِّىۡ لَمۡ اَخُنۡهُ بِالۡغَيۡبِ یوسف علیہ السلام

فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

الحدیث رواہ الدارمی

(مشکوٰۃ ص۷۰)

درمیان رکھی، پس میں نے اس کی ٹھنڈک کو اپنے دونوں پستانوں کے درمیان (سینہ میں) پائی۔ پس میں نے ہر چیز کو جان لیا جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔

فائدہ حدیث اس مضمون میں نص ہے۔ کہ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا علم غیب عطا فرمایا گیا۔ کہ آپ تمام آسمانوں اور زمینوں کے ذرہ ذرہ کو جانتے ہیں۔ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:۔

يَعْنِي مَا اَعْلَمَهُ اللّٰهُ مِمَّا فِيهِمَا مِنَ الْمَلٰئِكَةِ وَالْاَشْجَارِ وَغَيْرِهِمَا وَهُوَ عِبَارَةٌ عَنْ سِعَةِ عِلْمِهِ الَّذِي فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ۔

(مرقات بحوالہ مشکوٰۃ ص۷۰)

اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہر وہ چیز بتلائی ہے۔ جو آسمان و زمین میں ہے فرشتوں اور درختوں وغیرہ سے یہ عبارت ہے۔ آپ کے وسعت علم سے جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر کھولا ہے۔

فاضل جلیل عالم نبیل محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح فرماتے ہیں:۔

پس دانستم ہر چہ در آسمان ہا و ہر چہ در زمین بود عبارت است از حصول تمامۂ علوم جزوی و کلی و احاطۂ آں

اشعۃ اللمعات جلد اول ص۳۳۳)

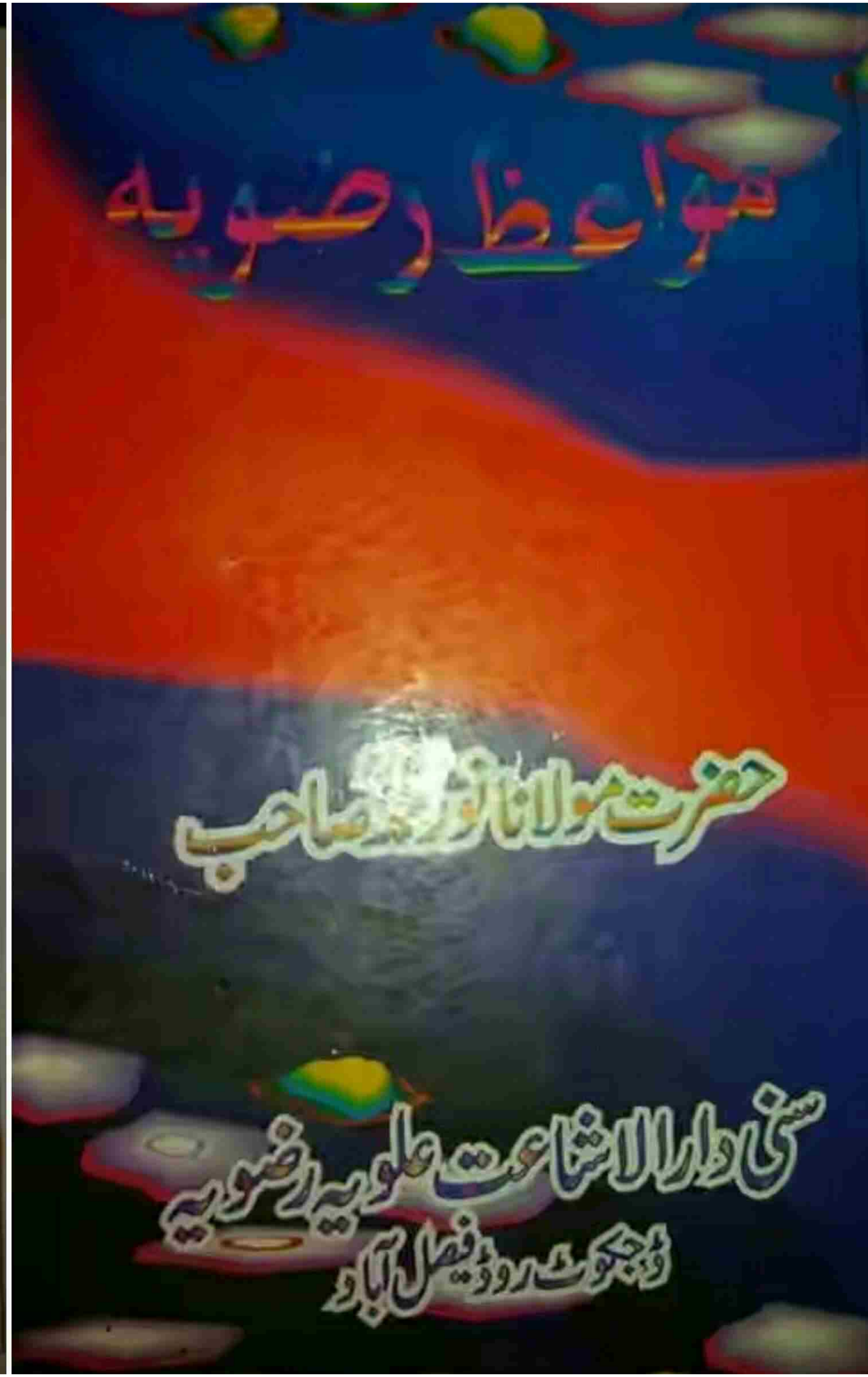
پس میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں تھا۔ اور جو کچھ زمین میں تھا۔ یہ عبارت ہے اس بات سے کہ آپ کو جزئی اور کلی تمام علوم حاصل ہو گئے اور ان کا احاطہ کر لیا۔

اس حدیث اور اس کی شرح سے معلوم ہوا۔ کہ آپ کو علم غیب کلی حاصل ہے فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ عَلٰى ذٰلِكَ۔

(۳) علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں لکھتے ہیں۔ کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰهَ قَدْ رَفَعَ لِيَ الدُّنْيَا فَاَنَا

بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے سارے



فضلِ عظیم کا اندازہ کون کر سکتا ہے ؟

۴- مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ (پ ۷ - ع ۱۰)

ہم نے اس کتاب میں کچھ اُٹھا نہ رکھا۔ (کنزالایمان)

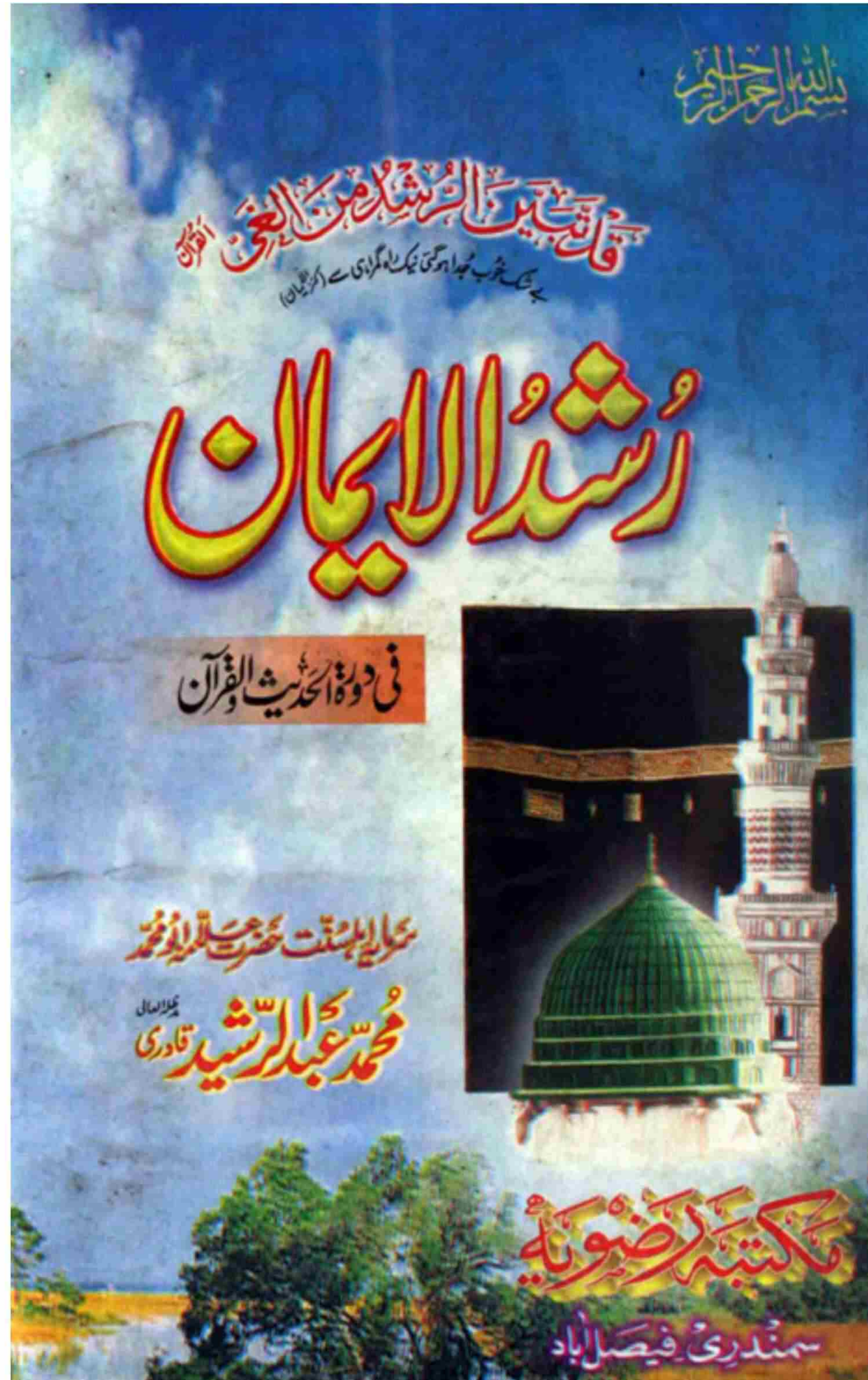
کتاب سے مُراد قرآن مجید یا لوح محفوظ ہے یعنی ہم نے قرآن میں سارے علوم بیان کر دیئے کچھ بچا نہ رکھا کیونکہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے زیادہ اور کون محبوب تھا جس کے لیے وُہ علوم اُٹھا رکھے جاتے۔ اس سے حضور رسُولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا علمِ غیب کُلی ثابت ہُوا کیونکہ سارے علوم ان کتابوں میں اور یہ کتابیں حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے علم میں ہیں۔ نیز اگر کسی کو یہ علوم بتانا نہ تھے تو رب تعالیٰ نے انہیں لکھا ہی کیوں ؟ لکھنے کا منشا یہ تو ہے نہیں کہ اللہ کو اپنے بھول جانے کا اندیشہ تھا تو لامحالہ اس لیے لکھا کہ اپنے محبُوبوں کو بتائے (علیہم الصّلوٰۃ والسّلام) ؎

حق نے کیا تجھ کو آگاہ سب سے
دو عالم میں جو کچھ خفی و جلی ہے

۵- وَ تَفْصِیْلَ الْکِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْهِ (پ ۱۱ - ع ۹)

اور لوح میں جو کچھ لکھا ہُوا ہے (یہ قرآن) سب کی تفصیل ہے اس میں کچھ شک نہیں۔ (کنزالایمان)

لوح محفوظ کا سارا علم قرآن میں اور سارا قرآن حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے علم میں ہے لہٰذا لوح محفوظ کے تمام علوم اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اور رسُول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائے۔



انت بمسمع من فی القبور ٥ موتے کون ہیں اجسام قبور میں کون ہیں۔ وہی اجسام تو پھر اجسام ہی کے سننے سے انکار ہوا اور وہ یقیناً حق ہے (پھر فرمایا) خود ام المومنین کا طرز عمل سماع موتی کو ثابت کر رہا ہے۔ فرماتی ہیں کہ جب حضور اقدس ﷺ میرے حجرہ میں دفن ہوئے۔ میں بغیر چادر اوڑھے ہوئے بے حجابہ نہ حاضر ہوتی اور کہتی انما ھو زوجی میرے شوہر ہی تو ہیں پھر میرے باپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن ہوئے جب بھی میں بغیر احتیاط کے چلی جاتی اور کہتی انما ھو زوجی و ابی میرے شوہر اور باپ ہی تو ہیں پھر جب عمر دفن ہوئے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تو میں نہایت احتیاط کے ساتھ چادر سے لپٹی ہوئی حاضر ہوتی اس طرح کہ کوئی عضو کھلا نہ رہے۔ حیاء من عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عمر کی شرم سے۔ تو اگر ارواح کا سمع و بصر نہ مانتیں تو پھر حیا عمر کے کیا معنی۔

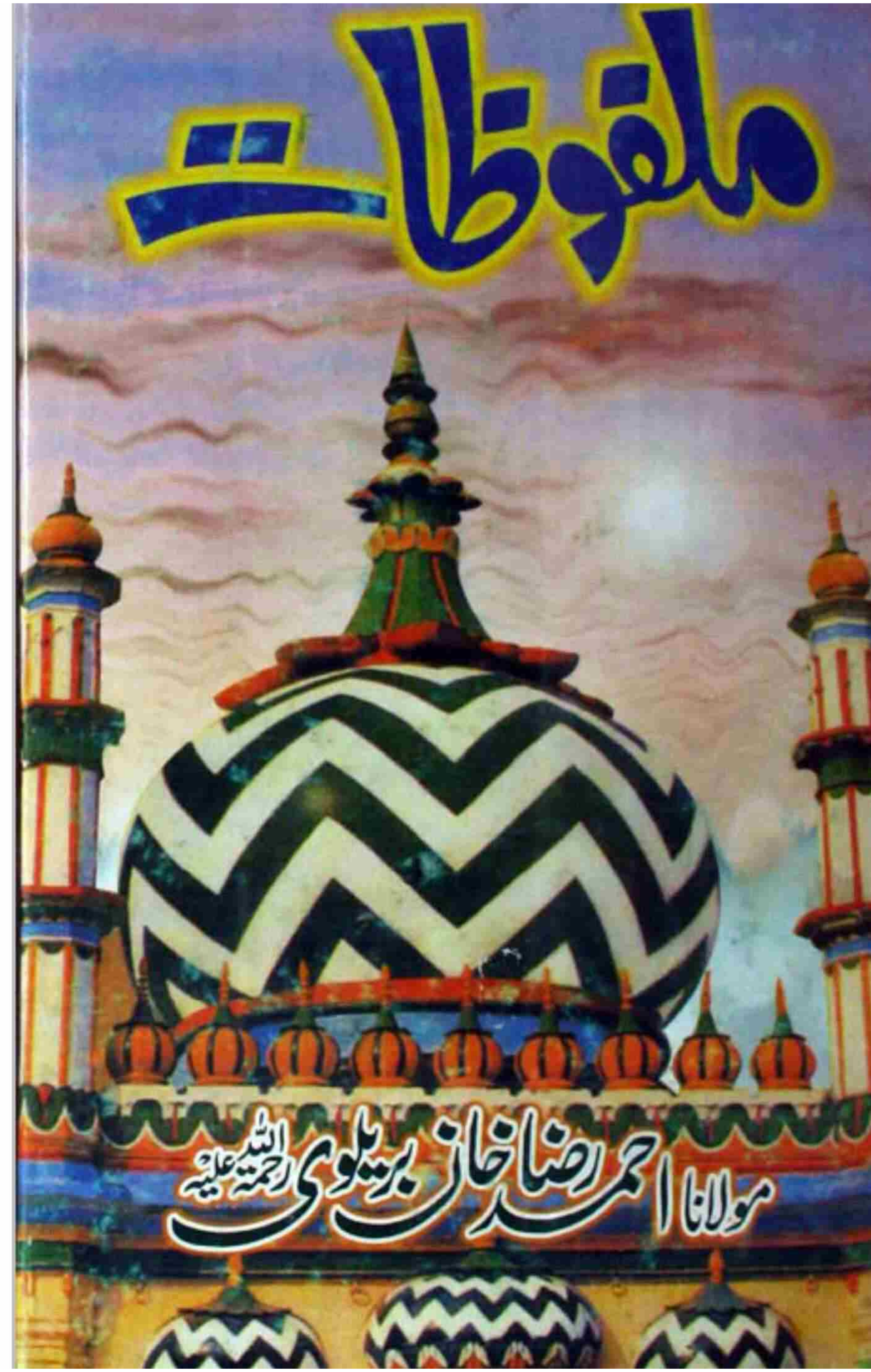
(پھر فرمایا) تین باتوں میں ام المومنین کا خلاف مشہور ہے اور ان تینوں میں غلط فہمی ایک[1] تو یہی سماع موتے کہ وہ سماع عرفی کا جسموں کے واسطے انکار فرماتی ہیں اور اس کو غلط فہمی سے ارواح کے سماع حقیقی پر محمول کیا جاتا ہے۔

دوسرے[2] سے معراج جسدی کے بارہ میں انکار مشہور ہے کہ ام المومنین فرماتی ہے ما فقدت جسد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جسد اقدس میرے پاس سے کہیں نہیں گیا۔ حالانکہ آپ معراج منامی کے بارہ میں فرما رہی ہیں جو مدینہ منورہ میں ہوئی اور وہ معراج تو مکہ معظمہ میں ہوئی اس وقت ام المومنین خدمت اقدس میں حاضر بھی نہ تھیں بلکہ نکاح سے بھی مشرف نہ ہوئی تھیں اسے اس پر محمول کرنا سراسر غلط فہمی ہے۔

تیسرے[3] علم مافی الغد کے بارہ میں ام المومنین کا قول ہے کہ جو یہ کہے کہ حضور کو علم مافی الغد تھا وہ جھوٹا ہے۔ اس سے مطلق علم کا انکار نکالنا محض جہالت ہے علم جب کہ مطلق بولا جائے۔ خصوصاً جب کہ غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے۔

---

[1] سماع موتی میں حضرت عائشہ کس سماع کا انکار فرماتی ہیں۔
[2] حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کس معراج سے انکار فرماتی ہیں۔
[3] علم مافی الغد کے بارے میں حضرت عائشہ کس علم کا انکار فرماتی ہیں۔



تفسیر المتوج جلیل میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

مَعْنَاہُ لَا یَعْلَمُ الْغَیْبَ بِلَا دَلِیْلٍ اِلَّا اللّٰہُ اَوْ بِلَا تَعْلِیْمٍ اَوْ جَمِیْعَ الْغَیْبِ۔

اس آیت کے معنے یہ ہیں کہ بغیر دلیل یا بغیر بتائے یا سارے غیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

تفسیر مدارک یہ ہی آیت وَالْغَیْبُ مَا لَمْ یَقُمْ عَلَیْہِ دَلِیْلٌ وَّلَا اَطْلَعَ عَلَیْہِ مَخْلُوْقٌ

غیب وہ ہے جس پر کوئی دلیل نہ ہو اور کسی مخلوق کو اس پر مطلع نہ کیا گیا ہو۔

مدارک کی اس توجیہ سے معلوم ہوا کہ ان کی اصطلاح میں جو علم عطائی ہو وہ غیب ہی نہیں کہا جاتا غیب صرف ذاتی کو کہتے ہیں۔ اب کوئی اشکال ہی نہیں رہا۔ جن آیات میں غیب کی نفی ہے وہ علم ذاتی کی ہے، اس آیت کے کچھ آگے ہے۔ مَا مِنْ غَائِبَۃٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ جس سے معلوم ہوا کہ ہر غیب لوح محفوظ یا قرآن میں محفوظ ہے۔

فتاوٰی امام نووی مَا مَعْنٰی قَوْلِ اللّٰہِ لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَاَشْبَاہِہٖ ذٰلِکَ مَعَ اَنَّہٗ قَدْ عَلِمَ مَا فِیْ غَدٍ وَالْجَوَابُ مَعْنَاہُ لَا یَعْلَمُ ذٰلِکَ اِسْتِقْلَالًا وَاَمَّا الْمُعْجِزَاتُ وَالْکَرَامَاتُ فَحَصَلَتْ بِاِعْلَامِ اللّٰہِ لَا اِسْتِقْلَالًا۔

آیت لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وغیرہ کے کیا معنی ہیں۔ حالانکہ حضور علیہ السلام آئندہ کی باتیں جانتے ہیں جواب اس کے معنے یہ ہیں کہ غیب کو مستقل طور پر (ذاتی) کوئی نہیں جانتا لیکن معجزات اور کرامات پس یہ رب کے بتانے سے حاصل ہوئے نہ کہ بالاستقلال۔

امام ابن حجر مکی فتاوٰی حدیثیہ میں فرماتے ہیں۔

مَا ذَکَرْنَاہُ فِی الْاٰیٰتِ صَرَّحَ بِہِ النَّوَوِیُّ فِیْ فَتَاوَاہُ فَقَالَ لَا یَعْلَمُ ذٰلِکَ اِسْتِقْلَالًا وَعِلْمَ اِحَاطَۃٍ بِکُلِّ الْمَعْلُوْمَاتِ۔

ہم نے اس آیت کے بارے میں جو کچھ کہا اسکی امام نووی نے اپنے فتاوٰی میں تصریح کی ہے انہوں نے کہا کہ غیب مستقل طور پر سارے معلومات الٰہیہ کو کوئی نہیں جانتا

شرح شفا خفاجی میں ہے ھٰذَا لَا یُنَافِیْ الْاٰیٰتِ الدَّآلَّۃَ عَلٰی اَنَّہٗ لَا یَعْلَمُ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ فَاِنَّ الْمَنْفِیَّ عِلْمًا مِّنْ غَیْرِ وَاسِطَۃٍ اَمَّا اِطِّلَاعُہٗ عَلَیْہِ بِاِعْلَامِ اللّٰہِ فَاَمْرٌ مُّتَحَقِّقٌ۔

یہ کلام ان آیات کے خلاف نہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ غیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کیونکہ نفی بے واسطہ علم کی ہے لیکن اللہ کی تعلیم سے جاننا یہ ثابت ہے۔

اگر اس آیت کے یہ مطلب نہ مانے جاویں تو مخالفین کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہ بھی بعض غیبوں کا علم

۴۸۶
۹۲

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا ذکر ہے اُونچا تیرا

الحمد للہ کہ کتاب لاجواب نافع شیخ وشاب مفید عاقل موقظ غافل

مسمّٰی بہ

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ

المعروف

فیصلہ مسائل

(جلد اول)

اضافات جدیدہ و ضمیمہ عجیبہ کے ساتھ

جس میں موجودہ زمانہ کے عام مختلف فیہ مسائل کا نہایت محققانہ مدلل فیصلہ کر دیا گیا ہے

مصنفہ

حضرت حکیم الامت مولانا المفتی الحاج احمد یار خاں صاحب اوجھانوی بدایونی مدظلہ
سرپرست مدرسہ غوثیہ گجرات پاکستان

باہتمام
محمد اقتدار خاں عرف مصطفٰی میاں

ناشر:۔ مفتی اقتدار احمد خان مالک نعیمی کتب خانہ گجرات

علوم تمام مخلوق کے علوم سے بہت زیادہ ہیں' اعلیٰ حضرت کی عبارات ملاحظہ فرمائیں:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں:

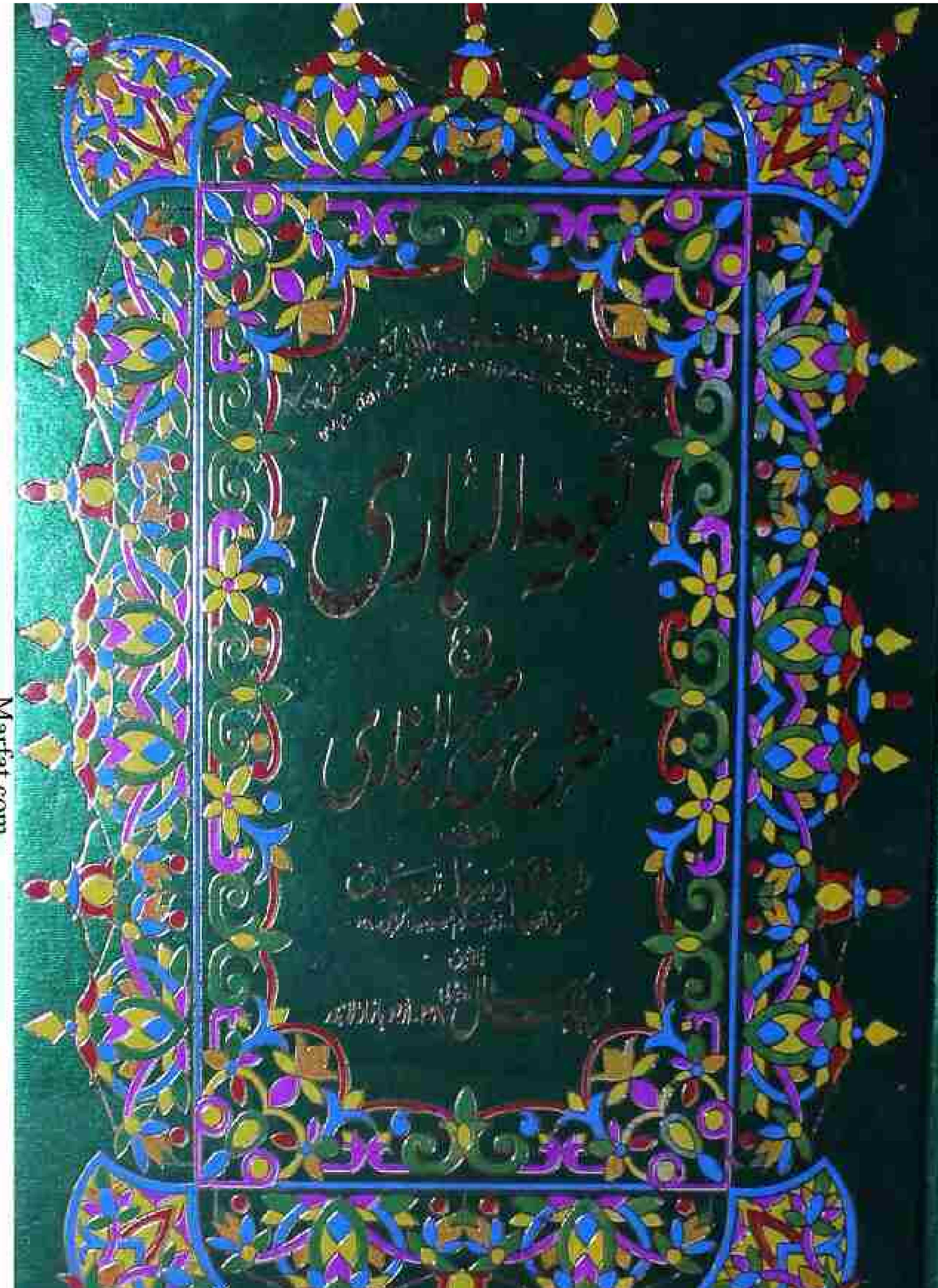
علم غیب عطا ہونا اور لفظ عالم الغیب کا اطلاق اور بعض اجلہ اکابر کے کلام میں اگرچہ بندہ مومن کی نسبت صریح لفظ "یعلم الغیب" وارد ہے" کما فی مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح للملا علی القاری" بلکہ خود حدیث سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما میں سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ارشاد ہے: "کان یعلم علم الغیب" مگر ہماری تحقیق میں لفظ عالم الغیب کا اطلاق حضرت عزت عز جلالہ کے ساتھ خاص ہے کہ اس سے عرفاً علم بالذات متبادر ہے۔ کشاف میں ہے: "المراد به الخفی الذی لا ینفذ فیه ابتداء الا علم اللطیف الخبیر ولهذا لا یجوز ان یطلق فیقال فلان یعلم الغیب" (غیب سے مراد وہ پوشیدہ چیز ہے جس میں ابتداء صرف اللہ تعالیٰ کا علم نافذ ہوتا ہے' اس لیے مطلقاً یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ فلاں شخص غیب و جانتا ہے)۔

اور اس سے انکار معنی لازم نہیں آتا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قطعاً بے شمار غیوب و ما کان و ما یکون کے عالم ہیں' مگر عالم الغیب صرف اللہ عزوجل کو کہا جائے گا' جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قطعاً عزت و جلالت والے ہیں' تمام عالم میں ان کے برابر کوئی عزیز و جلیل نہ ہے نہ ہو سکتا ہے' مگر محمد عزوجل کہنا جائز نہیں' بلکہ اللہ عزوجل و محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ غرض صدق و صورت معنی و جواز اطلاق لفظ لازم نہیں نہ منع اطلاق لفظ کو نفی صحت معنی' امام ابن المنیر اسکندری "کتاب الانتصاف" میں فرماتے ہیں: "کم من معتقد لا یطلق القول به خشیة ایهام غیره مما لا یجوز اعتقاده فلا ربط بین الاعتقاد والاطلاق" "کتنے عقائد ایسے ہیں جن کا مطلقاً قول نہیں کیا جاتا' مبادا ان کے غیر کا وہم کیا جائے' جن کا اعتقاد جائز نہیں ہے اس لیے کسی چیز کا اعتقاد رکھنے اور اس کا اطلاق کرنے میں کوئی تلازم نہیں ہے" یہ سب اس صورت میں ہے کہ مقید بقید اطلاق کیا جائے یا بلا قید علی الاطلاق مثلاً عالم الغیب یا عالم الغیب علی الاطلاق اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ بالواسطہ یا بالعطاء کی تصریح کر دی جائے تو وہ محذور نہیں کہ ایہام زائل اور مراد حاصل۔ علامہ سید شریف قدس سرہٗ "حواشی کشاف" میں فرماتے ہیں: "وانما لم یجز الاطلاق فی غیره تعالی لانه یتبادر منه تعلق علم به ابتداء فیکون منا قضا واما اذا قید وقیل اعلمه الله تعالی الغیب او اطلعه علیه فلا محذور فیه" "اللہ تعالیٰ کے غیر کے لیے علم غیب کا اطلاق کرنا اس لیے جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ علم کا تعلق ابتداء ہے' تو یہ قرآن مجید کے خلاف ہو جائے گا' لیکن جب اس کو مقید کیا جائے اور یوں کہا جائے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے غیب کی خبر دی ہے' یا اس کو غیب پر مطلع فرمایا ہے تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں ہے"۔

(حاشیہ کشاف بر کشاف ج ۱ ص ۱۲۸' مطبوعہ مطبعہ مصطفی البابی الحلبی' ۱۰۱۱ھ' مصر' ۱۳۸۵ھ فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۸۱' مطبوعہ دار العلوم امجدیہ کراچی)

نیز اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فرماتے ہیں:

علم مافی الغد (کل کا علم) کے بارہ میں ام المؤمنین کا قول ہے کہ جو یہ کہے کہ حضور کو علم مافی الغد تھا (کل کا علم تھا) وہ جھوٹا ہے۔ اس سے مطلق علم کا انکار نکالنا محض جہالت ہے' علم جب کہ مطلق بولا جائے خصوصاً جب کہ غیب کی خبر کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے۔ اس کی تصریح "حاشیہ کشاف" پر میر سید شریف رحمۃ اللہ علیہ نے کر دی ہے اور یہ یقیناً حق ہے کہ کوئی شخص کسی مخلوق کے لیے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی مانے' یقیناً کافر ہے۔ (ملفوظات ج ۳ ص ۴۰۳' مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)



ونزلنا عليك الكتاب تبيانا لكل شيء

اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

تبیان القرآن

جلد چہارم

الاعراف ۰ الانفال

علامہ غلام رسول سعیدی
شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی-۳۸

ناشر
فرید بک سٹال، ۳۸-اردو بازار، لاہور-۲

علم غیب عطا ہونا اور لفظ عالم الغیب کا اطلاق اور بعض اجلہ اکابر کے کلام میں اگرچہ بندہ مومن کی نسبت صریح لفظ "علم الغیب وارد ہے کمافی مرقاۃ الفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح للملا علی القاری بلکہ خود حدیث سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سیدنا خضر علیہ الصلاۃ والسلام کی نسبت ارشاد ہے کان یعلم علم الغیب مگر ہماری تحقیق میں لفظ عالم الغیب کا اطلاق حضرت عزت عز جلالہ کے ساتھ خاص ہے کہ اس سے عرفاً علم بالذات متبادر ہے۔ کشاف میں ہے المراد به الخفی الذی لا ینفذ فیه ابتداء الا علم اللطیف الخبیر ولهذا لا یجوز ان یطلق فیقال فلان یعلم الغیب (غیب سے مراد وہ پوشیدہ چیز ہے جس میں ابتداً صرف اللہ تعالیٰ کا علم نافذ ہوتا ہے۔ اس لیے مطلقاً یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ فلاں شخص غیب کو جانتا ہے)

اور اس سے انکار معنی لازم نہیں آتا۔ حضور اقدس ﷺ قطعاً بے شمار غیوب و ماکان و مایکون کے عالم ہیں مگر عالم الغیب صرف اللہ عزوجل کو کہا جائے گا، جس طرح حضور اقدس ﷺ قطعاً عزت و جلالت والے ہیں تمام عالم میں ان کے برابر کوئی عزیز و جلیل نہ ہے نہ ہو سکتا ہے مگر محمد عزوجل کہنا جائز نہیں بلکہ اللہ عزوجل و محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ غرض صدق و صورت معنی کو جواز اطلاق لفظ لازم نہیں نہ منع اطلاق لفظ کو نفی صحت معنی، امام ابن المنیر اسکندری کتاب الانتصاف میں فرماتے ہیں کم من معتقد لا یطلق القول به خشیة ایهام غیره مما لا یجوز اعتقاده فلا ربط بین الاعتقاد و الاطلاق (کتنے عقائد ایسے ہیں جن کا مطلقاً قول نہیں کیا جاتا۔ مبادا ان کے غیر کا وہم کیا جائے جن کا اعتقاد جائز نہیں ہے، اس لیے کسی چیز کا اعتقاد رکھنے اور اس کا اطلاق کرنے میں کوئی تلازم نہیں ہے) یہ سب اس صورت میں ہے کہ مقید بقید اطلاق اطلاق کیا جائے یا بلاقید علی الاطلاق مثلاً عالم الغیب یا عالم الغیب علی الاطلاق اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ بالواسطہ یا باعطا کی تصریح کر دی جائے تو وہ محذور نہیں کہ ایہام زائل اور مراد حاصل۔ علامہ سید شریف قدس سرہ حواشی کشاف میں فرماتے ہیں وانما لم یجز الاطلاق فی غیره تعالی لانه یتبادر منه تعلق علم به ابتداء فیکون مناقضا واما اذا قید وقیل اعلمه الله تعالی الغیب او اطلعه علیه فلا محذور فیه (اللہ تعالیٰ کے غیر کے لیے علم غیب کا اطلاق کرنا اس لیے جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ علم کا تعلق ابتداء ہے، تو یہ قرآن مجید کے خلاف ہو جائے گا لیکن جب اس کو مقید کیا جائے اور یوں کہا جائے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے غیب کی خبر دی ہے یا اس کو غیب پر مطلع فرمایا ہے تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں ہے)۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹، ص ۸۱، مطبوعہ دارالعلوم امجدیہ، کراچی)

نیز اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فرماتے ہیں:

علم ما فی الغد (کل کا علم) کے بارہ میں ام المومنین کا قول ہے کہ جو یہ کہے کہ حضور کو علم ما فی الغد تھا (کل کا علم تھا) وہ جھوٹا ہے۔ اس سے مطلق علم کا انکار نکالنا محض جہالت ہے علم جب کہ مطلق بولا جائے خصوصاً جب کہ غیب کی خبر کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے۔ اس کی تصریح حاشیہ کشاف پر میر سید شریف رحمتہ اللہ علیہ نے کر دی ہے اور یہ یقیناً حق ہے کہ کوئی شخص کسی مخلوق کے لیے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی مانے یقیناً کافر ہے۔

(ملفوظات ج ۳، ص ۴۳، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور شیخ شبیر احمد عثمانی دونوں نے ہی یہ تصریح کی ہے کہ علوم اولین و آخرین کے حامل ہونے اور بکثرت غیوب پر مطلع ہونے کے باوجود نبی ﷺ کو عالم الغیب کہنا اور آپ کی طرف علم غیب کی نسبت کرنا ہر چند کہ از روئے لغت اور معنی صحیح ہے لیکن اصطلاحاً صحیح نہیں ہے۔

سے ممتاز ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نورِ ہدایت کے ساتھ ساتھ نورِ حسی بھی عطا فرمایا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ کا چہرہ اقدس انتہائی روشن اور نورانی تھا اور زمین پر آپ کا سایہ نہیں پڑتا تھا۔

میں نے یہ تمام کوشش صرف اس لیے کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اور آپ کی حقیقت کے بارے میں جو لوگ افراط اور تفریط پر مبنی نظریات کے شکار ہیں ان کی اصلاح ہو جائے، الٰہ العالمین میری اس تحریر کو لوگوں کے لیے مؤثر اور نافع بنا اور میری مغفرت فرما اور مجھے دارین کی سعادت عطا فرما، مجھے اس شرح کو مکمل کرنے کی توفیق دے اور اس شرح کو قبول دوام عطا فرما۔ والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین وعلی اٰلہ واصحابہ وازواجہ اولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

مخلوق کی طرف علم غیب کی نسبت کرنے کی تحقیق

علامہ نووی، علامہ کرمانی، علامہ عسقلانی، علامہ عینی اور دیگر علماء نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بر تقاضاء بشریت غیب کا علم نہیں تھا۔ اس مسئلہ میں علماء اہل سنت کا یہ موقف ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو غیب کا علم عطا فرماتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے زیادہ غیب کا علم عطا فرمایا ہے لیکن مطلقاً یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے" دو وجہ سے درست نہیں ہے اول اس لیے کہ یہ قول ظاہر قرآن کے خلاف ہے کیونکہ قرآن مجید نے اللہ کے غیر سے مطلقاً علم غیب کی نفی کی ہے اور دوسرے اس وجہ سے کہ جب مطلقاً علم کا ذکر کیا جائے تو اس سے مراد علم بالذات ہوتا ہے۔ اس لیے یوں کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب سے وافر حصہ عطا فرمایا ہے یا یوں کہا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کو بعض علوم غیبیہ عطا کیے گئے اور کسی مخلوق کی طرف مطلقاً علم غیب کی نسبت کرنا درست نہیں ہے اسی طرح کسی کو عالم الغیب کہنا بھی صحیح نہیں ہے۔

امام احمد رضا قادری فرماتے ہیں:

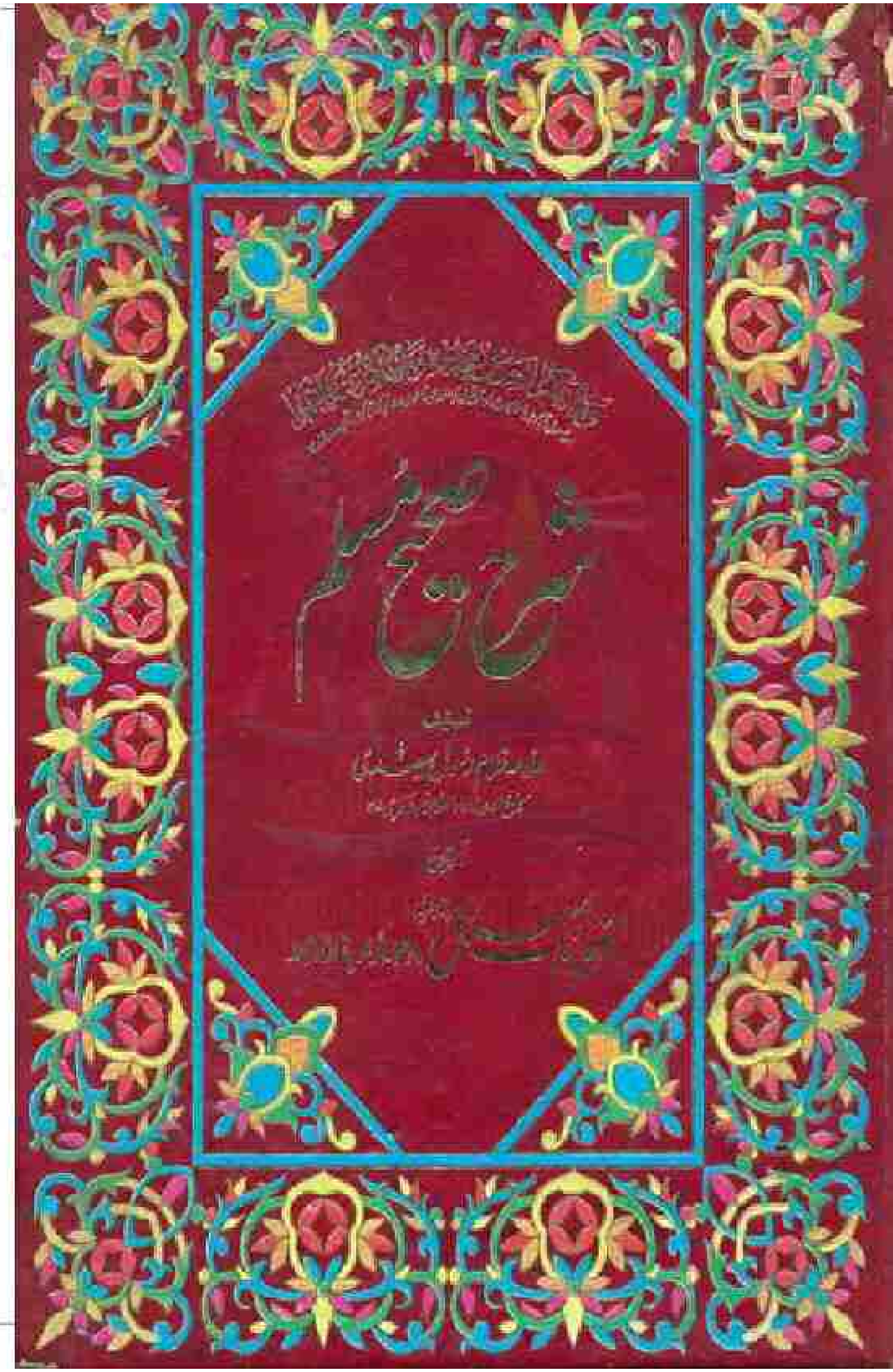
علم جب کہ مطلق بولا جائے خصوصاً جبکہ غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے۔ اس کی تصریح حاشیہ کشاف پر میر سید شریف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کر دی ہے اور یہ یقیناً حق ہے، کوئی شخص کسی مخلوق کے لیے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی مانے یقیناً کافر ہے۔ [1]

اعلیٰ حضرت کی اس عبارت کا صاف اور صریح مطلب یہ ہے کہ جب مطلقاً علم غیب بولا جائے تو اس سے ذاتی علم غیب مراد ہوتا ہے اور قرآن اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاں علم غیب کی نفی کی گئی ہے اس سے ذاتی علم غیب مراد ہے، اور چونکہ مطلقاً علم غیب سے ذاتی علم غیب مراد ہوتا ہے اس لیے مطلقاً یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بعض علوم غیبیہ پر مطلع فرمایا ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی نے مسئلہ علم غیب کی نفیس تحقیق کی ہے، قارئین کی علمی ضیافت کے لیے ہم اس کو یہاں بیان کر رہے ہیں: علامہ شامی لکھتے ہیں: فقہاء احناف نے اپنی مستند کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ جس شخص نے اپنے لیے علم غیب کا دعویٰ کیا وہ کافر ہو گیا، فتاویٰ خانیہ میں ہے" جس شخص نے الو کی آواز سن کر کہا ایک آدمی مر جائے گا اس کے متعلق بعض فقہاء نے کہا وہ

---

[1] امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ، الملفوظ ج ۳ ص ۴۹، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور



۴۸۶
۹۲

وَرَفَعنَالَكَ ذِكرَكَ کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا ذکر ہے اُونچا تیرا

الحمدللہ کہ کتاب لاجواب نافع شیخ وشاب مفید عاقل موقظ غافل

مسمّٰی بہ

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ

المعروف

فیصلہ مسائل

(جلد اوّل)

اضافاتِ جدیدہ و ضمیمہ عجیبہ کے ساتھ

جس میں موجودہ زمانہ کے عام مختلف فیہ مسائل کا نہائیت محققانہ مدلّل فیصلہ کردیا گیا ہے

مُصنّفہ

حضرت حکیم الامت مولٰنا المفتی الحاج احمد یار خاں صاحب اوجھانوی بدایونی مدظلہ

سرپرست مدرسہ غوثیہ گجرات پاکستان

باہتمام

محمد اقتدار خاں عرف مصطفٰے میاں

ناشر:۔ مفتی اقتدار احمد خان مالک نعیمی کتب خانہ گجرات

وہ ہی باتیں کرو۔ یہ بھی انکساراً فرمایا۔ دوم یہ کہ کھیل کود، گانے بجانے کے درمیان نعت کے اشعار پڑھنے سے ممانعت فرمائی اس کے لیئے ادب چاہیئے۔ تیسرے یہ کہ غیب کی نسبت اپنی طرف کرنے کو ناپسند فرمایا۔ چوتھے یہ کہ مرثیہ کے درمیان نعت ہونا ناپسند فرمایا۔ جیسا کہ آج کل نعت خواں کرتے ہیں کہ نعت و مرثیہ کربلا ملا کر پڑھتے ہیں۔ مرقاۃ میں اسی حدیث کے ماتحت ہے۔

لِكَرَاهَةِ نِسْبَةِ عِلْمِ الْغَيْبِ اِلَيْهِ لِاَنَّهُ لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَاِنَّمَا يَعْلَمُ الرَّسُوْلُ مِنَ الْغَيْبِ مَا اَعْلَمَهُ اَوْ لِكَرَاهَةِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْ اَثْنَاءِ ضَرْبِ الدَّفِّ وَاَثْنَاءِ مَرْثِيَةِ الْقَتْلٰى لِعُلُوِّ مَنْصَبِهٖ عَنْ ذَالِكَ۔

منع فرمایا علم کی نسبت اپنی طرف کرنے کو۔ کیونکہ علم غیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور رسول وہ ہی غیب جانتے ہیں جو اللہ بتائے یا یہ ناپسند کیا کہ آپ کا ذکر دف بجانے میں یا مقتولین کے مرثیے کے درمیان کیا جاوے۔ کہ آپ کا درجہ اس سے اعلیٰ ہے۔

اشعۃ اللمعات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے"

"گفتہ اند کہ منع آنحضرت ازیں قول بجہت آں است کہ درد سے اسناد علم غیب است بہ آنحضرت را ناخوش آمد و بعض گویند کہ بجہت آں است کہ ذکر شریف دے در اثنا لہو مناسب نہ باشد۔"

شارحین نے کہا ہے حضور علیہ السلام کا اس کو منع فرمانا اسلیئے ہے کہ اس میں علم غیب کی نسبت حضور کی طرف ہے لہٰذا آپکو ناپسند آئی اور بعض نے فرمایا کہ آپ کا ذکر شریف کھیل کود میں مناسب نہیں۔

اعتراض (۲) مدینہ پاک میں انصار باغوں میں نر درخت کی شاخ مادہ درخت میں لگاتے تھے تاکہ پھل زیادہ دے اس فعل سے انصار کو حضور علیہ السلام نے منع فرمایا (اس کام کو عربی میں تلقیح کہتے ہیں) انصار نے تلقیح چھوڑ دی۔ خدا کی شان پھل گھٹ گئے اس کی شکایت سرکار عالم کی خدمت میں پیش ہوئی تو فرمایا۔

اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْيَاكُمْ | اپنے دنیاوی معاملات تم جانتے ہو۔

معلوم ہوا کہ آپکو یہ علم نہ تھا کہ تلقیح روکنے سے پھل گھٹ جاوینگے اور انصار کا علم آپ سے زیادہ ثابت ہوا۔

جواب:۔ حضور علیہ السلام کا فرمانا اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْيَاكُمْ اظہار ناراضی ہے کہ جب تم صبر نہیں کرتے تو دنیاوی معاملات تم جانو۔ جیسے ہم کسی سے کوئی بات کہیں اور وہ اس میں کچھ تامل کرے تو کہتے ہیں بھائی تو جانے۔ اس سے نفی علم مقصود نہیں۔ شرح شفا۔ ملا علی قاری بحث معجزات میں فرماتے ہیں۔

وَخَصَّهُ اللّٰهُ مِنَ الْاِطِّلَاعِ عَلٰى جَمِيْعِ مَصَالِحِ | اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو تمام دینی و دنیاوی

تفسیر مظہری

جلد نہم

سورۂ نمل سے سورۂ یٰسین تک

پارہ ۱۹ رکوع ۱۵ تا پارہ ۲۳ رکوع ۴

تالیف

حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی مجددی پانی پتی

تشریحی ترجمہ مع ضروری اضافات

مولانا سید عبد الدائم الجلالی

رفیق ندوۃ المصنفین

ناشر

دار الاشاعت

اردو بازار کراچی ۱ — فون ۲۱۳۷۶۸

صلوٰتک سکن لھم کی تفسیر کے ذیل میں اس کی مکمل تنقیح ہو چکی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ بے شک جو لوگ اللہ کو اذیت دیتے ہیں۔

بغوی نے لکھا ہے ان لوگوں سے مراد ہیں یہودی، عیسائی اور مشرک یہودی تو کہتے تھے عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ اور يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ اور اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ اور عیسائی کہتے تھے اَلْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ اور کہتے تھے اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ اور مشرک کہتے تھے ملائکہ خدا کی بیٹیاں ہیں اور بت معبود ہونے میں اللہ کے ساجھی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ نے ارشاد فرمایا ہے آدم کے بیٹے نے میری تکذیب کی اور اس کو ایسا کرنا جائز نہ تھا اور آدم کے بیٹے نے مجھے گالی دی اور اس کے لئے یہ جائز نہ تھا میری تکذیب تو یہ ہوئی کہ وہ کہتا ہے جس طرح خدا نے مجھے پہلی بار پیدا کیا ایسا دوبارہ نہیں کرے گا حالانکہ پہلی مرتبہ پیدا کرنا دوسری مرتبہ پیدا کرنے سے آسان نہیں ہے اور میرے لئے گالی یہ ہوئی کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ نے اپنی اولاد بنائی ہے حالانکہ میں احد ہوں بے نیاز ہوں نہ کسی کا والد ہوں نہ کسی کا مولود میرا کفو کوئی نہیں۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایت اس طرح ہے اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ وہ (میرے متعلق) کہتا ہے کہ میری اولاد ہے حالانکہ میں اس سے پاک ہوں کہ کسی کو اپنی بیوی بناؤں یا اولاد۔ رواہ البخاری۔

حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ فرماتا ہے۔ آدم کا بیٹا دہر (زمانہ) کو گالی دے کر مجھے دکھ دیتا ہے حالانکہ میں ہی دہر (کا حکمران) ہوں میرے ہی ہاتھوں میں حکم دینا ہے میں ہی رات دن کو الٹ پلٹ کرتا ہوں۔ متفق علیہ

بعض نے کہا اللہ کو اذیت پہنچانے سے مراد ہے اللہ کے اسماء و صفات میں کج روی اختیار کرنا (کیونکہ اللہ کو اذیت پہنچانا اور اللہ کا اذیت پانا ممکن نہیں راحت و تکلیف کا احساس تو جسمانی خواص میں شامل ہے اللہ ہر تاثر سے پاک ہے۔ مترجم)

عکرمہ نے کہا وہ (خدا کو اذیت دینے والے) مصور ہیں (یعنی اَلَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ سے مراد مصور ہیں)

ابو زرعہ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے بیان کیا حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا اللہ فرماتا ہے اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون جو میری تخلیق کی طرح پیدا کرنے چلا ہے ایک چھوٹی چیونٹی تو بنالیں ایک دانہ یا ایک جو تو بنائیں۔ متفق علیہ۔

بخاری نے حضرت ابن عباسؓ کا قول لکھا ہے کہ جو شخص کوئی تصویر بنائے گا اللہ (قیامت کے دن) اس کو عذاب دے گا کہ وہ اس کے اندر جان ڈالے اور جان تو کبھی نہیں ڈال سکے گا (اس لئے عذاب سے بھی کبھی نہیں چھوٹے گا)

بعض علماء کا قول ہے کہ اذیت سے مراد ہے گناہوں کا ارتکاب اور اللہ کے احکام کی مخالفت حقیقی معنی مراد نہیں اللہ تو ہر دکھ (سکھ) سے پاک ہے کلام کی بناء عرف عام پر ہے (آپس میں لوگ حکم کی خلاف ورزی کو ایذا ہی سے تعبیر کر لیتے ہیں)

وَرَسُوْلَهٗ اور اس کے رسول کو۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا لوگوں نے اللہ کے رسول ﷺ کے چہرہ کو زخمی کر دیا حضور کا دانت توڑ دیا کسی نے ساحر کہا کسی نے شاعر کسی نے دیوانہ پاگل (یہ سب اللہ کے رسول ﷺ کو ایذا دینے کی صورتیں تھیں) یہ تشریح ان لوگوں کی نظر میں صحیح ہو گی جو (ایک وقت میں) ایک لفظ کا دو معنی پر اطلاق جائز قرار دیتے ہیں۔ (اللہ کو ایذا پہنچانے کا مفہوم کچھ اور ہے اور اللہ کے رسول ﷺ کو دکھ دینے کا مطلب اور ہے یہ لفظ یُؤْذُوْنَ ایک ہی ہے) جمہور کے نزدیک (یؤذون کا ایک ہی معنی مراد ہے) مطلب یہ ہے کہ ایسے کام کرتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کو ناپسند ہیں۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ایذاء خدا کا ذکر رسول اللہ ﷺ کی عظمت کے اظہار کے لئے کیا گیا ہو یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ کا معنی یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ہی ہو گویا جس نے اللہ کے رسول کو دکھ پہنچایا اس نے اللہ کو ایذا پہنچائی۔

ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت صفیہ بنت حیی

گورنر تاثیر کے کفر کی دوسری وجہ:

گورنر کا قانون انسداد توہین رسالت کو کالا قانون، ظالمانہ اور خلاف انسانیت قرار دینا اس قانون کی تحقیر اور استہزاء ہے اور تحقیر و استہزاء ہونا بداھتاً ثابت ہے۔ اس لئے کسی بھی ملک کے قانون کو کالا قانون قرار دینا اس ملک کے آئین کا مذاق اڑانا ہے۔ اور اگر کوئی شخص کسی ملکی قانون کو کالا قرار دے ڈالے تو اس کو تعزیر کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔

چونکہ قانون انسداد توہین رسالت کتاب وسنت کے عین مطابق اور کتاب وسنت کی صراحت سے بننے والا قانون ہے اور اس پر پوری امت مسلمہ متفق ہے کہ گستاخ رسول کی سزاء موت ہے اس قانون کی تحقیر قرآن وسنت کی تحقیر وتنقیص ہے۔ قانون توہین رسالت کے تحت دی جانے والی سزا شرعی سزاء ہے اور اسے ظالمانہ یا خلاف انسانیت قرار دینا یہ صراحتاً قرآن وسنت کی توہین ہے اور شریعت مطہرہ کی توہین کرنا اور اس کا مذاق اڑانا کفر ہے۔

شرح عقائد میں ہے: والاستھانۃ بھا کفر والاستھزاء علی الشریعۃ کفر لان ذالک من امارات التکذیب (شرح عقائد 168)

یعنی شریعت کی توہین کرنا اس کے ساتھ مذاق اڑانا کفر ہے اس لئے کہ ایسا کرنا شریعت کو جھٹلانا ہے۔

حضور ﷺ کی پسند کو ناپسند کرنے والا کافر ہے:

اس میں آئمہ اربعہ اور علمائے ملت اور کسی مومن کو شک نہیں ہو سکتا کہ جو شخص نبی علیہ السلام کی کسی پسند کو استخفافاً ناپسند قرار دے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے نبی کریم ﷺ کو کدو شریف پسند تھے۔ خلیفہ ہارون الرشید کے ساتھ حضرت قاضی ابو یوسف دسترخوان پر کھانا تناول فرما رہے تھے کہ اسی دوران بیان کیا گیا کہ حضور اکرم ﷺ کدو کو پسند فرماتے تھے۔ یہ بات سننے کے بعد درباریوں میں سے کسی شخص نے کہا "میں کدو پسند نہیں کرتا" امام ابو یوسف نے ہارون الرشید سے کہا اس شخص نے کفر کا ارتکاب کیا ہے پس اگر یہ توبہ کر کے دوبارہ کلمہ شریف پڑھ لے تو



مشرک کو مشرک نہ کہنا درست نہیں

سوال:۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع مسئلہ مفصلہ ذیل میں کہ زید یہ کہتا ہے کہ از روئے قرآن حکیم ھندوستان کے ھندو نہ مشرک ہیں نہ نجس ۔ کیا زید کا یہ بیان صحیح ہے ۔ اگر صحیح نہیں تو زید مذکورہ بالا عقیدہ رکھنے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہوگا یا داخل رہے گا ؟

الجواب

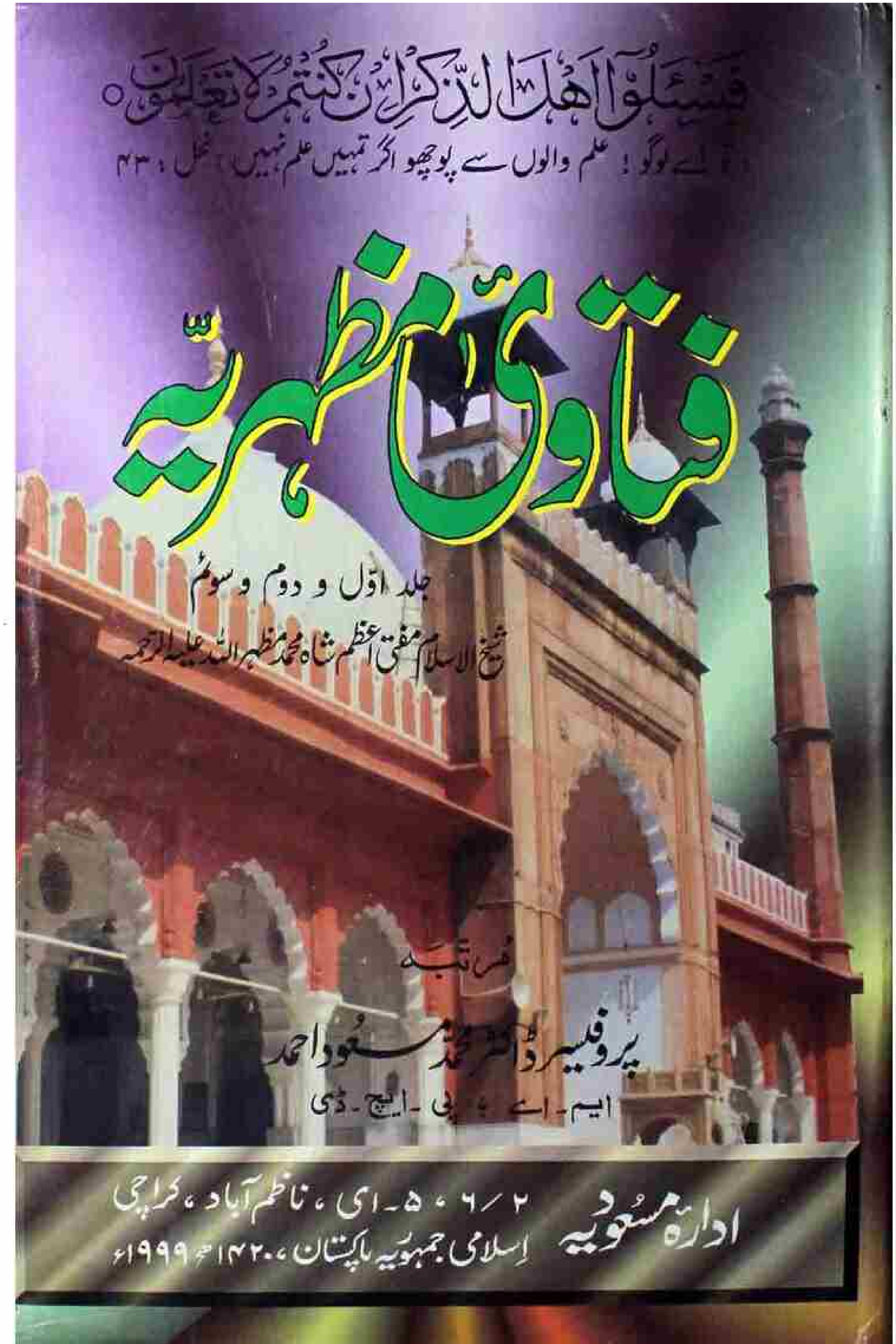
غیر خدا کو واجب الوجود یا مستحق عبادت جاننا یا خدا کی کسی صفت خاصہ کو کسی دوسرے کے لیے ثابت کرنا شرک ہے اور یہ شے ھندوؤں میں موجود ہے، لہذا وہ مشرک ہیں ۔ زید کا ان کو مشرک نہ کہنا صحیح نہیں ۔ رہا یہ کہ زید کا کیا حکم ہے سو یہ اس وقت بتلایا جاسکتا ہے جب یہ معلوم ہو کہ وہ اپنے اس قول کی صحت کے وجوہ کیا بیان کرتا ہے ۔

فقط واللہ تعالی اعلم

محمد مظہر اللہ غفرلہ

امام مسجد جامع فتحپوری ، دہلی



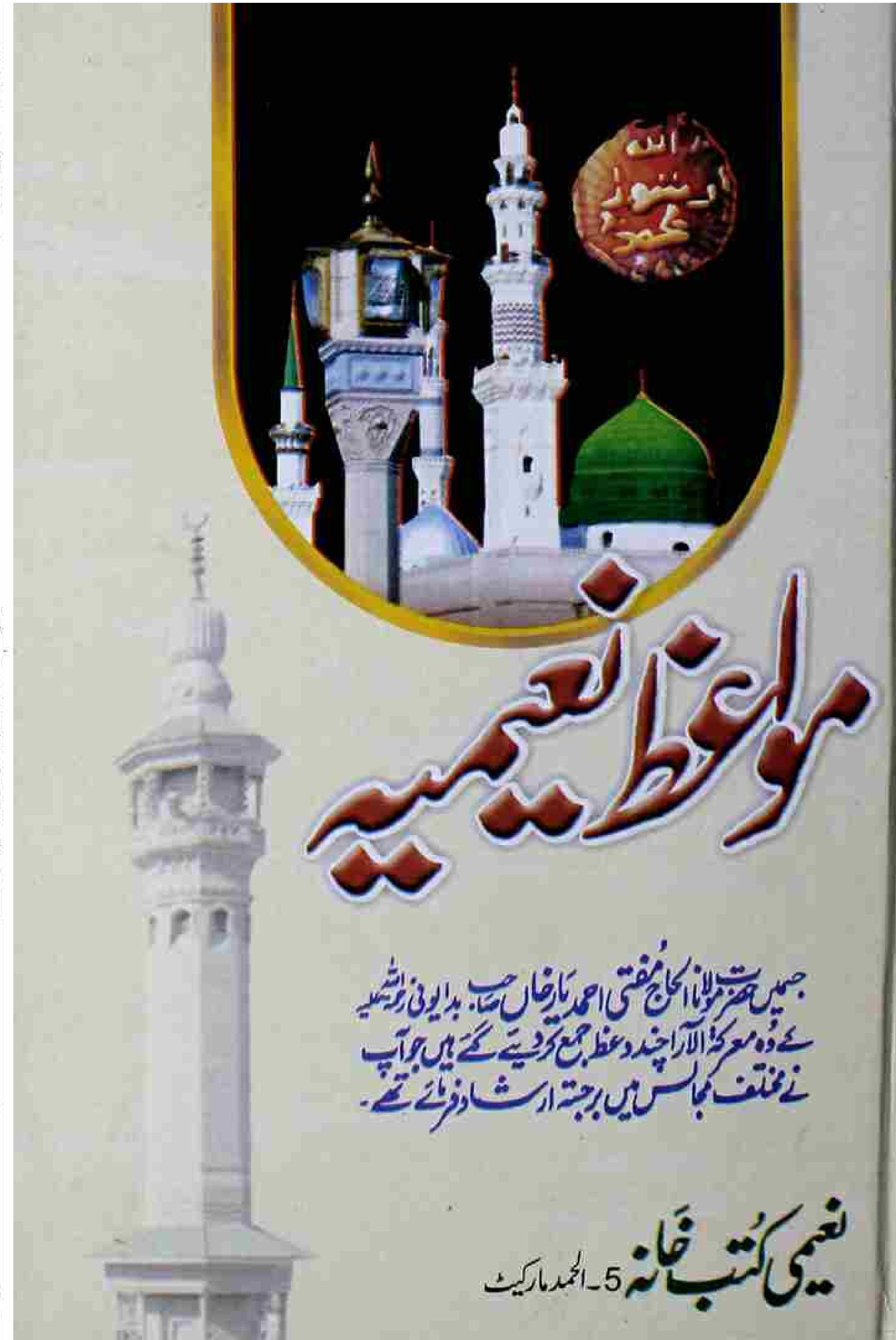


کی بددعا سے لوگ مصیبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں ۔ اور دنیاوی حکام اور سلاطین قوموں کو تباہ کر دیتے ہیں، تو کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس قدر بھی اختیارات نہیں ہیں ؟ خود کفار بھی جانتے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا خالی نہیں جاتی ۔ اسی لئے بہت دفعہ ابوجہل نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ابوسفیان کو دعا کے لئے بھیجا ۔ جب ابولہب کے بیٹے عتبہ کے لئے دعائے بد فرمادی کہ یا اللہ اس گستاخ پر اپنے کسی کتے کو مقرر فرما دے جو اسے اس گستاخی کا بدلہ دے ۔ تو ابولہب مارے خوف کے کانپ گیا اور کہتا پھرتا تھا کہ اب عتبہ کی خیر نہیں ۔ اس کے پیچھے محمد کی بددعا پڑ گئی ہے ۔ وہ سمجھتا تھا کہ اس زبان کی بات خالی جاتی ہی نہیں ۔

اس آیت کے مضمون کا خلاصہ یہ ہوا کہ رب تعالےٰ نے فرمایا اے محبوب ! وہ کفار جو علم غیب اور کلی اختیارات کو نبوت کی پہچان نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ نبی کے بیوی بچے نہ چاہییں ۔ ان سے کہہ دو کہ ہم نے خدا یا فرشتہ ہونے کا دعوٰے نہیں کیا ہے ۔ کلی اختیارات مکمل علم غیب پر خدائی دار و مدار ہے ۔ نیز ہم نے کب کہا کہ ہم فرشتہ ہیں ۔ بیوی اور بچوں کی حاجت نہ ہونا فرشتہ کی پہچان ہے ۔ ہم نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور نبی انسان ہی ہوتے ہیں، غذا اور بیوی بچے انسان کے ہوتے ہیں ۔ ہمارے نکاح اور غذا پر اعتراض ہے ۔

خیال رہے کہ نبی سے انسانیت کی عزت ہے نہ کہ انسانیت سے نبی کی ۔ ایسے ہی انبیاء علیہم السلام نے نکاح و غذا اس لئے قبول فرمایا تاکہ یہ کام اللہ کے بندوں کے لئے سنت ہو جائیں ۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔



رسول اللہ ﷺ کو تین دعائیں عطا کی گئیں، جو یقیناً قبول ہوں گی، آپ ﷺ فرماتے ہیں:

میں نے عرض کیا: اے اللہ! میری امت کو بخش دے، اے اللہ! میری امت کو بخش دے اور تیسری دعا ہم نے اس دن کے لئے محفوظ کر لی جس دن تمام مخلوق یہاں تک کہ ابراہیم علیہ السلام ہماری طرف رجوع کریں گے۔[1]

حدیث شریف میں ہے: ''اللہ کی قسم! ہم کسی کو عطا نہیں کرتے اور ہم کسی کو انکار نہیں کرتے، ہم تو صرف تقسیم کرنے والے ہیں، ہم اس جگہ مال رکھتے ہیں، جہاں ہمیں حکم دیا گیا ہے'' اس حدیث کی شرح میں ابن قیم لکھتے ہیں:

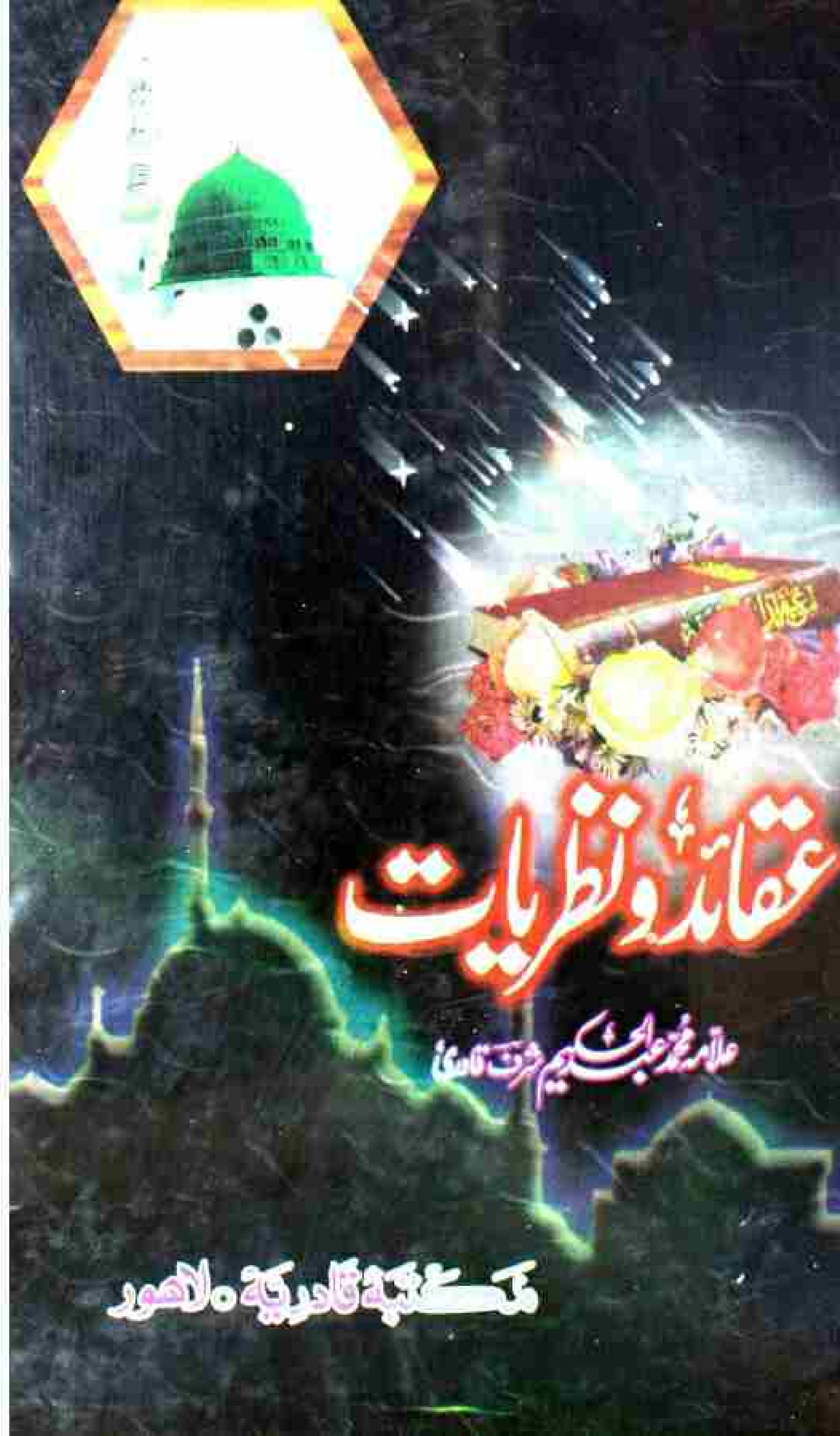
پس آپ ان خزانوں میں خالص امر کے تحت تصرف کرتے ہیں، اس خالص عبد کی طرح جس کا وظیفہ اپنے آقا کے احکام کو نافذ کرنا ہے۔[2]

ایک حدیث شریف میں ہے کہ ہمیں زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں، اس حدیث کی شرح میں علامہ مناوی فرماتے ہیں:

یا تمام جہان کے خزانے مراد ہیں، لوگ جتنی مقدار کے مستحق ہیں، انہیں عطا فرماتے ہیں، پس جہاں میں جو کچھ ظاہر ہوتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کے اذن سے وہ عطا فرماتے ہیں جن کے ہاتھ میں چابی ہے، جس طرح علم غیب کلی کی چابیاں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں، انہیں وہی جانتا ہے، اس نے اپنے حبیب ﷺ کو خاص طور پر عطیات کے خزانوں کی چابیاں عطا فرمائی ہیں، لہذا ان میں سے جو چیز بھی ملتی ہے، آپ ہی کے ہاتھ سے ملتی ہے۔[3]

---

1. مسلم بن حجاج قشیری، امام: صحیح مسلم، ۱/۲۷۳
2. ابن قیم جوزیہ: طریق الہجرتین (قطر) ص ۱۷
3. محمد عبدالرؤف مناوی، امام: فیض القدیر شرح جامع صغیر، ۱/۵۶۲



بِهٖ تَعَالٰی اَنَّهٗ لَا یَعْلَمُهَا كَمَا هِیَ اِبْتِدَاءً اِلَّا هُوَ	یہ ہے کہ جیسی وہ ہیں اس طرح ابتداءً خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا

اس آیت کے اگر وہ مطلب نہ بیان کئے جاویں جو ہم نے بتائے تو یہ مخالفین کے بھی خلاف ہے کیونکہ بعض علم غیب وہ بھی مانتے ہیں۔ اور اس میں علم غیب کی بالکل نفی ہے۔

نکتہ۔ بعض صاحبوں نے مجھ سے فرمایا کہ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے اس جگہ ایک نکتہ لکھا ہے۔ وہ یہ کہ اس آیت میں ہے۔ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ۔ دوسری میں ہے۔ لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ۔ مفاتح اور مقالید دونوں کے معنے ہیں کنجیاں اور اگر مفاتح کا اول و آخر حرف یعنی م۔ ح لو۔ اور مقالید کا اول و آخر حرف یعنی م، د لو۔ تو بنتا ہے مُحَمَّدٌ (صلی اللہ علیہ وسلم) جس سے سمجھ میں آتا ہے کہ ذاتِ رسول اللہ ہی ظہور عالم کی کنجی ہے لَا یَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضور علیہ السلام جیسے ہیں ویسا کوئی نہیں جانتا۔ حقیقت محمدیہ کو رب ہی جانے مَفَاتِح جمع اس لیے بولا کہ آپ کی سرادا رحمت الٰہی کی کنجی ہے آپ کا نور عالم کی کنجی كُلُّ الْخَلْقِ مِنْ نُوْرِیْ قیامت میں آپ کا سجدہ شفاعت کی کنجی ہے جنت میں آپ کا نام ہر نعمت کی کنجی اور جنت میں آپ کا جانا سب کے لیے جنت کے کھلنے کی کنجی ہے۔ دیکھو ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن۔

نکتہ:۔ اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں اب یہ سوال ہے کہ اس کنجی سے کسی کے لیئے دروازہ غیب کھولا بھی گیا یا نہیں؟ یا کسی کو کوئی کنجی دی گئی یا نہیں؟ اس کا جواب قرآن و حدیث سے پوچھو قرآن فرماتا ہے۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ہم نے آپ کے لیئے ظاہر طور پر کھول دیا۔ کیا کھول دیا؟ اس کی نفیس توجیہیں ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن من آیات القرآن میں دیکھو۔ قفل اور کنجی میں وہ ہی چیز رکھی جاتی ہے۔ جو کھول کر نکالنی ہو اور جسے نکالنا نہ ہو وہ زمین میں دفن کر دی جاتی ہے۔ پتہ لگا کہ غیب کسی کو دینا تھا اس لیئے کنجی بھی بھیجی۔

حدیث میں ہے۔ اُوْتِیْتُ مَفَاتِحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ مجھ کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو کنجی دی بھی گئی آپ کے لیئے فتح باب بھی ہوا۔

(۴) قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ۔	تم فرماؤ خود غیب نہیں جانتے وہ جو آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ۔

اس آیت کے بھی مفسرین نے دو مطلب بیان فرمائے غیب ذاتی کوئی نہیں جانتا۔ کل غیب کوئی نہیں جانتا۔

۷۸۶
۹۲

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا

الحمد للہ کہ کتاب لاجواب نافع شیخ و شاب مفید عاقل موقظ غافل

مسمّٰی بہ

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ

المعروف

فیصلہ مسائل

(جلد اول)

اضافات جدیدہ و ضمیمہ عجیبہ کے ساتھ

جس میں موجودہ زمانہ کے عام مختلف فیہ مسائل کا نہائیت محققانہ مدلل فیصلہ کر دیا گیا ہے

مصنفہ
حضرت حکیم الامت مولٰنا المفتی الحاج احمد یار خاں صاحب اوجھانوی بدایونی مدظلہ
سرپرست مدرسہ غوثیہ گجرات پاکستان

باہتمام
محمد اقتدار خاں عرف مصطفٰے میاں
ناشر:۔ مفتی اقتدار احمد خان مالک نعیمی کتب خانہ گجرات

اور اس نے بارہا کفار کو مسلمین پر غلبہ دیا۔

واللہ! یہ وہ جگہ ہے کہ مومن کا دل اپنے مولٰی کی محبت سے جھلکے، العظمۃ للّٰہ (عظمت اللہ کے لیے ہے۔ت) جمیل کی ہر بات جمیل (ہیہات ہیہات، بلا تشبیہ) میلے کپڑے کی بدصورت پر سخت بدنما ہوں کسی حسین کو پہنے دیجئے، دیکھئے کتنی بہار دیتے ہیں۔ وللّٰہِ الْمَثَلُ الاعلٰی (اور اللہ ہی کے لیے ہے سب سے برتر شان۔ت) عیاذًا باللّٰہ (اللہ کی پناہ۔ت) اگر وہ اپنے بندہ مسلمان کو دوزخ میں ڈالے۔ (اور اسی کے وجہ کریم کی پناہ) اس وقت اس مومن سے پوچھئے تیرے رب نے یہ کام کیسا کیا؟ واللہ! یہی کہے گا کہ بہت اچھا، نہایت خوب، کمال بجا، ولکن عافیتك اوسعُ لی (لیکن تیری عافیت میرے لیے زیادہ وسعت والی ہے۔

بالجملہ زید کا یہ قول انواعِ انواعِ ضلالات وجہالات کا مجمع ـــــ اور صریح فلسفہ و اعتزال اس کا منبع ـــــ نسألَ اللّٰہ العافیۃ، ولاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العزیز الحکیم۔ (ہم اللہ تعالٰی سے عافیت مانگتے ہیں، اور گناہ سے بچنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی قوت نہیں مگر اللہ عزت والے حکمت والے کی توفیق سے۔ت)

قولِ ششم

میں کہ "عقولِ عشرہ کا تمام نقائص وقبائح سے مقدس ومنزہ، اور ان کے علم کا تام ومحیط باحاطہ تامہ ہونا نقل کیا۔ یہاں تک کہ کوئی ذرہ ذرات عالم سے ان پر مخفی رہنا ممکن نہیں" ـــــ یہ خاص صفت حضرت عالم الغیب والشہادہ کی ہے جل وعلا۔ قال تعالٰی

"وَمَا یَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ"[1]	نہیں چھپتی تیرے رب سے ذرہ برابر چیز زمین میں اور نہ آسمان میں۔

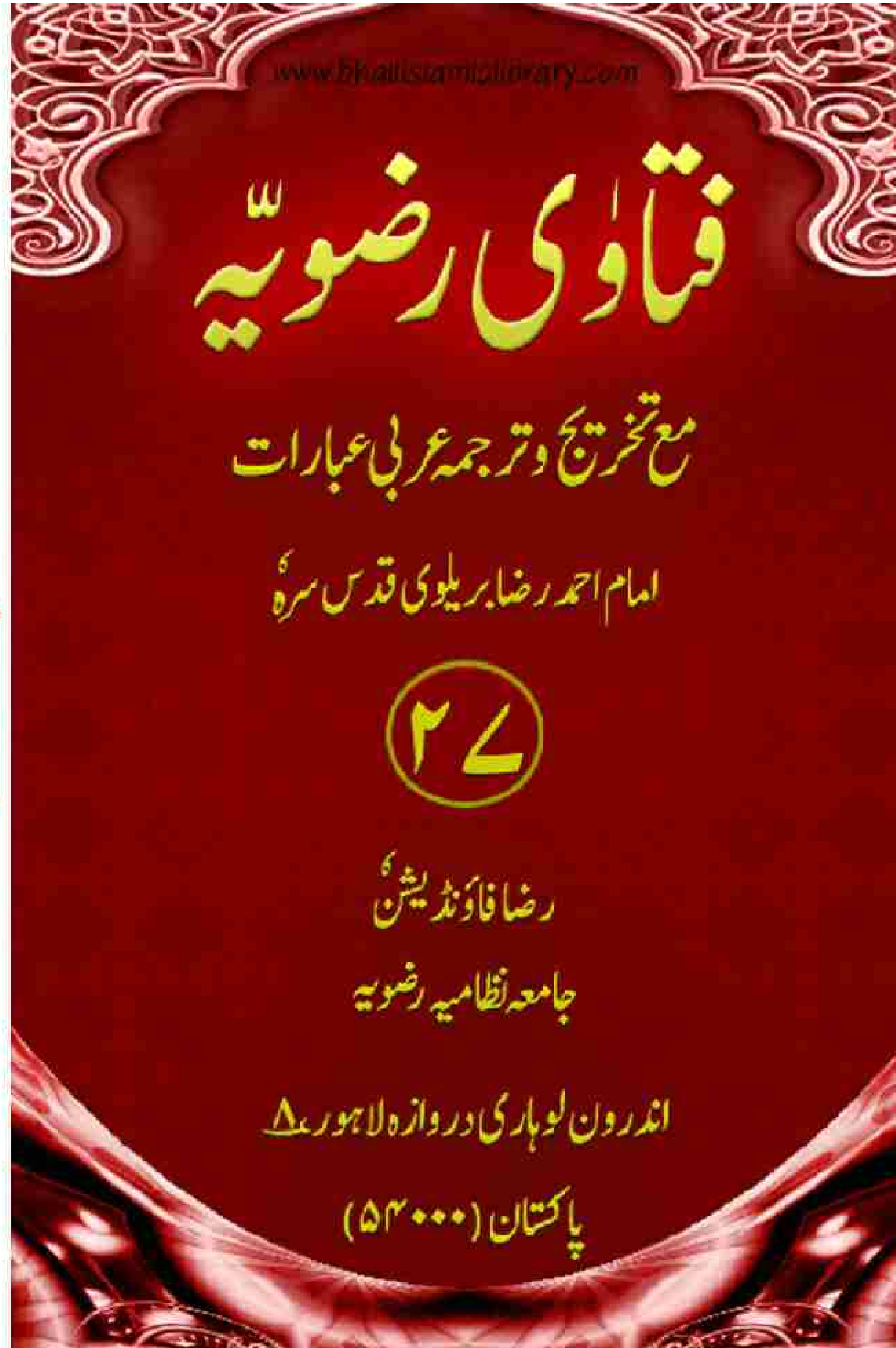
اور اس کا غیر خدا کے لیے ثابت کرنا قطعًا کفر لعزۃُ اللّٰہ (عزت اللہ کے لیے ہے۔ت) اس عدمِ امکان کو مسلمان غور کرے کہ کیسا کفر واشگاف اور کتنے صریح نصوص قرآنیہ کا خلاف ہے۔

قال تعالٰی: "وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا ھُوَ"[2]۔ کوئی نہیں جانتا تیرے رب کے لشکروں کو

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۶۱

[2] القرآن الکریم ۷۴/ ۳۱



کھاتے ہوں گے لہٰذا ہم مسلمان ہیں اور ہمارے مسلمان ہونے میں کیا شک ہے تو جو جواب آپ اس کو دیں گے وہ ہماری طرف سے بھی سمجھ لیں آپ بھی ہمیں مشرک سمجھتے ہیں اور کہیں تو دیوبندی بریلوی کا ذبیحہ کھاتے ہوں گے لہٰذا آپ اپنا شرک والا فتویٰ واپس لیں ظاہر ہے قصاب ہر مذہب کے ہوتے ہیں۔ دیوبندی بریلوی شیعہ مرزائی ضروری تو نہیں قصاب ایک ہی مذہب کے ہوں اس کا تحقیقی جواب یہ ہے کہ جن قصابوں کو گستاخانہ عبارتوں کا علم ہے اس کے باوجود ان عبارتوں کو صحیح سمجھتے ہیں وہ کافر ہیں ان کا ذبیحہ مردار ہے۔

سرفراز صاحب اپنی کتاب "ارشاد الشیعہ" میں بھی شیعہ حضرات کی تکفیر کرتے ہیں جن عقائد کی وجہ سے دیوبندیوں کی معتبر کتاب **تقویۃ الایمان** میں کفر و شرک کے فتوی جات دیئے گئے ہیں وہ تمام شیعہ میں موجود ہیں مثلاً علم غیب حاضر ناظر تصرف کل استمداد وغیرہ یہ تمام عقائد شیعہ کے اندر موجود ہیں جو وہابیوں کے نزدیک کفر کی علت ہیں اور حکم علت کی بنا پر دائر ہوتا ہے لہٰذا جب وہ آپ کے نزدیک کافر ہیں تو ان کا ذبیحہ بھی مردار ہوگا تو کیا وہابی ان کے ہاتھ کا ذبیحہ کبھی بھی نہیں کھاتے ہیں ایسا ہرگز ممکن نہیں تو کیا اپنے تکفیر والے فتوے سے رجوع کریں گے کیا وہابیوں کے رشتہ داروں میں شیعہ عقائد کے حامل نہیں پائے جاتے۔ کیا قربانی عقیقہ وغیرہ پر گوشت نہیں لیتے دیتے اپنے اکابر کے سر سے کفری بوجھ اٹھانا تو آپ کے بس میں نہیں ایسی تعویلات سے ان کا ایمان ثابت نہیں ہو سکتا۔ ہو سکے تو اپنے عقائد سے توبہ کر کے حق ہو جاؤ دنیاوی عزت اور جھوٹے وقار کی خاطر اپنے آپ کو ﴿خلودٍ فی النار﴾ کا مستحق بنانا بڑے خسارے کا سودا ہے۔

کیا واقعی دیوبندی شرک و بدعت سے متنفر ہیں

سرفراز صاحب فرماتے ہیں کہ وہابی صاحب کی مخالفت کی وجہ صرف یہی ہے کہ اکابر دیوبند توحید و سنت کے شیدائی اور شرک و بدعت سے سخت متنفر ہیں اور پھر سرفراز صاحب باوصا…

حصہ اول

عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

مصنف

علامہ غلام نصیر الدین سیالوی

باہتمام

محمد نواز ہزاروی

مکتبہ غوثیہ

یونیورسٹی روڈ، کراچی، پاکستان

ہیں آویزاں کیا تھا۔ یا حضرت جعفر طیّار رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر دینا اور اس کے دو رفیقوں کی خبر دینا جنگِ تبوک میں حضرت خالد سیف اللہ کے ہاتھ پر فتوحات کا حاصل ہونا۔ یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر قلعہ خیبر کا فتح ہونا یا بکری کے گوشت میں زہر ملانے کی خبر دینا جو یہودیوں نے آپؐ کی خدمت میں بطور تحفہ بھیجا تھا۔ یا آپؐ کا خبر دینا کہ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ ذاالثدیین خارجی کو قتل کریں گے۔ یا اخیر زمانہ میں فتنوں کا پیدا ہونا۔

غرضیکہ اسی قسم کی غیبی خبریں کئی ایک اور بھی آپؐ نے دی ہیں جو اس شخص پر مخفی نہیں جو علوم اسلامیہ میں مہارت اور واقفیت رکھتا ہے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ یہ تو خدا کے بتانے سے آپؐ نے بتائی ہیں۔ اس لئے یہ خبریں غیب نہیں بلکہ از قسم وحی ہیں۔ تو ہم کہتے ہیں کہ پھر بھی ہمارا دعویٰ ثابت ہوا کہ آپؐ عالم الغیب تھے۔ اور جب یوں کہا جائے کہ خدا تعالیٰ کی اطلاع کے بغیر کشف کے طور پر آپؐ نے یہ خبریں دی تھیں۔ تو اس صورت میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم الغیب کہنا صحیح ہوگا۔ جو مقلد یوں کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام تمام قسم کے غیب کو جانتے تھے۔ یا یوں کہتے ہیں کہ آپؐ کو تمام ماکان و مایکون کا علم غیب تھا۔ تو ان کی مراد بھی وہی علوم غیبیہ ہیں۔ جو تبلیغ رسالت اور منکرین کو لاجواب کرنے یا گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے حالات معلوم کرنے کے متعلق ہیں۔ یا ان کی مطیع اُمّت کی نجات اور منکرین کی ہلاکت کے متعلق ہیں۔ یا جو اُمّت محمدیہؐ کے احوال سے تعلق رکھتے ہیں جو اخیر زمانے میں پیش آئیں گے۔ یا ان فتنوں کی بابت ہیں جو اُمّت محمدیہؐ پر آنے والے ہیں یا ان تکالیف کے متعلق ہیں جو ان پر آئیں گی۔ یہاں تک کہ اہلِ جنّت جنّت میں چلے جائیں گے۔ اور اہلِ نار دوزخ میں پڑیں گے۔

قال اللہ تعالیٰ النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم

العقائد الصحیحۃ



ترجمہ از تصنیف

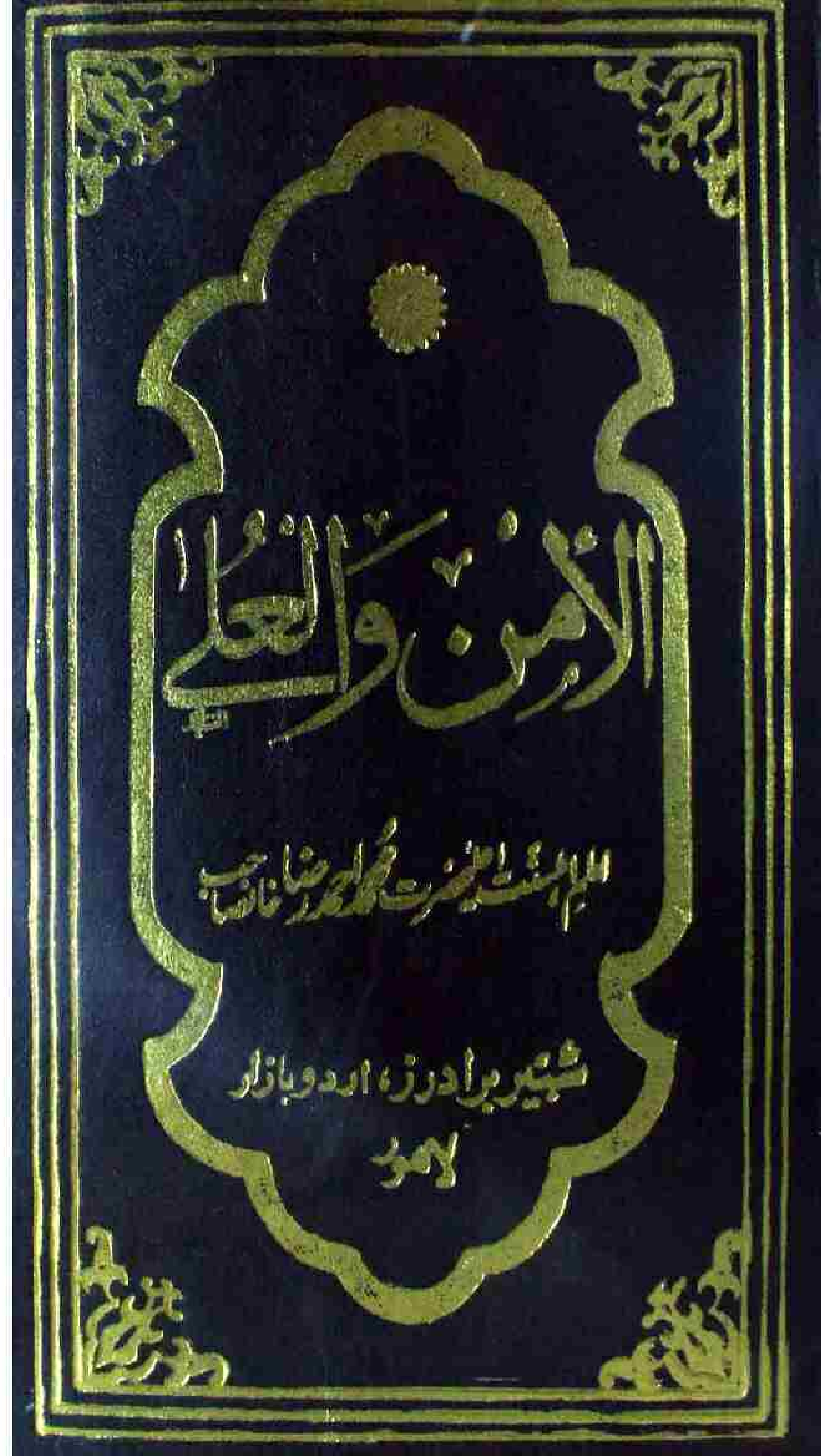
زبدۃ السالکین عمدۃ العارفین محی السنۃ ماحی البدعۃ ثانی الالف ثانی

حضرت مولانا و مرشدنا خواجہ حاجی حافظ محمد حسن جان صاحب

مجددی نقشبندی فاروقی قدس اللہ سرہ

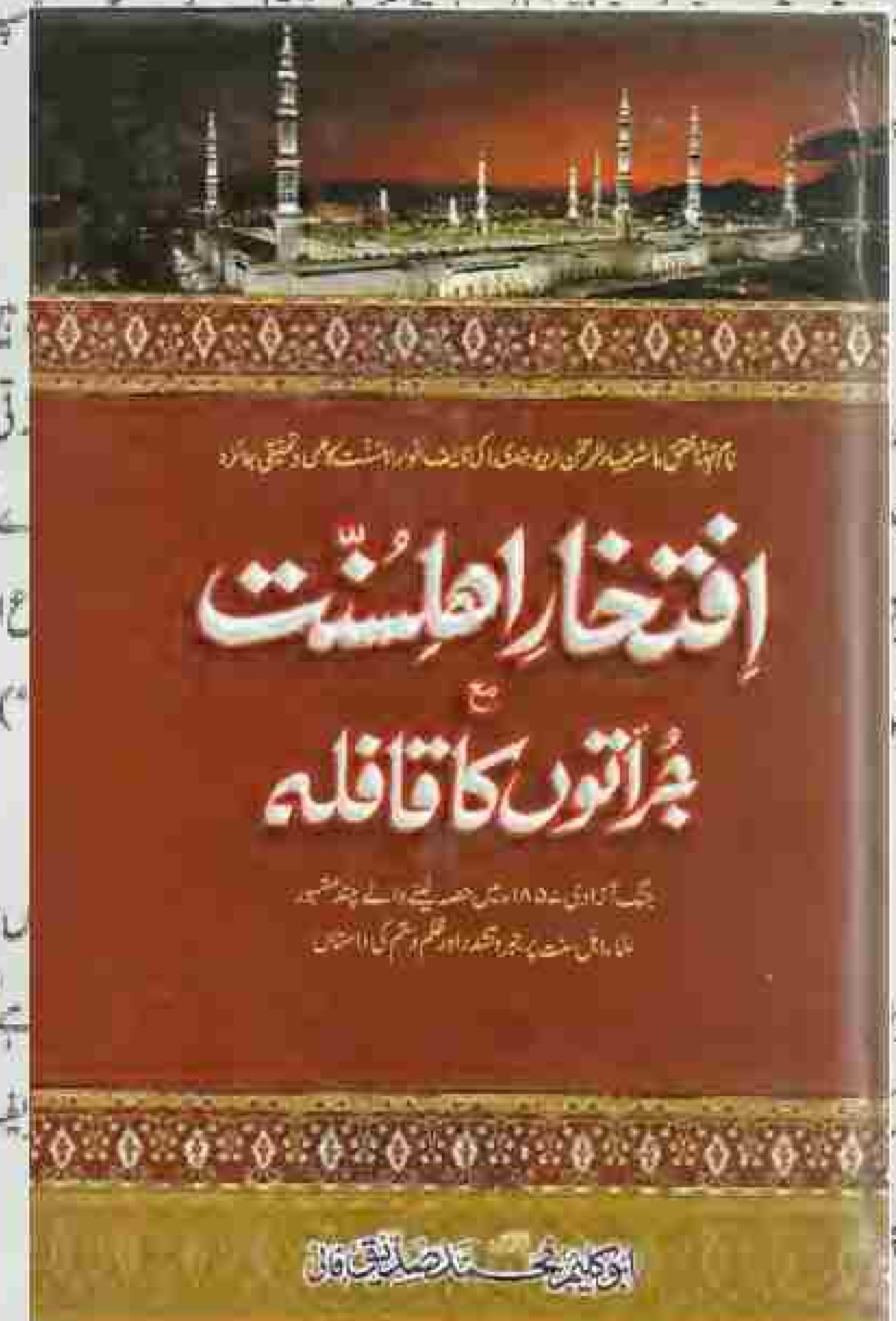
اور فرمایا وہ یہودی اعتراض کر گیا ہے اچھا یوں نہ کہا کرو تو امام الوہابیہ کے نزدیک اللہ کے رسول نے آپ تو شرک سے نہ روکا یا شرک کو شرک نہ جانا جب ایک کافر نے بتایا اس پر بھی ایک مدت تک شرک کو روا رکھا پھر ممانعت بھی کی تو یوں نہیں کہ شرک کی بُرائی سے بلکہ یوں کہ ایک مخالف اعتراض کرتا ہے لہذا چھوڑ دو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط خامسًا[۲۲۳] ان سب دقتوں کے بعد جو تعلیم فرمائی وہ بھی ہماں آس در کاسہ لائی ارشاد ہوا کہ یوں کہا کرو جو چاہے اللہ پھر چاہیں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو یہ کام ہوگا۔ امام الوہابیہ کے لفظ یاد کیجئے " یہ خاص اللہ کی شان ہے اس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا " مسلمانو للہ انصاف جو بات خاص شان الٰہی عزوجل ہے جس میں کسی مخلوق کو کچھ دخل نہیں اُس میں دوسرے کو خدا کے ساتھ (اور) کہہ کر ملایا تو کیا اور (پھر) کہہ کر ملایا تو کیا۔ شرک سے کیونکر نجات ہو جائے گی مثلاً آسمان و زمین کا خالق ہونا اپنی ذاتی قدرت سے تمام اولین و آخرین کا رازق ہونا خاص خدا کی شانیں ہیں کیا اگر کوئی یوں کہے کہ اللہ و رسول خالق السموات والارض ہیں اللہ و رسول اپنی ذاتی قدرت سے رازق عالم ہیں جبھی شرک ہوگا اور اگر کہے کہ اللہ پھر رسول خالق السموات والارض ہیں اللہ پھر رسول اپنی ذاتی قدرت سے رازق جہاں ہیں تو شرک نہ ہوگا مسلمانو گمراہوں کے امتحان کے لئے ان کے سامنے یوں ہیں کہہ دیکھو کہ اللہ پھر رسول عالم الغیب ہیں اللہ پھر رسول ہماری مشکلیں کھول دیں دیکھو تو یہ حکم شرک جڑتے ہیں یا نہیں اسی لئے تو یہ عیار مشکوٰۃ کی اس حدیث متصل صحیح ابی داؤد کی مبر بجری بچا گیا تھا جس میں لفظ پھر کے ساتھ اجازت ارشاد ہوئی تو ثابت ہوا کہ اس مردک کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہودی کا اعتراض

ف[۲۲۳] وہابیہ کے نزدیک بعد اعتراض بھی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو تعلیم فرمایا وہ خود شرک ہے۔



یعنی آسمان ... آپ کے اس

وسیع علم کا ...



ایک شبہ اور اس کا ازالہ

مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے۔ (حفظ الایمان صفحہ نمبر ۸ طبع دیوبند)

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ عوام الناس مسلمانوں میں سے ہر کوئی دین اسلام کے ایک دو مسائل ضرور جانتا ہے مگر اس کے باوجود ان کو عالم دین نہیں کہا جاتا۔ عالم دین اسی کو کہا جائے گا جو علم صرف و نحو، تفسیر، اصول تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ وغیرہ علوم پر دسترس رکھتا ہو۔ اسی طرح اگر کسی کو ایک دو مخفی باتوں کا علم ہو تو وہ علم ظنی ہوگا اور اس کے علم کو علم غیب سے تعبیر نہیں کیا جائے گا بلکہ عالم غیب یا عالم الغیب کا اطلاق اس پر ہوگا جس کو رب العزت جل جلالہ کی

طرف سے انبیاء علوم غیبیہ سے نوازا گیا ہو اور اس پر قرآن و حدیث کے شواہد موجود ہوں۔ اور یہ مقام فقط انبیاء کرام علیہم السلام ہی کو حاصل ہے عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول (پارہ ۲۹) اس پر نص قرآنی شاہد ہے انبیاء کرام علیہم السلام کے وسیلہ سے بعض اولیاء اللہ کو بعض علوم غیبیہ حاصل ہوتے ہیں۔

☆ قطب عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں'

آں حضرت ﷺ کو علم غیب بہ حسب نصوص قرآنیہ اور علم ما کان و ما یکون از روئے احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام من جانب اللہ عطا ہوا۔ علم غیب کل (جس کی نہ ابتداء ہے نہ انتہا) اور بالذات علی سبیل الاستمرار خاصہ خدائی ہے۔ وہ از اسمہ اور علم غیب علی قدر الاعلام والاعطاء آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا اور آپ کو "عالم الغیب بہ علم وہ خدائی دو دیتی" کہا جاسکتا ہے۔ (فتاویٰ مہریہ صفحہ نمبر ۱۲ از قبلہ عالم گولڑوی)

نوٹ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر لفظ "عالم الغیب" کے اطلاق کی کراہت عوام الناس کو مدنظر رکھ کر ہمارے کچھ علماء نے لگائی ہے ورنہ جواز کے وہ بھی قائل ہیں اور حضرت پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ نے تو یہاں کراہت کا قول بھی نہیں کیا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے۔ وعلمنٰہ من لدنا علما (سورۃ کہف پارہ نمبر ۱۵) "اور سکھایا تھا اسے اپنے پاس سے (خاص) علم"

مفسرین کرام نے علم خضر علیہ السلام (وعلمنٰہ من لدنا علما) کی تفسیر علم غیب فرمائی ہے اور علم غیب کو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول بیان فرمایا ہے جو کہ علمائے کرام نے نقل فرمایا ہے۔ (تفسیر بیضاوی صفحہ نمبر ۱۹ جلد ۲ طبع بیروت ۱۹۶۸ء، تفسیر ابن جریر صفحہ نمبر ۱۸۱ جلد ۱۵ طبع بیروت، تفسیر روح البیان، تفسیر جمل ۱۱ (سورہ کہف)۔

(حضرت امام علی بن احمد نیشاپوری متوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں۔ اعطیناہ علما من علم الغیب "ہم نے اس کو علم غیب سے عطا فرمایا" (تفسیر الوسیط صفحہ نمبر ۱۵۸ جلد ۳ طبع بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابن عطیہ اندلسی متوفی ۵۴۶ھ فرماتے ہیں: حضرت خضر علیہ السلام کو باطن کا علم دیا گیا تھا (المحرر الوجیز صفحہ نمبر ۳۳۵ جلد ۱۰ طبع مکہ مکرمہ)

علامہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ فرماتے ہیں: ہم نے ان کو علم الغیب کی تعلیم دی تھی (الجامع لاحکام القرآن صفحہ نمبر ۳۹۱ جلد ۱۰ طبع بیروت)

علامہ ابو السعود محمد بن محمد العمادی حنفی متوفی ۹۸۲ھ لکھتے ہیں: یعنی وہ علم سکھایا جس کی کنہ کو جانا نہیں جاسکتا نہ ان کی مقدار کا اندازہ ہوسکتا ہے اور وہ علم الغیوب ہے (تفسیر ابو السعود صفحہ نمبر ۲۰۳ جلد ۳ طبع بیروت ۱۴۱۶ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں: وہ علم الغیوب اور اسرار العلوم الخفیہ ہیں (روح المعانی صفحہ نمبر ۲۷۵ جلد ۱۵ طبع بیروت ۱۴۱۷ھ) (ابو جلیل فیضی غفرلہ)

الجواب بعون اللہ الوہاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی حبیبہ الکریم

1- وہابیہ کا یہ الزام کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے علماء اسلام کو کافر کہا ہے کذب محض وافتراء فاحش ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ان مفسدین کو کافر فرمایا جو ضروریات دین کے منکر ہوئے انہوں کو قرآن و حدیث اور تمام امت کافر کہتی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے کفر کو کبھی اپنی طرف سے نہ دیا نصوص نقل فرمائیں جن کا آج تک کسی وہابی نے جواب نہ دیا اور نہ کبھی کوئی جواب ہے۔ کیا ان امور کا کفر ہونا اور ان کے قائل کا کافر ہونا خود وہابیہ کو بھی تسلیم ہے۔ مولوی اشرف علی صاحب "بسط البنان" میں لکھتے ہیں

"جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم ﷺ کی۔"

اور یہی روایت ہے کہ جو اعلیٰ حضرت کا ہم عقیدہ نہ ہو اس کو وہ کافر جانتے ہیں یہ درست ہے اور ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہے کہ ایمانیات اور ضروریات دین میں جو اس کا ہم عقیدہ نہ ہو وہ کافر ہے جو توحید مانے رسالت میں ہم اعتقاد نہ ہو کافر، توحید و رسالت دونوں کو تسلیم کرے قرآن کا منکر ہو تو کافر غرض کسی ایک امر ضروری سے یعنی انکار کرے کافر ہے مسلمان وہی ہے جو تمام ضروریات دین میں ہمارا ہم عقیدہ ہو۔ حدیث جبرئیل میں ہے:

"قال ان تؤمن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر وتؤمن بالقدر خیرہ وشرہ"

یعنی ایمان یہ ہے کہ تو اللہ اور اس کے ملائکہ اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور روز آخرت کو مانے اور اس کی تقدیر خیر و شر پر ایمان لائے تو جو ان امور میں ہمارا ہم عقیدہ ہے مومن ہے اور جو ان میں ایک میں بھی ہم عقیدہ نہیں اس کو حقیقت ایمان ہی حاصل نہیں مومن نہیں کافر ہے۔

واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

2- یہ قطعاً غلط ہے کہ حسام الحرمین میں وہابیہ کی عبارات میں قطع برید کر کے کفری معنی پہنائے گئے ہوں عبارتیں بلفظ نقل کی گئی ہیں۔ انہی پر فتویٰ لیا گیا ہے انہیں کو علماء حرمین محققین نے کفر فرمایا ہے البتہ ایک مضمون کی چند عبارتیں ایک کتاب میں متفرق تھیں ان کو اختصار کے لیے یکجا کر کے لکھ دیا ہے ان میں سے ہر ایک عبارت وہ کفری معنی رکھتی ہے۔ مجموعہ کے حوالے سے جو بے تکی باتیں کہی گئی یہ محض افتراء ہے اور ہر شخص حسام الحرمین کے نقول کو اصل کتابوں سے ملا کر اطمینان کر سکتا ہے۔ وہابیہ کی کتاب "التنقیحات لدفع التلبیسات" "تصنیف اسم با مسمّی" ہے اس میں تلبیس کی گئی ہے اور

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین

ہزاروں فقہی مسائل اور اسلامی و دینی معلومات کا خزینہ

مجموعۃ الفتاوی

حصہ اول تا ہشتم

انوار شریعت

جلد اول

از افادات

مجدد اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ

حجۃ الاسلام حضرت شاہ حامد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ

صدر الافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ

مرجع الاسلام حضرت مولانا نظام الدین ملتانی صاحب قدس سرہ

مرتب

مفتی محمد اسلم رضوی علوی

سنی دار الاشاعت علویہ رضویہ
ڈجکوٹ روڈ فیصل آباد

اور فرمایا:-

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۖ [۱]

یہاں پر چند مفید باتیں عرض کر دیتا ہوں ان سے وہابیہ نجدیہ کے اکثر اعتراضات کا انہدام ہو جائیں گے۔

۱ : اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں عالم الغیب بالذات کی نفی فرمائی ہے

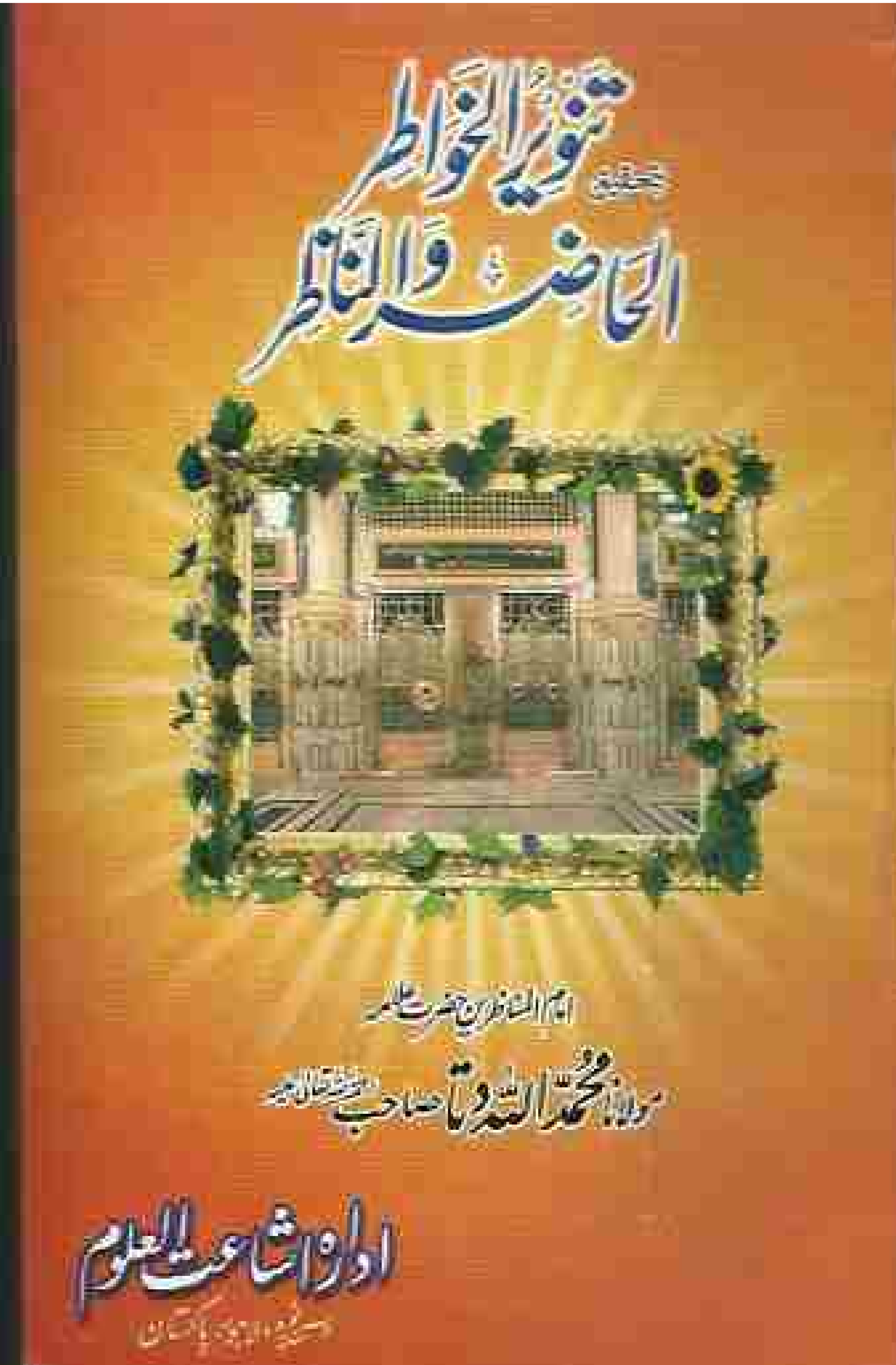
۲ : عالم الغیب اس ذات کو کہا جا سکتا ہے جو عالم الغیب بالذات ہو۔ یہ شان اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ خاص ہے۔ مخلوق کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا فقہاء نے کفر قرار دیا ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام کو مطلعون علی الغیب کہا جا سکتا ہے یعنی غیب پر اطلاع پانے والے۔

۳ : الہٰی معلومات خواہ کسی بھی ذریعہ سے حاصل ہوں ظاہری معاملات کے سر انجام دینے کی بنیاد ان پر نہیں رکھی جاتی مگر بحکم خداوندی۔ ورنہ تمام معاملات عادت اور دنیا کے اصولوں کے مطابق ہی انجام دیئے جاتے ہیں جیسا کہ بخاری شریف میں مذکور ہے۔

قَالَ الْحَكَمُ لَا يَنْبَغِيْ لِلْحَاكِمِ اَنْ يَّقْضِيَ قَضَاءً بِعِلْمِهٖ دُوْنَ عِلْمِ غَيْرِهٖ مَعَ اَنَّ عِلْمَهٗ اَكْثَرُ مِنْ شَهَادَةِ غَيْرِهٖ [۲]

حاکم کو سزاوار نہیں کہ اپنے ذاتی علم کی بناء پر فیصلہ دے جب تک کہ وہ معلومات کسی دوسرے سے حاصل نہ ہوں۔ خواہ علم قاضی کا دوسرے کی شہادت سے زیادہ ہی ہو۔

۱ : پ ۴ آل عمران آیت: ۱۷۹ ۔ ۲ : بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۱۱۹۳



وقال علي بن أبي طلحة وغيره، عن ابن عباس، ﴿يُؤْمِنُونَ﴾: يصدقون.

وقال مَعْمَر عن الزهري: الإيمان العمل.

وقال أبو جعفر الرازي، عن الربيع بن أنس: ﴿يُؤْمِنُونَ﴾: يخشون.

قال ابن جرير وغيره: والأولى أن يكونوا موصوفين بالإيمان بالغيب قولا واعتقاداً وعملا، قال: وقد تدخل الخشية لله في معنى الإيمان، الذي هو تصديق القول بالعمل، والإيمان كلمة جامعةٌ للإقرار بالله وكتبه ورسله، وتصديق الإقرار بالفعل. قلت: أما الإيمان في اللغة فيطلق على التصديق المحض، وقد يستعمل في القرآن، والمراد به ذلك، كما قال تعالى: ﴿يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾ [التوبة: ٦١]، وكما قال إخوة يوسف لأبيهم: ﴿وَمَا أَنتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صَادِقِينَ﴾ [يوسف: ١٧]، وكذلك إذا استعمل مقرونا مع الأعمال؛ كقوله: ﴿إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ [الإنشقاق: ٢٥، والتين: ٦]، فأما إذا استعمل مطلقاً فالإيمان الشرعي المطلوب لا يكون إلا اعتقاداً وقولا وعملا. هكذا ذهب إليه أكثر الأئمة، بل قد حكاه الشافعي وأحمد بن حنبل وأبو عُبيد وغير واحد إجماعاً: أن الإيمان قول وعمل يزيد وينقص. وقد ورد فيه آثار كثيرة وأحاديث أوردنا[1] الكلام فيها في أول شرح البخاري، ولله الحمد والمنة.

ومنهم من فسره بالخشية، لقوله تعالى: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ﴾ [الملك: ١٢]، وقوله: ﴿مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُّنِيبٍ﴾ [ق: ٣٣]، والخشية خلاصة الإيمان والعلم، كما قال تعالى: ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾ [فاطر: ٢٨].

وأما الغيب المراد ههنا فقد اختلفت عبارات السلف فيه، وكلها صحيحة ترجع إلى أن الجميع مراد.

قال أبو جعفر الرازي، عن الربيع بن أنس، عن أبي العالية، في قوله: ﴿يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ﴾ قال: يؤمنون بالله وملائكته وكتبه ورسله واليوم الآخر، وجنته وناره ولقائه، ويؤمنون بالحياة بعد الموت وبالبعث، فهذا غيب كله.

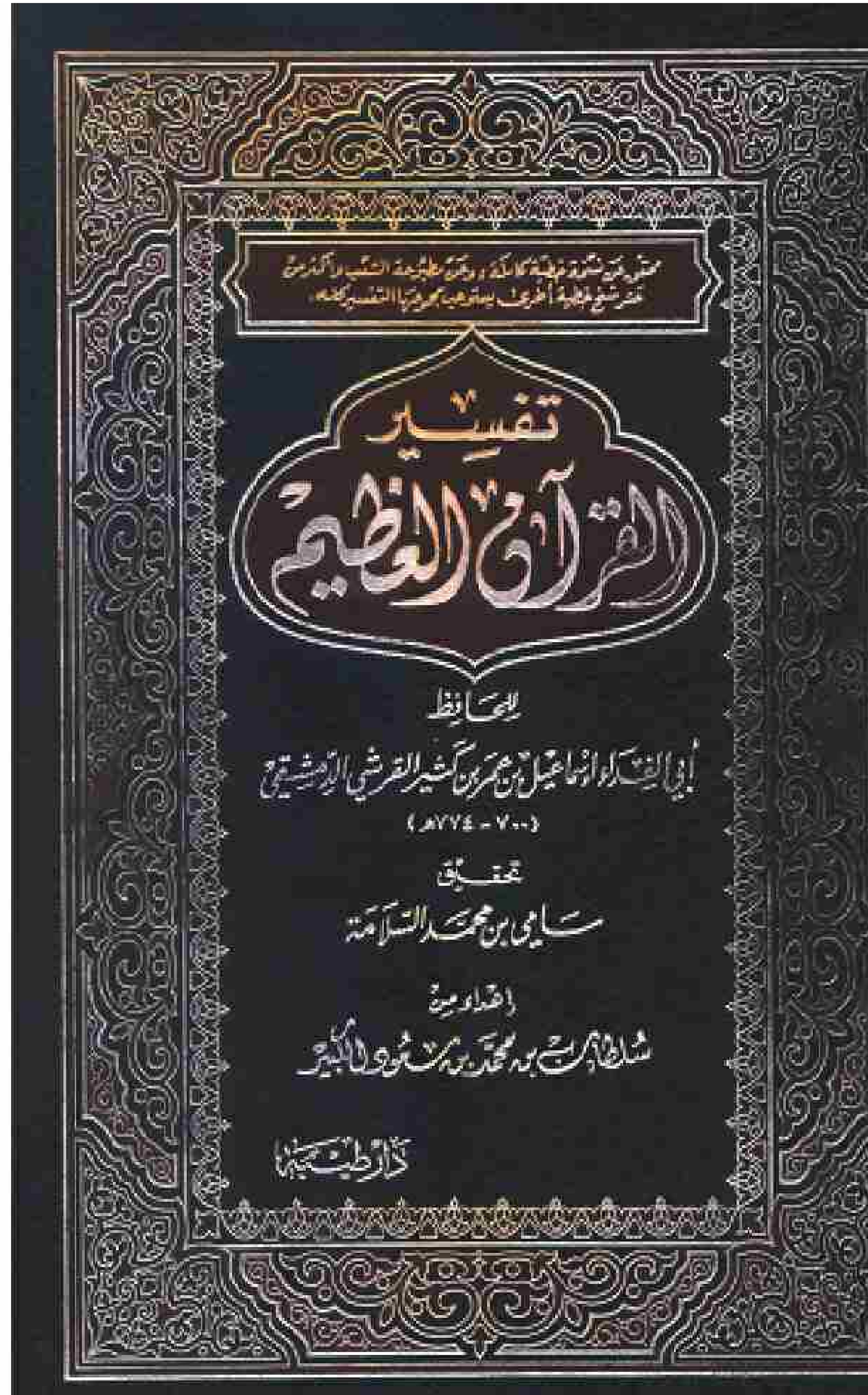
وكذا قال قتادة بن دعامة.

وقال السدي، عن أبي مالك، وعن أبي صالح، عن ابن عباس؛ وعن مرة الهمداني عن ابن مسعود، وعن ناس من أصحاب النبي[2] ﷺ: أما الغَيْب فما غاب عن العباد من أمر الجنة، وأمر النار، وما ذكر في القرآن.

وقال محمد بن إسحاق، عن محمد بن أبي محمد، عن عِكْرِمة، أو عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس: ﴿بِالْغَيْبِ﴾ قال: بما جاء منه، يعني: منَ الله تعالى.

وقال سفيان الثوري، عن عاصم، عن زِرّ، قال: الْغَيْب القرآن.

(١) في جـ، ط: «وأفردنا». (٢) في جـ، ط: «رسول الله».



﴿ولم تؤمن قلوبهم﴾، **﴿ولما يدخل الإيمان في قلوبكم﴾**، وعطف عليه العمل الصالح في مواضع لا تحصى وقرنه بالمعاصي فقال تعالى: **﴿وإنْ طائِفَتانِ مِنَ المؤمنينَ اقْتَتَلوا﴾**، **﴿يا أيها الذين آمنوا كتب عليكم القصاص في القتلى﴾**، **﴿الذينَ آمَنُوا ولَمْ يَلْبِسُوا إيمانَهُمْ بِظُلم﴾** مع ما فيه من قلة التغيير فإنه أقرب إلى الأصل وهو متعين الإرادة في الآية، إذ المعدى بالباء هو التصديقُ وفاقاً. ثم اختلف في أن مجرد التصديق بالقلب هل هو كاف لأنه المقصود أم لا بد من انضمام الإقرار به للمتمكن منه، ولعل الحق هو الثاني لأنه تعالى ذم المعاند أكثر من ذم الجاهل المقصر، وللمانع أن يجعل الذم للإنكار لا لعدم الإقرار للمتمكن منه.

والغيب مصدر، وصف به للمبالغة كالشهادة في قوله تعالى: **﴿عالم الغيب والشهادة﴾** والعرب تسمي المطمئن من الأرض والخمصة التي تلي الكلية غيباً، أو فيعل خفف كقيل، والمراد به الخفي الذي لا يدركه الحس ولا تقتضيه بديهة العقل، وهو قسمان: قسم لا دليل عليه وهو المعني بقوله تعالى: **﴿وعِندَهُ مَفاتِحُ الغيبِ لا يَعْلَمُها إلاّ هُوَ﴾** وقسم نصب موقع عليه دليل: كالصانع وصفاته واليوم الآخر وأحواله وهو المراد به في هذه الآية، هذا إذا جعلته صلة للإيمان وأوقعته موقع المفعول به. وإن جعلته حالاً على تقدير ملتبسين بالغيب كان بمعنى الغيبة والخفاء. والمعنى أنهم يؤمنون غائبين عنكم لا كالمنافقين الذين إذا **﴿لقوا الذين آمنوا قالوا آمَنّا، وإذا خلوا إلى شياطينهم قالوا إنا معكم إنما نحن مستهزئون﴾**. أو عن المؤمن به لما روي أن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: والذي لا إله غيره ما آمن أحد أفضل من إيمان بغيب، ثم قرأ هذه الآية. وقيل المراد بالغيب: القلب لأنه مستور، والمعنى يؤمنون بقلوبهم لا كمن يقولون بأفواههم ما ليس في قلوبهم. فالباء على الأول للتعدية. وعلى الثاني للمصاحبة. وعلى الثالث للآلة.

﴿ويقيمون الصلاة﴾ أي يعدلون أركانها ويحفظونها من أن يقع زيغ في أفعالها، من أقام العود إذا قوّمه أو يواظبون عليها، من قامت السوق إذا نفقت وأقمتها إذا جعلتها نافقة قال:

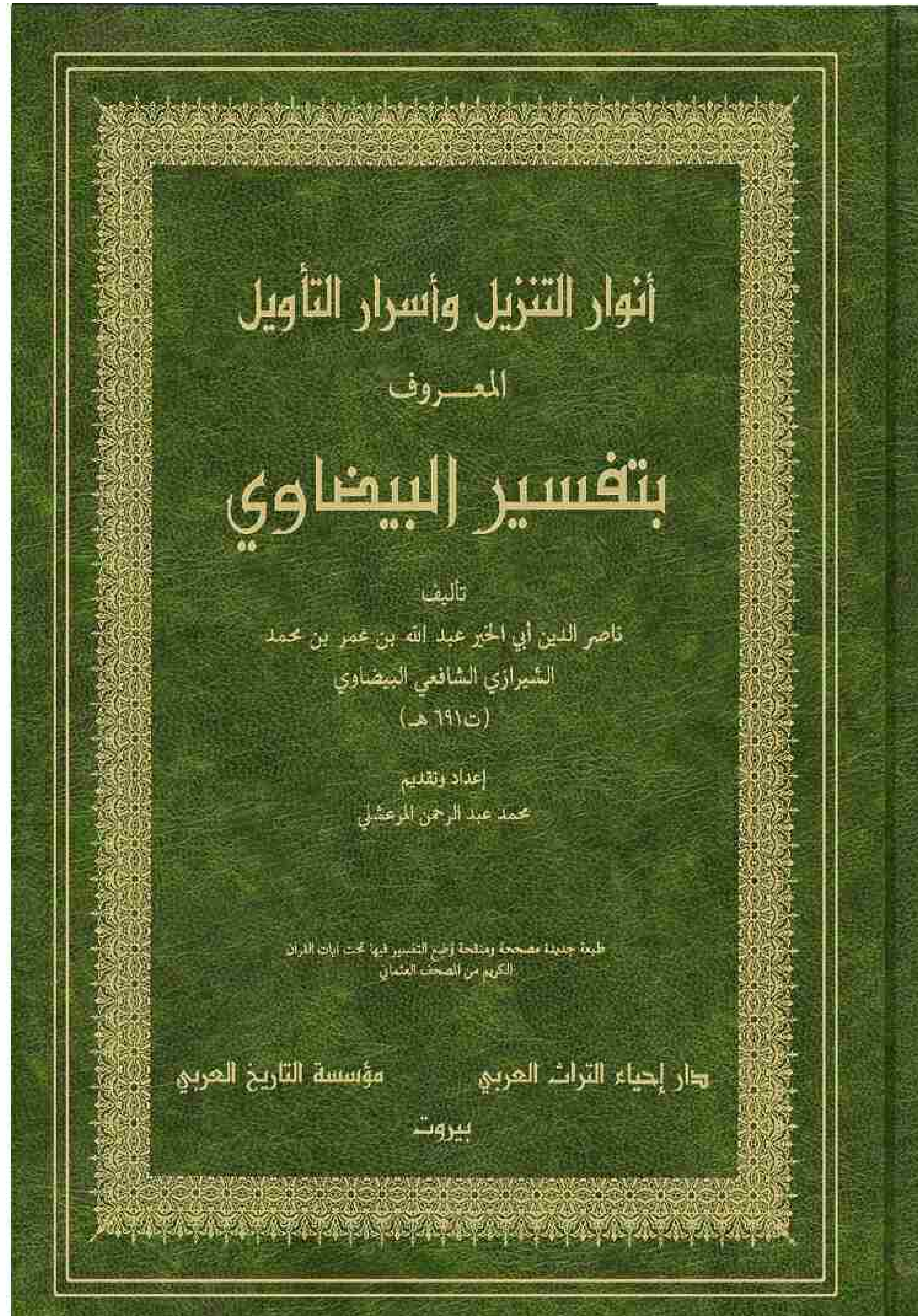
أَقَـامَـتْ غَـزالَـةُ سُـوقَ الـضِّـرابِ   لأهْـلِ الـعِـرَاقَـيْـنِ حَـولاً قَـمِـيـطـا

فإنه إذا حوفظ عليها كانت كالنافق الذي يرغب فيه، وإذا ضيعت كانت كالكاسد المرغوب عنه، أو يتشمرون لأدائها من غير فتور ولا توان، من قولهم قام بالأمر وأقامه إذا جد فيه وتجلد، وضده قعد عن الأمر، وتقاعد. أو يؤدونها. عبر عن الأداء بالإقامة لاشتمالها على القيام، كما عبر عنها بالقنوت والركوع والسجود والتسبيح. والأول أظهر لأنه أشهر وإلى الحقيقة أقرب، وأفيد لتضمنه التنبيه على أن الحقيق بالمدح من راعى حدودها الظاهرة من الفرائض والسنن، وحقوقها الباطنة من الخشوع والإقبال بقلبه على الله تعالى، لا المصلون **﴿الذين هم عن صلاتهم ساهون﴾**، ولذلك ذكر في سياق المدح والمقيمين الصلاة، وفي معرض الذم فويل للمصلين، والصلاة فعلة من صلى إذا دعا كالزكاة من زكى، كتبتا بالواو على لفظ المفخم، وإنما سمي الفعل المخصوص بها لاشتماله على الدعاء.

وقيل: أصل صلى حرك الصلوين لأن المصلي يفعله في ركوعه وسجوده، واشتهار هذا اللفظ في المعنى الثاني مع عدم اشتهاره في الأول لا يقدح في نقله عنه، وإنما سمي الداعي مصلياً تشبيهاً له في تخشعه بالراكع الساجد.

﴿ومما رزقناهم ينفقون﴾ الرزق في اللغة: الحظ قال تعالى: **﴿وتَجعَلُونَ رِزْقَكُم أنّكُمْ تُكَذِّبونَ﴾**. والعرف خصصه بتخصيص الشيء بالحيوان للانتفاع به وتمكينه منه.

وأما المعتزلة لما استحالوا على الله تعالى أن يمكن من الحرام لأنه منع من الانتفاع به وأمر بالزجر عنه، قالوا: الحرام ليس برزق، ألا ترى أنه تعالى أسند الرزق ههنا إلى نفسه إيذاناً بأنهم ينفقون الحلال المطلق. فإن إنفاق الحرام لا يوجب المدح، وذم المشركين على تحريم بعض ما رزقهم الله تعالى بقوله: **﴿قُلْ أرأيتم**



هو القيوم

مجموعة

رسائل ابن عابدين

للعلامة المحقق والفهامة المدقق

السيد محمد امين افندى الشهير بابن عابدين رحمه الله

الجزء الثانى

عليه وسلم انه قال فى حق عمر رضى الله تعالى عنه انه من المحدثين الملهمين * وفى رسالة القشيرى وعوارف السهروردى وغيرهما من كتب القوم وغيرهم مالا يحصى من القضايا التى فيها اخبار الاولياء بالمغيبات ثم ذكر جملة من ذلك * الى ان قال ولا ينافى الآيتان المذكورتان فى السؤال لان علم الانبياء والاولياء انما هو باعلام من الله تعالى لهم وعلمنا بذلك انما هو باعلامهم لنا وهذا غير علم الله تعالى الذى تفرد به وهو صفة من صفاته القديمة الازلية الدائمة الابدية المنزهة عن التغيير وسمات الحدوث والنقص المشاركة والانقسام بل هو علم واحد علم به جميع المعلومات كلياتها وجزئياتها ما كان منها وما يكون ليس بضرورى ولا كسبى ولا حادث بخلاف علم سائر الخلق . اذا تقرر ذلك فعلم الله تعالى المذكور هو الذى تمدح به واخبر فى الآيتين المذكورتين بانه لا يشاركه فيه احد فلا يعلم الغيب الا هو وما سواه ان علموا جزئيات منه فهو باعلامه واطلاعه لهم * وح لا يطلق انهم يعلمون الغيب اذ لا صفة لهم يقتدرون بها على الاستقلال بعلمه وايضاهم ماعلموا وانما علموا * وايضا ماعلموا غيبا مطلقا لان من اعلم بشئ منه يشاركه فيه الملائكة ونظراؤه ممن اطلع * ثم اعلام الله تعالى للانبياء والاولياء ببعض الغيوب ممن لا يستلزم محالا بوجه فانكار وقوعه عناد * ومن البداهة انه لا يؤدى الى مشاركتهم له تعالى فيما تفرد به من العلم الذى تمدح به واتصف به فى الازل ومالا يزال * وماذكرناه فى الآية صرح به النووى رحمه الله تعالى فى فتاواه فقال معناها لا يعلم ذلك استقلالا وعلم احاطة بكل المعلومات الا الله واما المعجزات والكرامات فبأعلام الله تعالى لهم علمت وكذا ماعلم باجراء العادة انتهى (قلت) ومثل هذا ماذكره العلامة المفتى ابو السعود افندى فى تفسير قوله تعالى عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا حيث قال والفاء لترتيب عدم الاظهار على تفرده تعالى بعلم الغيب على الاطلاق اى فلا يطلع على غيبه اطلاعا كاملا ينكشف به جلية الحال انكشافا تاما موجبا لعين اليقين احدا من خلقه الا من ارتضى من رسول اى الا رسولا ارتضاه لاظهاره على بعض غيوبه المتعلقة برسالته كما يعرب عنه بيان من ارتضى بالرسول تعلقا اما لكونه من مبادى رسالته بان يكون معجزة دالة على صحتها واما لكونه من اركانها واحكامها كعامة التكاليف الشرعية التى امر بها المكلفون وكيفيات اعمالهم واجزيتها المترتبة عليها فى الآخرة وماتتوقف هى عليه من احوال الآخرة التى بيانها من وظائف الرسالة * واما مالا يتعلق بها على احد الوجهين من الغيوب التى من جملتها وقت قيام الساعة فلا يظهر عليه احدا ابدا على ان بيان وقته مخل بالحكمة التشريعية التى يدور عليها

النبراس

شرح

شرح العقائد

لجامع المعقول والمنقول عمدة المتكلمين والمحققين

العلامة المولوى محمد عبد العزيز الفرهاروى

ناشر

نئی ہسپتال روڈ ملتان

(061)-541093

من الجن يراه الرجال قال الخيالى قال فى الصحاح يقال به رَئِيٌّ من الجن اى مس للمعنى ابدا تعلقا وتربا من الجن انتهى وايصحم ما قلنا كما يظهر على من تتبع الاستعمالات والجوهرى كثير الوهم وتابعة بالنصب على رئيا والتابعة جنى يتبع الرجل ويذهب معه اينما ذهب والتاء للنقل من الوصفية الى الاسمية وقال صاحب القاموس الجنى تابع والجنية تابعة فالتاء للتانيث فيلحق الجن للسمى بالرئى والتابعة اليه الاخبار اما القار كالاخبار الحالية فظاهر لان الجنى يسير فى اقطار الارض فياتيه بما ابصره واسمعه واما الاخبار المستقبلة فقد جاء فى الحديث الصحيح فى البخارى ومسلم وغيرهما ان الحق سبحانه يوحى الى الملئكة بما تقضى به من الامور المستقبلة فيتذاكرونه تحت السماء فيصعد الجن فيسمعون بعض كلامهم قبل ان يصيبهم الشهاب فيخالطون معه الكذب ويخبرون به الكهان فيصدق الكاهن بالكلمة التى بلغته من السماء هذا مختصر ما فى الاحاديث وهؤلاء كانوا يزعمون ان الجن تعلم الغيب وهو كفر اذ لا يعلم الغيب الا الله سبحانه كما فى نصوص القرآن ومنهم من يزعم انه يستدرك الامور اى يدركها بفهم اعطيه ماض مجهول واحد الضميرين للفهم والآخر الى من الموصولة وهذا من دعوى العلم بالغيب وهو كفر والمنجم اذا ادعى العلم بالحوادث الآتية وكذا الحالية الغائبة عن الحواس فهو مثل الكاهن فيكون كافرا وكذلك يكون مصدقه كافرا اما اذا زعم انه يستدل بعلامات فلكية على سبيل الظن كاستدلال الطبيب بالنبض على حال المريض فلا يكفر وبالجملة العلم بالغيب امر تفرد به الله تعالى لا سبيل للعباد اليه الا باعلام منه بالوحى والهام بطريق المعجزة او الكرامة او ارشاد عطف على اعلام الى الاستدلال بالامارات اى العلامات كاوضاع النجوم واشكال الرمل والادلة المذكورة فى الطب على كيفية المزاج وسرعة البرء او الهلاك والبحارين فيما يمكن ذلك فيه بخلاف ما اذا لم يمكن الاستدلال عليه فانه لا يمكن معرفته الا بوحى او الهام كالقيمة واشراطها ولهذا اى لما ذكر من ان العلم الاستدلالى ليس من علم الغيب الخاص بالحق سبحانه ذكر فى الفتاوى اى فتاوى علماء ما وراء النهران قول القائل عند رؤية هالة القمر هى دائرة بيضاء حول القمر فى سحاب رقيق يكون مطر اى يوجد وهذا مقول القول مدعيا علم الغيب لا بعلامة كفر اما اذا استدل بان الهالة تدل على رطوبة الهواء ورطوبة الهواء سبب الكثرى للمطر فلا كفر اعلمان للناس فى مسئلة الغيب كلمات غير منقحة والتحقيق ان الغيب ما غاب من الحواس والعلم الضرورى والعلم الاستدلالى وقد نطق القرآن بنفى علمه عمن سواه تعالى فمن ادعى انه يعلمه كفر ومن صدق المدعى كفر واما ما علم بحاسة او ضرورة او دليل فليس بغيب ولا كفر فى دعواه ولا فى تصديقه على الجزم فى اليقينى والظن فى الظنى عند المحققين وبهذا التحقيق اندفع الاشكال فى الامور التى يزعم انها من الغيب وليست منه لكونها مدركة بالسمع او البصر او الضرورة او الدليل فاحدها اخبار الانبياء لانها مستفادة من الوحى ومن خلق العلم الضرورى فيهم او من انكشاف الكوائن على حواسهم ثانيها خبر الولى لانه مستفاد من النبى او من فيضه اما الحناد من الهام الهى او من النظر فى اللوح المحفوظ وهو ثابت من اهل الكشف وان منعه بعض الفقهاء ثالثها اخبار المحاسب بالكسوف والخسوف لانه بدلائل هندسية قطعية رابعها اخبار المنجم والرمال لان النجوم والرمل علمان استدلاليان منزلان على بعض الانبياء ثم اندرسا وخلط الناس فيهما فمن استدل بقاعدة مجربة اصاب فى الخبر خامسها خبر الكاهن لانه مما يخبره الجن عن مشاهدة او سماع عن الملئكة الذين عرفوا الكوائن المستقبلة بالوحى ثم نقول قد نطق كثير من الاحاديث واقوال السلف بكفر المنجم والكاهن ومن يصدقهما وذكر غير واحد من المحققين ان التكفير خاص بمن يدعى علم الغيب او يزعم النجوم مدبرة بالاستقلال او يزعم الجن عالمة بالغيب قلت ومع هذا ليس الاشتغال

(ومن نعمره ننكسه) عاصم وحمزة والتنكيس جعل الشئ أعلاه أسفله الباقون ننكسه (فى الخلق) أى نقلبه فيه بمعنى من أطلنا عمره نكسنا خلقه فصار بدل القوة ضعفا وبدل الشباب هرما وذلك انا خلقناه على ضعف فى جسده وخلو من عقل وعلم ثم جعلناه يتزايد الى أن يبلغ أشده ويستكمل قوته ويعقل و يعلم ماله وما عليه فاذا انتهى نكسناه فى الخلق فجعلناه يتناقص حتى يرجع الى حال شبيهة بحال الصبى فى ضعف جسده وقلة عقله وخلوه من العلم كما ينكس السهم فيجعل أعلاه أسفله قال عز وجل ومنكم من يرد الى أرذل العمر لكيلا يعلم من بعد علم شيأ (أفلا يعقلون) ان من قدر على أن ينقلهم من الشباب الى الهرم ومن القوة الى الضعف ومن رجاحة العقل الى الخرف وقلة التمييز قادر على أن يطمس على أعينهم ويمسخهم على مكانتهم ويبعثهم بعد الموت و بالتاء مدنى و يعقوب وسهل وكانوا يقولون لرسول الله صلى الله عليه وسلم شاعر فنزل (وما علمناه الشعر) أى وما علمنا النبى عليه السلام قول الشعراء أو وما علمناه بتعليم القرآن الشعر على معنى ان القرآن ليس بشعر فهو كلام موزون مقفى يدل على معنى فاين الوزن وأين التقفية فلا مناسبة بينه وبين الشعر اذا حققته (وما ينبغى له) وما يصح له ولا يليق بحاله ولا يتطلب لو طلبه أى جعلناه بحيث لو أراد قرض الشعر لم يتأت له ولم يتسهل كما جعلناه أميا لا يهتدى الى الخط لتكون الحجة أثبت والشبهة أدحض وأما قوله أنا النبى لا كذب أنا ابن عبد المطلب وقوله هل أنت الا أصبع دميت * وفى سبيل الله مالقيت فما هو الا من جنس كلامه فى الذى كان يرمى به على السليقة من غير صنعة فيه ولا تكلف الا انه اتفق من غير قصد الى ذلك ولا التفات منه ان جاء موزونا كما يتفق فى خطب الناس ورسائلهم ومحاوراتهم أشياء موزونة ولا يسميها أحد شعرا لان صاحبه لم يقصد الوزن ولا بد منه على انه عليه السلام قال لقيت بالسكون وفتح الباء فى كذب وخفض الباء فى المطلب ولما نفى ان يكون القرآن من جنس الشعر قال (ان هو) أى المعلم (الا ذكر وقرآن مبين) أى ماهو الا ذكر من الله يوعظ به الانس والجن وماهو الا قرآن كتاب سماوى يقرأ فى المحاريب ويتلى فى المتعبدات وينال بتلاوته والعمل به فوز

أى الى ما كانوا عليه وقيل لا يقدرون على الذهاب ولا الرجوع (ومن نعمره ننكسه فى الخلق) أى نرده الى أرذل العمر شبه الصبى فى أول الخلق وقيل نضعف جوارحه بعد قوتها وننقصها بعد زيادتها وذلك ان الله تعالى خلق الانسان فى ضعف من جسده وخلو من عقل وعلم فى حال صغره ثم جعله يتزايد و ينتقل من حال الى حال الى أن يبلغ أشده واستكمل قوته وعقله وعلم ماله وما عليه فاذا انتهى الى الغاية واستكمل النهاية رجع ينقص حتى يرد الى ضعفه الاول فذلك نكسه فى الخلق (أفلا يعقلون) أى فيعتبرون و يعلمون أن الذى قدر على تصريف أحوال الانسان قادر على البعث بعد الموت ۞ قوله عز وجل (وما علمناه الشعر وما ينبغى له) قيل ان كفار قريش قالوا ان محمدا شاعر وما يقوله شعر فانزل الله تعالى تكذيبا لهم وما علمناه الشعر وما ينبغى له أى ما يسهل له ذلك وما يصلح منه بحيث لو أراد نظم شعر لم يتأت له ذلك كما جعلناه أميا لا يكتب ولا يحسب لتكون الحجة أثبت والشبهة أدحض قال العلماء ما كان يتزن له بيت شعر وان تمثل ببيت شعر جرى على لسانه منكسرا كما روى عن الحسن ان النبى صلى الله عليه وسلم كان يتمثل بهذا البيت

كفى بالاسلام والشيب للمرء ناهيا * فقال أبو بكر رضى الله تعالى عنه يا نبى الله انما قال الشاعر

كفى الشيب والاسلام للمرء ناهيا * أشهد أنك رسول الله وما علمناه الشعر وما ينبغى له هذا حديث مرسل وروى عن عائشة رضى الله تعالى عنها وقد قيل لها هل كان النبى صلى الله عليه وسلم يتمثل بشئ من الشعر قالت كان يتمثل بشعر ابن رواحة ويقول ويأتيك بالاخبار من لم تزود * أخرجه الترمذى وفى رواية لغيره أن عائشة رضى الله عنها سئلت هل كان النبى صلى الله عليه وسلم يتمثل بشئ من الشعر قالت كان الشعر أبغض الحديث اليه ولم يتمثل الا ببيت أخى بنى قيس طرفة

ستبدى لك الايام ما كنت جاهلا * ويأتيك بالاخبار من لم تزود

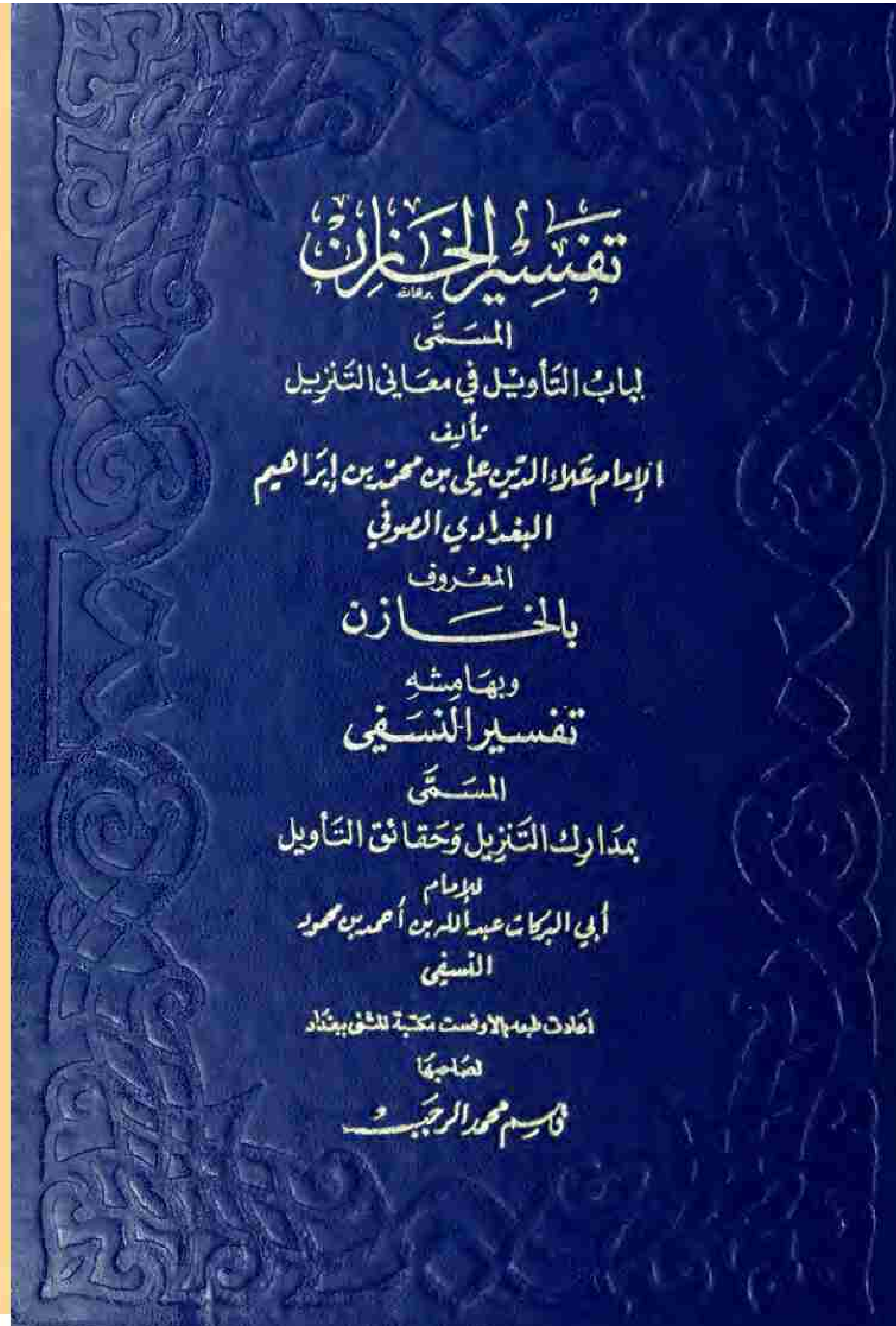
فجعل يقول و يأتيك من لم تزود بالاخبار فقال أبو بكر رضى الله عنه ليس هكذا يا رسول الله فقال انى لست بشاعر ولا ينبغى لى فان قلت قد صح من حديث جندب بن عبد الله قال بينما نحن مع رسول الله صلى الله عليه وسلم اذ أصابه حجر فدميت أصبعه فقال هل أنت الا أصبع دميت * وفى سبيل الله مالقيت

أخرجاه فى الصحيحين ولهما من حديث أنس رضى الله عنه أن النبى صلى الله عليه وسلم قال

اللهم ان العيش عيش الآخره * فاكرم الانصار والمهاجره

وروى أن النبى صلى الله عليه وسلم قال أنا النبى لا كذب * أنا ابن عبد المطلب

قلت ما هذا الا من كلامه الذى يرمى به من غير صنعة فيه ولا تكلف له الا انه اتفق كذلك من غير قصد اليه وان جاء موزونا كما يتفق فى كثير من انشاآت الناس فى خطبهم ورسائلهم ومحاوراتهم كلام موزون يدخل فى وزن البحور ومع ذلك فان الخليل لم يعد المشطور من الرجز شعرا ولما نفى أن يكون القرآن من جنس الشعر قال تعالى (ان هو الا ذكر) يعنى ماهو الا ذكر من الله تعالى يعظ به الانس والجن ليس بشعر لانه ليس على أساليب الشعر ولا يدخل فى بحوره (وقرآن مبين) أى انه كتاب سماوى يقرأ فى المحاريب و يتلى



تفسير النسفي

المسمى

بمدارك التنزيل وحقائق التأويل

تأليف

الإمام الجليل

أبي البركات عبد الله بن أحمد بن محمود النسفي

المتوفى سنة ٧٠١هـ

تحقيق

سيد زكريا

المجلد الأول

الناشر

مكتبة نزار مصطفى الباز

يرجع إلى حال شبيهة بحال الصبى فى ضعف جسده وقلة عقله وخلوه من العلم كماينكس السهم فيجعل أعلاه أسفله، قال عزوجل : ﴿وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِن بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا﴾(١) ﴿أَفَلَا يَعْقِلُونَ﴾ أن من قدر على أن ينقلهم من الشباب إلى الهرم ومن القوة إلى الضعف ومن رجاحة العقل إلى الخرف وقلة التمييز، قادر على أن يطمس على أعينهم ويمسخهم على مكانتهم ويبعثهم بعد الموت، وبالتاء مدنى ويعقوب وسهل وكانوا يقولون لرسول الله ﷺ شاعر فنزل.

●● ﴿وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ﴾ أى: وما علمنا النبى - عليه السلام - قول الشعراء، أو وما علمناه بتعليم القرآن الشعر على معنى أن القرآن ليس بشعر فهو كلام موزون مقفى يدل على معنى فأين الوزون وأين التقفية، فلا مناسبة بينه وبين الشعر إذا حققته ﴿وما ينبغي له﴾ وما يصح له ولايليق بحاله ولايتطلب لو طلبه أى جعلناه بحيث لو أراد قرض الشعر لم يتات له ولم يتسهل ، كما جعلناه أميا لايهتدى إلى الخط لتكون الحجة أثبت والشبهة أدحض وأما قوله:

أنا النبى لاكذب ... أنا ابن عبدالمطلب (٢)

وقوله:

هل أنت إلا أصبع دميت ... وفى سبيل الله مالقيت (٣)

فما هوإلا من جنس كلامه الذى كان يرمى به على السليقة من غير صنعة فيه ولاتكلف إلا أنه اتفق من غير قصد إلى ذلك ولا التفات منه أن جاء موزوناً كما يتفق فى خطب الناس ورسائلهم ومحاوراتهم أشياء موزونة ولايسميها أحد شعراً، لأن صاحبه لم يقصد الوزن ولابد منه على أنه - عليه السلام -- قال لقيت بالسكون، وفتح الباء فى كذب، وخفض الباء فى المطلب ولمانفى أن يكون القرآن من جنس الشعر قال: ﴿إِنْ هُوَ﴾ أى: المعلم ﴿إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُّبِينٌ﴾ أى: ماهو إلا ذكر من الله يوعظ به الإنس والجن، وماهو إلا قرآن كتاب سماوى يقرأ فى المحاريب ويتلى فى المتعبدات وينال بتلاوته والعمل به فوز الدارين، فكم بينه وبين الشعر الذى هو من همزات الشياطين.

●● ﴿لِّيُنذِرَ﴾ القرآن أو الرسول لتنذر مدنى وشامى وسهل ويعقوب ﴿مَن كَانَ حَيًّا﴾ عاقلا متأملا؛ لأن الغافل كالميت، أو حيا بالقلب﴿وَيَحِقَّ الْقَوْلُ﴾ وتجب كلمة العذاب ﴿عَلَى الْكَافِرِينَ﴾ الذين لايتأملون وهم فى حكم الأموات.

●●﴿أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُم مِّمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا﴾ أى: مما تولينا نحن إحداثه ولم يقدر على

(١) سورة «الحج»، الآية (٥).

(٢) الحديث متفق عليه من حديث البراء بن عازب.

(٣) الحديث متفق عليه من حديث جندب بن سفيان.

تفسير البغوي

«معالم التنزيل»

للإمام محيي السنة أبي محمد الحسين بن مسعود البغوي
(المتوفى - ٥١٦هـ)

المجلد السابع

حققه وخرج أحاديثه
محمد عبدالله النمر عثمان جمعة ضميرية سليمان مسلم الحرش

دار طيبة للنشر والتوزيع
الرياض ـ شارع عسير ـ ص. ب : ٧٦١٢
تلفون : [illegible]

وَمَن نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي ٱلْخَلْقِ أَفَلَا يَعْقِلُونَ ﴿٦٨﴾ وَمَا عَلَّمْنَٰهُ ٱلشِّعْرَ وَمَا يَنۢبَغِي لَهُۥٓ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْءَانٌ مُّبِينٌ ﴿٦٩﴾

في منازلهم، وقيل: لو نشاء لجعلناهم حجارة، وهم قعود في منازلهم لا أرواح لهم. ﴿**فما استطاعوا مُضِيّاً ولا يرجعُون**﴾، إلى ما كانوا عليه، وقيل: لا يقدرون على ذهاب ولا رجوع .

﴿**ومن نُعمِّرهُ نُنَكِّسْهُ في الخلق**﴾، قرأ عاصم، وحمزة: «ننكسه» بالتشديد، وقرأ الآخرون بفتح النون الأولى وضم الكاف مخففاً، أي: نرده إلى أرذل العمر شبه الصبي في أول الخلق .

وقيل: «ننكسه في الخلق» أي: نضعف جوارحه بعد قوتها ونردها إلى نقصانها بعد زيادتها. ﴿**أفلا يعقِلُونَ**﴾، فيعتبروا ويعلموا أن الذي قدر على تصريف أحوال الإنسان يقدر على البعث بعد الموت .

قوله تعالى : ﴿**وما علّمناهُ الشِّعْرَ وما ينبغي له**﴾، قال الكلبي: إن كفار مكة قالوا: إن محمداً شاعر، وما يقوله شعر، فأنزل الله تكذيباً لهم: ﴿**وما علمناه الشِّعْر وما ينبغي له**﴾، أي: ما يتسهل له ذلك، وما كان يتزن له بيت من شعر، حتى إذا تمثل بيت شعر جرى على لسانه منكسراً .

أخبرنا أبو سعيد الشريحي، أخبرنا أبو إسحاق الثعلبي، أخبرني الحسين بن محمد الثقفي، حدثنا أحمد بن جعفر بن حمدان، حدثنا يوسف بن عبدالله بن ماهان، حدثنا موسى بن إسماعيل، حدثنا حماد بن سلمة عن علي بن زيد، عن الحسن أن النبي ﷺ كان يتمثل بهذا البيت :

كفى بالإسلام والشيب للمرء ناهياً

فقال أبو بكر: يارسول الله إنما قال الشاعر :

كَفَى الشيبُ والإسلامُ للمرءِ ناهياً[1]

ورسول الله ﷺ يقول: كفى بالإسلام والشيب للمرء ناهياً، فقال أبو بكر وعمر: أشهد أنك رسول الله، يقول الله تعالى: ﴿**وما علمناه الشعرَ وما ينبغي له**﴾[2] .

أخبرنا عبد الواحد المليحي، أخبرنا أبو محمد عبد الرحمن بن شريح، أخبرنا أبو القاسم البغوي، أخبرنا علي بن الجعد، حدثنا شريك، عن المقدام بن شريح، عن أبيه قال: قلتُ لعائشة: أكان رسول الله ﷺ يتمثل بشيء من الشعر؟ قالت: كان يتمثل من شعر عبدالله بن رواحة .

(١) البيت لسحيم عبد الحسحاس، وصدره :

عميرة ودِّع إن تجهزت غازياً

انظره في البيان والتبيين للجاحظ: ٧١/١، الكامل للمبرد ص (٥٨٥) عن تفسير ابن كثير: ٥٧٤/٧ طبع الشعب .

(٢) أخرجه ابن سعد: ٣٨٢/١-٣٨٣ (وما بين القوسين استدركناه منه) وعزاه السيوطي في الدر المنثور: ٧١/٧ لابن أبي حاتم والمرزباني في معجم الشعراء وعلي بن زيد ضعيف .

محققة عن نسخة خطية كاملة ، وعن مطبوعة الشعب وأكثر من عشر نسخ خطية أخرى يستوعب مجموعها التفسير كله .

تفسير القرآن العظيم

للحافظ

أبي الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي

(٧٠٠ - ٧٧٤هـ)

تحقيق

سامي بن محمد السلامة

الجزء السادس

السور - يس

دار طيبة للنشر والتوزيع

﴿ وَمَن نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ أَفَلا يَعْقِلُونَ (٦٨) وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنبَغِي لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُّبِينٌ (٦٩) لِيُنذِرَ مَن كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ (٧٠) ﴾ .

يخبر تعالى عن ابن [١] آدم أنه كلما طال عمره رُدّ إلى الضعف بعد القوة والعجز بعد النشاط ، كما قال تعالى : ﴿ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ ﴾ [الروم : ٥٤] . وقال : ﴿ وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا ﴾ [الحج : ٥] .

والمراد من هذا ـ والله أعلم ـ الإخبارُ عن هذه الدار بأنها دار زوال وانتقال ، لا دار دوام واستقرار ؛ ولهذا قال : ﴿ أَفَلا يَعْقِلُونَ ﴾ أي : يتفكرون بعقولهم في ابتداء خلقهم ثم صيرورتهم إلى [نفس][٢] الشَّبيبة ، ثم إلى الشيخوخة ؛ ليعلموا أنهم خُلقوا لدار أخرى ، لا زوال لها ولا انتقال منها ، ولا محيد عنها ، وهي الدار الآخرة .

وقوله : ﴿ وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنبَغِي لَهُ ﴾ : يقول تعالى مخبراً عن نبيه محمد ﷺ [٣] : أنه ما علمه الشعر ، ﴿ وما ينبغي له ﴾ أي : وما هو في طبعه ، فلا يحسنه ولا يحبه ، ولا تقتضيه جبلّته ؛ ولهذا ورَدَ أنه ، عليه الصلاة والسلام ، كان لا يحفظ بيتاً على وزن منتظم ، بل إن أنشده زَحّفه أو لم يتمه .

وقال أبو زُرْعة الرازي : حُدِّثت عن إسماعيل بن مجالد ، عن أبيه ، عن الشعبي أنه قال : ما ولد عبد المطلب ذكراً ولا أنثى إلا يقول الشعر ، إلا رسول الله ﷺ . ذكره ابن عساكر في ترجمة «عتبة بن أبي لهب » الذي أكله السَّبُع بالزرقاء [٤] .

قال ابن أبي حاتم : حدثنا أبي ، حدثنا أبو سلمة ، حدثنا حماد بن سلمة ، عن علي بن زيد ، عن الحسن [٥] ـ هو البصري ـ قال : إن رسول الله ﷺ كان يتمثل بهذا البيت :

كَفَى بالإسْلاَمِ والشَّيْبِ للمرْءِ نَاهِياً

فقال أبو بكر : يا رسول الله :

كفى الشيب والإسلام للمرء ناهياً

قال أبو بكر ، أو عمر : أشهد أنك رسول الله ، يقول الله : ﴿ وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنبَغِي لَهُ ﴾ [٦] .

وهكذا روى البيهقي في الدلائل : أن رسول الله ﷺ قال : للعباس بن مرداس السلمي : « أنت القائل : أتجعل نَهْبي ونَهْبَ العُبَيْد بينَ الأقرع وعيينة » .

فقال : إنما هو : « بين عيينة والأقرع » فقال : « الكل سواء » [٧] .

(١) في أ : « بني » . (٢) زيادة من أ . (٣) في أ : « صلوات الله وسلامه عليه » .

(٤) لم أجد ترجمته فيما بين يدي من تاريخ دمشق ، ولا في المختصر لابن منظور .

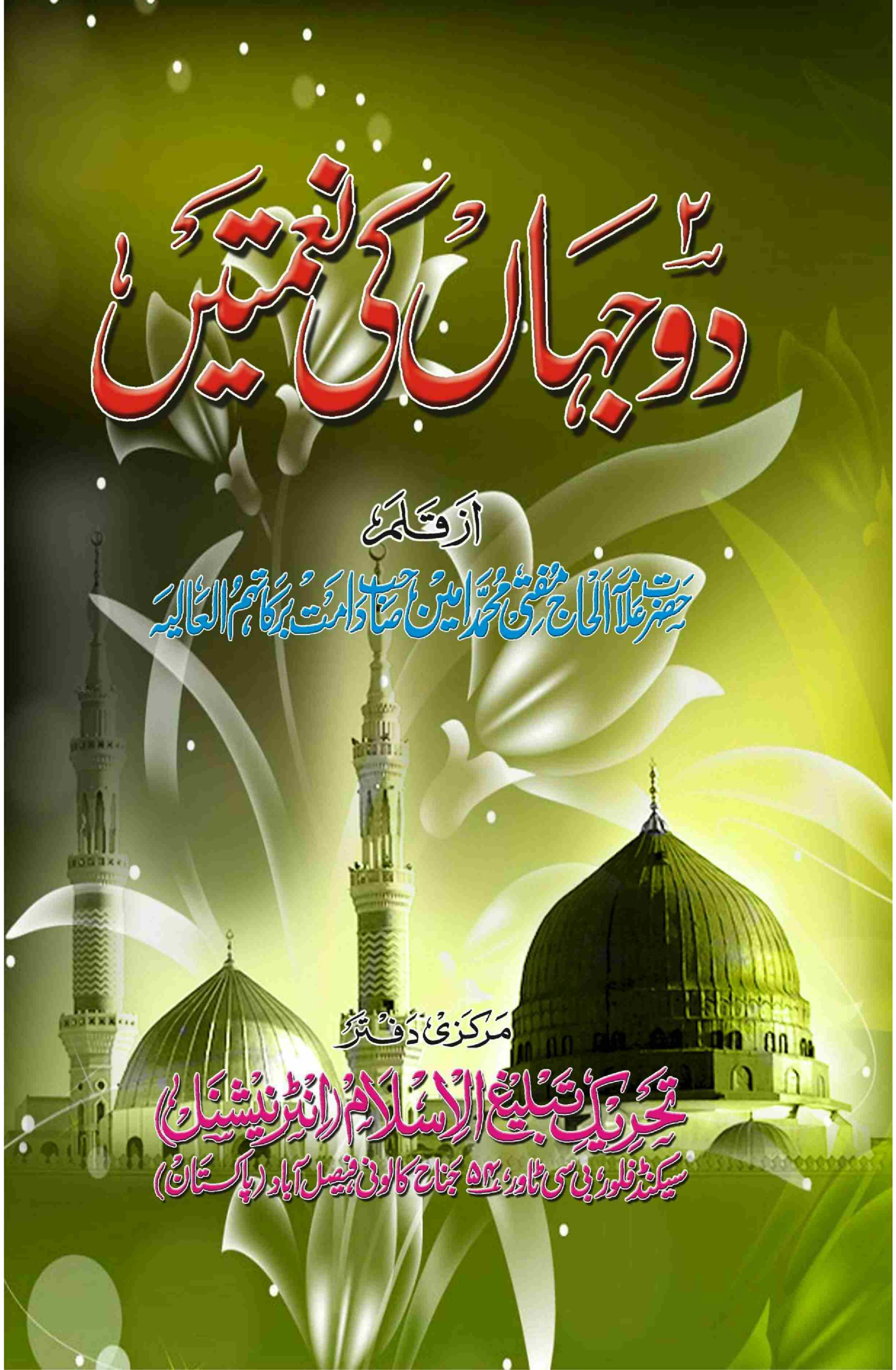
(٥) في ت : « وروى ابن أبي حاتم بإسناده عن الحسن » .

(٦) ورواه ابن سعد في الطبقات (١ / ٣٨٢) من طريق عارم عن حماد بن زيد عن علي بن زيد عن الحسن به مرسلاً .

(٧) دلائل النبوة للبيهقي (٥/ ١٨١) .

کہیں سے مجھے یہ حوالہ مل جائے کہ میرے آقا ﷺ کوفلاں چیز کا بھی علم تھا اور فلاں چیز کا بھی اختیار تھا۔ میں سرکار کے کمالات تلاش کرتا ہوں اور یقیناً میرا مد مقابل بھی رات سوتا نہیں ہوگا۔ وہ بھی کتابوں کی ورق گردانی کرتا ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب ﷺ کی ذات میں عیب تلاش کرتا ہوگا۔ کہ نبی کوفلاں چیز کا علم نہیں تھا۔ فلاں چیز کا اختیار نہیں تھا۔ تو غور کریں کہ قسمت کس کی اچھی ہے یہ بات دوسرے مناظر نے سنی تو کان کھڑے ہوگئے اور قسمت جاگ اٹھی کہ میرے جیسا بد قسمت اور بد بخت کون ہوسکتا ہے۔ کہ میں حضور کی ذات میں میں عیب تلاش کرتا رہا۔ لہٰذا میری توبہ اور اس نے تائب ہونے کا اعلان کردیا۔ اس پر مناظرہ ختم ہوگیا۔ لہٰذا میری ایسے تمام حضرات کی خدمت میں اپیل ہے جو حضور کی ذات میں عیب تلاش کرتے ہیں خدارا سوچیں کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی شان میں عیب تلاش کرنے کے لیے پیدا کیا ہے؟ خدارا ایسا نہ کریں ورنہ قبر میں جا کر کف افسوس ملنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ میرے عزیز وہ تو وہ حبیب یکتا ہیں ان کی عظمت کے سامنے بڑے بڑے عظمتوں اور تاجوں کی کچھ حیثیت نہیں۔

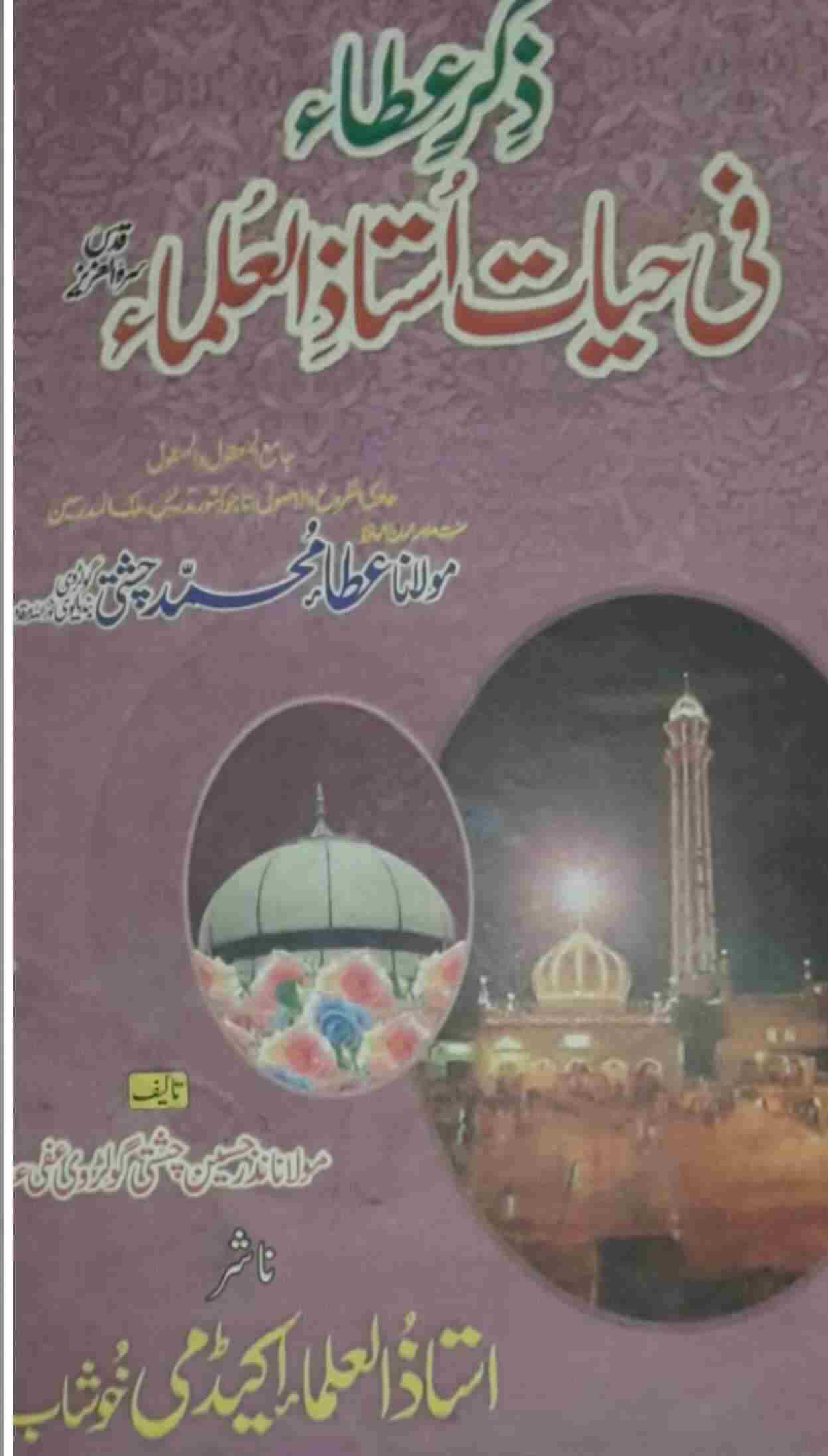
ختم شد


دو جہاں کی نعمتیں
از قلم
حضرت علامہ الحاج مفتی محمد امین صاحب دامت برکاتہم العالیہ
مرکزی دفتر
تحریک تبلیغ الاسلام (انٹرنیشنل)
سیکنڈ فلور، بی سی ٹاور، 54 جناح کالونی فیصل آباد (پاکستان)

اور خلیل صلوٰۃ اللہ علیہ کا معاملہ بالعکس ہے۔علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وما بینھما بون بائن یعنی ان دونوں علوم میں بڑا عظیم فرق ہے قرآن وسنت سے جو عقیدہ توحید ثابت ہوتا ہے اس کا ذکر اوپر بیان ہو چکا ہے۔اور اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی بھی نبی ﷺ کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ اس کو فلاں چیز کا علم نہیں ہے تو یہ عقیدہ اس امر کو مستلزم ہے کہ اس نبی کی توحید مکمل نہیں ہے۔چہ جائیکہ افضل الانبیاء صلوٰۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ آپ ﷺ کو فلاں چیز کا علم نہیں تھا تو بتائیے جب آپ ﷺ کی توحید مکمل نہیں ہے تو پھر دنیا میں کس کی توحید مکمل ہو سکتی ہے۔اور بعض اہل بدعت نے عقیدہ توحید کو الٹا جامہ پہنا دیا کہ اگر کسی نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو عالم کی ہر چیز کا علم عطا فرمایا ہے تو یہ عقیدہ شرک ہے یعنی عقیدہ توحید کو جو براہین سے ثابت ہوتا ہے اس کو تو شرک قرار دیا اور ان اہل بدعت نے عقیدہ توحید یہ اختراع کیا کہ کامل موحدہ ہے جس کو دیوار کے پیچھے کا علم نہ ہو اور پھر طرفہ یہ کہ ان اہل بدعت کے نزدیک شیطان لعین کی وسعت علمی تو نص قرآنی سے ثابت ہے اور افضل الانبیاء ﷺ کے علم پر کوئی دلیل نہیں ہے جس کا خلاصہ یہ ہوا کہ شیطان کی توحید انبیاء علیہم السلام کی توحید سے اکمل ہے۔نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات۔ع

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا نام خرد

یہاں تک بندہ نے یہ واضح کیا ہے کہ ملت اسلامیہ کی اساس اول توحید کو اہل ضلالت نے کتنا غلط رنگ دیا ہے اب آیئے آپ کو دین متین کی بنیاد ثانی یعنی رسالت سے روشناس کرائیں۔پھر اہل بدعت نے اس بنیاد میں جو قہر سامانیاں کیں ہیں ان پر سے پردہ اٹھائیں اولاً آپ کو یہ بیان کرتے ہیں کہ اہل السنت والجماعت کے نزدیک عقیدہ رسالت ﷺ کیا چیز ہے؟ قرآن پاک میں ہے۔انی جاعل فی الارض خلیفہ اس آیت مبارکہ پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ خلیفہ اس وقت مقرر کیا جاتا ہے جب اصل کام سرانجام نہ دے سکے۔اللہ تعالیٰ تو ہر قسم کے



أى: يقال لهم ذلك على وجه التقريع والتوبيخ، والتحقير والتصغير، والتهكم والاستهزاء بهم.

قال ابن أبي حاتم: حدثنا على بن الحسين، حدثنا أحمد بن منيع، حدثنا منصور بن عمار، حدثنا بشير[1] بن طلحة الخزامى، عن خالد بن دُرَيْك، عن يعلى بن مُنْيَة ـ رفع الحديث إلى رسول الله ﷺ ـ قال: «ينشئ الله سحابة لأهل النار سوداء مظلمة، ويقال: يا أهل النار، أى شيء تطلبون؟ فيذكرون بها سحاب الدنيا فيقولون: نسأل بَرْد الشراب، فتمطرهم أغلالا تزيد فى أغلالهم، وسلاسل تزيد فى سلاسلهم، وجمرا يُلْهبُ النار عليهم». هذا حديث غريب[2].

وقوله: ﴿ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ تُشْرِكُونَ. مِن دُونِ اللَّهِ﴾ أى: قيل لهم: أين الأصنام التى كنتم تعبدونها من دون الله؟ هل ينصرونكم اليوم؟ ﴿قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا﴾ أى: ذهبوا فلم ينفعونا، ﴿بَل لَّمْ نَكُن نَّدْعُو مِن قَبْلُ شَيْئًا﴾ أى: جحدوا عبادتهم، كقوله تعالى: ﴿ثُمَّ لَمْ تَكُن فِتْنَتُهُمْ إِلاَّ أَن قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ﴾ [الأنعام: ٢٣]؛ ولهذا قال: ﴿كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ الْكَافِرِينَ﴾.

وقوله: ﴿ذَلِكُم بِمَا كُنتُمْ تَفْرَحُونَ فِي الأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنتُمْ تَمْرَحُونَ﴾ أى: تقول لهم الملائكة: هذا الذى أنتم فيه جزاء على فرحكم فى الدنيا بغير الحق، ومرحكم وأشركم وبطركم، ﴿ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ﴾ أى: فبئس المَنْزلُ والمَقِيلُ الذى فيه الهوان والعذاب الشديد، لمن استكبر عن آيات الله، واتباع دلائله وحُجَجه.

﴿فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ (٧٧) وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّن قَبْلِكَ مِنْهُم مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَن يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلاَّ بِإِذْنِ اللَّهِ فَإِذَا جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ (٧٨)﴾.

يقول تعالى آمرا رسوله، صلوات الله وسلامه عليه، بالصبر على تكذيب من كذبه من قومه؛ فإن الله سينجز لك ما وعدك من النصر والظفر على قومك، وجعل العاقبة لك ولمن اتبعك فى الدنيا والآخرة، ﴿فَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ﴾ أى: فى الدنيا. وكذلك وقع، فإن الله أقر أعينهم من كبرائهم وعظمائهم، أبيدوا فى يوم بدر. ثم فتح الله عليه مكة وسائر جزيرة العرب فى أيام حياته ﷺ.

وقوله: ﴿أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ﴾ أى: فنذيقهم العذاب الشديد فى الآخرة.

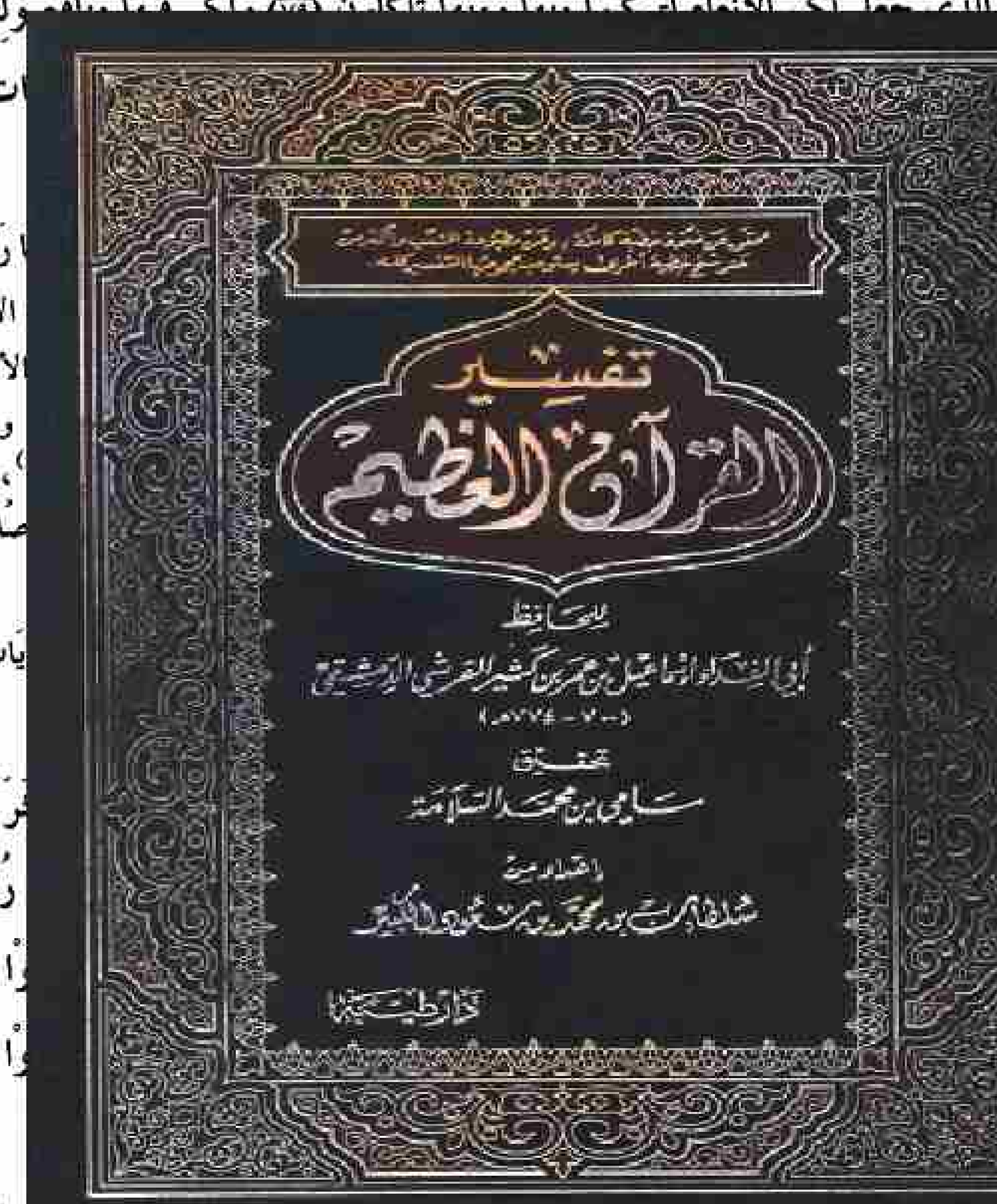
ثم قال مسليا له: ﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّن قَبْلِكَ مِنْهُم مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ﴾ كما قال فى «سورة النساء» سواء، أى: منهم من أوحينا إليك خبرهم وقصصهم مع قومهم كيف كذبوهم ثم كانت للرسل العاقبة والنصرة، ﴿وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ﴾، وهم أكثر ممن ذكر

(١) فى أ: «بشر».
(٢) ورواه الطبرانى فى الأوسط برقم (٤٨٤٦) وابن عدى فى الكامل (٦/ ٣٩٤) من طريق أحمد بن منيع عن منصور به، وقال الطبرانى: «لا يروى عن يعلى إلا بهذا الإسناد، تفرد به منصور». وقال الهيثمى فى المجمع (١٠/ ٣٩٠): «فيه من فيه ضعف قليل، وفيه من لم أعرفه».

بأضعاف أضعاف، كما تقدم التنبيه على ذلك فى سورة النساء[1]، ولله الحمد والمنة.

وقوله: ﴿وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَن يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلاَّ بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ أى: ولم يكن لواحد من الرسل أن يأتى قومه بخارق للعادات، إلا أن يأذن الله[2] له فى ذلك، فيدل ذلك على صدقه فيما جاءهم به، ﴿فَإِذَا جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ﴾: وهو عذابه ونكاله المحيط بالمكذبين ﴿قُضِيَ بِالْحَقِّ﴾، فينجو المؤمنون، ويهلك الكافرون؛ ولهذا قال: ﴿وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ﴾.

﴿اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الأَنْعَامَ لِتَرْكَبُوا مِنْهَا وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ (٧٩) وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوا عَلَيْهَا حَا ... ـاتِ اللَّهِ تُنكِرُونَ ...



يقول ... ركوبهم ومنها يأك... الأسفار والرحال ... الأرض. والغنم تؤ... والثياب والأمتعة، ...، وغير ذلك؛ ول... صدوركم وعليها وع...

وقول... آيات الله تنكرون﴾ ...

﴿أفـ... منهم وأشدّ قو... رسلهم بالبينات ... بأسنا قالوا آمنا ... بأسنا سنت الله ...

يخبر ... ديد، مع

(١) راجع تفسير الآية: ١٦٤ من سورة النساء.
(٢) فى آ: «إلا بإذن الله».
(٣) راجع تفسير الآيات: ١٤١ ـ ١٤٤ من سورة الأنعام.
(٤) راجع تفسير الآيات: ٥ ـ ٨ من سورة النحل.

الدُّرُّ المَنْثُور في التَّفْسِير بالمأثُور

لجلال الدين السيوطي
(٨٤٩هـ - ٩١١هـ)

تحقيق
الدكتور عبد الله بن عبد المحسن التركي

بالتعاون مع
مركز هجر للبحوث والدراسات العربية والإسلامية

الدكتور عبد السند حسن يمامة

الجزء الثالث عشر

قولُه تعالى : ﴿وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ﴾ .

أخرَج الطبرانيُّ فى «الأوسطِ» ، وابنُ مَرْدُويَه ، عن عليِّ بنِ أبى طالبٍ فى قولِه : ﴿وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ﴾ . قال : بعَث اللهُ عبدًا حبشيًّا نبيًّا ، فهو ممَّن لم يَقْصُصْ على محمدٍ ﷺ[1] .

قولُه تعالى : ﴿اللَّهُ الَّذِى جَعَلَ لَكُمُ الْأَنْعَٰمَ لِتَرْكَبُوا مِنْهَا﴾ الآيات .

أخرَج عبدُ بنُ حميدٍ ، وابنُ المنذرِ ، عن مجاهدٍ فى قولِه : ﴿وَلِتَبْلُغُوا عَلَيْهَا حَاجَةً فِى صُدُورِكُمْ﴾ . قال : أسفارُكم لحاجتِكم ما كانت . وفى قولِه : ﴿وَءَاثَارًا فِى الْأَرْضِ﴾ . قال : المَشْىُ/ فيها بأرجلِهم . وفى قولِه : ﴿فَرِحُوا بِمَا عِندَهُم مِّنَ الْعِلْمِ﴾ . قال : قولُهم : نحن أعلمُ منهم ولن نُعَذَّبَ . وفى قولِه : ﴿وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا بِهِۦ يَسْتَهْزِءُونَ﴾ . قال : ما جاءت به رُسُلُهم من الحقِّ . ٣٥٨/٥

وأخرَج عبدُ الرزاقِ ، وعبدُ بنُ حميدٍ ، عن قتادةَ فى قولِه : ﴿وَلِتَبْلُغُوا عَلَيْهَا حَاجَةً فِى صُدُورِكُمْ﴾ . قال : من بلدٍ إلى بلدٍ . وفى قولِه : ﴿سُنَّتَ اللَّهِ الَّتِى قَدْ خَلَتْ فِى عِبَادِهِۦ﴾ . قال : سنَّتُه أنهم كانوا [2]إذا رأَوا بأسَنا[2] آمنوا ، فلم يَنْفَعْهم إيمانُهم عند ذلك[3] .

---

(١) الطبرانى (٩٣١٩) ، وابن مردويه - كما فى تخريج الكشاف ٢٢٢/٣ .

(٢ - ٢) فى الأصل : « رأوا بأسا » .

(٣) عبد الرزاق ١٨٣/٢ .

تفسير الفخر الرازي

المشتهر بالتفسير الكبير ومفاتيح الغيب

للإمام محمد الرازي فخر الدين ابن العلامة ضياء الدين عمر
المشتهر بخطيب الري نفع الله به المسلمين
٥٤٤ — ٦٠٤ هـ

✽ ✽ ✽ ✽ ✽

الطبعة الأولى ١٤٠١ هـ - ١٩٨١ م

تمتاز هذه الطبعة بفهرس لآيات الأحكام

دار الفكر
للطباعة والنشر والتوزيع

مَلْعُونِينَ أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلًا ﴿٦١﴾ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلُ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ﴿٦٢﴾ يَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ اللَّهِ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا ﴿٦٣﴾

فى قلبه مرض الذى يؤذى المؤمن باتباع نسائه (والثالث) المرجف الذى يؤذى النبى عليه السلام بالإرجاف بقوله غلب محمد وسيخرج من المدينة وسيؤخذ وهؤلاء ، وإن كانوا قوماً واحداً إلا أن لهم ثلاث اعتبارات وهذا فى مقابلة قوله تعالى (إن المسلمين والمسلمات والمؤمنين والمؤمنات) حيث ذكر أصنافاً عشرة وكلهم يوجد فى واحد فهم واحد بالشخص كثير بالاعتبار وقوله (لنغرينك بهم) أى لنسلطنك عليهم ولنخرجنهم من المدينة ، ثم لايجاوزونك وتخلو المدينة منهم بالموت أو الإخراج ، ويحتمل أن يكون المراد لنغرينك بهم ، فاذا أغريناك لايجاورونك ، (والأول) كقول القائل يخرج فلان ويقرأ إشارة إلى أمرين (والثانى) كقوله يخرج فلان ويدخل السوق فنى الأول يقرأ وإن لم يخرج وفى الثانى لا يدخل إلا إذا خرج . والاستثناء فيه لطيفة وهى أن الله تعالى وعد النبى عليه السلام أنه يخرج أعداءه من المدينة وينفيهم على يده إظهاراً لشوكته ، ولو كان النفى بارادة الله من غير واسطة النبى لأخلى المدينة عنهم فى ألطف آن [بقوله] كن فيكون ، ولكن لما أراد الله أن يكون على يد النبى لا يقع ذلك إلا بزمان وإن لطف فقال (ثم لايجاورونك فيها الا قليلا) وهو أن يتهيؤا ويتأهبوا للخروج .

قوله تعالى : ﴿ ملعونين أينما ثقفوا أخذوا وقتلوا تقتيلا ﴾ .

أى فى ذلك القليل الذى يجاورونك فيه يكونون ملعونين مطرودين من باب الله وبابك وإذا خرجوا لا ينفكون عن المذلة ، ولا يجدون ملجأ بل أينما يكونون يطلبون ويؤخذون ويقتلون .

قوله تعالى : ﴿ سنة الله فى الذين خلوا من قبل ولن تجد لسنة الله تبديلا ﴾ .

يعنى هذا ليس بدعا بكم بل هو سنة جارية وعادة مستمرة تفعل بالمكذبين (ولن تجد لسنة الله تبديلا) أى ليست هذه السنة مثل الحكم الذى يبدل وينسخ فان النسخ يكون فى الأحكام ، أما الأفعال والأخبار فلا تنسخ .

قوله تعالى : ﴿ يسألك الناس عن الساعة قل إنما علمها عند الله ﴾ .

لما بين حالهم فى الدنيا أنهم يلعنون ويهانون ويقتلون أراد أن يبين حالهم فى الآخرة فذكرهم بالقيامة وذكر ما يكون لهم فيها فقال (يسألك الناس عن الساعة) أى عن وقت القيامة (قل إنما علمها عند الله) لا يتبين لكم ، فان الله أخفاها لحكمة هى امتناع المكلف عن الاجتراء وخوفهم منها فى كل وقت.

يجوز أن ينتصب عن قوله: ﴿أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلاً﴾ لأن ما بعد كلمة الشرط لا يعمل فيما قبلها.

﴿سُنَّةَ الله فِي الَّذِينَ خَلَوا مِنْ قَبْلُ﴾ مصدر مؤكد أي سن الله ذلك في الأمم الماضية، وهو أن يقتل الذين نافقوا الأنبياء وسعوا في وهنهم بالإرجاف ونحوه ﴿أينما ثقفوا﴾. ﴿وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ الله تَبْدِيلاً﴾ لأنه لا يبدلها ولا يقدر أحد أن يبدلها.

﴿يَسْـَٔلُكَ ٱلنَّاسُ عَنِ ٱلسَّاعَةِ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ ٱللَّهِ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ ٱلسَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا ﴿٦٣﴾﴾.

﴿يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ﴾ عن وقت قيامها استهزاء وتعنتاً او امتحاناً. ﴿قُلْ إنما عِلْمُهَا عِنْدَ الله﴾ لم يطلع عليه ملكاً ولا نبياً. ﴿وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيباً﴾ شيئاً قريباً أو تكون الساعة عن قريب وانتصابه على الظرف، ويجوز أن يكون التذكير لأن ﴿الساعة﴾ في معنى اليوم، وفيه تهديد للمستعجلين وإسكات للمتعنتين.

إِنَّ ٱللَّهَ لَعَنَ ٱلْكَـٰفِرِينَ وَأَعَدَّ لَهُمْ سَعِيرًا ﴿٦٤﴾ خَـٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا لَّا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿٦٥﴾ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِى ٱلنَّارِ يَقُولُونَ يَـٰلَيْتَنَآ أَطَعْنَا ٱللَّهَ وَأَطَعْنَا ٱلرَّسُولَا۠ ﴿٦٦﴾

﴿إِنَّ الله لَعَنَ الكَافِرِينَ وَأَعَدَّ لَهُمْ سَعِيراً﴾ ناراً شديدة الاتقاد.

﴿خَالِدِينَ فِيهَا أَبَداً لاَ يَجِدُونَ وَلِيّاً﴾ يحفظهم. ﴿وَلاَ نَصِيراً﴾ يدفع العذاب عنهم.

﴿يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ﴾ تصرف من جهة إلى جهة كاللحم يشوى بالنار، أو من حال إلى حال، وقرىء «تقلب» بمعنى تتقلب و «تقلب» ومتعلق الظرف. ﴿يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا الله وَأَطَعْنَا الرَّسُولا﴾ فلن نبتلى بهذا العذاب.

﴿وَقَالُوا۟ رَبَّنَآ إِنَّآ أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَأَضَلُّونَا ٱلسَّبِيلَا۠ ﴿٦٧﴾ رَبَّنَآ ءَاتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ ٱلْعَذَابِ وَٱلْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيرًا ﴿٦٨﴾﴾.

﴿وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا﴾ يعنون قادتهم الذين لقنوهم الكفر، وقرأ ابن عامر ويعقوب «ساداتنا» على جمع الجمع للدلالة على الكثرة. ﴿فَأَضَلُّونَا السَّبِيلا﴾ بما زينوا لنا.

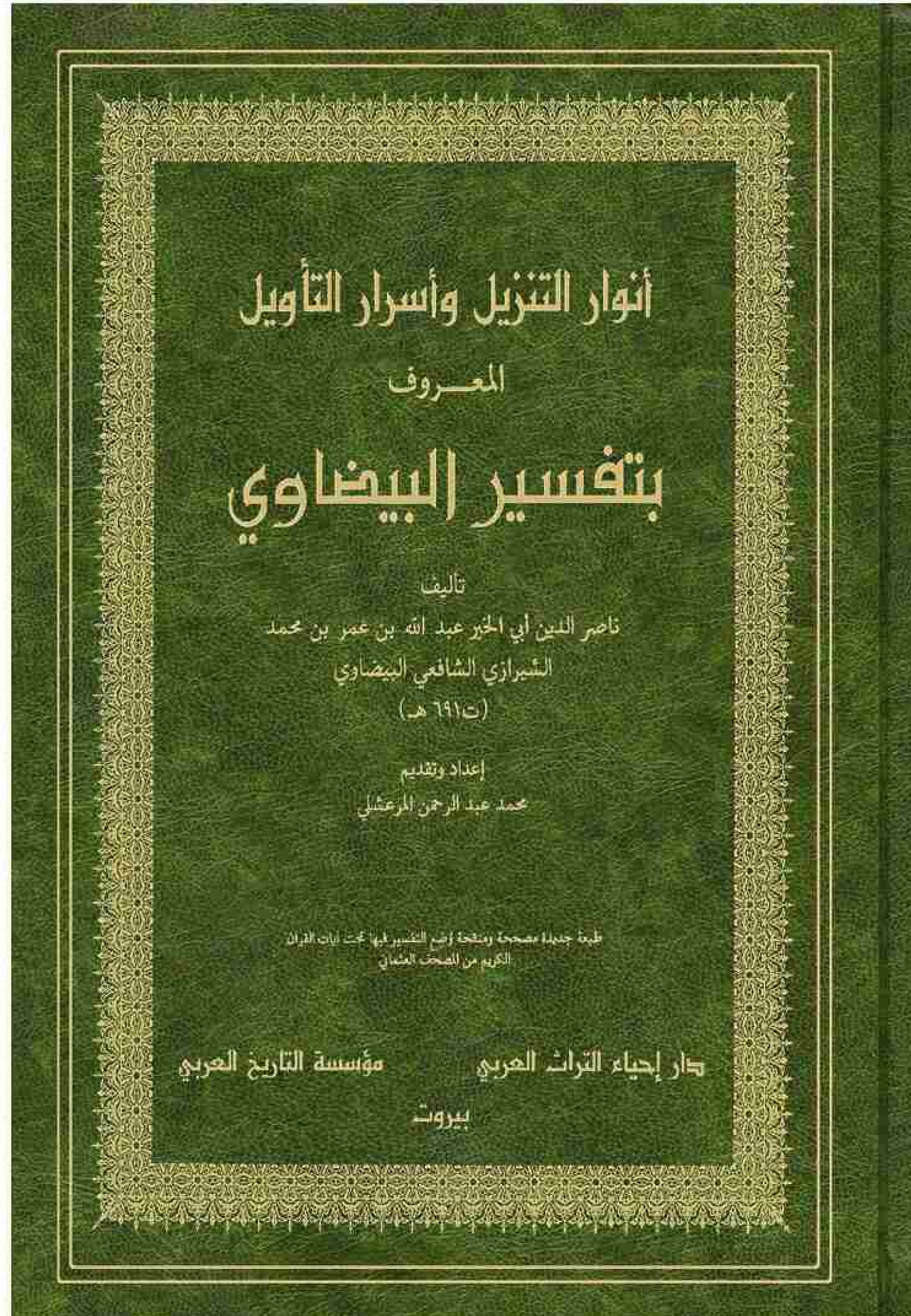
﴿رَبَّنَا آتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ العَذَابِ﴾ مثلي ما آتيتنا منه لأنهم ضلوا وأضلوا. ﴿وَالْعَنْهُمْ لَعْناً كَثِيراً﴾ كثير العدد، وقرأ عاصم بالباء أي لعناً هو أشد اللعن وأعظمه.

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَكُونُوا۟ كَٱلَّذِينَ ءَاذَوْا۟ مُوسَىٰ فَبَرَّأَهُ ٱللَّهُ مِمَّا قَالُوا۟ وَكَانَ عِندَ ٱللَّهِ وَجِيهًا ﴿٦٩﴾﴾.

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاَ تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَى فَبَرَّأَهُ الله مِمَّا قَالُوا﴾ فأظهر براءته من مقولهم يعني مؤداه ومضمونه، وذلك أن قارون حرض امرأة على قذفه بنفسها فعصمه الله كما مر في «القصص»، أو اتهمه ناس بقتل هرون لما خرج معه إلى الطور فمات هناك، فحملته الملائكة ومروا به حتى رأوه غير مقتول. وقيل أحياه الله فأخبرهم ببراءته، أو قذفوه بعيب في بدنه من برص أو أدرة لفرط تستره حياء فأطلعهم الله على أنه بريء منه. ﴿وَكَانَ عِنْدَ الله وَجِيهاً﴾ ذا قربة ووجاهة، وقرىء «وكان عبد الله وجيهاً».

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَقُولُوا۟ قَوْلًا سَدِيدًا ﴿٧٠﴾ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَـٰلَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿٧١﴾﴾.

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا الله﴾ في ارتكاب ما يكرهه فضلاً عما يؤذي رسوله. ﴿وَقُولُوا قَوْلاً سَدِيداً﴾



محققة عن نسخة خطية كاملة ، وعن مطبوعة الشعب وأكثر من عشر نسخ خطية أخرى يستوعب مجموعها التفسير كله.

تفسير القرآن العظيم

للحافظ

أبي الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي

(٧٠٠ - ٧٧٤هـ)

تحقيق

سامي بن محمد السلامة

الجزء السادس

السور - يس

دار طيبة للنشر والتوزيع

﴿ وَمَن نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ أَفَلا يَعْقِلُونَ ﴿٦٨﴾ وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنبَغِي لَهُ إِنْ هُوَ إِلا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُّبِينٌ ﴿٦٩﴾ لِيُنذِرَ مَن كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿٧٠﴾ ﴾ .

يخبر تعالى عن ابن [(١)] آدم أنه كلما طال عمره رُدَّ إلى الضعف بعد القوة والعجز بعد النشاط ، كما قال تعالى : ﴿ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنۢ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ ﴾ [الروم : ٥٤] . وقال : ﴿ وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلا يَعْلَمَ مِنۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا ﴾ [الحج : ٥] .

والمراد من هذا ـ والله أعلم ـ الإخبارُ عن هذه الدار بأنها دار زوال وانتقال ، لا دار دوام واستقرار ؛ ولهذا قال : ﴿ أَفَلا يَعْقِلُونَ ﴾ أي : يتفكرون بعقولهم في ابتداء خلقهم ثم صيرورتهم إلى [نفس][(٢)] الشَّبِيبَة ، ثم إلى الشيخوخة ؛ ليعلموا أنهم خُلقوا لدار أخرى ، لا زوال لها ولا انتقال منها ، ولا محيد عنها ، وهي الدار الآخرة .

وقوله : ﴿ وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنبَغِي لَهُ ﴾ : يقول تعالى مخبراً عن نبيه محمد ﷺ [(٣)] : أنه ما علمه الشعر ، ﴿ وما ينبغي له ﴾ أي : وما هو في طبعه ، فلا يحسنه ولا يحبه ، ولا تقتضيه جبلّته ؛ ولهذا ورَدَ أنه ، عليه الصلاة والسلام ، كان لا يحفظ بيتاً على وزن منتظم ، بل إن أنشده زَحَّفه أو لم يتمه .

وقال أبو زُرْعة الرازي : حُدِّثْت عن إسماعيل بن مجالد ، عن أبيه ، عن الشعبي أنه قال : ما ولد عبد المطلب ذكراً ولا أنثى إلا يقول الشعر ، إلا رسول الله ﷺ . ذكره ابن عساكر في ترجمة «عتبة بن أبي لهب » الذي أكله السَّبُع بالزرقاء [(٤)] .

قال ابن أبي حاتم : حدثنا أبي ، حدثنا أبو سلمة ، حدثنا حماد بن سلمة ، عن علي بن زيد ، عن الحسن [(٥)] ـ هو البصري ـ قال : إن رسول الله ﷺ كان يتمثل بهذا البيت :

كَفَى بالإسْلاَمِ والشَّيْبِ للمرْءِ نَاهِياً

فقال أبو بكر : يا رسول الله :

كفى الشيب والإسلام للمرء ناهياً

قال أبو بكر ، أو عمر : أشهد أنك رسول الله ، يقول الله : ﴿ وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنبَغِي لَهُ ﴾ [(٦)] .

وهكذا روى البيهقي في الدلائل : أن رسول الله ﷺ قال : للعباس بن مرداس السلمي : « أنت القائل : أتجعل نَهبي ونَهْب العُبَيْد بينَ الأقرع وعيينة » .

فقال : إنما هو : « بين عيينة والأقرع » فقال : « الكل سواء » [(٧)] .

---

(١) في أ : « بني » . (٢) زيادة من أ . (٣) في أ : « صلوات الله وسلامه عليه » .

(٤) لم أجد ترجمته فيما بين يدي من تاريخ دمشق ، ولا في المختصر لابن منظور .

(٥) في ت : « وروى ابن أبي حاتم بإسناده عن الحسن » .

(٦) ورواه ابن سعد في الطبقات (١ / ٣٨٢) من طريق عارم عن حماد بن زيد عن علي بن زيد عن الحسن به مرسلاً .

(٧) دلائل النبوة للبيهقي (٥/ ١٨١) .

وَجْهِهِ أَهْدَىٰ أَمَّن يَمْشِي سَوِيًّا عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (٢٢) قُلْ هُوَ الَّذِي أَنشَأَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ (٢٣) قُلْ هُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ (٢٤) وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ (٢٥) قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِندَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ (٢٦) فَلَمَّا رَأَوْهُ زُلْفَةً سِيئَتْ وُجُوهُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَقِيلَ هَٰذَا الَّذِي كُنتُم بِهِ تَدَّعُونَ (٢٧) ﴾ .

يقول تعالى للمشركين الذين عبدوا غيره ، يبتغون عندهم نصراً ورزقاً ، مُنكراً عليهم فيما اعتقدوه ، ومُخبراً لهم أنه لا يحصل لهم ما أملوه ، فقال : ﴿ أَمَّنْ هَٰذَا الَّذِى هُوَ جُندٌ لَّكُمْ يَنصُرُكُم مِّن دُونِ الرَّحْمَٰنِ ﴾ أى : ليس لكم من دونه من ولى ولا واق ، ولا ناصر لكم غيره ؛ ولهذا قال : ﴿ إِنِ الْكَافِرُونَ إِلَّا فِى غُرُورٍ ﴾ .

ثم قال : ﴿ أَمَّنْ هَٰذَا الَّذِى يَرْزُقُكُمْ إِنْ أَمْسَكَ رِزْقَهُ ﴾ ؟ أى : من هذا الذى إذا قطع الله رزقه عنكم يرزقكم بعده ؟ ! أى : لا أحد يعطى ويمنع ويخلق ويرزق ، وينصر إلا الله ، عز وجل ، وحده لا شريك له ، أى : وهم يعلمون ذلك ، ومع هذا يعبدون غيره ؛ ولهذا قال : ﴿ بَل لَّجُّوا ﴾ أى : استمروا فى طغيانهم وإفكهم وضلالهم ﴿ فِى عُتُوٍّ وَنُفُورٍ ﴾ أى : معاندة واستكباراً ونفوراً على أدبارهم عن الحق ، [أى] (١) : لا يسمعون له ولا يتبعونه .

ثم قال : ﴿ أَفَمَن يَمْشِى مُكِبًّا عَلَىٰ وَجْهِهِ أَهْدَىٰ أَمَّن يَمْشِى سَوِيًّا عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴾ ؟ : وهذا مثل ضربه الله للمؤمن والكافر ، فالكافر مثله فيما هو فيه كمثل من يمشى مُكبًّا على وجهه ، أى : يمشى منحنيا لا مستويا على وجهه ، أى : لا يدرى أين يسلك ولا كيف يذهب ؟ بل تائه حائر ضال ، أهذا أهدى ﴿ أَمَّن يَمْشِى سَوِيًّا ﴾ أى : منتصب القامة ﴿ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴾ أى : على طريق واضح بين ، وهو فى نفسه مستقيم ، وطريقه مستقيمة . هذا مثلهم فى الدنيا ، وكذلك يكونون فى الآخرة . فالمؤمن يحشر يمشى سوياً على صراط مستقيم ، مُفض به إلى الجنة الفيحاء ، وأما الكافر فإنه يحشر يمشى على وجهه إلى نار جهنم ، ﴿ احْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ . مِن دُونِ اللَّهِ فَاهْدُوهُمْ إِلَىٰ صِرَاطِ الْجَحِيمِ . وَقِفُوهُمْ إِنَّهُم مَّسْئُولُونَ . مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُونَ . بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُونَ ﴾ [الصافات : ٢٢ـ ٢٦] .

قال الإمام أحمد ، رحمه الله : حدثنا ابن نُمَير ، حدثنا إسماعيل ، عن نُفَيع قال : سمعت أنس بن مالك يقول : قيل : يا رسول الله ، كيف يحشر الناس على وجوههم ؟ فقال : « أليس الذى أمشاهم على أرجلهم قادراً على أن يمشيهم على وجوههم » (٢) .

وهذا الحديث مخرج فى الصحيحين من طريق [يونس بن محمد ، عن شيبان ، عن قتادة ، عن

(١) زيادة من م .
(٢) المسند (٣/١٦٧) .

أنس ، به نحوه](١) (٢) .

وقوله : ﴿ قُلْ هُوَ الَّذِى أَنشَأَكُمْ ﴾ أى : ابتدأ خلقكم بعد أن لم تكونوا شيئاً مذكورا ، ﴿ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ﴾ أى : العقول والإدراك ، ﴿ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ﴾ أى : ما أقل تستعملون هذه القوى التى أنعم الله بها عليكم ، فى طاعته وامتثال أوامره وترك زواجره .

﴿ قُلْ هُوَ الَّذِى ذَرَأَكُمْ فِى الْأَرْضِ ﴾ أى : بثكم ونشركم فى أقطار الأرض وأرجائها ، مع اختلاف ألسنتكم فى لغاتكم وألوانكم ، وحلاكم وأشكالكم وصوركم ، ﴿ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴾ أى : تُجمَعون بعد هذا التفرق والشتات ، يجمعكم كما فرقكم ويعيدكم كما بدأكم .

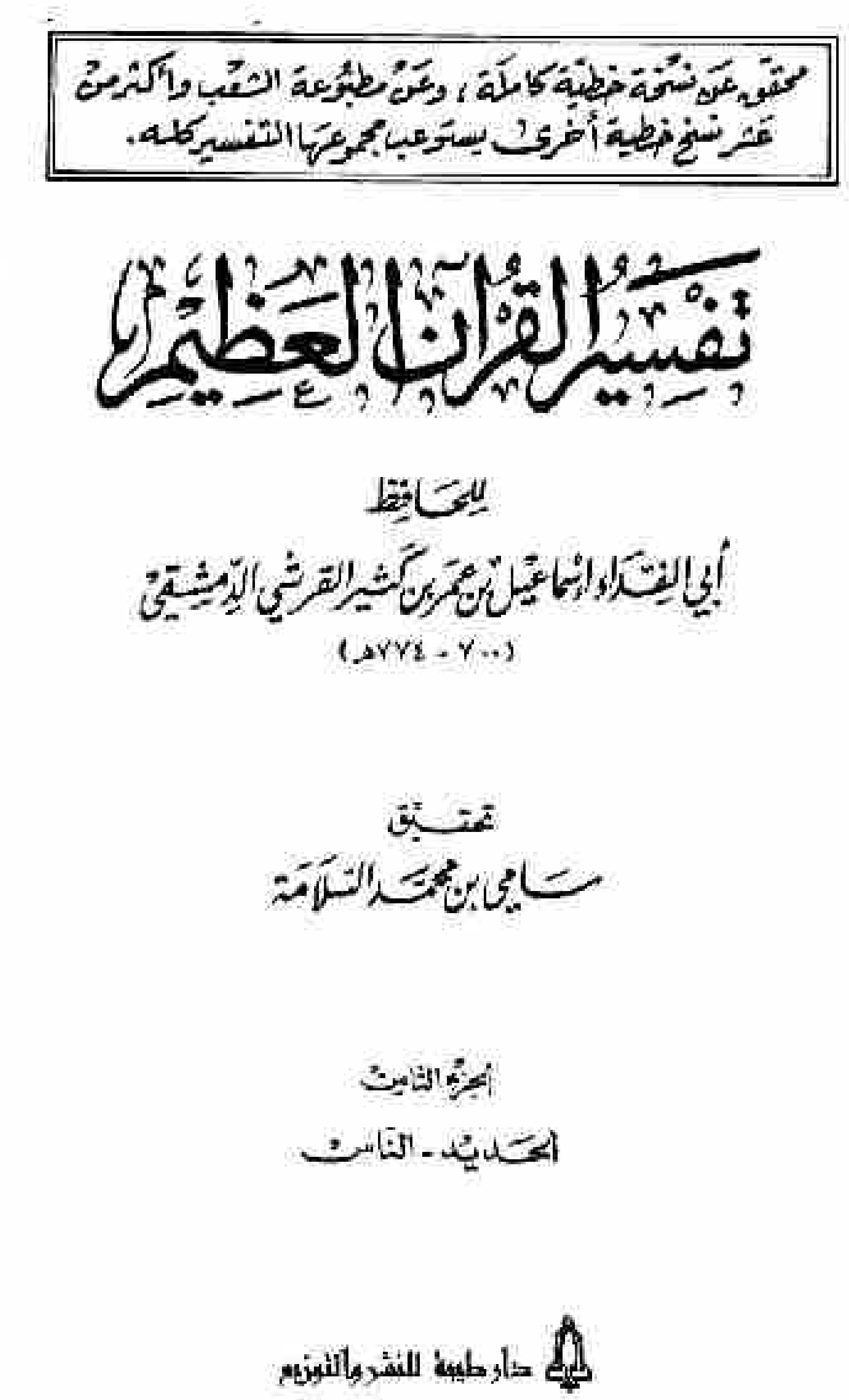
ثم قال مخبراً عن الكفار المنكرين المعاد المستبعدين وقوعه : ﴿ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴾ أى : متى [يقع] (٣) هذا الذى تخبرنا بكونه من الاجتماع بعد هذا التفرق ؟ ﴿ قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِندَ اللَّهِ ﴾ أى : لا يعلم وقت ذلك على التعيين إلا الله ، عز وجل ، لكنه أمرنى أن أخبركم أن هذا كائن وواقع لا محالة فاحذروه ، ﴿ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴾ : وإنما على البلاغ ، وقد أديته إليكم .

كفروا ﴾ أى : لما قامت القيامة وشاهدها
ت وإن طال زمنه ، فلما وقع ما كذبوا به
حاط بهم ذلك ، وجاءهم من أمر الله ما لم
نوا يحتسبون . ﴿ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا (٤)
هذا يقال لهم على وجه التقريع والتوبيخ :

مَن يُجِيرُ الْكَافِرِينَ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ (٢٨)
هُوَ فِى ضَلَالٍ مُّبِينٍ (٢٩) قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ

له الجاحدين لنعمه : ﴿ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَهْلَكَنِىَ اللَّهُ
: خلّصوا أنفسكم ، فإنه لا منقذ لكم من
وقوع ما تتمنون لنا من العذاب والنكال ،
ابه الأليم الواقع بكم .

آمنا برب العالمين الرحمن الرحيم ، وعليه



الطبع. ﴿إلاّ الرَّحْمَنُ﴾ الشامل رحمته كل شيء بأن خلقهن على أشكال وخصائص هيأتهن للجري في الهواء. ﴿إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيرٌ﴾ يعلم كيف يخلق الغرائب ويدبر العجائب.

﴿أَمَّنْ هَٰذَا ٱلَّذِى هُوَ جُندٌ لَّكُمْ يَنصُرُكُم مِّن دُونِ ٱلرَّحْمَٰنِ ۚ إِنِ ٱلْكَٰفِرُونَ إِلَّا فِى غُرُورٍ ﴿٢٠﴾ أَمَّنْ هَٰذَا ٱلَّذِى يَرْزُقُكُمْ إِنْ أَمْسَكَ رِزْقَهُۥ ۚ بَل لَّجُّوا۟ فِى عُتُوٍّ وَنُفُورٍ ﴿٢١﴾﴾.

﴿أَمَّنْ هَذَا الَّذِي هُوَ جُندٌ لَكُمْ يَنصُرُكُمْ مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ﴾ عديل لقوله ﴿أو لم يروا﴾ على معنى أو لم تنظروا في أمثال هذه الصنائع، فلم تعلموا قدرتنا على تعذيبهم بنحو خسف وإرسال حاصب، أم لكم جند ينصركم من دون الله إن أرسل عليكم عذابه فهو كقوله ﴿أم لهم آلهة تمنعهم من دوننا﴾ إلا أنه أخرج مخرج الاستفهام عن تعيين من ينصرهم إشعاراً بأنهم اعتقدوا هذا القسم، و ﴿من﴾ مبتدأ و ﴿هذا﴾ خبره و ﴿الذي﴾ بصلته صفته و ﴿ينصركم﴾ وصف لـ ﴿جند﴾ محمول على لفظه. ﴿إِنِ الكَافِرُونَ إِلاّ فِي غُرُورٍ﴾ لا معتمد لهم.

﴿أَمَّنْ هَذَا الَّذِي يَرْزُقُكُمْ﴾ أم من يشار إليه ويقال ﴿هذا الذي يرزقكم﴾. ﴿إِنْ أَمْسَكَ رِزْقَهُ﴾ بإمساك المطر وسائر الأسباب المخلصة والموصلة له إليكم. ﴿بَلْ لَجُّوا﴾ تمادوا. ﴿فِي عُتُوٍّ﴾ عناد. ﴿وَنُفُورٍ﴾ شراد عن الحق لتنفر طباعهم عنه.

﴿أَفَمَن يَمْشِى مُكِبًّا عَلَىٰ وَجْهِهِۦٓ أَهْدَىٰٓ أَمَّن يَمْشِى سَوِيًّا عَلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٢٢﴾﴾.

﴿أَفَمَنْ يَمْشِي مُكِبّاً عَلَى وَجْهِهِ أَهْدَى﴾ يقال كببته فأكب وهو من الغرائب كقشع الله السحاب فأقشع، والتحقيق أنهما من باب أنفض بمعنى صار ذا كب وذا قشع، وليسا مطاوعي كب وقشع بل المطاوع لهما انكب وانقشع، ومعنى ﴿مكباً﴾ أنه يعثر كل ساعة ويخر على وجهه لوعورة طريقه واختلاف أجزائه، ولذلك قابله بقوله: ﴿أَمَّنْ يَمْشِي سَوِيّاً﴾ قائماً سالماً من العثار. ﴿عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ مستوي الأجزاء والجهة، والمراد تمثيل المشرك والموحد بالسالكين والدينين بالمسلكين، ولعل الاكتفاء بما في الكب من الدلالة على حال المسلك للإشعار بأن ما عليه المشرك لا يستأهل أن يسمى طريقاً، كمشي المتعسف في مكان متعاد غير مستو. وقيل المراد بالمكب الأعمى فإنه يتعسف فينكب وبالسوي البصير، وقيل من ﴿يمشي مكباً﴾ هو الذي يحشر على وجهه إلى النار ومن ﴿يمشي سوياً﴾ الذي يحشر على قدميه إلى الجنة.

﴿قُلْ هُوَ ٱلَّذِىٓ أَنشَأَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ ٱلسَّمْعَ وَٱلْأَبْصَٰرَ وَٱلْأَفْـِٔدَةَ ۖ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ﴿٢٣﴾ قُلْ هُوَ ٱلَّذِى ذَرَأَكُمْ فِى ٱلْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٢٤﴾﴾.

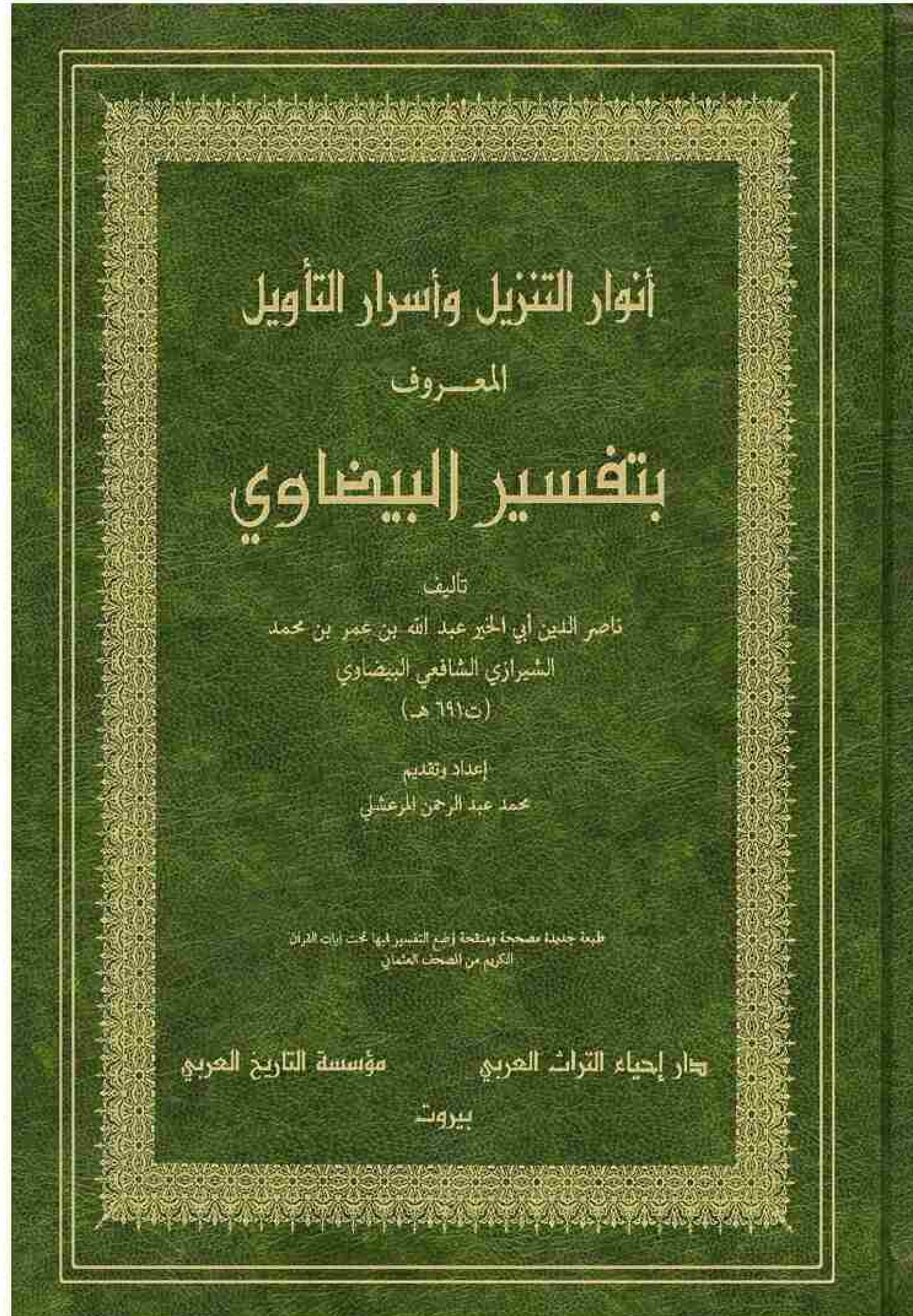
﴿قُلْ هُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ﴾ لتسمعوا المواعظ. ﴿وَالأَبْصَارَ﴾ لتنظروا صنائعه. ﴿وَالأَفْئِدَةَ﴾ لتتفكروا وتعتبروا. ﴿قَلِيلاً مَا تَشْكُرُونَ﴾ باستعمالها فيما خلقت لأجلها.

﴿قُلْ هُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾ للجزاء.

﴿وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا ٱلْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿٢٥﴾ قُلْ إِنَّمَا ٱلْعِلْمُ عِندَ ٱللَّهِ وَإِنَّمَآ أَنَا۠ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٢٦﴾ فَلَمَّا رَأَوْهُ زُلْفَةً سِيٓـَٔتْ وُجُوهُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ وَقِيلَ هَٰذَا ٱلَّذِى كُنتُم بِهِۦ تَدَّعُونَ ﴿٢٧﴾﴾.

﴿وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الوَعْدُ﴾ أي الحشر أو ما وعدوا به من الخسف والحاصب. ﴿إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ يعنون النبي عليه الصلاة والسلام والمؤمنين.

﴿قُلْ إِنَّمَا العِلْمُ﴾ أي علم وقته. ﴿عِنْدَ اللهِ﴾ لا يطلع عليه غيره. ﴿وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُبِينٌ﴾ والإنذار يكفي



تفسير الفخر الرازي

المشتهر بالتفسير الكبير ومفاتيح الغيب

للإمام محمد الرازي فخر الدين ابن العلامة ضياء الدين عمر
المشتهر بخطيب الري نفع الله به المسلمين
٥٤٤ — ٦٠٤ هـ

* * * * *

الطبعة الأولى ١٤٠١ هـ - ١٩٨١ م

الجزء الثلاثون

دار الفكر
للطباعة والنشر والتوزيع

قُلْ هُوَ ٱلَّذِى ذَرَأَكُمْ فِى ٱلْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٢٤﴾ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا ٱلْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿٢٥﴾ قُلْ إِنَّمَا ٱلْعِلْمُ عِندَ ٱللَّهِ وَإِنَّمَآ أَنَا۠ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٢٦﴾

وانتم لما صرفتم السمع والبصر والعقل لا إلى طلب مرضاته فأنتم ما شكرتم نعمته البتة .

﴿البرهان الثالث﴾ قوله تعالى ﴿ قل هو الذي ذرأكم في الأرض وإليه تحشرون ﴾ .

اعلم أنه تعالى استدل بأحوال الحيوانات (أولا) ثم بصفات الإنسان (ثانياً) وهي السمع والبصر والعقل ، ثم بحدوث ذاته (ثالثاً) وهو قوله (هو الذي ذرأكم في الأرض) واحتج المتكلمون بهذه الآية على أن الإنسان ليس هو الجوهر المجرد عن التحيز والكمية على ما يقوله الفلاسفة وجماعة من المسلمين لأنه قال (قل هو الذي ذرأكم في الأرض) فبين أنه ذرأ الإنسان في الأرض ، وهذا يقتضي كون الإنسان متحيزاً جسما ، واعلم أن الشروع في هذه الدلائل إنما كان لبيان صحة الحشر والنشر ليثبت ما ادعاه من الابتلاء في قوله (ليبلوكم أيكم أحسن عملا وهو العزيز الغفور) ثم لأجل إثبات هذا المطلوب ، ذكر وجوهاً من الدلائل على قدرته ، ثم ختمها بقوله (قل هل الذي ذرأكم في الأرض) ولما كانت القدرة على الخلق ، ابتداء توجب القدرة على الإعادة لا جرم قال بعده (وإليه تحشرون) فبين بهذا أن جميع ما تقدم ذكره من الدلائل إنما كان لإثبات هذا المطلوب .

واعلم أنه تعالى لما أمر محمداً صلى الله عليه وسلم بأن يخوفهم بعذاب الله حكى عن الكفار شيئين (أحدهما) أنهم طالبوه بتعيين الوقت .

قوله تعالى : ﴿ ويقولون متى هذا الوعد إن كنتم صادقين ﴾ وفيه مسائل :

﴿ المسألة الأولى ﴾ قال أبو مسلم إنه تعالى قال : يقول بلفظ المستقبل فهذا يحتمل ما يوجد من الكفار من هذا القول في المستقبل ، ويحتمل الماضي ، والتقدير : فكانوا يقولون هذا الوعد .

﴿ المسألة الثانية ﴾ لعلهم كانوا يقولون ذلك على سبيل السخرية ، ولعلهم كانوا يقولونها إيهاماً للضعفة أنه لما لم يتعجل فلا أصل له .

﴿ المسألة الثالثة ﴾ الوعد المسؤول عنه ما هو ؟ فيه وجهان (أحدهما) أنه القيامة (والثاني) أنه مطلق العذاب ، وفائدة هذا الاختلاف تظهر بعد ذلك إن شاء الله .

ثم أجاب الله عن هذا السؤال بقوله تعالى ﴿ قل إنما العلم عند الله وإنما أنا نذير مبين ﴾ والمراد أن العلم بالوقوع غير العلم بوقت الوقوع ، فالعلم الأول حاصل عندي ، وهو كاف في الإنذار والتحذير ، أما العلم الثاني فليس إلا لله ، ولا حاجة في كوني نذيراً مبيناً إليه .

تفسير المظهري

تأليف

القاضي محمد ثناء الله العثماني الحنفي المظهري النقشبندي

١١٤٣ - ١٢٢٥

تحقيق

أحمد عزو عناية

الجزء التاسع

ناشر
مكتبة حنفية
كانسي روڈ ○ كوئٹہ ○ فون: 662510

﴿ٱلْعِلْمُ عِندَ ٱللَّهِ وَإِنَّمَآ أَنَا۠ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٢٦﴾ فَلَمَّا رَأَوْهُ زُلْفَةً سِيٓـَٔتْ وُجُوهُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ وَقِيلَ هَٰذَا ٱلَّذِى كُنتُم بِهِۦ تَدَّعُونَ ﴿٢٧﴾ قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِنْ أَهْلَكَنِىَ ٱللَّهُ وَمَن مَّعِىَ أَوْ رَحِمَنَا فَمَن يُجِيرُ ٱلْكَٰفِرِينَ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢٨﴾ قُلْ هُوَ ٱلرَّحْمَٰنُ ءَامَنَّا بِهِۦ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۖ فَسَتَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ فِى ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ﴿٢٩﴾ قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِنْ أَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَن يَأْتِيكُم بِمَآءٍ مَّعِينٍۭ ﴿٣٠﴾﴾

﴿قُلْ﴾ إنما ينصركم ويرزقكم ﴿هُوَ ٱلَّذِىٓ أَنشَأَكُمْ﴾ لتعرفوا ربك وتبعدوه ﴿وَجَعَلَ لَكُمُ ٱلسَّمْعَ﴾تسمعوا المواعظ ﴿وَٱلْأَبْصَٰرَ﴾ لتنظروا صنائعه ﴿وَٱلْأَفْـِٔدَةَ﴾ لتتفكروا وتعتبروا ولما كان السمع في الأصل مصدراً والمصدر لا يجمع ذكره بصيغة الإفراد بخلاف البصر والفؤاد وأيضاً العلم الحاصل بالسمع نوع واحد وهو الصوت والحاصل بالبصر والفؤاد أنواع مختلفة ﴿قَلِيلًا﴾ أي شكراً قليلاً وزماناً قليلاً ﴿مَّا﴾ زائدة لتأكيد القلة ﴿تَشْكُرُونَ﴾ والمراد بالقلة النفي رأساً مجازاً ﴿قُلْ﴾ كلمة قل زائدة أعيدت للتأكيد ﴿هُوَ ٱلَّذِى ذَرَأَكُمْ فِى ٱلْأَرْضِ﴾ بدل من هو الذي انشأكم ﴿وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾ للجزاء حال مقدرة من فاعل ذرأكم فهذين الجملتين على طريقة جاء زيد وهو راكب ﴿وَيَقُولُونَ﴾ يعني الكفار إنتكار الوعد واستبطائه ﴿مَتَىٰ هَٰذَا ٱلْوَعْدُ﴾ أي وعد الحشر ﴿إِن كُنتُمْ﴾ أيها النبي والمؤمنون ﴿صَٰدِقِينَ﴾ في قولكم بالحشر فبينوا وقته ﴿قُلْ﴾ مستأنفة في جواب ما أقول لهم في الجواب ﴿إِنَّمَا ٱلْعِلْمُ﴾ أي العلم بوقته ﴿عِندَ ٱللَّهِ﴾ لا يعلم غيره ﴿وَإِنَّمَآ أَنَا۠ نَذِيرٌ مُّبِينٌ﴾ والإنذار يكفي له العلم بوقوع المحذر منه ولا يتوقف على العلم بوقته والجملتين بالعطف مقولة قل ﴿فَلَمَّا رَأَوْهُ﴾ أي الوعد بمعنى الموعود، قال أكثر المفسرين المراد به العذاب في الآخرة، وقال مجاهد العذاب ببدر ﴿زُلْفَةً﴾ أي ذا زلفة وقرب منهم حال من ضمير المفعول ولما ظرف متعلق بقوله تعالى: ﴿سِيٓـَٔتْ﴾ أي اسودت قبحت ﴿وُجُوهُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟﴾ برؤية العذاب ﴿وَقِيلَ هَٰذَا﴾ العذاب ﴿ٱلَّذِى كُنتُم بِهِۦ تَدَّعُونَ﴾ أي تطلبون وتستعجلون من الدعاء أو من الدعوى أي تدعون أن لا بعث ﴿قُلْ﴾ يا محمد ﷺ لمشركي مكة الذين يتمنون هلاككم ﴿أَرَءَيْتُمْ إِنْ أَهْلَكَنِىَ﴾ قرأ حمزة بإسكان الياء والباقون بالفتح ﴿ٱللَّهُ وَمَن مَّعِىَ﴾ قرأ أبو بكر وحمزة والكسائي بإسكان الياء والباقون بالفتح ﴿أَوْ رَحِمَنَا﴾ بتاخير آجالنا الاستفهام في أرأيتم للتقرير والرؤية بمعنى العلم معناه أخبروني والجملة الشرطية بعد.أفعال القلوب كالنفي والاستفهام يوجب التعليق ﴿فَمَن يُجِيرُ ٱلْكَٰفِرِينَ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ﴾ الاستفهام للإنكار والجملة جزاء للشرط يعني لا أحد يجيرهم، والحاصل أنه لا فائدة لكم في هلاكنا حتى تطلبونه إنما يفيدكم أن تتبعوا من يجيركم من عذاب الله ولا يتصور ذلك من الأصنام،

•• ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلاَّ رَحْمَةً﴾ قال ـ عليه السلام ـ : «إنما أنا رحمة مهداة»[1] ﴿لِّلْعَالَمِينَ﴾ لأنه جاء بما يسعدهم إن اتبعوه، ومن لم يتبع فإنما أتى من عند نفسه حيث ضيع نصيبه منها. وقيل: هو رحمة للمؤمنين فى الدارين، وللكافرين فى الدنيا بتأخير العقوبة فيها. وقيل: هو رحمة للمؤمنين والكافرين فى الدنيا بتأخير عذاب الاستئصال والمسخ والخسف. ورحمة مفعول له أو حال أى: ذا رحمة.

•• ﴿قُلْ إِنَّمَا﴾ إنما لقصر الحكم على شىء، أو لقصر الشىءعلى حكم نحو، إنما زيد قائم، وإنما يقوم زيد. وفاعل ﴿يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ﴾ والتقدير يوحى إلى وحدانية إلهى، ويجوز أن يكون المعنى أن الذى يوحى إلىّ فتكون ما موصولة ﴿فَهَلْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ﴾ استفهام بمعنى الأمر أى: أسلموا. ﴿فَإِن تَوَلَّوْا﴾ عن الإسلام ﴿فَقُلْ آذَنتُكُمْ﴾ أعلمتكم ما أمرت به ﴿عَلَىٰ سَوَاءٍ﴾ حال أى: مستوين فى الإعلام به ولم أخصص بعضكم، وفيه دليل بطلان مذهب الباطنية ﴿وَإِنْ أَدْرِي أَقَرِيبٌ أَم بَعِيدٌ مَّا تُوعَدُونَ﴾ أى: لا أدرى متى يكون يوم القيامة؛ لأن الله تعالى لم يطلعنى عليه ولكنى أعلم بأنه كائن لا محالة، أو لا أدرى متى يحل بكم العذاب إن لم تؤمنوا.

•• ﴿إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُونَ﴾ إنه عالم بكل شىء يعلم ما تجاهروننى به من الطعن فى الإسلام وما تكتمونه فى صدوركم من الأحقاد للمسلمين وهو مجازيكم عليه.

•• ﴿وَإِنْ أَدْرِي لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ لَّكُمْ﴾ وما أدرى لعل تأخير العذاب عنكم فى الدنيا امتحان لكم لينظر كيف تعملون ﴿وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ﴾ وتمتيع لكم إلى الموت ليكون ذلك حجة عليكم.

•• ﴿قَالَ رَبِّ احْكُم بِالْحَقِّ﴾ اقض بيننا وبين أهل مكة بالعدل، أو بما يحق عليهم من العذاب ولا تحابهم وشدد عليهم، كما قال: واشدد وطأتك على مضر[2] قال رب حفص على حكاية قول رسول الله (ﷺ). رب احكم يزيد. ربِّىَ أَحْكَمُ زيد عن يعقوب ﴿وَرَبُّنَا الرَّحْمَٰنُ﴾ العاطف على خلقه ﴿الْمُسْتَعَانُ﴾ المطلوب منه المعونة ﴿عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ﴾ وعن ابن ذكوان بالياء كانوا يصفون الحال على خلاف ما جرت عليه وكانوا يطمعون أن تكون الشوكة لهم والغلبة فكذب الله ظنونهم، وخيب آمالهم ونصر رسول الله (ﷺ) والمؤمنين وخذلهم أى: الكفار، وهو المستعان على ما يصفون.

---

(1) رواه الطبرانى فى الصغير والأوسط، وكذا؛ البزار والحاكم.
(2) هذا الحديث متفق عليه، من حديث أبى هريرة.

تفسير النسفي

المسمّى

بمدارك التنزيل وحقائق التأويل

تأليف

الإمام الجليل

أبي البركات عبد الله بن أحمد بن محمود النسفي

المتوفى سنة ٧٠١ هـ

تحقيق

سيد زكريا

المجلد الأول

الناشر
مكتبة نزار مصطفى الباز

رسوله رحمة للعالمين أتبع ذلك بأمره صلى الله عليه وسلم بقوله تعالى (قل انما يوحى الىّ أنما الهكم اله واحد) أى ما يوحى الىّ فى أمر الاله الا وحدانيته وما الهكم الا اله واحد لم يوح الىّ شيئا تدعون من الشركة غير ذلك فالاول من قصر الصفة على الموصوف والثانى من قصر الموصوف على الصفة والمخاطب بهما من يعتقد الشركة فهو قصر قلب وقال الزمخشرى انما لقصر الحكم على شئ أو لقصر الشئ على حكم كقولك انما زيد قائم وانما يقوم زيد وقد اجتمع المثالان فى هذه الآية لان انما يوحى الىّ مع فاعله بمنزلة انما يقوم زيد وانما الهكم اله واحد بمنزلة انما زيد قائم وفائدة اجتماعهما الدلالة على ان الوحى الى رسول الله صلى الله عليه وسلم مقصور على استئثار الله تعالى بالوحدانية انتهى * ولما كان الوحى الوارد على هذه السنن موجبا أن يخلصوا التوحيد لله تعالى قال صلى الله عليه وسلم (فهل أنتم مسلمون) أى منقادون لما يوحى الىّ من وحدانية الاله والاستفهام بمعنى الامر أى أسلموا (فان تولوا) أى لم يقبلوا ما دعوتهم اليه (فقل) أى لهم (آذنتكم) أى أعلمتكم بالحرب كرجل بينه وبين أعدائه هدنة فأحس منهم بغدرة فنبذ اليهم العهد وأشهر النبذ وأشاعه وآذنهم جميعا بذلك وقوله (على سواء) حال من الفاعل والمفعول أى مستوين فى الاعلام به لم أطوه عن أحد منكم ولا أستبد به دونكم لتتأهبوا (وان) أى وما (أدرى أقريب) جدا بحيث يكون قربه على ما تتعارفونه (أم بعيد ما توعدون) من غلب المسلمين عليكم أو عذاب الله أو القيامة المشتملة عليه وان ذلك كائن لا محالة ولا بد أن يلحقكم بذلك الذلة والصغار وان كنت لا أدرى متى يكون ذلك لان الله تعالى لم يعلمنى علمه ولم يطلعنى عليه وانما يعلمه الله تعالى (انه) تعالى (يعلم الجهر من القول) أى مما يجهرون به من الطعن وغير ذلك ونبه تعالى على ذلك فان من أحوال الجهر أن ترتفع الاصوات جدا بحيث تختلط ولا يميز بينها ولا يعرف كثير من حاضريها ما قاله أكثر القائلين فأعلم سبحانه وتعالى أنه لا يشغله صوت عن آخر ولا يفوته شئ من ذلك ولو كثر (ويعلم ما تكتمون) مما تضمرونه فى صدوركم من الاحقاد للمسلمين ونظير ذلك قوله تعالى فى أول السورة قل ربى يعلم القول فى السماء والارض ومن لازم ذلك المجازاة عليه بما يحق لكم من تعجيل وتأجيل فستعلمون كيف تخيب ظنونكم ويتحقق ما أقول فتنطقون حينئذ بأنى صادق ولست بساحر ولا شاعر ولا كاهن فهو من أبلغ التهديد فانه لا أبلغ من التهديد بالعلم * ولما كان الامهال قد يكون نعمة وقد يكون نقمة قال (وان) أى وما (أدرى) أن يكون تأخير عذابكم نعمة لكم كما تظنون أم لا (لعله) أى تأخير العذاب (فتنة) أى اختبار (لكم) ليظهر ما يعلمه منكم من السر لغيره لان حالكم حال من يتوقع منه ذلك (ومتاع) لكم تتمتعون به (الى حين) أى بلوغ مدة آجالكم التى ضربها لكم فى الازل ثم يأخذكم بغتة وأنتم لا تشعرون به * ولما كان لله أن يفعل ما يشاء من عدل وفضل وكان من العدل جواز تعذيب الله تعالى الطائع وتنعيم المؤمن العاصى وكان صلى الله عليه وسلم قد بلغ الغاية فى البيان لهم وهم قد بلغوا النهاية فى أذيته وتكذيبه أمر الله تعالى أن يفوض الامر اليه تسلية له بقوله تعالى (قل رب) أيها المحسن الىّ (احكم) أى أنجز الحكم بينى وبين قومى (بالحق)

الجزء الثالث من السراج المنير فى الاعانة على معرفة
بعض معانى كلام ربنا الحكيم الخبير للشيخ
الامام الخطيب الشربينى قدس الله
روحه ونور ضريحه
آمين

دَحَىٰهَآ ٣٠ أَخۡرَجَ مِنۡهَا مَآءَهَا وَمَرۡعَىٰهَا ٣١ وَٱلۡجِبَالَ أَرۡسَىٰهَا ٣٢ مَتَٰعٗا لَّكُمۡ وَلِأَنۡعَٰمِكُمۡ
٣٣ فَإِذَا جَآءَتِ ٱلطَّآمَّةُ ٱلۡكُبۡرَىٰ ٣٤ يَوۡمَ يَتَذَكَّرُ ٱلۡإِنسَٰنُ مَا سَعَىٰ ٣٥ وَبُرِّزَتِ ٱلۡجَحِيمُ
لِمَن يَرَىٰ ٣٦ فَأَمَّا مَن طَغَىٰ ٣٧ وَءَاثَرَ ٱلۡحَيَوٰةَ ٱلدُّنۡيَا ٣٨ فَإِنَّ ٱلۡجَحِيمَ هِيَ ٱلۡمَأۡوَىٰ ٣٩ وَأَمَّا
مَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِۦ وَنَهَى ٱلنَّفۡسَ عَنِ ٱلۡهَوَىٰ ٤٠ فَإِنَّ ٱلۡجَنَّةَ هِيَ ٱلۡمَأۡوَىٰ ٤١ يَسۡـَٔلُونَكَ
عَنِ ٱلسَّاعَةِ أَيَّانَ مُرۡسَىٰهَا ٤٢ فِيمَ أَنتَ مِن ذِكۡرَىٰهَآ ٤٣ إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَىٰهَآ ٤٤

سبع سموات، ثم دحا الأرض بعد ذلك.

وقيل: معناه: والأرض مع ذلك دحاها، كقوله عزّ وجلّ: «عُتُلٍّ بعد ذلك زنيم» (القلم-١٣)، أي مع ذلك.

﴿**أخرجَ منها ماءَها ومرعاها ۝ والجبالَ أرساها ۝ متاعاً لكم ولأنعامِكم ۝ فإذا جاءتِ الطامَّةُ الكبرى**﴾، يعني النفخة الثانية التي فيها البعث وقامت القيامة، وسميت القيامة: «طامة» لأنها تطم على كل هائلة من الأمور، فتعلو فوقها وتغمر ما سواها، و «الطامة» عند العرب: الداهية التي لا تُستطاع.

﴿**يومَ يتذَكّرُ الإنسانُ ماسعى**﴾، ما عمل في الدنيا من خير وشر.

﴿**وبُرِّزتِ الجحيمُ لمَنْ يرى**﴾، قال مقاتل يكشف عنها الغطاء فينظر إليها الخلق.

﴿**فأمّا مَنْ طغى**﴾، في كفره.

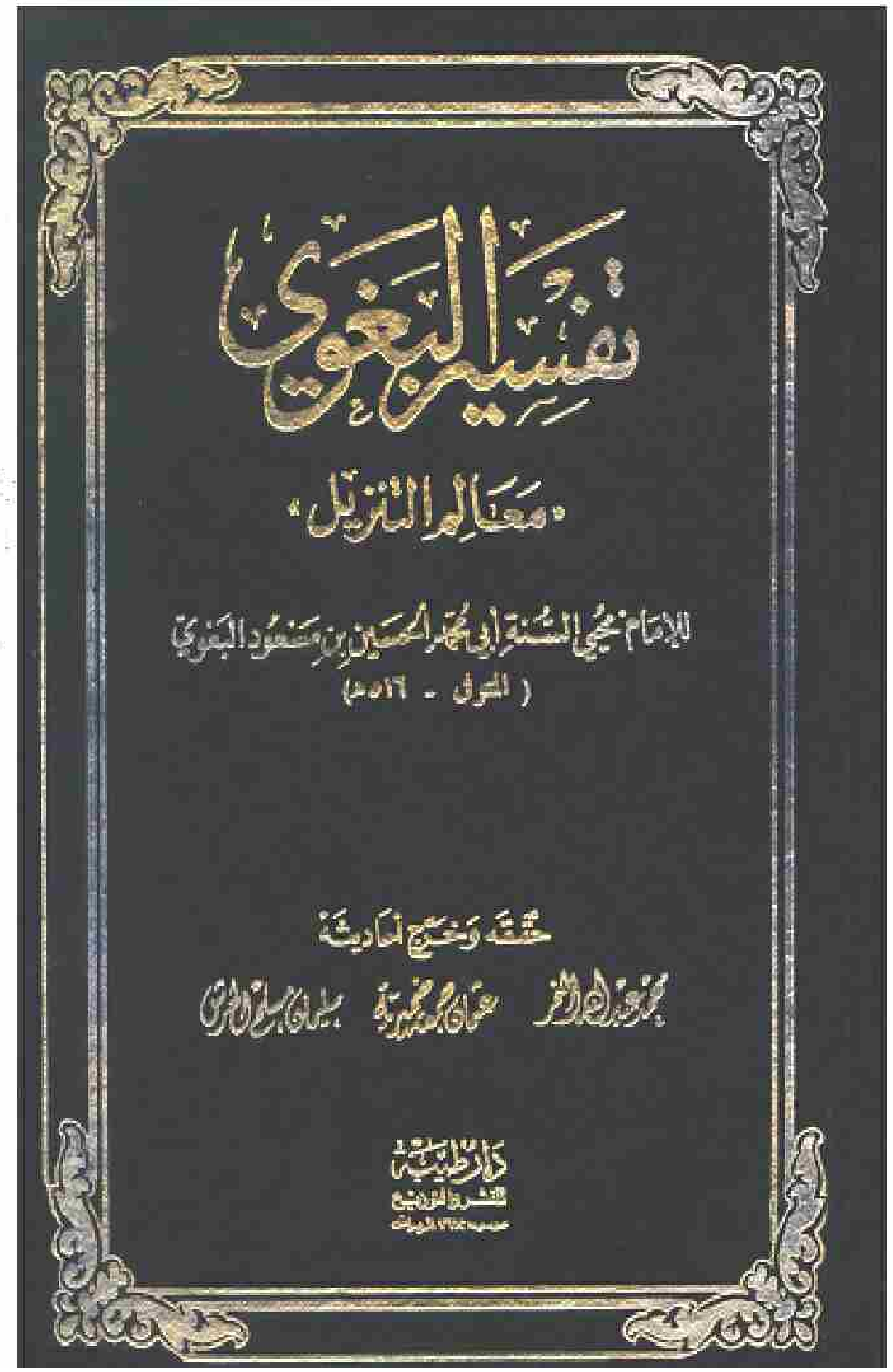
﴿**وآثرَ الحياةَ الدنيا**﴾، على الآخرة.

﴿**فإنَّ الجحيم هي المأوى ۝ وأما مَنْ خافَ مَقَامَ ربِّه ونهى النفسَ عن الهوى**﴾، عن المحارم التي تشتهيها، قال مقاتل: هو الرجل يهمّ بالمعصية فيذكر مقامه للحساب فيتركها.

﴿**فإن الجنةَ هي المأوى ۝ يسألونك عن الساعةِ أيّانَ مُرْساها**﴾، متى ظهورها وثبوتها.

﴿**فيم أنتَ من ذكراها**﴾، لست في شيء من علمها وذكرها، أي لا تعلمها.

﴿**إلى ربِّك مُنتهاها**﴾، أي منتهى علمها عند الله.



تفسير البغوي

«معالم التنزيل»

للإمام محيي السُّنة أبي محمد الحسين بن مسعود البغوي

(المتوفى - ٥١٦هـ)

المجلد الثامن

حققه وخرج أحاديثه

محمد عبد الله النمر عثمان جمعة ضميرية سليمان مسلم الحرش

دار طيبة للنشر والتوزيع
الرياض - شارع عسير - ص. ب: ٧٦١٢
تليفون: ٤٢٥٩٧٤٠ / ٤٢٥٤٩٣٧

تفسير النسفي

المسمّى

بمدارك التنزيل وحقائق التأويل

تأليف

الإمام الجليل

أبي البركات عبد الله بن أحمد بن محمود النسفي

المتوفى سنة ٧٠١ هـ

تحقيق

سيد زكريا

المجلد الأول

الناشر

مكتبة نزار مصطفى الباز

●● ﴿إِنَّ فِى ذَٰلِكَ﴾ المذكور ﴿لَعِبْرَةً لِّمَن يَخْشَىٰٓ﴾ الله ﴿ءَأَنتُمْ﴾ يامنكرى البعث ﴿أَشَدُّ خَلْقًا﴾ أصعب خلقا وإنشاء ﴿أَمِ ٱلسَّمَآءُ﴾ مبتدأ محذوف الخبر أى أم السماء أشد خلقا، ثم بين كيف خلقها فقال: ﴿بَنَىٰهَا﴾ أى: الله، ثم بين البناء فقال: ﴿رَفَعَ سَمْكَهَا﴾ أعلى سقفها، وقيل: جعل مقدار ذهابها في سمت العلو رفيعا مسيرة خمسمائة عام ﴿فَسَوَّىٰهَا﴾ فعدلها مستوية بلا شقوق ولا فطور ﴿وَأَغْطَشَ لَيْلَهَا﴾ أظلمه ﴿وَأَخْرَجَ ضُحَىٰهَا﴾ أبرز ضوء شمسها، وأضيف الليل والشمس إلى السماء؛ لأن الليل ظلمتها والشمس سراجها ﴿وَٱلْأَرْضَ بَعْدَ ذَٰلِكَ دَحَىٰهَآ﴾ بسطها، وكانت مخلوقة غير مدحوة فدحيت من مكة بعد خلق السماء بألفى عام، ثم فسر البسط فقال: ﴿أَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا﴾ بتفجير العيون ﴿وَمَرْعَىٰهَا﴾ كلاها ولذا لم يدخل العاطف على أخرج، أو أخرج حال بإضمار قد ﴿وَٱلْجِبَالَ أَرْسَىٰهَا﴾ أثبتها وانتصاب الأرض والجبال بإضمار دحا وأرسى على شريطة التفسير ﴿مَتَٰعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَٰمِكُمْ﴾ فعل ذلك تمتيعا لكم ولأنعامكم.

●● ﴿فَإِذَا جَآءَتِ ٱلطَّآمَّةُ ٱلْكُبْرَىٰ﴾ الداهية العظمى التى تطم على الدواهى أى: تعلو وتغلب وهى النفخة الثانية، أو الساعة التى يساق فيها أهل الجنة إلى الجنة وأهل النار إلى النار ﴿يَوْمَ يَتَذَكَّرُ ٱلْإِنسَٰنُ﴾ بدل من إذا جاءت أى: إذا رأى أعماله مدونة فى كتابه تذكرها وكان قد نسيها ﴿مَا سَعَىٰ﴾ مصدرية أى سعيه، أو موصولة ﴿وَبُرِّزَتِ ٱلْجَحِيمُ﴾ وأظهرت ﴿لِمَن يَرَىٰ﴾ لكل راء لظهورها ظهورا بينا ﴿فَأَمَّا﴾ جواب فإذا أى إذا جاءت الطامة فإن الأمر كذلك ﴿مَن طَغَىٰ﴾ جاوز الحد فكفر ﴿وَءَاثَرَ ٱلْحَيَوٰةَ ٱلدُّنْيَا﴾ على الآخرة باتباع الشهوات ﴿فَإِنَّ ٱلْجَحِيمَ هِىَ ٱلْمَأْوَىٰ﴾ المرجع أى مأواه، والألف واللام بدل من الإضافة وهذا عند الكوفيين، وعند سيبويه وعند البصريين هى المأوى له ﴿وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِۦ﴾ أى: علم أن له مقاما يوم القيامة لحساب ربه ﴿وَنَهَى ٱلنَّفْسَ﴾ الأمارة بالسوء ﴿عَنِ ٱلْهَوَىٰ﴾ المؤذى أى زجرها عن اتباع الشهوات، وقيل: هو الرجل يهم بالمعصية فيذكر مقامه للحساب فيتركها، والهوى ميل النفس إلى شهواتها ﴿فَإِنَّ ٱلْجَنَّةَ هِىَ ٱلْمَأْوَىٰ﴾ أى: المرجع.

●● ﴿يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلسَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَىٰهَا﴾ متى إرساؤها أى إقامتها، يعنى متى يقيمها الله تعالى وتثبتها ﴿فِيمَ أَنتَ مِن ذِكْرَىٰهَآ﴾ فى شىء أنت من أن تذكر وقتها لهم وتعلمهم به أى ما أنت من ذكراها لهم وتبيين وقتها فى شىء، كقولك: ليس فلان من العلم فى شىء، وكان رسول الله ﷺ لم يزل يذكر الساعة ويسأل عنها حتى نزلت[1] فهو على هذا تعجب من كثرة ذكره لها أى أنهم يسألونك عنها فلحرصك على جوابهم لاتزال تذكرها وتسأل عنها ﴿إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَىٰهَآ﴾ منتهى علمها متى تكون لا يعلمها غيره، أو فيم إنكار لسؤالهم عنها أى: فيم هذا السؤال، ثم قال: «أنت من ذكراها» أى: إرسالك وأنت آخر الأنبياء علامة من علاماتها فلا معنى لسؤالهم عنها، ولا يبعد أن يوقف على هذا على فيم، وقيل: فيم أنت من ذكراها متصل بالسؤال أى يسألونك عن الساعة أيان مرساها: ويقولون أين أنت من ذكراها، ثم استأنف فقال إلى ربك منتهاها ﴿إِنَّمَآ أَنتَ مُنذِرُ

(١) لم أجده فيما بين يدى من كتب الحديث.

الدر المنثور في التفسير بالمأثور

لجلال الدين السيوطي

(٨٤٩هـ - ٩١١هـ)

تحقيق

الدكتور عبد الله بن عبد المحسن التركي

بالتعاون مع

مركز هجر للبحوث والدراسات العربية والإسلامية

الدكتور عبد السند حسن يمامة

الجزء الخامس عشر

الساعةِ فنزَلت : ﴿فِيمَ أَنتَ مِن ذِكْرَىٰهَآ﴾ .

وأخرَج ابنُ أبى حاتمٍ ، وابنُ مَرْدُويَه ، بسندٍ ضعيفٍ ، عن ابنِ عباسٍ قال : إن مشركى أهلِ مكةَ سألوا النبىَّ ﷺ فقالوا : متى[(١)] الساعةُ ؟ استهزاءً منهم ، فأَنزَل اللَّهُ : ﴿يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلسَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَىٰهَا﴾ . يعنى[(٢)] : مَجيئُها[(٣)] ، ﴿فِيمَ أَنتَ مِن ذِكْرَىٰهَآ﴾ . يعنى : ما أنت من علمِها يا محمدُ ! ﴿إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَىٰهَآ﴾ . يعنى : منتهَى علمِها . [(٤)]فقال النبىُّ ﷺ : « يا أهلَ مكةَ ، إن اللَّهَ احتجَب بخمسٍ لم يَطَّلِعْ عليهِنَّ ملَكٌ مُقرَّبٌ ولا نبىٌّ مرسَلٌ ، فمن ادَّعى علمَهن فقد كفَر : ﴿إِنَّ ٱللَّهَ عِندَهُۥ عِلْمُ ٱلسَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ ٱلْغَيْثَ﴾ » إلى آخرِ السورةِ[(٤)] [لقمان : ٣٤] . ﴿إِنَّمَآ أَنتَ مُنذِرُ مَن يَخْشَىٰهَا﴾ . يعنى : مَن يَخشَى القيامةَ ، ﴿كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا﴾ . يعنى : يَرَون القيامةَ ، ﴿لَمْ يَلْبَثُوٓا۟﴾ فى الدنيا ، ولم يَنعَمُوا بشىءٍ من نعيمِها ، ﴿إِلَّا عَشِيَّةً﴾ : ما بينَ الظُّهرِ إلى غروبِ الشمسِ ، ﴿أَوْ ضُحَىٰهَا﴾ : ما بينَ طلوعِ الشمسِ إلى نصفِ النهارِ .

وأخرَج البزارُ ، وابنُ جريرٍ ، وابنُ المنذرِ ، والحاكمُ وصحَّحه ، وابنُ مَرْدُويَه عن [٤٤٢و] عائشةَ قالت : ما زال رسولُ اللهِ ﷺ يَسألُ عن الساعةِ حتى أُنزِلَ عليه : ﴿فِيمَ أَنتَ مِن ذِكْرَىٰهَآ ﴿٤٣﴾ إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَىٰهَآ﴾ . فانتهى[(٥)] ، فلم يَسألْ

(١) بعده فى ح ١، م : «تقوم» .

(٢) بعده فى م : «متى» .

(٣) بعده فى الأصل ، ح ١، ح ٣: «يا محمد» .

(٤ - ٤) سقط من : ص ، ف ١ ، ن ، م . وينظر مسند الفردوس (٨٢٣٥) .

(٥) سقط من : م .

عنها[(١)] .

وأخرَجه سعيدُ بنُ منصورٍ ، وابنُ المنذرِ ، وابنُ أبى حاتمٍ ، وابنُ مَرْدُويَه عن عروةَ مرسلًا[(٢)] .

وأخرَج عبدُ بنُ حميدٍ ، والنسائىُّ ، وابنُ جريرٍ ، والطبرانىُّ ، وابنُ مَرْدُويَه عن طارقِ بنِ شهابٍ قال : كان رسولُ اللهِ ﷺ يُكثِرُ ذكرَ الساعةِ حتى نزَلت : ﴿فِيمَ أَنتَ مِن ذِكْرَىٰهَآ ﴿٤٣﴾ إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَىٰهَآ﴾ . فكفَّ عنها[(٣)] .

وأخرَج ابنُ مَرْدُويَه عن عائشةَ قالت : كانت الأعرابُ إذا قدِموا على النبىِّ ﷺ سألوه عن الساعةِ ، فينظرُ إلى أحدثِ إنسانٍ فيهم فيقولُ : «إن يعِشْ هذا[(٤)] قامَت عليكم ساعتُكم»[(٥)] .

وأخرَج ابنُ المنذرِ عن ابنِ جريجٍ فى قولِه : ﴿إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَىٰهَآ﴾ . قال :

... قولِه : ﴿إِلَّا عَشِيَّةً﴾ . قال : من الدنيا ، ﴿أَوْ ضُحَىٰهَا﴾ . قال :

... عبدُ بنُ حميدٍ ، وابنُ المنذرِ ، عن قتادةَ فى قولِه : ﴿كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا﴾

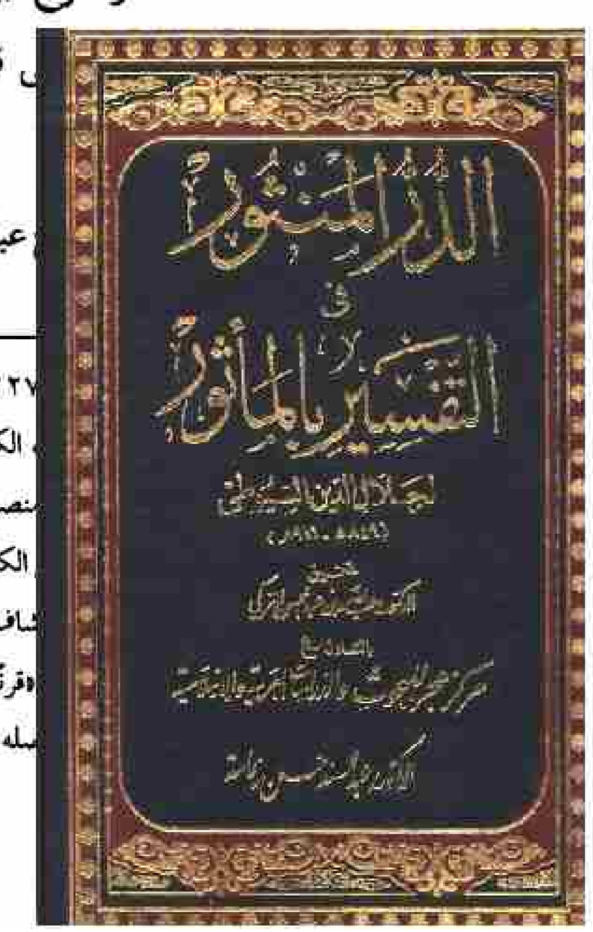
...٢٢٧- كشف) ، وابن جرير ٢٤/ ٩٩، والحاكم ٢/ ٥١٣، وابن مردويه - كما فى ... الكشاف ٤/ ١٥١.

...منصور ، وابن مردويه - كما فى تخريج أحاديث الكشاف ٤/ ١٥١.

... الكبرى (١١٦٤٥) ، وابن جرير ٢٤/ ١٠٠، والطبرانى (٨٢١٠) ، وابن مردويه - كما ...شاف ٤/ ١٥١. وقال محققا تفسير النسائى (٦٦٥) : حسن .

...«قرنًا» ، وبعده عند البخارى : «لا يدركه الهرم» ، وبعده عند مسلم : «لم يدركه الهرم» .

...صله عند البخارى (٦٥١١) ، ومسلم (٢٩٥٢) .



وهو بدل من «إذا جاءت» و ﴿ما﴾ موصولة أو مصدرية ﴿وَبُرِّزَت الجحيمُ﴾ وأظهرت. ﴿لِمَنْ يَرَى﴾ لكل راء بحيث لا تخفى على أحد، وقرىء «وبرزت» و «لمن رأى» و «لمن ترى» على أن فيه ضمير الجحيم كقوله تعالى: ﴿إذا رأتهم من مكان بعيد﴾. أو أنه خطاب للرسول ﷺ أي لمن تراه من الكفار، وجواب ﴿فإذا جاءت﴾ محذوف دل عليه ﴿يوم يتذكر﴾ أو ما بعده من التفصيل.

﴿فَأَمَّا مَنْ طَغَى﴾ حتى كفر.

﴿وَآثَرَ الحَيَاةَ الدُّنْيَا﴾ فانهمك فيها ولم يستعد للآخرة بالعبادة وتهذيب النفس.

﴿فَإِنَّ الجَحِيمَ هِيَ المَأْوَى﴾ هي مأواه واللام فيه سادة مسد الإضافة للعلم بأن صاحب المأوى هو الطاغي، وهي فصل أو مبتدأ.

﴿وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِۦ وَنَهَى ٱلنَّفْسَ عَنِ ٱلْهَوَىٰ ﴿٤٠﴾ فَإِنَّ ٱلْجَنَّةَ هِيَ ٱلْمَأْوَىٰ ﴿٤١﴾﴾.

﴿وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ﴾ مقامه بين يدي ربه لعلمه بالمبدأ والمعاد.

﴿وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الهَوَى﴾ لعلمه بأنه مرد.

﴿فَإِنَّ الجَنَّةَ هِيَ المَأْوَى﴾ ليس له سواها مأوى.

﴿يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلسَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَىٰهَا ﴿٤٢﴾ فِيمَ أَنتَ مِن ذِكْرَىٰهَآ ﴿٤٣﴾ إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَىٰهَآ ﴿٤٤﴾﴾.

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا﴾ متى إرساؤها أي إقامتها وإثباتها، أو منتهاها ومستقرها من مرسى السفينة وهو حيث تنتهي إليه وتستقر فيه.

﴿فِيمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرَاهَا﴾ في أي شيء أنت من أن تذكر وقتها لهم أي ما أنت من ذكرها لهم، وتبيين وقتها في شيء فإن ذكرها لا يزيدهم إلا غياً. ووقتها مما استأثره الله تعالى بعلمه. وقيل ﴿فيم﴾ إنكار لسؤالهم و ﴿أنت من ذكراها﴾ مستأنف، ومعناه أنت ذكر من ذكرها أي علامة من أشراطها، فإن إرساله خاتماً للأنبياء أمارة من أماراتها، وقيل إنه متصل بسؤالهم والجواب.

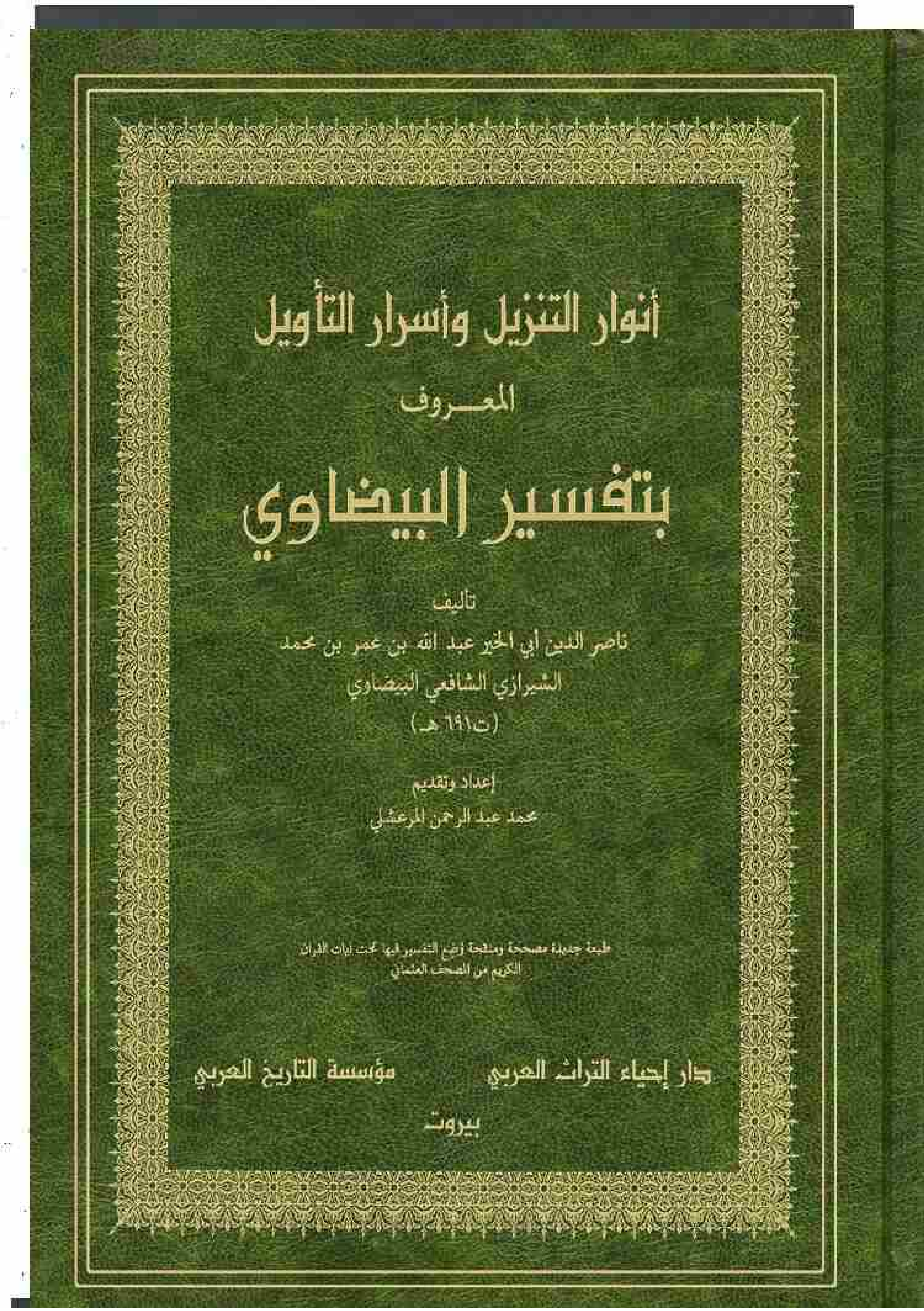
﴿إِلَى رَبِّكَ مُنْتَهَاهَا﴾ أي منتهى علمها.

﴿إِنَّمَآ أَنتَ مُنذِرُ مَن يَخْشَىٰهَا ﴿٤٥﴾ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوٓا۟ إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَىٰهَا ﴿٤٦﴾﴾.

﴿إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَخْشَاهَا﴾ إنما بعثت لإنذار من يخاف هولها، وهو لا يناسب تعيين الوقت وتخصيص من يخشى لأنه المنتفع به، وعن أبي عمرو ومنذر بالتنوين والإعمال على الأصل لأنه بمعنى الحال.

﴿كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا﴾ في الدنيا أو في القبور. ﴿إِلاَّ عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا﴾ أي عشية يوم أو ضحاه كقوله ﴿إلا ساعة من نهار﴾ ولذلك أضاف الضحى إلى الـ ﴿عشية﴾ لأنهما من يوم واحد.

عن النبي ﷺ «من قرأ سورة النازعات كان ممن حبسه الله في القيامة حتى يدخل الجنة قدر صلاة المكتوبة».



محققة عن نسخة خطية كاملة، وعن مطبوعة الشعب وأكثر من عشر نسخ خطية أخرى تستوعب مجموعها التفسير كله.

تفسير القرآن العظيم

للحافظ

أبي الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي

(٧٠٠ - ٧٧٤هـ)

تحقيق

سامي بن محمد السلامة

الجزء الثالث

المائدة - الأعراف

دار طيبة للنشر والتوزيع

كأنك صديق لهم. قال ابن عباس: لما سأل الناس محمداً ﷺ عن الساعة، سألوه سؤال قوم كأنهم يرون أن محمدا حفي بهم، فأوحى الله إليه: إنما علمها عنده، استأثر بعلمها، فلم يطلع الله عليها ملكاً مقرباً ولا رسولاً.

وقال قتادة: قالت قريش لمحمد ﷺ: إن بيننا وبينك قرابة، فأسرّ إلينا متى الساعة. فقال الله، عز وجل: ﴿يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا﴾.

وكذا روى عن مجاهد، وعكرمة، وأبى مالك، والسُّدِّى، وهذا قول. والصحيح عن مجاهد ـ من رواية ابن أبى نَجِيح وغيره ـ: ﴿يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا﴾، قال: استَحْفَيت عنها السؤال، حتى علمت وقتها.

وكذا قال الضحاك، عن ابن عباس: ﴿يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا﴾ يقول: كأنك عالم بها، لست تعلمها، ﴿قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ اللَّهِ﴾.

وقال معمر، عن بعضهم: ﴿كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا﴾: كأنك عالم بها.

وقال عبد الرحمن بن زيد بن أسلم: ﴿كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا﴾: كأنك عالم بها، وقد أخفى الله علمها على خلقه، وقرأ: ﴿إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ الآية [لقمان: ٣٤].

ولهذا القول أرجح فى المعنى من الأول، والله أعلم؛ ولهذا قال: ﴿قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ اللَّهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لا يَعْلَمُونَ﴾.

ولهذا لما جاء جبريل، عليه السلام، فى صورة أعرابى، يعلم الناس أمر دينهم، فجلس من رسول الله ﷺ مجلس السائل المسترشد، وسأله عن الإسلام، ثم عن الإيمان، ثم عن الإحسان، ثم قال: فمتى الساعة؟ قال له رسول الله ﷺ: «ما المسؤول عنها بأعلم من السائل» أى: لست أعلم بها منك ولا أحد أعلم بها من أحد، ثم قرأ النبى ﷺ: ﴿إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ الآية[1].

وفى رواية: فسأله عن أشراط الساعة، ثم قال: «فى خمس لا يعلمهن إلا الله». وقرأ هذه الآية، وفى هذا كله يقول له بعد كل جواب: «صدقت»؛ ولهذا عجب الصحابة من هذا السائل يسأله ويصدقه، ثم لما انصرف قال رسول الله ﷺ: «هذا جبريل أتاكم يعلمكم [2] دينكم»[3].

وفى رواية قال: «وما أتانى فى صورة إلا عرفته فيها، إلا صورته هذه».

وقد ذكرت هذا الحديث بطرقه وألفاظه من الصحاح والحسان والمسانيد، فى أول شرح صحيح البخارى، ولله الحمد والمنة[4].

ولما سأله ذلك الأعرابى وناداه بصوت جهورى فقال: يا محمد، قال له رسول الله ﷺ: هاء[5] ـ

(١) رواه البخارى فى صحيحه برقم (٥٠) ومسلم فى صحيحه برقم (٩).
(٢) فى م، أ: «يعلمكم أمر».
(٣) رواه البخارى فى صحيحه برقم (٥٠) ومسلم فى صحيحه برقم (٩).
(٤) وانظر هذا المطلب فى: شرح الحافظ ابن حجر «فتح البارى» (١/ ١١٤).
(٥) فى أ: «هاؤم».

محققه عن نسخة خطية كاملة، وعن مطبوعة الشعب وأكثر من عشر نسخ خطية أخرى يستوعب مجموعها التفسير كله.

تفسير القرآن العظيم

للحافظ

أبي الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي

(٧٠٠ - ٧٧٤هـ)

تحقيق

سامي بن محمد السلامة

الجزء الخامس

الإسراء - المؤمنون

دار طيبة للنشر والتوزيع

الملائكة المقربين، ومن الأنبياء والمرسلين.

قلت: وهذا كقوله تعالى: ﴿قُل لاَّ يَعْلَمُ مَن فِي السَّمَوَاتِ وَالأَرْضِ الْغَيْبَ إِلاَّ اللَّهُ﴾ [النمل: ٦٥]، وقال: ﴿ثَقُلَتْ فِي السَّمَوَاتِ وَالأَرْضِ لا تَأْتِيكُمْ إِلاَّ بَغْتَةً﴾[الأعراف: ١٨٧] أى: ثقل علمها على أهل السموات والأرض.

وقال ابن أبى حاتم: حدثنا أبو زُرْعَة حدثنا مِنْجَاب، حدثنا أبو نُمَيْلة، حدثنى محمد بن سهل الأسدى، عن وِقَاء قال: أقرأنيها سعيد بن جبير (أكاد أَخْفِيها)، يعنى: بنصب[1] الألف وخفض الفاء، يقول: أظهرها، ثم [قال][2] :أما سمعت قول الشاعر[3] :

دَأَبَ شَهْرَين ، ثم شهراً دَمِيكاً　　　باريكَين يَخْفِيان غَمِيراً

وقال الأسدى: الغَمِير: نبت رطب، ينبت فى خلال يبس. والأريكين: موضع، والدميك: الشهر التام. وهذا الشعر لكعب بن زهير.

وقوله سبحانه وتعالى: ﴿لِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَىٰ﴾، أى: أقيمها لا محالة، لأجزى كل عامل بعمله، ﴿فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْراً يَرَهُ .وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾[الزلزلة: ٧، ٨]، و﴿إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ [الطور: ١٦].

وقوله: ﴿فَلا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَن لاَّ يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَتَرْدَىٰ﴾، المراد بهذا الخطاب آحاد المكلفين، أى: لا تتبعوا [سبيل][4] من كذب بالساعة، وأقبل على ملاذه فى دنياه، وعصى مولاه، واتبع هواه، فمن وافقهم على ذلك فقد خاب وخسر ﴿فَتَرْدَىٰ﴾ أى: تهلك وتعطب[5] قال اللَّه تعالى: ﴿وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّىٰ﴾ [الليل: ١١].

﴿وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَىٰ (١٧) قَالَ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّأُ عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَىٰ غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرَىٰ (١٨) قَالَ أَلْقِهَا يَا مُوسَىٰ (١٩) فَأَلْقَاهَا فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعَىٰ (٢٠) قَالَ خُذْهَا وَلا تَخَفْ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الأُولَىٰ (٢١)﴾.

هذا برهان من اللَّه تعالى لموسى، عليه السلام، ومعجزة عظيمة، وخرق للعادة باهر، دال[6] على أنه لا يقدر على مثل هذا إلا اللَّه عز وجل، وأنه لا يأتى به إلا نبى مرسل، وقوله: ﴿وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَىٰ﴾، قال بعض المفسرين: إنما قال له ذلك على سبيل الإيناس له. وقيل: إنما قال له

(١) فى أ: «ونصب».　　(٢) زيادة من ف.
(٣) هو كعب بن زهير، والبيت فى ديوانه (ص١٧٤) أ.هـ مستفادا من حاشية الشعب.
(٤) زيادة من ف، أ.
(٥) فى ف، أ: «وتردى أى هلك وعطب» وفى أ: «ردى».
(٦) فى ف، أ: «باهرة دالة».

تفسير البغوي

«معالم التنزيل»

للإمام محيي السنة أبي محمد الحسين بن مسعود البغوي

(المتوفى - ٥١٦هـ)

المجلد الخامس

حققه وخرج أحاديثه

محمد عبد الله النمر ــ عثمان جمعة ضميرية ــ سليمان مسلم الحرش

دار طيبة للنشر والتوزيع
الرياض ــ شارع عسير ــ ص. ب : ٧٦١٢
تليفون : ٤٢٥٩٧٤٠ / ٤٣٥٤٩٢٧

وَأَنَا ٱخْتَرْتُكَ فَٱسْتَمِعْ لِمَا يُوحَىٰٓ ﴿١٣﴾ إِنَّنِىٓ أَنَا ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱعْبُدْنِى وَأَقِمِ ٱلصَّلَوٰةَ لِذِكْرِىٓ ﴿١٤﴾ إِنَّ ٱلسَّاعَةَ ءَاتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا لِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا

﴿ إنك بالوادِ المقدّس ﴾، أي المطهر، ﴿ طوىً ﴾، وطوى اسم الوادي، وقرأ أهل الكوفة والشام: ﴿ طوىً ﴾ بالتنوين هاهنا وفي سورة النازعات، وقرأ الآخرون بلا تنوين لأنه معدول عن « طاوٍ » فلما كان معدولاً عن وجهه كان مصروفاً عن إعرابه، مثل عُمَرَ، وزُفَرَ، وقال الضحاك: ﴿ طوى ﴾: وادٍ مستدير عميق مثل الطوي في استدارته .

﴿ وأنا اخترتُك ﴾، اصطفيتك برسالاتي، قرأ حمزة: ﴿ وأنَّا ﴾ مشددة النون، « اخترناك » على التعظيم. ﴿ فاستَمِعْ لما يُوحى ﴾، إليك: .

﴿ إنني أنا الله لا إله إلا أنا فاعبدني ﴾، ولا تعبد غيري، ﴿ وأقم الصلاةَ لِذِكْرِي ﴾، قال مجاهد: أقم الصلاة لتذكرني فيها، وقال مجاهد: إذا تركت الصلاة ثم ذكرتها، فأقمها .

أخبرنا أحمد بن عبد الله الصالحين أخبرنا أبو عمرو بكر بن محمد المزني، أخبرنا أبو بكر بن محمد ابن عبد الله الحفيد، أخبرنا الحسين بن الفضل البجلي، أخبرنا عفان، أخبرنا قتادة عن أنس قال: قال النبي ﷺ: « من نسي صلاةً فَلْيصلّها إذا ذكرها، لا كفارة لها إلا ذلك »[1]، ثم قال: سمعته يقول بعد ذلك: ﴿ أقم الصلاة لذكري ﴾ .

﴿ إنّ الساعةَ آتيةٌ أكادُ أخفيها ﴾، قيل معناه إن الساعة آتية أخفيها. ﴿ وأكاد ﴾ صلة. وأكثر المفسرين قالوا: معناه: أكاد أخفيها من نفسي، وكذلك في مصحف أُبَيّ بن كعب، وعبد الله بن مسعود: أكاد أخفيها من نفسي فكيف يعلمها مخلوق .

وفي بعض القراءات: فكيف أظهرها لكم. وذكر ذلك على عادة العرب إذا بالغوا في كتمان الشيء يقولون: كتمت سرّك من نفسي، أي: أخفيته غايةَ الإخفاء، والله عز اسمه لا يخفى عليه شيء .

= ونقل الحافظ ابن كثير: (١٤٤/٣) عن سعيد بن جبير أنه – عليه السلام – أُمر بخلع نعليه كما يؤمر الرجل أن يخلع نعليه إذا أراد أن يدخل الكعبة .

وأبدى الشيخ الشنقيطي: (٢٩٢/٤) حكمة أخرى فقال: وأظهر الأقوال – والله تعالى أعلم –: أن الله أمره بخلع نعليه من قدميه ليعلّمه التواضع لربه حين ناداه، فإن نداء الله لعبده أمر عظيم يستوجب من العبد كمال التواضع والخشوع. والله تعالى أعلم .

(١) أخرجه البخاري في المواقيت، باب من نسي صلاة فليصل إذا ذكر..: ٧٠/٢ ومسلم في المساجد، باب قضاء الصلاة الفائتة واستحباب تعجيل قضائها برقم (٦٨٤) ٤٧٧/١، والمصنف في شرح السنة: ٢٤١/٢ .

تفسير الفخر الرازي

المشتهر بالتفسير الكبير ومفاتيح الغيب

للإمام محمد الرازي فخر الدين ابن العلامة ضياء الدين عمر
المشتهر بخطيب الري نفع الله به المسلمين
٥٤٤ — ٦٠٤ هـ

تمتاز هذه الطبعة بفهرس لآيات الاحكام

الجزء السابع والعشرون

دار الفكر
للطباعة والنشر والتوزيع

شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿٥٣﴾ أَلَآ إِنَّهُمْ فِي مِرْيَةٍ مِّن لِّقَآءِ رَبِّهِمْ أَلَآ إِنَّهُۥ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ

ألا إنهم فى مرية من لقاء ربهم ألا إنه بكل شىء محيط ﴾ .

واعلم أنه تعالى لما هدد الكفار فى الآية المتقدمة بقوله (من عمل صالحاً فلنفسه ، ومن أساء فعليها) ومعناه أن جزاء كل أحد يصل إليه فى يوم القيامة ، وكأن سائلا قال ومتى يكون ذلك اليوم ؟ فقال تعالى إنه لا سبيل للخلق إلى معرفة ذلك اليوم ولا يعلمه إلا الله ، فقال (إليه يرد علم الساعة) وهذه الكلمة تفيد الحصر أى لا يعلم وقت الساعة بعينه إلا الله ، وكما أن هذا العلم ليس إلا عند الله فكذلك العلم بحدوث الحوادث المستقبلة فى أوقاتها المعينة ليس إلا عند الله سبحانه وتعالى ، ثم ذكر من أمثلة هذا الباب مثالين (أحدهما) قوله (وما تخرج من ثمرات من أكمامها) (والثانى) قوله (وما تحمل من أنثى ولا تضع إلا بعلمه) قال أبو عبيدة أكمامها أوعيتها وهى ما كانت فيه الثمرة واحدها كم وكمة ، قرأ نافع وابن عامر وحفص عن عاصم من ثمرات بالألف على الجمع والباقون من ثمرة بغير ألف على الواحد .

واعلم أن نظير هذه الآية قوله (إن الله عنده علم الساعة وينزل الغيث) إلى آخر الآية ، فإن قيل أليس أن المنجمين قد يتعرفون من طالع سنة العالم أحوالا كثيرة من أحوال العالم ، وكذلك قد يتعرفون من طوالع الناس أشياء من أحوالهم ، وههنا شىء آخر يسمى علم الرمل وهو كثير الإصابة وأيضاً علم التعبير بالاتفاق قد يدل على أحوال المغيبات ، فكيف الجمع بين هذه العلوم المشاهدة وبين هذه الآية ؟ قلنا إن أصحاب هذه العلوم لا يمكنهم القطع والجزم فى شىء من المطالب البتة وإنما الغاية القصوى ادعاء ظن ضعيف والمذكور فى هذه الآية أن علمها ليس إلا عند الله والعلم هو الجزم واليقين وبهذا الطريق زالت المنافاة والمعاندة والله أعلم ، ثم إنه تعالى لما ذكر القيامة أردفه بشىء من أحوال يوم القيامة ، وهذا الذى ذكره ههنا شديد التعلق أيضاً بما وقع الابتداء به فى أول السورة ، وذلك لأن أول السورة يدل على أن شدة نفورهم عن استماع القرآن إنما حصلت من أجل أن محمداً ﷺ كان يدعوهم إلى التوحيد وإلى البراءة عن الأصنام والأوثان بدليل أنه قال فى أول السورة (قل إنما أنا بشر مثلكم يوحى إلى أنما إلهكم إله واحد) فذكر فى خاتمة السورة وعيد القائلين بالشركاء والأنداد فقال (ويوم يناديهم فيقول أين شركائى) أى بحسب زعمكم واعتقادكم قالوا (آذناك) قال ابن عباس أسمعناك كقوله تعالى (وأذنت لربها وحقت) بمعنى سمعت ، وقال الكلبى أعلمناك وهذا بعيد ، لأن أهل القيامة يعلمون الله ويعلمون أنه يعلم الأشياء علماً واجباً ، فالإعلام فى حقه محال .

ثم قال (ما منا من شهيد) وفيه وجوه (الأول) ليس أحد منا يشهد بأن لك شريكا ، فالمقصود أنهم فى ذلك اليوم يتبرءون من إثبات الشريك لله تعالى (الثانى) ما منا من أحد يشاهدهم لأنهم

محقق عن نسخة خطية كاملة، وعن مطبوعة الشعب وأكثر من عشر نسخ خطية أخرى يستوعب مجموعها التفسير كله.

تفسير القرآن العظيم

للحافظ

أبي الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي

(٧٠٠ - ٧٧٤هـ)

تحقيق

سامي بن محمد السلامة

الجزء السابع

الصافات - الواقعة

دار طيبة للنشر والتوزيع

الحساب إلى يوم المعاد، ﴿لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ﴾ أي: لعجل لهم العذاب، بل لهم موعد لن يجدوا من دونه موئلا، ﴿وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ﴾ أي: وما كان تكذيبهم له عن بصيرة منهم لما قالوا، بل كانوا شاكين فيما قالوا(١)، غير محققين لشيء كانوا فيه. هكذا وجهه ابن جرير، وهو محتمل، والله أعلم.

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ (٤٦) إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ وَمَا تَخْرُجُ مِن ثَمَرَاتٍ مِّنْ أَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ أَيْنَ شُرَكَائِي قَالُوا آذَنَّاكَ مَا مِنَّا مِن شَهِيدٍ (٤٧) وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَدْعُونَ مِن قَبْلُ وَظَنُّوا مَا لَهُم مِّن مَّحِيصٍ (٤٨)﴾.

يقول تعالى: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ﴾ أي: إنما يعود نفع ذلك على نفسه، ﴿وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا﴾ أي: إنما يرجع وبال ذلك عليه، ﴿وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ﴾ أي: لا يعاقب أحدا إلا بذنب، ولا يعذب أحدا إلا بعد قيام الحجة عليه، وإرسال الرسول إليه.

ثم قال: ﴿إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ أي: لا يعلم ذلك أحد سواه، كما قال ﷺ، وهو سيد البشر لجبريل وهو من سادات الملائكة ـ حين سأله عن الساعة، فقال: «ما المسؤول عنها بأعلم من السائل»، وكما(٢) قال تعالى: ﴿إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَاهَا﴾ [النازعات: ٤٤]، وقال: ﴿لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ﴾ [الأعراف: ١٨٧].

وقوله: ﴿وَمَا تَخْرُجُ مِن ثَمَرَاتٍ مِّنْ أَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ﴾ أي: الجميع بعلمه، لا يعزب عن علمه(٣) مثقال ذرة في الأرض ولا في السماء. وقد قال تعالى: ﴿وَمَا تَسْقُطُ مِن وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا﴾ [الأنعام: ٥٩]، وقال جلت عظمته: ﴿يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنثَىٰ وَمَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ وَكُلُّ شَيْءٍ عِندَهُ بِمِقْدَارٍ﴾ [الرعد: ٨]، وقال: ﴿وَمَا يُعَمَّرُ مِن مُّعَمَّرٍ وَلَا يُنقَصُ مِنْ عُمُرِهِ إِلَّا فِي كِتَابٍ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ﴾ [فاطر: ١١].

وقوله: ﴿وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ أَيْنَ شُرَكَائِي﴾ أي: يوم القيامة ينادي الله المشركين على رؤوس الخلائق: أين شركائي الذين عبدتموهم معي؟ ﴿قَالُوا آذَنَّاكَ﴾ أي: أعلمناك، ﴿مَا مِنَّا مِن شَهِيدٍ﴾ أي: ليس أحد منا اليوم يشهد أن معك شريكا، ﴿وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَدْعُونَ مِن قَبْلُ﴾ أي: ذهبوا فلم ينفعوهم، ﴿وَظَنُّوا مَا لَهُم مِّن مَّحِيصٍ﴾ أي: وظن المشركون يوم القيامة، وهذا بمعنى اليقين، ﴿مَا لَهُم مِّن مَّحِيصٍ﴾ أي: لا محيد لهم عن عذاب الله، كقوله تعالى: ﴿وَرَأَى الْمُجْرِمُونَ النَّارَ فَظَنُّوا أَنَّهُم مُّوَاقِعُوهَا وَلَمْ يَجِدُوا عَنْهَا مَصْرِفًا﴾ [الكهف: ٥٣].

---

(١) في ت، س: «قالوه».
(٢) في ت: «ولهذا».
(٣) في ت: «عمله».

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحاً فَلِنَفْسِهِ﴾ نفعه. ﴿وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا﴾ ضره. ﴿وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ﴾ فيفعل بهم ما ليس له أن يفعله.

﴿۞ إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ ٱلسَّاعَةِ وَمَا تَخْرُجُ مِن ثَمَرَٰتٍ مِّنْ أَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِۦ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ أَيْنَ شُرَكَآءِى قَالُوٓاْ ءَاذَنَّٰكَ مَا مِنَّا مِن شَهِيدٍ ﴿٤٧﴾ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُواْ يَدْعُونَ مِن قَبْلُ وَظَنُّواْ مَا لَهُم مِّن مَّحِيصٍ ﴿٤٨﴾﴾.

﴿إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ أي إذا سئل عنها إذ لا يعلمها إلا هو. ﴿وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرَةٍ مِنْ أَكْمَامِهَا﴾ من أوعيتها جمع كم بالكسر. وقرأ نافع وابن عامر وحفص ﴿من ثمرات﴾ بالجمع لاختلاف الأنواع، وقرىء بجمع الضمير أيضاً و ﴿ما﴾ نافية و ﴿من﴾ الأولى مزيدة للاستغراق، ويحتمل أن تكون موصولة معطوفة على ﴿الساعة﴾ و ﴿من﴾ مبينة بخلاف قوله: ﴿وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثَى وَلاَ تَضَعُ﴾ بمكان. ﴿إِلاَّ بِعِلْمِهِ﴾ إلا مقروناً بعلمه واقعاً حسب تعلقه به. ﴿وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ أَيْنَ شُرَكَائِي﴾ بزعمكم. ﴿قَالُوا آذَنَّاكَ﴾ أعلمناك. ﴿مَا مِنَّا مِنْ شَهِيدٍ﴾ من أحد يشهد لهم بالشركة إذ تبرأنا عنهم لما عاينا الحال فيكون السؤال عنهم للتوبيخ، أو من أحد يشاهدهم لأنهم ضلوا عنا. وقيل هو قول الشركاء أي ما منا من يشهد لهم بأنهم كانوا محقين.

﴿وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَدْعُونَ﴾ يعبدون. ﴿مِنْ قَبْلُ﴾ لا ينفعهم أو لا يرونه. ﴿وَظَنُّوا﴾ وأيقنوا. ﴿مَا لَهُمْ مِنْ مَحِيصٍ﴾ مهرب والظن معلق عنه بحرف النفي.

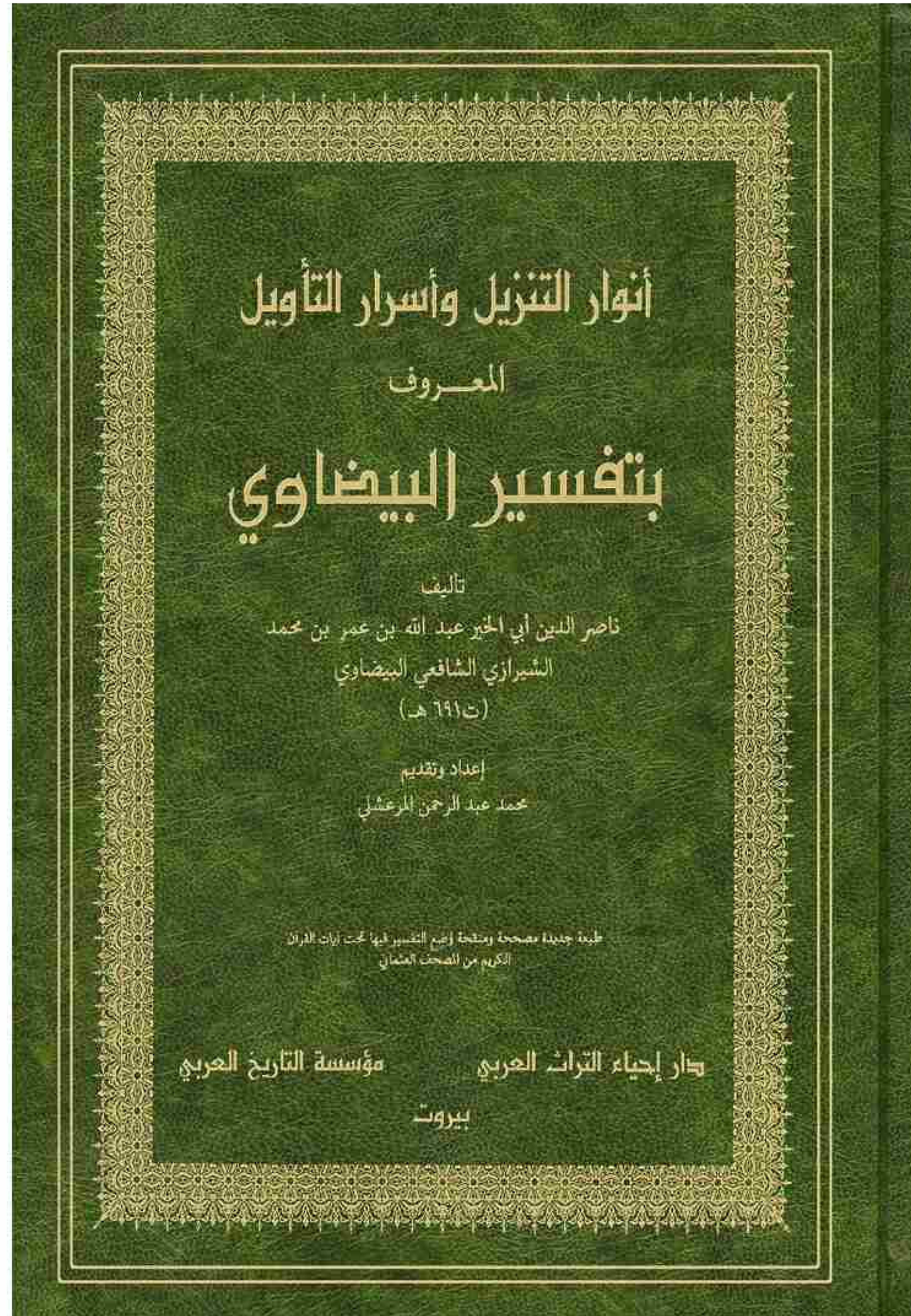
﴿لَّا يَسْـَٔمُ ٱلْإِنسَٰنُ مِن دُعَآءِ ٱلْخَيْرِ وَإِن مَّسَّهُ ٱلشَّرُّ فَيَـُٔوسٌ قَنُوطٌ ﴿٤٩﴾ وَلَئِنْ أَذَقْنَٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ هَٰذَا لِى وَمَآ أَظُنُّ ٱلسَّاعَةَ قَآئِمَةً وَلَئِن رُّجِعْتُ إِلَىٰ رَبِّىٓ إِنَّ لِى عِندَهُۥ لَلْحُسْنَىٰ فَلَنُنَبِّئَنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ بِمَا عَمِلُواْ وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴿٥٠﴾﴾.

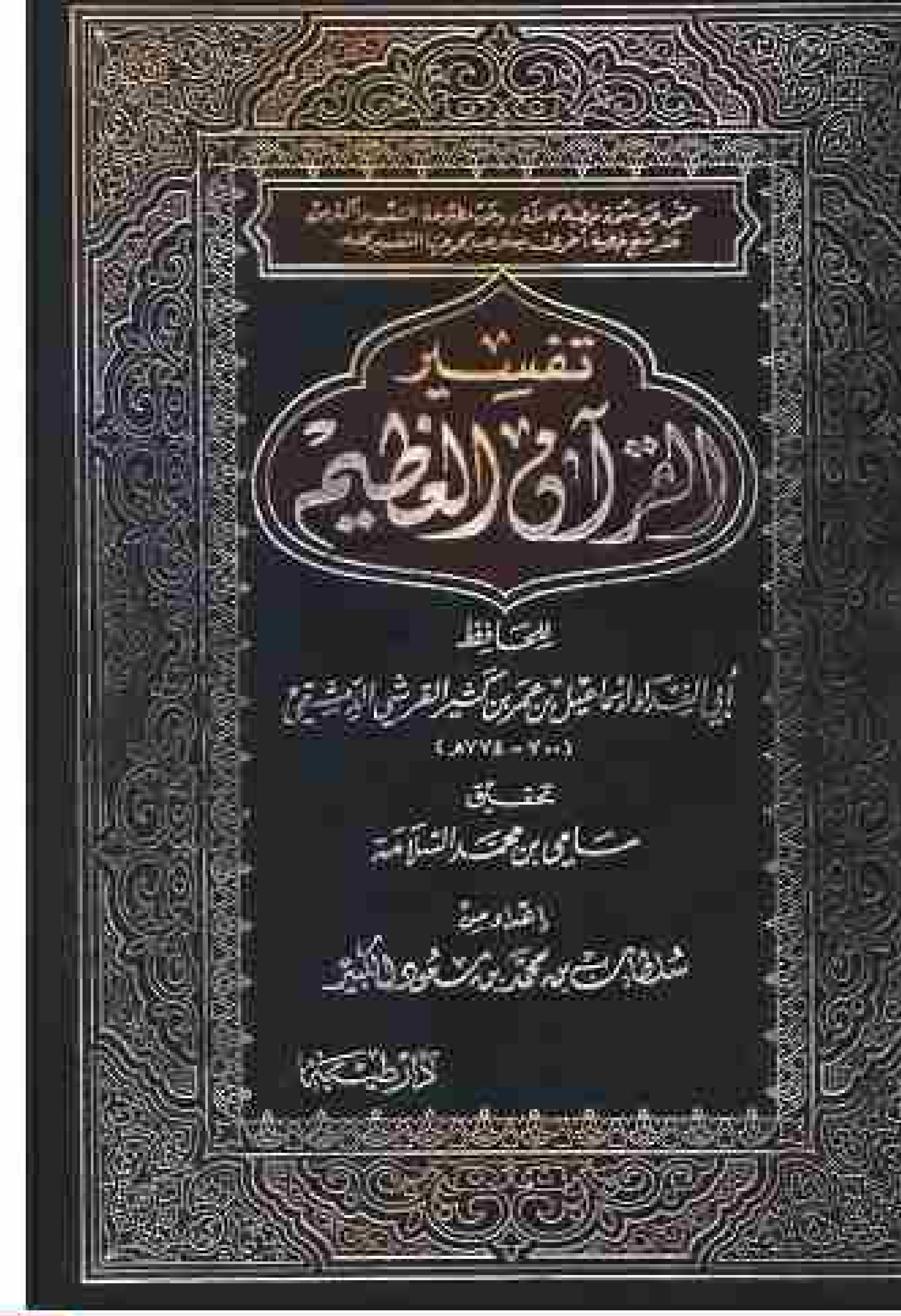
﴿لاَ يَسْأَمُ الإِنْسَانُ﴾ لا يمل. ﴿مِنْ دُعَاءِ الْخَيْرِ﴾ من طلب السعة في النعمة، وقرىء «من دعاء بالخير». ﴿وَإِنْ مَسَّهُ الشَّرُّ﴾ الضيقة. ﴿فَيَؤُوسٌ قَنُوطٌ﴾ من فضل الله ورحمته وهذا صفة الكافر لقوله: ﴿إنه لا ييأس من روح الله إلا القوم الكافرون﴾ وقد بولغ في يأسه من جهة البنية والتكرير وما في القنوط من ظهور أثر اليأس.

﴿وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ رَحْمَةً مِنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُ﴾ بتفريجها عنه. ﴿لَيَقُولَنَّ هَذَا لِي﴾ حقي أستحقه لمالي من الفضل والعمل، أولي دائماً لا يزول. ﴿وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً﴾ تقوم. ﴿وَلَئِنْ رُجِعْتُ إِلَى رَبِّي إِنَّ لِي عِنْدَهُ لَلْحُسْنَى﴾ أي ولئن قامت على التوهم كان لي عند الله الحالة الحسنى من الكرامة، وذلك لاعتقاده أن ما أصابه من نعم الدنيا فلاستحقاق لا ينفك عنه. ﴿فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ فلنخبرنهم. ﴿بِمَا عَمِلُوا﴾ بحقيقة أعمالهم ولنبصرنهم عكس ما اعتقدوا فيها. ﴿وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ﴾ لا يمكنهم التقصي عنه.

﴿وَإِذَآ أَنْعَمْنَا عَلَى ٱلْإِنسَٰنِ أَعْرَضَ وَنَـَٔا بِجَانِبِهِۦ وَإِذَا مَسَّهُ ٱلشَّرُّ فَذُو دُعَآءٍ عَرِيضٍ ﴿٥١﴾ قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِن كَانَ مِنْ عِندِ ٱللَّهِ ثُمَّ كَفَرْتُم بِهِۦ مَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِى شِقَاقٍۭ بَعِيدٍ ﴿٥٢﴾﴾.

﴿وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الإِنْسَانِ أَعْرَضَ﴾ عن الشكر. ﴿وَنَأَى بِجَانِبِهِ﴾ وانحرف عنه أو ذهب بنفسه وتباعد عنه بكليته تكبراً، والجانب مجاز عن النفس كالجنب في قوله: ﴿في جنب الله﴾. ﴿وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُو دُعَاءٍ عَرِيضٍ﴾ كثير مستعار مما له عرض متسع للاشعار بكثرته واستمراره، وهو أبلغ من الطويل إذ الطول أطول





تَدْعوا اللات والعزى ، وأن تصلوا بالليل والنهار خمس صلوات ؛ وأن تصوموا من السنة شهراً ، وأن تحجوا البيت ، وأن تأخذوا الزكاة من مال أغنيائكم فتردوها على فقرائكم » . قال : فقال : فهل بقى من العلم شىء لا تعلمه ؟ قال : « قد علّم اللّه عز وجل خيراً ، وإن من العلم ما لا يعلمه إلا اللّه عز وجل : الخمس : ﴿ **إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ** ﴾ »(1) . وهذا إسناد صحيح .

وقال ابن أبى نَجيح ، عن مجاهد : جاء رجل من أهل البادية فقال : إن امرأتى حبلى ، فأخبرنى ما تلد ؟ وبلادنا جَدْبةٌ ، فأخبرنى متى ينزل الغيث ؟ وقد علمتُ متى وُلدتُ فأخبرنى متى أموت ؟ فأنزل اللّه عز وجل : ﴿ **إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ** [**وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ**](2) ﴾ ، إلى قوله : ﴿ **إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ** ﴾ . قال مجاهد : وهى(3) مفاتيح الغيب التى قال اللّه تعالى : ﴿ **وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ** ﴾ [الأنعام : ٥٩] .رواه ابن أبى حاتم ، وابن جرير .

وقال الشعبى ، عن مسروق ، عن عائشة ، رضى اللّه عنها ، أنها قالت : من حدثك أنه يعلم ما فى غد فقد كذب ، ثم قرأت : ﴿ **وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا** ﴾ (4) .

وقوله : ﴿ **وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ** ﴾ : قال قتادة : أشياء استأثر اللّه بهن ، فلم يُطلع عليهن مَلَكا مقرباً ، ولا نبيا مرسلا : ﴿ **إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ** ﴾ ، فلا يدرى أحد من الناس متى تقوم الساعة ، فى أى سنة أو فى أى شهر ، أو ليل أو نهار ، ﴿ **وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ** ﴾ ، فلا يعلم أحد متى ينزل الغيث ، ليلا أو نهاراً ، ﴿ **وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ** ﴾ ، فلا يعلم أحد ما فى الأرحام ، أذكر أم أنثى ، أحمر أو أسود ، وما هو ، ﴿ **وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا** ﴾ ، أخير أم شر ، ولا تدرى يا ابن آدم متى تموت ؟ لعلك الميت غدا ، لعلك المصاب غدا ، ﴿ **وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ** ﴾ ليس أحد من الناس يدرى أين مضجعه من الأرض ، أفى بحر أم بر ، أو سهل أو جبل ؟

وقد جاء فى الحديث : « إذا أراد اللّه قبض عبد بأرض ، جعل له إليها حاجة » ، فقال الحافظ أبو القاسم الطبرانى فى معجمه الكبير ، فى مسند أسامة بن زيد :

حدثنا إسحاق بن إبراهيم،أخبرنا عبد الرزاق،أخبرنا مَعْمَر،عن أيوب،عن أبى المليح،عن أسامة(5) بن زيد قال : قال رسول اللّه ﷺ : « ما جعل اللّه ميتة(6) عبد بأرض إلا جعل له فيها حاجة »(7) .

وقال عبد اللّه بن الإمام أحمد : حدثنا أبو بكر بن أبى شيبة ، حدثنا أبو داود الحَفَرىّ ، عن

---

(1) المسند (٥/٣٦٨) .
(2) زيادة من ت ، ف ، أ .
(3) فى أ : « وهن » .
(4) تفسير الطبرى (٢١/٥٦) .
(5) فى ت : « فروى أبو القاسم الطبرانى فى معجمه الكبير فى مسند أسامة » .
(6) فى ت ، ف ، أ : « منية » .
(7) المعجم الكبير (١/١٧٨) وقال الهيثمى فى المجمع (٧/١٩٦) ، « ورجاله رجال الصحيح» وفيها: « منية » بدل : « ميتة » .

الخلق فى الارحام ثم بعد جل شأنه له أن يعلم ذلك بقوله عز وجل وما تدرى الخ فكأنه قال تعالى : يا أيها السائل إنك تسأل عن الساعة أيان مرساها وإن من الاشياء ماهو أهم منها لا تعلمه فانك لا تعلم معاشك ومعادك فما تعلم ماذا تكسب غدا مع أنه فعلك وزمانك ولا تعلم أين تموت مع أنه شغلك ومكانك فكيف تعلم قيام الساعة متى

يكون والله تع ... زائد شتى وإنما لم يعلمك
لكى تكون فى ... لا تأمن الموت اذا كنت
فى غير الأرض ... يعلمك مالا حاجة لك اليه
وهو وقت القي ... ألسنة أنبيائه تعالى عليهم
الصلاة والسلا ... م كما قال سبحانه: (وينزل
الغيث) ووجه ... لو عن شىء، وكون المراد
اختصاص علم ... أخرج الشيخان وغيرهما
عن أبى هريرة ... ل للسائل: ما المسؤل عنها
بأعلم من السائ ... ل اليهم فى البنيان فى خمس
لا يعلمهن الا ... وينزل الغيث) الآية» أى
الى آخر السو ... الى الارحام تقصير من
بعض الرواة، ... عليه وسلم: «مفتاح- وفى
رواية مفاتح- ... أحد ما يكون فى الارحام
ولا تعلم نفس ... تى يجىء المطر» ه
وأخرج احم ... «سمعت رسول الله ﷺ
يقول : خمس ... تضى أن ماعدا هذه الخمس
من المغيبات ... عن بعض الصحابة رضى
الله تعالى عنهم ... يب خمس وتلا هذه الآية
وماعدا ذلك غ ... لم يؤت للنبى صلى الله تعالى
عليه وسلم ويا ...
أخرج أحم ... ت مفاتيح كل شىء الا الخمس
(إن الله عنده ... المنذر. وابن مردويه عن
ابن مسعود قال ... اعة) الآية ه

روح المعانى

فى

تفسير القرآن العظيم والسبع المثانى

لخاتمة المحققين وعمدة المدققين مرجع أهل العراق
ومفتى بغداد العلامة أبى الفضل
شهاب الدين السيد محمود الألوسى البغدادى
المتوفى سنة ١٢٧٠ هـ سقى الله ثراه
صيب الرحمة وأفاض عليه سجال
الاحسان والنعمة آمين

الجزء الحادى والعشرون

عنيت بنشره وتصحيحه والتعليق عليه للمرة الثانية بإذن من ورثة المؤلف بخط وإمضاء علامة العراق
﴿ المرحوم السيد محمود شكرى الألوسى البغدادى ﴾

إدارة الطباعة المنيرية
دار
إحياء التراث العربي
بيروت - لبنان

مصر : درب الأتراك رقم ١

وأخرج ابن مردويه عن على كرم الله تعالى وجهه قال: لم يعم على نبيكم ﷺ الا الخمس من سرائر الغيب هذه الآية فى آخر لقمان إن الله عنده علم الساعة إلى آخر السورة ، وأخرج سعيد بن منصور . وأحمد . والبخارى فى الادب عن ربعى بن حراش قال: حدثنى رجل من بنى عامر أنه قال: يارسول الله هل بقى من العلم شىء لا تعلمه؟ فقال عليه الصلاة والسلام : لقد علمنى الله تعالى خيرا وإن من العلم مالا يعلمه إلا الله تعالى الخمس إن الله عنده علم الساعة الآية، وصرح بعضهم باستئثار الله تعالى بهن، أخرج ابن جرير . وابن أبى حاتم . عن قتادة أنه قال فى الآية: خمس من الغيب استأثر الله تعالى بهن فلم يطلع عليهن ملكا مقربا ولا نبيا مرسلا إن الله عنده علم الساعة

ولا يدرى أحد من الناس متى تقوم الساعة فى أى سنة ولا فى أى شهر أليلا أم نهارا وينزل الغيث فلا يعلم أحد متى ينزل الغيث أليلا أم نهارا ويعلم مافى الارحام فلا يعلم أحد مافى الارحام أذكرا أم أنثى أحمر أو اسود ولا تدرى نفس ماذا تكسب غدا أخيرا ام شرا وماتدرى بأى أرض تموت ليس أحد من الناس يدرى أين مضجعه من الأرض أفى بحر أم فى بر فى سهل أم فى جبل، والذى ينبغى أن يعلم أن كل غيب لا يعلمه إلا الله عز وجل وليس المغيبات محصورة بهذه الخمس وإنما خصت بالذكر لوقوع السؤال عنها أو لأنها كثيرا ماتشتاق النفوس إلى العلم بها ، وقال القسطلانى: ذكر ﷺ خمسا وان كان الغيب لا يتناهى لأن العدد لا ينفى زائدا عليه ولأن هذه الخمسة هى التى كانوا يدعون علمها انتهى ، وفى التعليل الاخير نظر لا يخفى وأنه يجوز أن يطلع الله تعالى بعض أصفيائه على إحدى هذه الخمس ويرزقه عز وجل العلم بذلك فى الجملة وعلمها الخاص به جل وعلا ماكان على وجه الاحاطة والشمول لأحوال كل منها وتفصيله على الوجه الاتم، وفى شرح المناوى الكبير للجامع الصغير فى الكلام على حديث بريدة السابق خمس لا يعلمهن الا الله على وجه الاحاطة والشمول كليا وجزئيا فلا ينافيه اطلاع الله تعالى بعض خواصه على بعض المغيبات حتى من هذه الخمس لأنها جزئيات معدودة، وانكار المعتزلة لذلك مكابرة انتهى، ويعلم مما ذكرنا وجه الجمع بين الاخبار الدالة على استئثار الله تعالى بعلم ذلك وبين مايدل على خلافه كبعض اخباراته عليه الصلاة والسلام بالمغيبات التى هى من هذا القبيل يعلم ذلك من راجع نحو الشفاء والمواهب اللدنية مما ذكر فيه معجزاته ﷺ وأخباره عليه الصلاة والسلام بالمغيبات ، وذكر القسطلانى أنه عز وجل اذا أمر بالغيث وسوقه الى ماشاء من الاماكن علمته الملائكة الموكلون به ومن شاء سبحانه من خلقه عز وجل، وكذا اذا أراد تبارك وتعالى خلق شخص فى رحم يعلم سبحانه الملك الموكل بالرحم بما يريد جل وعلا كما يدل عليه ماأخرجه البخارى عن أنس بن مالك عن النبى ﷺ قال. «إن الله تعالى وكل بالرحم ملكا يقول: يارب نطفة يارب علقة يارب مضغة فاذا أراد الله تعالى أن يقضى خلقه قال: أذكر أم أنثى شقى أم سعيد فما الرزق والأجل؟ فيكتب فى بطن أمه فحينئذ يعلم بذلك الملك ومن شاء الله تعالى من خلقه عز وجل» وهذا لا ينافى الاختصاص والاستئثار بعلم المذكورات بناء على ماسمعت منا من أن المراد بالعلم الذى استأثر سبحانه به العلم الكامل بأحوال كل على التفصيل فما يعلم به الملك ويطلع عليه بعض الخواص يجوز أن يكون دون ذلك العلم بل هو كذلك فى الواقع بلا شبهة ، وقد يقال فيما يحصل للاولياء من العلم بشىء مما ذكر انه ليس بعلم يقينى قال: على القارى فى شرح الشفا : الاولياء وإن كان قد ينكشف لهم بعض الاشياء لكن علمهم لا يكون يقينيا والهامهم لا يفيد الا أمرا ظنيا ومثل هذا عندى بل هو دونه بمراحل علم النجومى ونحوه بواسطة أمارات عنده بنزول الغيث وذكورة الحمل أو أنوثته أو نحو ذلك ولا أرى كفر من يدعى مثل هذا العلم فانه ظن عن أمر عادى ، وقد نقل العسقلانى فى فتح البارى عن القرطبى أنه قال: من ادعى علم شىء من الخمس غير مسنده إلى رسول الله ﷺ كان كاذبا فى دعواه وأما ظن الغيب فقد يجوز من المنجم وغيره اذا كان عن أمر عادى وليس ذلك بعلم، وعليه فقول القسطلانى من ادعى علم شىء منها فقد كفر بالقرآن العظيم ينبغى أن يحمل العلم فيه على نحو العلم الذى استأثر الله تعالى به دون مطلق العلم الشامل للظن ومايشبهه، وبعد هذا كله ان أمر الساعة أخفى الامور المذكورة وان ما أطلع الله تعالى عليه نبيه ﷺ من وقت قيامها فى غاية الاجمال وان كان أتم من علم غيره من البشر ﷺ ، وقوله عليه الصلاة والسلام: «بعثت أنا والساعة كهاتين» لا يدل على أكثر من العلم الاجمالى بوقتها ولا أظن أن خواص

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُواْ رَبَّكُمْ وَٱخْشَوْاْ يَوْمًا لَّا يَجْزِى وَالِدٌ عَن وَلَدِهِۦ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ
جَازٍ عَن وَالِدِهِۦ شَيْـًٔا إِنَّ وَعْدَ ٱللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَا
وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِٱللَّهِ ٱلْغَرُورُ ﴿٣٣﴾ إِنَّ ٱللَّهَ عِندَهُۥ عِلْمُ ٱلسَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ ٱلْغَيْثَ
وَيَعْلَمُ مَا فِى ٱلْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِى نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِى نَفْسٌ بِأَىِّ
أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿٣٤﴾﴾

نزلت في عكرمة بن أبي جهل هرب عام الفتح إلى البحر فجاءهم ريح عاصف، فقال عكرمة: لئن أنجاني الله من هذا لأرجعن إلى محمد ﷺ ولأضعن يدي في يده، فسكنت الريح، فرجع عكرمة إلى مكة فأسلم وحسن إسلامه[1].

وقال مجاهد: فمنهم مقتصد في القول مضمر للكفر. وقال الكلبي: مقتصد في القول، أي: من الكفار، لأن بعضهم كان أشد قولاً وأغلى في الافتراء من بعض، ﴿**وما يجحد بآياتنا إلا كل ختّار كفور**﴾، والختر أسوأ الغدر.

﴿**يا أيها الناس اتقوا ربكم واخشوا يوماً لا يجزي**﴾، لا يقضي ولا يغني، ﴿**والدٌ عن ولده ولا مولود هو جازٍ**﴾، مُغْنٍ، ﴿**عن والده شيئاً**﴾، قال ابن عباس: كل امرىء يهمه نفسه، ﴿**إنّ وَعْدَ الله حقّ فلا تغرنكم الحياة الدنيا ولا يغرنكم بالله الغرور**﴾، يعني الشيطان. قال سعيد بن جبير: هو أن يعمل المعصية ويتمنى المغفرة.

﴿**إن الله عنده علم الساعة**﴾، الآية نزلت في الوارث[2] بن عمرو، بن حارثة، بن محارب، ابن حفصة، من أهل البادية أتى النبي ﷺ فسأله عن الساعة ووقتها وقال: إن أرضنا أجدبت فمتى

(١) قال ابن حجر في الإصابة: ٥٣٨/٤–٥٣٩ (وقد أخرج قصة مجيئه موصولة الدارقطني، والحاكم، وابن مردويه، من طريق أسباط بن نصر، عن السدي، عن مصعب بن سعد، عن أبيه، قال: لما كان يوم فتح مكة أمّن رسول الله ﷺ الناس إلا أربعة نفر وامرأتين، فذكر الحديث، وفيه: وأما عكرمة فركب البحر فأصابهم عاصف، فقال أصحاب السفينة: أخلصوا، فإن آلهتكم لا تغني عنكم هاهنا شيئاً. فقال عكرمة: والله لئن لم ينجني في البحر إلا الإخلاص لا ينجني في البر غيره، اللهم إن لك علي عهداً إن عافيتني مما أنا فيه أن آتي محمداً حتى أضع يدي في يده، فلا أجدنه إلا عفواً كريماً. فقال: فجاء فسلم.

(٢) في المخطوطتين (الوارث بن عمرو)، وفي الدر المنثور: ٥٣٠/٦ (الوارث من بني مازن بن حفصة)، وفي البحر المحيط: ١٩٤/٧ (الحارث بن عمارة المحاربي) وفي تفسير الكشاف: ٢١٧/٣ (الحارث بن عمرو بن حارثة بن محارب)، وفي تفسير القرطبي: ٨٣/١٤ عن مقاتل (الوارث بن عمرو بن حارثة).

ينزل الغيث؟ وتركتُ امرأتي حبلى، فمتى تلد؟ وقد علمتُ أين ولدتُ فبأي أرض أموت؟ فأنزل الله هذه الآية[1]: ﴿**إن الله عنده علم الساعة وينزل الغيث ويعلم ما في الأرحام وما تدري نفس ماذا تكسب غداً وما تدري نفس بأيّ أرض تموت**﴾.

وقرأ أُبَيّ بن كعب: «بآية أرض»، والمشهور: «بأيّ أرض» لأن الأرض ليس فيها من علامات التأنيث شيء.

وقيل: أراد بالأرض المكان: أخبرنا عبد الواحد المليحي، أخبرنا أحمد بن عبدالله النعيمي، أخبرنا محمد بن يوسف، أخبرنا محمد بن إسماعيل، أخبرنا عبدالعزيز بن عبدالله، أخبرنا إبراهيم بن ساعدة عن ابن شهاب، عن سالم بن عبدالله، عن أبيه أن رسول الله ﷺ قال: «مفاتيح الغيب خمس: إن الله عنده علم الساعة، وينزل الغيث، ويعلم ما في الأرحام، وما تدري نفس ماذا تكسب غداً، وما تدري نفس بأي أرض تموت»[2].

﴿**إن الله عليم خبير**﴾.

تفسير البغوي

«معالم التنزيل»

للإمام محيي السنة أبي محمد الحسين بن مسعود البغوي

(المتوفى ـ ٥١٦هـ)

المجلد السادس

حققه وخرج أحاديثه

محمد عبد الله النمر — عثمان جمعة ضميرية — سليمان مسلم الحرش

(١) الواحدي في أسباب النزول ص ٤٠٢.

(٢) أخرجه البخاري: في الاستسقاء، باب: لا

الدر المنثور في التفسير بالمأثور

لجلال الدين السيوطي

(٨٤٩هـ - ٩١١هـ)

تحقيق

الدكتور عبد الله بن عبد المحسن التركي

بالتعاون مع

مركز هجر للبحوث والدراسات العربية والإسلامية

الدكتور عبد السند حسن يمامة

الجزء الحادي عشر

الساعةِ ؟ وقد أجدَبتْ[1] بلادُنا ، فمتى تُخصِبُ ؟ وقد ترَكتُ امرأتى حُبلَى ، فمتى تلِدُ ؟ وقد علِمتُ ما كسَبتُ اليومَ ، فماذا أكسِبُ غدًا[2] ؟ وقد علِمتُ بأىِّ أرضٍ وُلِدتُ ، فبأىِّ أرضٍ أموتُ ؟ فنزَلت هذه الآيةُ .

وأخرَج ابنُ جريرٍ ، وابنُ أبى حاتمٍ ، عن قتادةَ فى قولِه : ﴿إِنَّ ٱللَّهَ عِندَهُۥ عِلۡمُ ٱلسَّاعَةِ﴾ الآية . قال : خمسٌ مِن الغيبِ استأْثَر اللهُ بهن ، فلم يُطلِعْ عليهن ملَكًا مُقرَّبًا ، ولا نبيًّا مُرْسلًا ؛ ﴿إِنَّ ٱللَّهَ عِندَهُۥ عِلۡمُ ٱلسَّاعَةِ﴾ ، ولا يدْرِى أحدٌ مِن الناسِ متى تقومُ الساعةُ ، فى أىِّ سنةٍ ولا فى أىِّ شهرٍ ، أليلًا أمْ نهارًا ، ﴿وَيُنَزِّلُ ٱلۡغَيۡثَ﴾ ، فلا يعلَمُ أحدٌ متى ينزِلُ الغيثُ ، أليلًا أم نهارًا ، ﴿وَيَعۡلَمُ مَا فِى ٱلۡأَرۡحَامِۖ﴾ ، فلا يعلَمُ أحدٌ ما فى الأرحامِ ؛ أذكَرٌ أمْ أُنثَى ، أحمرُ أو أسودُ ، ﴿وَمَا تَدۡرِى نَفۡسٌ مَّاذَا تَكۡسِبُ غَدٗاۖ﴾ ، [3]أخيرٌ أم شرٌّ[3] ، ﴿وَمَا تَدۡرِى نَفۡسُۢ بِأَىِّ أَرۡضٖ تَمُوتُۚ﴾ ، ليس أحدٌ مِن الناسِ يدْرِى أين مَضْجَعُه مِن الأرضِ ؛ أفى بحرٍ أم فى برٍّ ، فى سهلٍ أم فى جبلٍ[4] ؟

وأخرَج الفِرْيابِىُّ ، والبخارىُّ ، ومسلمٌ ، [5]والنسائىُّ ، وابنُ جريرٍ[5] ، وابنُ المنذرِ ، وابنُ أبى حاتمٍ ، وابنُ مَرْدُويَه ، عن ابنِ عمرَ قال : قال رسولُ اللهِ ﷺ : «مفاتيحُ الغَيبِ خمسٌ[6] لا يعلَمُهن إلا اللهُ ؛ لا يعلمُ ما فى غدٍ إلا اللهُ ، ولا متى

---

(١) فى ص ، ف ١ ، ح ٢ : «أجذبت» .

(٢) سقط من : ص ، م .

(٣ - ٣) فى ف ١ ، م : «أخيرا أم شرا» .

(٤) ابن جرير ١٨/ ٥٨٥ .

(٥ - ٥) سقط من : ص ، ف ١ ، ر ٢ ، ح ٢ ، م .

(٦) سقط من : ف ١ ، ر ٢ ، ح ٢ .

مرقاة المفاتيح

للعلامة الشيخ علي بن سلطان محمد القاري المتوفى سنة ١٠١٤هـ

شرح مشكاة المصابيح

للإمام العلامة محمد بن عبد الله الخطيب التبريزي المتوفى سنة ٧٤١هـ

تحقيق
الشيخ جمال عيتاني

تنبيه:
وضعنا متن المشكاة في أعلى الصفحات، ووضعنا أسفل منها نص «مرقاة المفاتيح» وألحقنا في آخر المجلد الحادي عشر كتاب «الإكمال في أسماء الرجال» وهو تراجم رجال المشكاة للعلامة التبريزي

الجزء الأول

المحتوى
كتاب الإيمان ـ كتاب العلم

منشورات
محمد علي بيضون
لنشر كتب السنة والجماعة
دار الكتب العلمية
بيروت ـ لبنان

٣ ـ (٢) ورواه أبو هريرة مع اختلاف، وفيه: «وإذا رأيتَ الحُفاةَ العُراةَ الصمَّ البُكْمَ، مُلوكَ الأرض في خمسٍ

[بالنيات] بمنزلة البسملة، وهذا الحديث بمنزلة الفاتحة المصدرة بالحمدلة، وهذا وجه وجيه وتنبيه نبيه لاختيارهما في صدر الكتاب ومفتتح الأبواب.

٣ ـ **(ورواه أبو هريرة)** أي هذا الحديث أيضاً **(مع اختلاف)** أي بين بعض ألفاظهما **(وفيه)** أي في مروي أبي هريرة «ردوا عليّ الرجل» فأخذوا يرادونه فلم يروا شيئاً فأخبرهم أنه جبريل ذكره ابن حجر، وتقدم الجمع عن النووي مع أن كون هذا الإخبار في المجلس غير صريح فلا ينافي ما تقدم من إعلام عمر بعد ثلاثة أيام في الصحيح، وفيه أيضاً **(وإذا رأيت الحفاة العراة الصم)** أي عن قبول الحق **(البكم)** أي عن النطق بالصدق، جُعلوا لبلادتهم وحماقتهم وعدم تمييزهم كأنه أصيبت مشاعرهم مع كونها سليمة تدرك ما ينتفعون به **(ملوك الأرض)** منصوب على أنه مفعول ثان لرأيت، أو على أنه حال والمراد بأولئك أهل البادية لما في رواية: «قال: ما الحفاة العراة، قال: العريب» مصغر العرب **(في خمس)** هو في موضع النصب على الحال أي تراهم ملوك الأرض متفكرين في خمس كلمات إذ من شأن الملوك الجهال التفكر في أشياء لا تعنيهم ولا تغنيهم، أو متعلق بأعلم أي ما المسؤول عنها بأعلم من السائل في علم خمس، فإن العلم بها مختص به تعالى، وفيه إشارة ظاهرة إلى إبطال الكهانة والتنجيم[١] ونحوهما من كل ما فيه تسوّر على علم شيء كلي أو جزئي من هذه الخمس، وإرشاد للأمة وتحذير لهم عن إتيان من يدعي علم الغيب لقوله تعالى: **﴿قل لا يعلم من في السموات والأرض الغيب إلا الله﴾** [النمل ـ ٦٥] فإن قلت قد أخبر الأنبياء والأولياء بشيء كثير من ذلك فكيف الحصر؟ قلت: الحصر باعتبار كلياتها دون جزئياتها، قال تعالى: **﴿فلا يُظهِرُ على غَيبِهِ أحداً * إلا مَنِ ارْتَضى من رسول﴾** [الجن ـ ٢٦ ـ ٢٧] بناء على اتصال الاستثناء الذي هو الأصل وأخرج أحمد عن ابن مسعود: «أوتي نبيكم علم كل شيء سوى هذه الخمس»[٢]، وأخرجه عن ابن عمر بنحوه مرفوعاً، وقال القرطبي: «من ادعى علم شيء منها غير مستند إليه عليه الصلاة والسلام كان كاذباً في دعواه»، قال: «وأما[٣] ظن الغيب فقد يجوز من المنجم وغيره إذا كان

الحديث رقم ٣: أخرجه البخاري في صحيحه ١/١١٤ حديث رقم ٥٠ ومسلم ١/٣٩ حديث رقم ٩.

(١) وهو يراد منه مناسبة الأرواح البشرية مع الأرواح المجردة (الجن والشياطين) والاستعلام بهم عن الأحوال الجزئية الحادثة في عالم الكون والفساد المخصوصة بالمستقبل. والتنجيم هو النظر بالنجوم. وقد حرم الإسلام ذلك كله قال الله تعالى: **﴿قل لا يعلم من في السموات والأرض الغيبَ إلا الله﴾** [النمل: ٦٥] وأخرج البخاري عن عائشة رضي الله عنها قالت: «سألَ ناس رسول الله ﷺ عن الكهان فقال: ليس بشيء. فقالوا: يا رسول الله إنهم يحدثوننا أحياناً بشيء فيكون حقاً. فقال رسول الله ﷺ تلك الكلمة من الحق يخطفها الجني فيقرها في أذن وليه. فيخلطون معها مائة كذبة».

(٢) أخرجه أحمد بمسنده ١/٣٨٦ و١/٤٤٥.

(٣) في المخطوطة «ما».

روح المعانى

في

تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني

لخاتمة المحققين وعمدة المدققين مرجع أهل العراق
ومفتى بغداد العلامة أبي الفضل
شهاب الدين السيد محمود الالوسى البغدادى
المتوفى سنة ١٢٧٠ ﻫ سقى الله ثراه
صيب الرحمة وأفاض عليه سجال
الاحسان والنعمة آمين

الجزء الحادى والعشرون

عنيت بنشره وتصحيحه والتعليق عليه للمرة الثانية باذن من ورثة المؤلف بخط وإمضاء علامة العراق
﴿ المرحوم السيد محمود شكرى الألوسى البغدادى ﴾
إدارة الطباعة المنيرية
دار
إحياء التراث العربي
بيروت - لبنان
مصر : درب الاتراك رقم ١

ولا يدرى أحد من الناس متى تقوم الساعة فى أى سنة ولا فى أى شهر أليلا أم نهارا وينزل الغيث فلا يعلم أحد متى ينزل الغيث أليلا أم نهارا ويعلم ما فى الارحام فلا يعلم أحد ما فى الارحام أذكرا أم أنثى أحمر أو اسود ولا تدرى نفس ماذا تكسب غدا أخيرا ام شرا وما تدرى بأى أرض تموت ليس أحد من الناس يدرى أين مضجعه من الأرض أفى بحر أم فى بر فى سهل أم فى جبل، والذى ينبغى أن يعلم أن كل غيب لا يعلمه إلا الله عز وجل وليس المغيبات محصورة بهذه الخمس وإنما خصت بالذكر لوقوع السؤال عنها أو لأنها كثيرا ما تشتاق النفوس إلى العلم بها ، وقال القسطلانى: ذكر صلى الله عليه وسلم خمسا وان كان الغيب لا يتناهى لأن العدد لا ينفى زائدا عليه ولأن هذه الخمسة هى التى كانوا يدعون علمها انتهى ، وفى التعليل الاخير نظر لا يخفى وأنه يجوز أن يطلع الله تعالى بعض أصفيائه على إحدى هذه الخمس ويرزقه عز وجل العلم بذلك فى الجملة وعلمها الخاص به جل وعلا ما كان على وجه الاحاطة والشمول لأحوال كل منها وتفصيله على الوجه الاتم، وفى شرح المناوى الكبير للجامع الصغير فى الكلام على حديث بريدة السابق خمس لا يعلمهن الا الله على وجه الاحاطة والشمول كليا وجزئيا فلا ينافيه اطلاع الله تعالى بعض خواصه على بعض المغيبات حتى من هذه الخمس لأنها جزئيات معدودة، وانكار المعتزلة لذلك مكابرة انتهى، ويعلم مما ذكرنا وجه الجمع بين الاخبار الدالة على استئثار الله تعالى بعلم ذلك وبين ما يدل على خلافه كبعض اخباراته عليه الصلاة والسلام بالمغيبات التى هى من هذا القبيل يعلم ذلك من راجع نحو الشفاء والمواهب اللدنية مما ذكر فيه معجزاته صلى الله عليه وسلم وأخباره عليه الصلاة والسلام بالمغيبات ، وذكر القسطلانى أنه عز وجل اذا أمر بالغيث وسوقه الى ماشاء من الاماكن علمته الملائكة الموكلون به ومن شاء سبحانه من خلقه عز وجل، و كذا اذا أراد تبارك وتعالى خلق شخص فى رحم يعلم سبحانه الملك الموكل بالرحم بما يريد جل وعلا كما يدل عليه ما أخرجه البخارى عن أنس بن مالك عن النبى صلى الله عليه وسلم قال «إن الله تعالى وكل بالرحم ملكا يقول: يارب نطفة يارب علقة يارب مضغة فاذا أراد الله تعالى أن يقضى خلقه قال: أذكر أم أنثى شقى أم سعيد فما الرزق والأجل؟ فيكتب فى بطن أمه فحينئذ يعلم بذلك الملك ومن شاء الله تعالى من خلقه عز وجل» وهذا لا ينافى الاختصاص والاستئثار بعلم المذكورات بناء على ما سمعت منا من أن المراد بالعلم الذى استأثر سبحانه به العلم الكامل بأحوال كل على التفصيل فما يعلم به الملك ويطلع عليه بعض الخواص يجوز أن يكون دون ذلك العلم بل هو كذلك فى الواقع بلا شبهة ، وقد يقال فيما يحصل للاولياء من العلم بشىء مما ذكر إنه ليس بعلم يقينى قال: على القارى فى شرح الشفا : الاولياء وإن كان قد ينكشف لهم بعض الاشياء لكن علمهم لا يكون يقينيا والهامهم لا يفيد الا أمرا ظنيا ومثل هذا عندى بل هو دونه بمراحل علم النجومى ونحوه بواسطة أمارات عنده بنزول الغيث وذكورة الحمل أو أنوثته أو نحو ذلك ولا أرى كفر من يدعى مثل هذا العلم فانه ظن عن أمر عادى ، وقد نقل العسقلانى فى فتح البارى عن القرطبى أنه قال: من ادعى علم شىء من الخمس غير مسنده إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم كان كاذبا فى دعواه وأما ظن الغيب فقد يجوز من المنجم وغيره اذا كان عن أمر عادى وليس ذلك بعلم، وعليه فقول القسطلانى من ادعى علم شىء منها فقد كفر بالقرآن العظيم ينبغى أن يحمل العلم فيه على نحو العلم الذى استأثر الله تعالى به دون مطلق العلم الشامل للظن وما يشبهه، وبعد هذا كله ان أمر الساعة أخفى الامور المذكورة وان ما أطلع الله تعالى عليه نبيه صلى الله عليه وسلم من وقت قيامها فى غاية الاجمال وان كان أتم من علم غيره من البشر صلى الله عليه وسلم * وقوله عليه الصلاة والسلام: «بعثت أنا والساعة كهاتين» لا يدل على أكثر من العلم الاجمالى بوقتها ولا أظن أن خواص

تفسير البغوي

«معالم التنزيل»

للإمام محيي السنة أبي محمد الحسين بن مسعود البغوي

(المتوفى ـ ٥١٦هـ)

المجلد الثامن

حققه وخرج أحاديثه

محمد عبد الله النمر · عثمان جمعة ضميرية · سليمان مسلم الحرش

دار طيبة للنشر والتوزيع

الرياض ـ شارع عسير ـ ص. ب: ٧٦١٢

تلفون: ٤٢٥٩٧٤٠ / ٤٣٥٤٩٣٧

وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَيَزْدَادَ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا وَلَا يَرْتَابَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْمُؤْمِنُونَ وَلِيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْكَافِرُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَذَا مَثَلًا كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرَى لِلْبَشَرِ (٣١) كَلَّا وَالْقَمَرِ (٣٢) وَاللَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ (٣٣) وَالصُّبْحِ إِذَا أَسْفَرَ (٣٤)

الأيسر في النار وتمضي فندخل الجنة . فأنزل الله عزّ وجلّ:

﴿**وما جعلنا أصحابَ النارِ إلا ملائكةً**﴾، لا رجالاً آدميين، فمن ذا يغلب الملائكة؟، ﴿**وما جعلنا عدَّتهم**﴾، أي عددهم في القلّة، ﴿**إلَّا فتنةً للذين كفروا**﴾، أي ضلالة لهم حتى قالوا ما قالوا، ﴿**ليستيقنَ الذين أُوتوا الكتابَ**﴾، لأنه مكتوب في التوراة والإنجيل أنهم تسعة عشر، ﴿**ويزداد الذين آمنوا إيماناً**﴾، يعني من آمن من أهل الكتاب يزدادون تصديقاً بمحمد ﷺ إذا وجدوا ما قاله موافقاً لما في كتبهم، ﴿**ولا يرتابَ**﴾، ولا يشك، ﴿**الذين أُوتوا الكتاب والمؤمنون**﴾، في عددهم، ﴿**وليقولَ الذين في قلوبهم مرضٌ**﴾، شك ونفاق، ﴿**والكافرون**﴾، [مشركو مكة][1] ، ﴿**ماذا أرادَ اللَّهُ بهذا مثلاً**﴾، أي شيء أراد بهذا الحديث؟ وأراد بالمثل الحديث نفسَه . ﴿**كذلك**﴾، أي كما أضل الله من أنكر عدد الخزنة وهدى من صدق كذلك، ﴿**يُضِلُّ اللَّهُ من يشاءُ ويهدي مَنْ يشاءُ وما يعلمُ جنودَ ربِّك إلّا هو**﴾، قال مقاتل: هذا جواب أبي جهل حين قال: أما لمحمد أعوان إلا تسعة عشر؟ قال عطاء: وما يعلم جنود ربك إلا هو يعني من الملائكة الذين خلقهم لتعذيب أهل النار، لا يعلم عدتهم إلا الله ، والمعنى إن تسعة عشر هم خزنة النار، ولهم من الأعوان والجنود من الملائكة ما لايعلم إلا الله عزّ وجلّ، ثم رجع إلى ذكر سقر فقال: ﴿**وما هي**﴾، يعني [سقر][2] ، ﴿**إلا ذكرى للبشر**﴾، إلا تذكرة وموعظة للناس .

﴿**كلاّ والقمرِ**﴾، هذا قسم، يقول: حقاً .

﴿**والقمر ٭ والليل إذْ أدبرَ**﴾، قرأ نافع وحمزة وحفص ويعقوب «إذ» بغير ألف، «أدبر» بالألف، وقرأ الآخرون «إذا» بالألف، «دبر» بلا ألف، لأنه أشد موافقة لما يليه، وهو قوله: ﴿**والصبح إذا**

---

(١) ساقط من «ب» .

(٢) في «ب» النار .

محققة عن نسخة خطية كاملة، وعن مطبوعة الشعب وأكثر من عشر نسخ خطية أخرى يستوعب مجموعها التفسير كله.

تفسير القرآن العظيم

للحافظ

أبي الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي

(٧٠٠ - ٧٧٤هـ)

تحقيق

سامي بن محمد السلامة

الجزء الثامن

الحديد - الناس

دار طيبة للنشر والتوزيع

تعالى: ﴿ كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ ﴾ أى : من مثل هذا وأشباهه يتأكد الإيمان فى قلوب أقوام ، ويتزلزل عند آخرين ، وله الحكمة البالغة ، والحجة الدامغة.

وقوله : ﴿ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ ﴾ أى : ما يعلم عددهم وكثرتهم إلا هو تعالى ، لئلا يتوهم متوهم أنما هم تسعة عشر فقط ،كما قد قاله طائفة من أهل الضلالة والجهالة من الفلاسفة اليونانيين . ومن تابعهم [١] من الملتين الذين سمعوا هذه الآية ، فأرادوا تنزيلها على العقول العشرة والنفوس التسعة ، التى اخترعوا دعواها وعجزوا عن إقامة الدلالة على مقتضاها ، فأفهموا [٢] صدر الآية وقد كفروا بآخرها، وهو قوله : ﴿ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ ﴾ .

وقد ثبت فى حديث الإسراء المروى فى الصحيحين وغيرهما . عن رسول الله ﷺ أنه قال فى صفة البيت المعمور الذى فى السماء السابعة : « فإذا هو يدخله فى كل يوم سبعون ألف ملك ، لا يعودون إليه آخر ما عليهم »[٣] .

وقال الإمام أحمد : حدثنا أسود ، حدثنا إسرائيل ، عن إبراهيم بن مهاجر ، عن مجاهد ، عن مورق ، عن أبى ذر قال : قال رسول الله ﷺ : « إنى أرى ما لا ترون ، وأسمع ما لا تسمعون ، أطّت السماء وحُقّ لها أن تئط ، ما فيها موضع أربع أصابع إلا عليه ملك ساجد ، لو علمتم ما أعلم لضحكتم قليلا ولبكيتم كثيراً ، ولا تَلَذّذتم بالنساء على [٤] الفُرُشات ، ولخرجتم إلى الصُّعُدَات تجأرون إلى الله عز وجل » . فقال أبو ذر : والله لوددتُ أنى شجرة تُعضَد .

ورواه الترمذى وابن ماجة ، من حديث إسرائيل [٥] ، وقال الترمذى : حسن غريب ، ويروى عن أبى ذر موقوفاً .

وقال الحافظ أبو القاسم الطبرانى : حدثنا خير[٦] بن عرفة المصرى ، حدثنا عُرْوَة بن مروان الرقى ، حدثنا عبيد الله بن عمرو ، عن عبد الكريم بن مالك ، عن عطاء بن أبى رباح ، عن جابر ابن عبد الله قال : قال رسول الله ﷺ : « ما فى السموات السبع موضع قدم ولا شبر ولا كف إلا وفيه ملك قائم ، أو ملك ساجد ، أو ملك راكع ، فإذا كان يوم القيامة قالوا جميعاً : سبحانك ! ما عبدناك حَقَّ عبادتك ، إلا أنا لم نشرك بك شيئاً » [٧] .

وقال محمد بن نصر المروزى فى « كتاب الصلاة » : حدثنا عمرو بن زرارة ، أخبرنا عبد الوهاب ابن عطاء ، عن سعيد ، عن قتادة ، عن صفوان بن مُحْرِز ، عن حكيم بن حزام قال : بينما رسول الله ﷺ مع أصحابه إذ قال لهم : « هل تسمعون ما أسمع ؟ » قالوا : ما نسمع من شىء . فقال

---

(١) فى م : « ومن شايعهم » .   (٢) فى أ : « فما فهموا » .

(٣) هذا جزء من حديث أنس الطويل فى الإسراء ، وهو فى صحيح البخارى برقم (٧٥١٧) ، وصحيح مسلم برقم (١٦٢) . وهذا القدر قد وقع لمسلم من هذا الوجه ، وانظر أحاديث الإسراء عند تفسير أول سورة الإسراء .

(٤) فى أ : « فى » .

(٥) المسند (٥/ ١٧٣) ، وسنن الترمذى برقم (٢٣١٢) ، وسنن ابن ماجة برقم (٤١٩٠) .

(٦) فى م : « حدثنا حسين » .

(٧) المعجم الكبير (٢/ ١٨٤) ، وقال الهيثمى فى المجمع (١/ ٥٢) : « وفيه عروة بن مروان » . قلت : قال الدارقطنى : ليس بالقوى .

محققو عن نسخة خطية كاملة، وعن مطبوعة الشعب وأكثر من عشر نسخ خطية أخرى يستوعب مجموعها التفسير كله.

تفسير القرآن العظيم

للحافظ

أبي الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي

(٧٠٠ - ٧٧٤هـ)

تحقيق

سامي بن محمد السلامة

الجزء السادس

النور - يس

دار طيبة للنشر والتوزيع

رواه مسلم من حديث حماد بن سلمة، به (١) .

وروى (٢) الإمام أحمد : حدثنا هارون ، حدثنا ابن وهب ، حدثنى أبو صخر ، أن أبا حازم حدثه قال : سمعت (٣) سهل بن سعد الساعدى ، رضى الله عنه ، يقول : شهدت من رسول الله ﷺ مجلسا وصف فيه الجنة ، حتى انتهى ، ثم قال فى آخر حديثه : « فيها ما لا عين رأت ، ولا أذن سمعت ، ولا خطر على قلب بشر » ، ثم قرأ هذه الآية : ﴿ تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ [يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا] (٤) ﴾ ، إلى قوله : ﴿ يَعْمَلُونَ ﴾.

وأخرجه مسلم فى صحيحه عن هارون بن معروف ، وهارون بن سعيد ، كلاهما عن ابن وهب، به (٥) .

وقال ابن جرير : حدثنى العباس بن أبى طالب ، حدثنا معلى بن أسد ، حدثنا سلام بن أبى مطيع ، عن قتادة ، عن عقبة بن عبد الغافر ، عن أبى سعيد الخدرى ، عن رسول الله ﷺ ، يروى عن ربه ، عز وجل ، قال : « أعددت لعبادى الصالحين ما لا عين رأت ، ولا أذن سمعت ، ولاخطر على قلب بشر » . لم يخرجوه (٦) .

وقال (٧) مسلم أيضا فى صحيحه : حدثنا ابن أبى عمر وغيره ، حدثنا سفيان ، حدثنا مُطَرِّف بن طَرِيف وعبد الملك بن سعيد ، سمعا الشعبى يخبر عن المغيرة بن شعبة قال : سمعته على المنبر ـ يرفعه إلى النبى ﷺ ـ قال : « سأل موسى ، عليه السلام (٨) ربه عز وجل: ما أدنى أهل الجنة منزلة ؟ قال: هو رجل يجىء بعد ما أدخل أهل الجنة الجنة ، فيقال له : ادخل الجنة . فيقول : أى رب ، كيف وقد نزل الناس منازلهم ، وأخذوا أخذاتهم ؟ فيقال له : أترضى أن يكون لك مثل مُلْك مَلِكٍ من ملوك الدنيا ؟ فيقول : رضيت رب . فيقول : لك ذلك ، ومثله ، ومثله ، ومثله ، ومثله، فقالَ فى الخامسة : رضيت رب . فيقول : هذا لك وعشرة أمثاله (٩) ، ولك ما اشتهت نفسك ولَذّت عينك. فيقول : رضيت رب . قال : رب ، فأعلاهم منزلة ؟ قال : أولئك الذين أَرَدتُ ، غَرَسْتُ كرامتهم بيدى، وختمت عليها ، فلم تر عين ، ولم تسمع (١٠) أذن ، ولم يخطر على قلب بشر » ، قال : ومصداقه من كتاب الله : ﴿ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ .

ورواه الترمذى عن ابن أبى عمر ، وقال : حسن صحيح ، قال : ورواه بعضهم عن الشعبى، عن المغيرة ولم يرفعه ، والمرفوع أصح (١١) .

---

(١) صحيح مسلم برقم (٢٨٣٦) .

(٢) فى أ : « وقال » .

(٣) فى ت : « وروى مسلم أيضا عن » .

(٤) زيادة من ت ، ف ، أ .

(٥) المسند (٥/ ٣٣٤) ، وصحيح مسلم برقم (٢٨٢٥) .

(٦) تفسير الطبرى (٢١/ ٦٧) .

(٧) فى ت : « وروى » .

(٨) فى ت: « ﷺ » .

(٩) فى ف ، أ : « وعشرة أمثاله معه » .

(١٠) فى ف « تسمع » .

(١١) صحيح مسلم برقم (١٨٩) ، وسنن الترمذى برقم (٣١٩٨) .

وأخرَج أبو عبيدٍ في «فضائله» ، وسعيدُ بنُ منصورٍ ، وابنُ أبي حاتمٍ ، وابنُ الأنباريِّ في «المصاحفِ» ، عن أبي هريرةَ ، [١] أنه قرَأها [١] : (فلا تعلَمُ نفسٌ ما أُخفِيَ لهم من قُرّاتِ [٢] أعينٍ) [٣] .

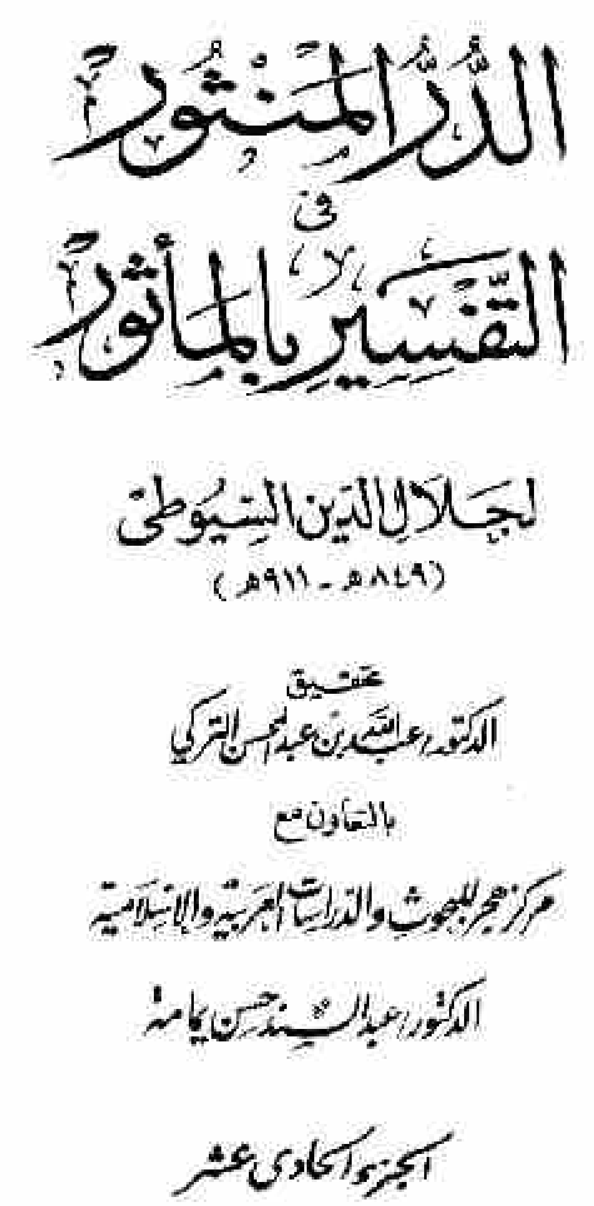
وأخرَج الفِرْيابيُّ ، وعبدُ بنُ حميدٍ ، وابنُ جريرٍ ، ومحمدُ بنُ نصرٍ [٤] ، وابنُ المنذرِ ، وابنُ أبي حاتمٍ ، وأبو الشيخِ ، والحاكمُ وصحَّحه ، والبيهقيُّ في «البعثِ» ، عن ابنِ عباسٍ قال : كان عرشُ اللهِ على الماءِ ، فاتَّخذ جنةً لنفسِه ، ثم اتَّخذ دونَها أُخرى ، ثم أطبَقهما بلؤلؤةٍ واحدةٍ . ثم قال : ومِن دونِهما جنَّتانِ لم يعلَم الخلقُ ما فيهما [٥] ، وهي التي قال اللهُ : ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ [٦] أَعْيُنٍ﴾ . يأتيهم منها [٧] كلَّ يومٍ تُحْفَةٌ [٨] .

وأخرَج الفِرْيابيُّ ، وابنُ أبي شيبةَ ، وابنُ جريرٍ ، وابنُ المنذرِ ، وابنُ أبي حاتمٍ ، والطبرانيُّ ، والحاكمُ وصحَّحه ، عن ابنِ مسعودٍ قال : إنه لمكتوبٌ في التوراةِ : لقد أعدَّ اللهُ للذين تتجافَى جُنوبُهم عن المضاجعِ ما لم تَرَ عينٌ ، ولم تسمَعْ أُذُنٌ ، ولم يَخْطِرْ على قلبِ بشرٍ ، ولا يعلَمُ مَلَكٌ مُقرَّبٌ ، ولا نبيٌّ مرسَلٌ ، وإنه لفي

(١ - ١) سقط من : م ، وفي ص : «أنه قرأ» ، وفي ف ١، ح ٢: «أنها قرأها» .
(٢) في ص ، ر ٢، ح ٢، ب ٣، م : «قرة» .
(٣) أبو عبيد ص ١٨١ .
(٤) بعده في ب ٣: «وابن مردويه» .
(٥) في ص : «بينهما» .
(٦) في ف ١: «قرات» .
(٧) في ص ، ف ١، م : «فيها» .
(٨) ابن جرير ١٨/ ٦١٩، ٦٢٠، ومحمد بن نصر في مختصر قيام الليل ص ٩، وأبو الشيخ (٢٢٨) ، والحاكم ٢/ ٤٧٥، والبيهقي (٢٤٣) .

القرآنِ : ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ﴾ [١] .

وأخرَج ابنُ أبي شيبةَ ، وأحمدُ ، وهنادٌ [٢] في «الزهدِ» ، والبخاريُّ ، ومسلمٌ ، والترمذيُّ ، وابنُ ماجه [٣] ، وابنُ المنذرِ ، وابنُ أبي حاتمٍ ، وابنُ مَرْدُويَه [٤] … تعالى :
أعددتُ … طَر على
قلبِ ب… خفِيَ لَهُم
مِن قُرَّ…
وأ… مِن أهلِ
الجنةِ ي… مما كان
فيه ، ف… ن أنتِ ؟
فتقولُ … مما كان
فيه ، … لُ : مَن


الدر المنثور في التفسير بالمأثور
لجلال الدين السيوطي
(٨٤٩هـ - ٩١١هـ)
تحقيق
الدكتور عبد الله بن عبد المحسن التركي
بالتعاون مع
مركز هجر للبحوث والدراسات العربية والإسلامية
الدكتور عبد السند حسن يمامة
الجزء الحادي عشر

(١) ابن … ٢/ ٤١٤.
وقال اله… د ٧/ ٩٠.
(٢) بعد …
(٣) في …
(٤) بعد …
(٥) ابن … / ٧١، ٧٢
١١٤٣) … ، والترمذي
(٣٢٩٢) ، وابن ماجه (٤١٢٨) ، وابن مردويه - كما في فتح الباري ٨/ ٥١٦.
(٦) في ف ١: «تكابه» ، وفي م : «مكانه» .
(٧) في الأصل ، ص ، ف ١، ح ١، ب ٣، م : «آن» . وأني وآن : حان . ينظر اللسان (أ ن ى) .
(٨) في ف ١، ر ٢، ب ٣: «آن» .

شك بما شاهدنا، وجواب ﴿لو﴾ محذوف تقديره لرأيت أمراً فظيعاً، ويجوز أن تكون للتمني والمضي فيها وفي ﴿إذ﴾ لأن الثابت في علم الله بمنزلة الواقع، ولا يقدر لـ ﴿ترى﴾ مفعول لأن المعنى لو يكون منك رؤية في هذا الوقت، أو يقدر ما دل عليه صلة إذ والخطاب للرسول ﷺ أو لكل أحد.

﴿وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا وَلَٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿١٣﴾ فَذُوقُوا بِمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا إِنَّا نَسِينَاكُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٤﴾﴾.

﴿وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا﴾ ما تهتدي به إلى الإيمان والعمل الصالح بالتوفيق له. ﴿وَلَٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي﴾ ثبت قضائي وسبق وعيدي وهو ﴿لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ﴾ وذلك تصريح بعدم إيمانهم لعدم المشيئة المسبب عن سبق الحكم بأنهم من أهل النار، ولا يدفعه جعل ذوق العذاب مسبباً عن نسيانهم العاقبة وعدم تفكرهم فيها بقوله:

﴿فَذُوقُوا بِمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا﴾ فإنه من الوسائط والأسباب المقتضية له. ﴿إِنَّا نَسِينَاكُمْ﴾ تركناكم من الرحمة، أو في العذاب ترك المنسي وفي استئنافه وبناء الفعل على إن واسمها تشديد في الانتقام منهم. ﴿وَذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ كرر الأمر للتأكيد ولما نيط به من التصريح بمفعوله وتعليله بأفعالهم السيئة من التكذيب والمعاصي كما علله بتركهم تدبر أمر العاقبة والتفكر فيها دلالة على أن كلاً منهما يقتضي ذلك.

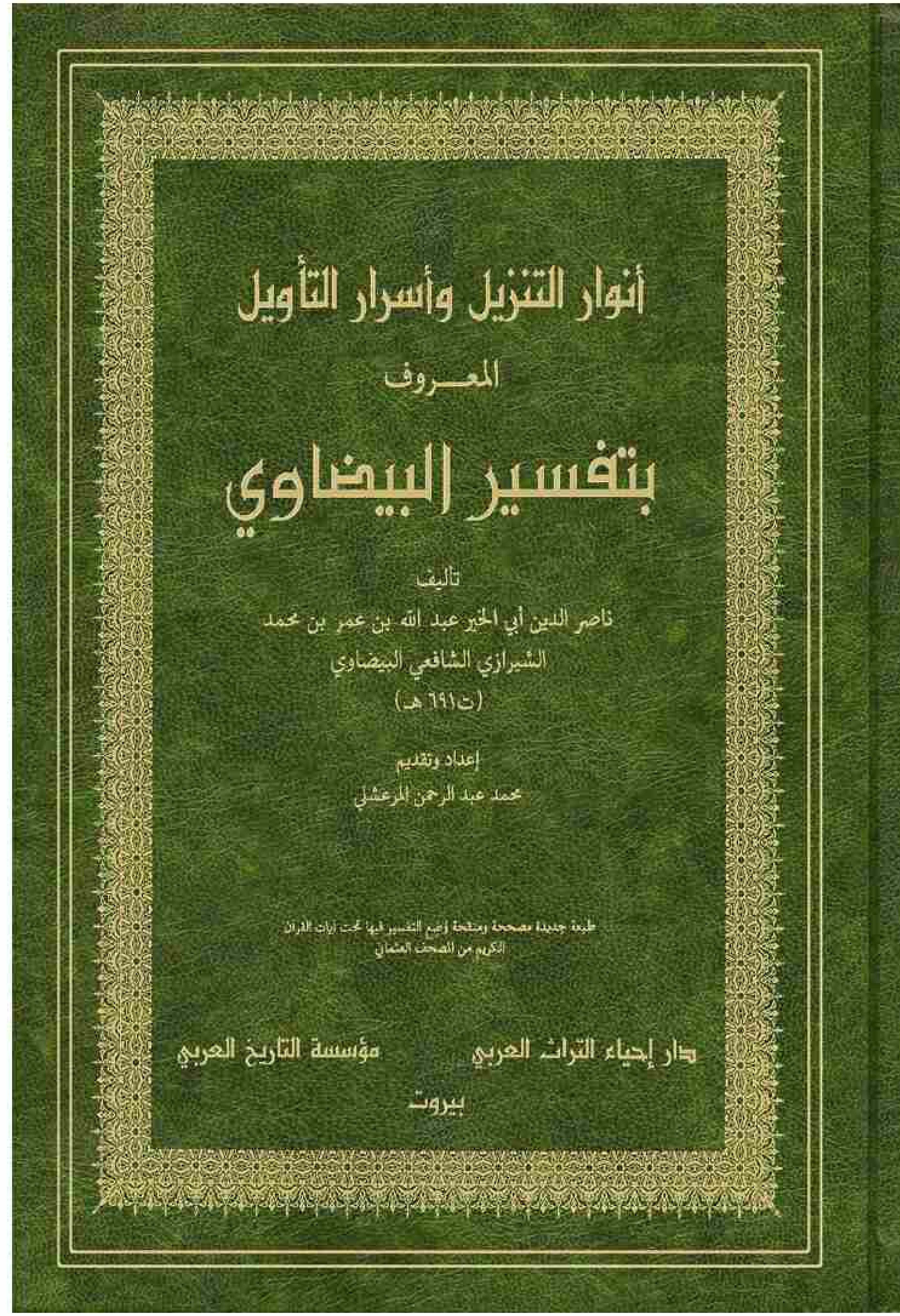
﴿إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِهَا خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۩ ﴿١٥﴾ تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ﴿١٦﴾﴾.

﴿إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِهَا﴾ وعظوا بها. ﴿خَرُّوا سُجَّداً﴾ خوفاً من عذاب الله. ﴿وَسَبَّحُوا﴾ نزهوه عما لا يليق به كالعجز عن البعث. ﴿بِحَمْدِ رَبِّهِمْ﴾ حامدين له شكراً على ما وفقهم للإسلام وآتاهم الهدى. ﴿وَهُمْ لاَ يَسْتَكْبِرُونَ﴾ عن الإيمان والطاعة كم يفعل من يصر مستكبراً.

﴿تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ﴾ ترتفع وتتنحى. ﴿عَنِ الْمَضَاجِعِ﴾ الفرش ومواضع النوم. ﴿يَدْعُونَ رَبَّهُمْ﴾ داعين إياه. ﴿خَوْفاً﴾ من سخطه ﴿وَطَمَعاً﴾ في رحمته. وعن النبي ﷺ في تفسيرها «قيام العبد من الليل». وعنه عليه الصلاة والسلام «إذا جمع الله الأولين والآخرين في صعيد واحد جاء منادٍ ينادي بصوت يسمع الخلائق كلهم: سيعلم أهل الجمع اليوم من أولى بالكرم، ثم يرجع فينادي: ليقم الذين كانت تتجافى جنوبهم عن المضاجع فيقومون وهم قليل، ثم يرجع فينادي: ليقم الذين كانوا يحمدون الله في السراء والضراء فيقومون وهم قليل، فيسرحون جميعاً إلى الجنة ثم يحاسب سائر الناس» وقيل كان أناس من الصحابة يصلون من المغرب إلى العشاء فنزلت فيهم. ﴿وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ﴾ في وجوه الخير.

﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٧﴾﴾.

﴿فَلاَ تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ﴾ لا ملك مقرب ولا نبي مرسل. ﴿مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ﴾ مما تقر به عيونهم. وعنه عليه الصلاة والسلام «يقول الله: أعددت لعبادي الصالحين ما لا عين رأت ولا أذن سمعت ولا خطر على قلب بشر، بله ما أطلعتهم عليه، اقرؤوا إن شئتم ﴿فلا تعلم نفس ما أخفي لهم﴾». وقرأ حمزة ويعقوب ﴿أخفي لهم﴾ على أنه مضارع أخفيت، وقرئ «نخفي» و«أخفي» والفاعل للكل هو الله، «وقرأت أعين»



(تنبيه) جواب هل يستوون هو لا يستوون وقوله تعالى (الحمد لله) قال ابن عباس الحمد لله
على ما فعل بأوليائه وأنعم عليهم بالتوحيد وقيل المعنى ان كل الحمد لله وليس شئ من الحمد
للاصنام لانه لا نعمة لها على أحد لانها جماد عاجز أى انما الحمد لله لا لغيره فيجب على جميع العباد
حمد الله لانه تعالى أهل المحامد والثناء الحسن فكأنهم قالوا نحن نعلم ذلك فقيل (بل أكثرهم)
أى الكفار (لا يعلمون) لكونهم يسوونه غيره ومن نفى عنه أصل العلم الذى هو أعلى صفات
الكمال كان فى عداد الانعام فهم لذلك يشبهون به ما ذكر ويضربون له الامثال الباطلة
ويضيفون نعمه الى غيره ثم انه تعالى ضرب لعبدة الاوثان مثلا آخر بقوله تعالى (وضرب الله
مثلا) ثم أبدل من ...)وهو الذى
ولد أخرس فكل أ ... ابى الابكم
الذى لا يسمع ولا ... در على شئ)
لانه لا يفهم ولا يف ... ه الله تعالى
بصفة ثالثة بقوله ... على من ولى
أمره ويعوله قال ... السكين اذا
غلظت شفرته فلم تق ... مر اذا ثقل
عليه فلم ينهض فيه ... ذلك المولى
(لا يأت بخير) لانه ... ووبال على
عبدتهم ويخصهم ا ... فات الاربع
(ومن) أى ورجل ... ون (يأمر)
أى ورجل آخر يأ ... و) فى نفسه
ظاهرا وباطنا (على ... ل هذا مثال
المعبود بالحق الذ ... قيل المراد
من هذا الابكم عبـ ... م وما كان
فيه خير مولاه وهو عثمان يأمر بالعدل وكان على الدين القويم والصراط المستقيم وقيل
المراد كل عبد موصوف بهذه الصفات المذمومة وكل حر موصوف بتلك الصفات الحميدة
وهذا القول كما قال الرازى أولى من الاول لان وصفه تعالى اياهما بكونهما رجلين يمنع من
حمل ذلك على الوثن وكذلك بالبكم وبالكل وبالتوجه فى جهات المنافع وكذلك وصف الآخر
بأنه على صراط مستقيم يمنع من حمله على الله تعالى وأيضا المقصود تشبيه صورة بصورة فى أمر
من الامور وذلك التشبيه لا يتم الا عند كون احدى الصورتين مغايرة للاخرى وأما القول
الثانى فضعيف أيضا لان المقصود ابانة التفرقة بين رجلين موصوفين بالصفات المذكورة وذلك
غير مختص بشخص معين بل اذا حصل التفاوت فى الصفات المذكورة فانه يحصل المقصود
ثم وصف سبحانه وتعالى نفسه بكمال العلم بقوله تعالى (ولله) أى لا لغيره (غيب السموات

والارض) وهو ما غاب فيهما عن العباد بأن لم يكن محسوسا ولم يدل عليه محسوس وقيل الغيب
هنا هو قيام الساعة فان علمه غائب عن أهل السموات والارض ثم وصف سبحانه وتعالى كمال
قدرته بقوله تعالى (وما أمر الساعة) وهو الوقت الذى يكون فيه البعث (الا كلمح البصر)
أى الا كرجع الطرف من أعلى الحدقة الى أسفلها والمعنى وما أمر قيام الساعة فى السرعة
والسهولة الا كطرف العين والمراد منه تقدير كمال القدرة ومعنى قوله تعالى (أو هو أقرب)
ان لمح البصر عبارة عن انتقال الجسم المسمى بالطرف من أعلى الحدقة الى أسفلها ولا شك
أن الحدقة مؤلفة من أجزاء فلمح البصر عبارة عن المرور على جملة تلك الاجزاء التى منها تألف
الحدقة ولا شك أن تلك الاجزاء كثيرة والزمان الذى يحصل فيه لمح البصر مركب من
آنات متعاقبة والله تعالى قادر على اقامة القيامة فى آن واحد من تلك الآنات فلذلك قال
أو هو أقرب الا أنه لما كان أسرع الاحوال والحوادث فى عقولنا وأفكارنا هو لمح البصر لا جرم
ذكره ثم قال أو هو أقرب تنبيها على ما مر ولا شبهة فى أنه ليس المراد طريقة الشك فالمراد اذا
بل هو أقرب وقال الزجاج المراد به الابهام على المخاطبين لا أنه تعالى يأتى بالساعة اما بقدر
لمح البصر أو بما هو أسرع وقيل معناه ان قيام الساعة وان تراخى فهو عند الله كالشئ
الذى تقولون فيه هو كلمح البصر أو هو أقرب مبالغة كقوله تعالى وان يوما عند ربك كألف
سنة مما تعدون (ان الله) أى الملك الاعظم (على كل شئ قدير) فيقدر على أن يحيى الخلائق
دفعة واحدة كما قدر على احيائهم فانه تعالى مهما أراده كان فى أسرع ما يكون ثم انه تعالى عاد
الى الدلائل الدالة على وجود الصانع المختار فعطف على قوله تعالى والله جعل لكم من أنفسكم
أزواجا قوله عز وجل (والله) أى الذى له العظمة كلها (أخرجكم) بقدرته (من بطون
أمهاتكم) حال كونكم عند الاخراج (لا تعلمون شيأ) من الاشياء قل أو جل فالذى
أخرجكم منها قادر على اخراجكم من بطون الارض بلا فرق بل بطريق الاولى وقرأ حمزة
والكسائى بكسر الهمزة والباقون بضمها وقرأ حمزة بكسر الميم والباقون بفتحها ثم عطف على
أخرجكم قوله تعالى (وجعل لكم السمع والابصار والافئدة) آلات لازالة الجهل الذى وقعت
الولادة عليه وفتق مواضعها وسواها وعدلها وأنتم فى البطون حيث لا تصل اليه يد ولا يتمكن
من شق شئ منه بآلة فالذى قدر على ذلك فى البطن ابداعا قادر على اعادته فى بطن الارض بل
بطريق الاولى قال البقاعى ولعله تعالى جمعهما أى الابصار والافئدة دون السمع لان التفاوت
فيهما أكثر من التفاوت فيه بما لا يعلمه الا الله والافئدة هى القلوب التى هيأها الله تعالى للفهم
واصلاح البدن بما أودعها من الحرارة اللطيفة للمعانى الدقيقة (لعلكم تشكرون) لتصيروا
بمعارف القلوب التى وهبكموها اذا سمعتم المواعظ وأبصرتم الآيات فى حال يرجى فيها شكركم
لما أفاض عليكم من لطائف صنعه بأن تعرفوا ما له من العلم والقدرة فانه انما أنعم عليكم بهذه
الحواس لتستعملوها فى شكر من أنعم بها عليكم (فان قيل) عطف وجعل لكم السمع على
أخرجكم يقتضى أن يكون جعل السمع والبصر متأخرين عن الاخراج من البطون مع أن

﴿قُل لَّآ أَمۡلِكُ لِنَفۡسِي نَفۡعٗا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَآءَ ٱللَّهُۚ وَلَوۡ كُنتُ أَعۡلَمُ ٱلۡغَيۡبَ لَٱسۡتَكۡثَرۡتُ مِنَ ٱلۡخَيۡرِ وَمَا مَسَّنِيَ ٱلسُّوٓءُۚ إِنۡ أَنَا۠ إِلَّا نَذِيرٞ وَبَشِيرٞ لِّقَوۡمٖ يُؤۡمِنُونَ ١٨٨﴾.

﴿قُلْ لاَ أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعاً وَلاَ ضَرّاً﴾ جلب نفع ولا دفع ضر، وهو إظهار للعبودية والتبري من ادعاء العلم بالغيوب. ﴿إِلاَّ مَا شَاءَ اللهُ﴾ من ذلك فيلهمني إياه ويوفقني له، ﴿وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الغَيْبَ لاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ﴾ ولو كنت أعلمه لخالفت حالي ما هي عليه من استكثار المنافع واجتناب المضار حتى لا يمسني سوء. ﴿إِنْ أَنَا إِلاَّ نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ﴾ ما أنا إلا عبد مرسل للإنذار والبشارة. ﴿لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾ فإنهم المنتفعون بهما، ويجوز أن يكون متعلقاً بال ﴿بشير﴾ ومتعلق ال ﴿نذير﴾ محذوف.

﴿۞ هُوَ ٱلَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفۡسٖ وَٰحِدَةٖ وَجَعَلَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا لِيَسۡكُنَ إِلَيۡهَاۖ فَلَمَّا تَغَشَّىٰهَا حَمَلَتۡ حَمۡلًا خَفِيفٗا فَمَرَّتۡ بِهِۦۖ فَلَمَّآ أَثۡقَلَت دَّعَوَا ٱللَّهَ رَبَّهُمَا لَئِنۡ ءَاتَيۡتَنَا صَٰلِحٗا لَّنَكُونَنَّ مِنَ ٱلشَّٰكِرِينَ ١٨٩﴾.

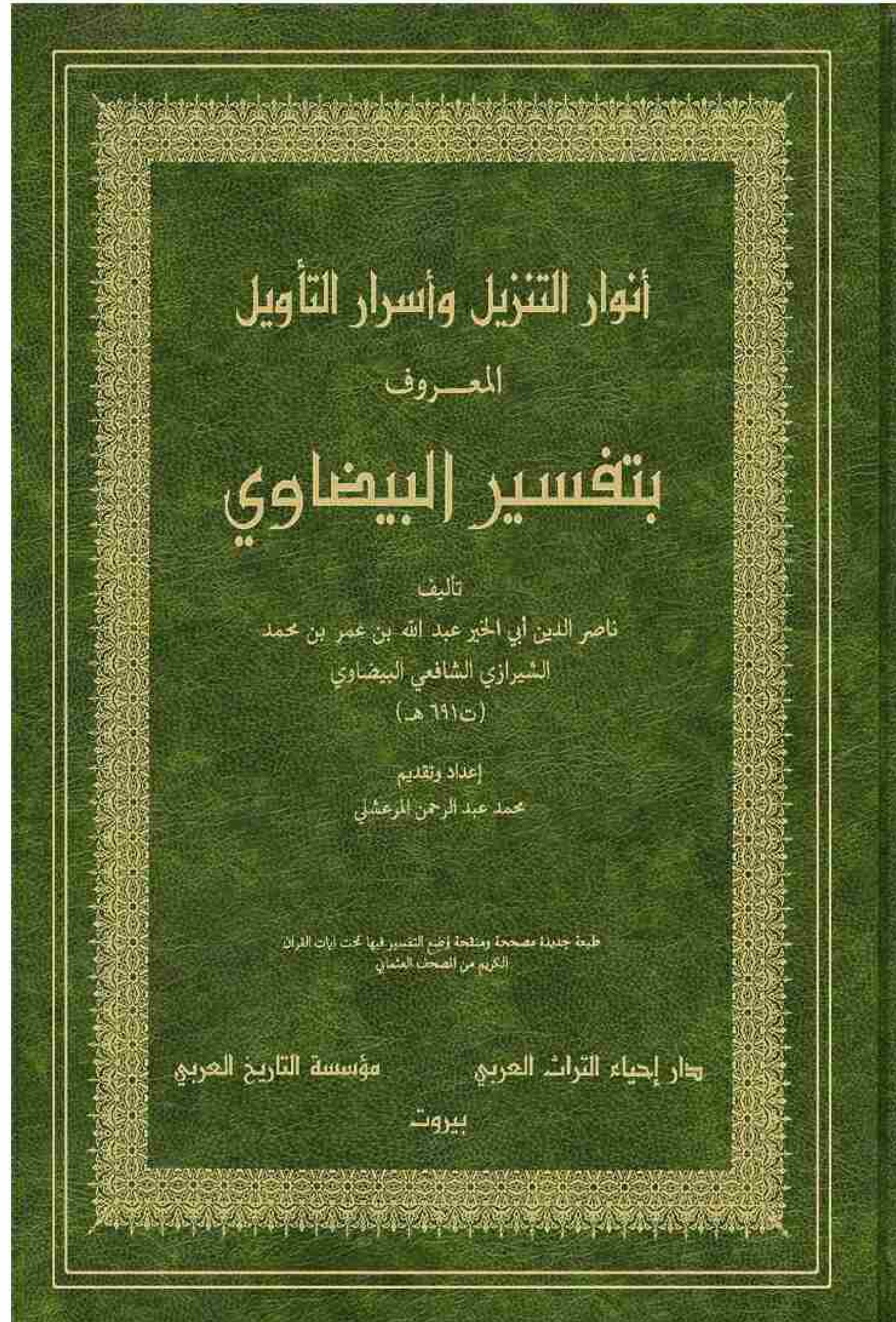
﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ﴾ هو آدم. ﴿وَجَعَلَ مِنْهَا﴾ من جسدها من ضلع من أضلاعها، أو من جنسها كقوله: ﴿جعل لكم من أنفسكم أزواجاً﴾. ﴿زَوْجَهَا﴾ حواء. ﴿لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا﴾ ليستأنس بها ويطمئن إليها اطمئنان الشيء إلى جزئه أو جنسه، وإنما ذكر الضمير ذهاباً إلى المعنى ليناسب. ﴿فَلَمَّا تَغَشَّاهَا﴾ أي جامعها. ﴿حَمَلَتْ حَمْلاً خَفِيفاً﴾ خف عليها ولم تلق منه ما تلقى منه الحوامل غالباً من الأذى، أو محمولاً خفيفاً وهو النطفة. ﴿فَمَرَّتْ بِهِ﴾ فاستمرت به أي قامت وقعدت، وقرىء «فمرت» بالتخفيف و«فاستمرت به» و«فمارت» من المور وهو المجيء والذهاب، أو من المرية أي فظنت الحمل وارتابت منه. ﴿فَلَمَّا أَثْقَلَتْ﴾ صارت ذات ثقل بكبر الولد في بطنها. وقرىء على البناء للمفعول أي أثقلها حملها. ﴿دَعَوا اللهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ آتَيْتَنَا صَالِحاً﴾ ولداً سوياً قد صلح بدنه. ﴿لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ﴾ لك على هذه النعمة المجددة.

﴿فَلَمَّآ ءَاتَىٰهُمَا صَٰلِحٗا جَعَلَا لَهُۥ شُرَكَآءَ فِيمَآ ءَاتَىٰهُمَاۚ فَتَعَٰلَى ٱللَّهُ عَمَّا يُشۡرِكُونَ ١٩٠ أَيُشۡرِكُونَ مَا لَا يَخۡلُقُ شَيۡـٔٗا وَهُمۡ يُخۡلَقُونَ ١٩١﴾.

﴿فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحاً جَعَلاَ لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا﴾ أي جعل أولادهما له شركاء فيما آتى أولادهما فسموه عبد العزى وعبد مناف على حذف مضاف وإقامة المضاف إليه مقامه، ويدل عليه قوله: ﴿فَتَعَالَى اللهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾.

﴿أَيُشْرِكُونَ مَا لاَ يَخْلُقُ شَيْئاً وَهُمْ يُخْلَقُونَ﴾ يعني الأصنام. وقيل: لما حملت حواء أتاها إبليس في صورة رجل فقال لها: ما يدريك ما في بطنك لعله بهيمة أو كلب وما يدريك من أين يخرج، فخافت من ذلك وذكرته لآدم فهما منه ثم عاد إليها وقال: إني من الله بمنزلة فإن دعوت الله أن يجعله خلقاً مثلك ويسهل عليك خروجه تسميه عبد الحرث، وكان اسمه حارثاً بين الملائكة فتقبلت، فلما ولدت سمياه عبد الحرث. وأمثال ذلك لا تليق بالأنبياء ويحتمل أن يكون الخطاب في ﴿خلقكم﴾ لآل قصي من قريش، فإنهم خلقوا من نفس قصي وكان له زوج من جنسه عربية قرشية وطلبا من الله الولد فأعطاهما أربعة بنين فسماهم: عبد مناف، وعبد شمس، وعبد قصي، وعبد الدار. ويكون الضمير في ﴿يشركون﴾ لهما ولأعقابهما المقتدين بهما. وقرأ نافع وأبو بكر «شركاً» أي شركة بأن أشركا فيه غيره أو ذوي شرك وهم الشركاء، وهم ضمير الأصنام جيء به على تسميتهم إياها آلهة.

﴿وَلَا يَسۡتَطِيعُونَ لَهُمۡ نَصۡرٗا وَلَآ أَنفُسَهُمۡ يَنصُرُونَ ١٩٢ وَإِن تَدۡعُوهُمۡ إِلَى ٱلۡهُدَىٰ لَا يَتَّبِعُوكُمۡۚ سَوَآءٌ عَلَيۡكُمۡ



تفسير البغوي

«معالم التنزيل»

للإمام محيي السنة أبي محمد الحسين بن مسعود البغوي

(المتوفى ـ ٥١٦هـ)

المجلد الثالث

حققه وخرج أحاديثه

محمد عبدالله النمر   عثمان جمعة ضميرية   سليمان مسلم الحرش

دار طيبة للنشر والتوزيع
الرياض ـ شارع عسير ـ ص.ب: ٧٦١٢
تليفون: [illegible]

﴿قُل لَّآ أَمۡلِكُ لِنَفۡسِي نَفۡعٗا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَآءَ ٱللَّهُۚ وَلَوۡ كُنتُ أَعۡلَمُ ٱلۡغَيۡبَ لَٱسۡتَكۡثَرۡتُ مِنَ ٱلۡخَيۡرِ وَمَا مَسَّنِيَ ٱلسُّوٓءُۚ إِنۡ أَنَا۠ إِلَّا نَذِيرٞ وَبَشِيرٞ لِّقَوۡمٖ يُؤۡمِنُونَ ١٨٨﴾

لايكشفها ولايظهرها. وقال مجاهد: لايأتي بها، **﴿لوقتها إلاّ هو، ثقلتْ في السمواتِ والأرض﴾**، يعني: ثقل علمها وخفي أمرها على أهل السموات والأرض، وكل خفي ثقيل. قال الحسن: يقول إذا جاء ثقلت وعظمت على أهل السموات والأرض، **﴿لاتأتيكم إلاّ بغتةً﴾**، فجأة على غفلة.

أخبرنا عبدالواحد المليحي، حدثنا أحمد بن عبدالله النعيمي، ، حدثنا محمد بن يوسف، حدثنا محمد بن إسماعيل، حدثنا أبواليمان، حدثنا شعيب، حدثنا أبوالزناد عن عبدالرحمن الأعرج، عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال «لتقومنّ الساعة وقد نشر الرجلان ثوبهما بينهما فلايتبايعانه ولايطويانه، ولتقومنّ الساعة وقد انصرف الرجل بلبن لِقْحته فلايطعمه، ولتقومنّ الساعة وهو يليط حوضه فلايسقي فيه، ولتقومنَّ الساعة وقد رفع أكلته إلى فيه فلا يطعمها»(١).

﴿يسألونَك كأنك حَفِيٌّ عنها﴾، أي: عالم بها من قولهم أحفيت في المسألة، أي: بالغت فيها، معناه: كأنك بالغت في السؤال عنها حتى علمتها، **﴿قلْ إنّما علمها عند الله ولكن أكثر الناس لايعلمون﴾**، أن علمها عند الله حتى سألوا محمداً ﷺ عنها.

﴿قلْ لاأملك لنفسي نفعاً ولاضراً إلاّ ماشاء الله﴾، قال ابن عباس رضي الله عنهما: إن أهل مكة قالوا: يامحمد، ألا يخبرك ربك بالسعر الرخيص قبل أن يغلو فتشتريه وتربح فيه عند الغلاء؟ وبالأرض التي يريد أن تجدب فترتحل منها إلى ماقد أخصبت؟ فأنزل الله تعالى «قلْ لاأملك لنفسي نفعاً»(٢) أي: لاأقدر لنفسي نفعاً، أي: اجتلاب نفع بأن أربح ولاضراً، أي دفع ضَرّ بأن أرتحل من أرض تريد أن تجدب إلا ماشاء الله أن أملكه.

﴿ولو كنت أعلم الغيبَ لاستكثرت من الخير ومامسني السوء﴾، أي: لو كنت أعلم الخصب والجدب لاستكثرت من الخير، أي: من المال لسنة القحط **﴿ومامسني السوء﴾** أي: الضر والفقر والجوع.

(١) أخرجه البخاري في الرقاق، باب حدثنا أبو اليمان: ١١/٣٥٢، ومسلم في الفتن، باب قرب الساعة (٢٩٥٤): ٤/٢٢٧٠. والمصنف في شرح السنة: ١٥/٢٦ ـ ٢٧.

(٢) أسباب النزول للواحدي ص (٢٦٣).

تفسير النسفي

المسمى

بمدارك التنزيل وحقائق التأويل

تأليف

الإمام الجليل

أبي البركات عبد الله بن أحمد بن محمود النسفي

المتوفى سنة ٧٠١ هـ

تحقيق

سيد زكريا

المجلد الأول

الناشر

مكتبة نزار مصطفى الباز

•• ﴿وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنسَانِ﴾ بالصحة والسعة ﴿أَعْرَضَ﴾ عن ذكر الله أو أنعمنا بالقرآن أعرض ﴿وَنَأَىٰ بِجَانِبِهِ﴾ تأكيد للإعراض؛ لأن الإعراض عن الشيء أن يوليه عرض وجهه والنأى بالجانب أى: يلوى عنه عطفه ويوليه ظهره، أو أراد الاستكبار؛ لأن ذلك من عادة المستكبرين نأى بالإمالة حمزة وبكسرها على ﴿وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ﴾ الفقر والمرض، أو نازلة من النوازل ﴿كَانَ يَئُوسًا﴾ شديد اليأس من روح الله.

•• ﴿قُلْ كُلٌّ﴾ أى: كل أحد ﴿يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ﴾ على مذهبه وطريقته التى تشاكل حاله فى الهدى والضلال ﴿فَرَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ أَهْدَىٰ سَبِيلًا﴾ أسد مذهبا وطريقة.

•• ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي﴾ أى: من أمر يعلمه ربى، الجمهور على أنه الروح الذى فى الحيوان سألوه عن حقيقته فأخبر أنه من أمر الله أى مما استأثر بعلمه، وعن أبى هريرة لقد مضى النبيﷺ ومايعلم الروح [(١)]، وقد عجزت الأوائل عن إدراك ماهيته بعد إنفاق الأعمال الطويلة على الخوض فيه، والحكمة فى ذلك تعجيز العقل عن إدراك معرفة مخلوق مجاور له ليدل على أنه عن إدراك خالقه أعجز، ولذا رد ما قيل فى حده أنه جسم دقيق هوائى فى كل جزء من الحيوان، وقيل: هو خلق عظيم روحاني أعظم من الملك وعن ابن عباس - رضى الله عنهما -: هو جبريل - عليه السلام - ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ (١٩٣) عَلَىٰ قَلْبِكَ﴾[(٢)] وعن الحسن: القرآن دليله ﴿وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا﴾[(٣)] ولأن به حياة القلوب، ومن أمر ربى أى: من وحيه وكلامه ليس من كلام البشر، وروى أن اليهود بعثت إلى قريش أن سلوه عن أصحاب الكهف، وعن ذى القرنين وعن الروح فإن أجاب عن الكل أو سكت عن الكل فليس بنبى وإن أجاب عن بعض وسكت عن بعض فهو نبى فبين لهم القصتين وأبهم أمر الروح وهو مبهم فى التوراة فندموا على سؤالهم [(٤)]، وقيل: كان السؤال عن خلق الروح يعنى أهو مخلوق أم لا، وقوله: من أمر ربى دليل خلق الروح فكان هذا جوابا ﴿وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾ الخطاب عام فقد روى أن رسول الله ﷺ لما قال لهم ذلك، قال: نحن مختصون بهذا الخطاب أم أنت معنا فيه فقال: «بل نحن وأنتم لم نؤتِ من العلم إلا قليلا»[(٥)] وقيل هو خطاب لليهود خاصة؛ لأنهم قالوا للنبى ﷺ: قد أوتينا التوراة وفيها الحكمة وقد تلوت ﴿وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا﴾[(٦)] فقيل

(١) ذكره الواحدى فى الوسيط عن عبدالله بن بريدة بهذا فى حديث لم يسبق إسناده.

(٢) سورة «الشعراء»، الآيتان (١٩٣، ١٩٤).

(٣) سورة «الشورى»، الآية (٥٢).

(٤) ذكره ابن هشام فى السيرة.

(٥) ذكر الثعلبى.

(٦) سورة «البقرة»، الآية (٢٦٩).

محققة عن نسخة خطية كاملة، وعن مطبوعة الشعب وأكثر من عشر نسخ خطية أخرى يستوعب مجموعها التفسير كله.

تفسير القرآن العظيم

للحافظ

أبي الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي

(٧٠٠ - ٧٧٤هـ)

تحقيق

سامي بن محمد السلامة

الجزء الخامس

الإسراء - المؤمنون

دار طيبة للنشر والتوزيع

وهذا أثر غريب عجيب، والله أعلم.

وقال السهيلي: روى عن عليّ أنه قال: هو ملك، له مائة ألف رأس، لكل رأس مائة ألف وجه، فى كل وجه مائة ألف فم، فى كل فم مائة ألف لسان، يسبح الله تعالى بلغات مختلفة.

قال السهيلي: وقيل المراد بذلك: طائفة من الملائكة على صور بنى آدم.

وقيل: طائفة يرون الملائكة ولا تراهم[1]، فهم للملائكة كالملائكة لبنى آدم.

وقوله: ﴿قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّى﴾ أى: من شأنه، ومما استأثر بعلمه دونكم؛ ولهذا قال: ﴿وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلاَّ قَلِيلاً﴾ أى: وما أطلعكم من علمه إلا على القليل، فإنه لا يحيط أحد بشىء من علمه إلا بما شاء تبارك وتعالى.

والمعنى: أن علمكم فى علم الله قليل، وهذا الذى تسألون عنه من أمر الروح مما استأثر به تعالى، ولم يطلعكم عليه، كما أنه لم يطلعكم إلا على القليل من علمه تعالى. وسيأتى إن شاء الله فى قصة موسى والخضر: أن الخضر نظر إلى عصفور وقع على حافة السفينة، فنقر فى البحر نقرة، أى: شرب منه بمنقاره، فقال: ياموسى، ماعلمى وعلمك وعلم الخلائق فى علم الله إلا كما أخذ هذا العصفور من هذا البحر. أو كما قال صلوات الله وسلامه عليه؛ ولهذا قال تبارك وتعالى: ﴿وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلاَّ قَلِيلاً﴾.

وقال السهيلي: قال بعض الناس: لم يجبهم عما سألوا؛ لأنهم سألوا على وجه التعنت. وقيل: أجابهم، وعول السهيلي على أن المراد بقوله: ﴿قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّى﴾ أى: من شرعه، أى: فادخلوا فيه، وقد علمتم ذلك لأنه لا سبيل إلى معرفة هذا من طبع ولا فلسفة، وإنما ينال من جهة الشرع. وفى هذا المسلك الذى طرقه وسلكه نظر، والله أعلم.

ثم ذكر السهيلي الخلاف بين العلماء فى أن الروح هى النفس، أو غيرها، وقرر أنها ذات لطيفة كالهواء، سارية فى الجسد كسريان الماء فى عروق الشجر. وقرّر أن الروح التى ينفخها الملك فى الجنين هى النفس بشرط اتصالها بالبدن، واكتسابها بسببه صفات مدح أو ذم، فهى إما نفس مطمئنة أو أمارة بالسوء. قال: كما أن الماء هو حياة الشجر، ثم يكسب[2] بسبب اختلاطه معها اسماً خاصاً، فإذا اتصل بالعنبة وعصر منها صار إما مُصْطَاراً أو خمراً، ولا يقال له: «ماء» حينئذ إلا على سبيل المجاز، وهكذا لا يقال للنفس: «روح» إلا على هذا النحو، وكذلك لا يقال للروح: نفس[3] إلا باعتبار ما تؤول إليه. فحاصل ما يقول أن الروح أصل النفس ومادتها، والنفس مركبة منها ومن اتصالها بالبدن، فهى هى من وجه لا من كل وجه[4]. وهذا معنى حسن، والله أعلم.

قلت: وقد تكلم الناس فى ماهية الروح وأحكامها وصنفوا فى ذلك كتباً. ومن أحسن من تكلم على ذلك الحافظ ابن منده، فى كتاب سمعناه فى: الروح[5].

(١) فى أ: «ولا تراهم الملائكة». (٢) فى ت، ف: «يكتسب». (٣) فى ت، ف: «نفساً» وهو خطأ.
(٤) الروض الأنف (١/١٩٨، ١٩٩).
(٥) وللإمام ابن القيم، رحمه الله، كتاب الروح مطبوع بتحقيق بسام العموش، أكثر النقل فيه عن كتاب ابن مندة هذا وذكر خلاصته فيه.

تفسير النسفي

المسمى

بمدارك التنزيل وحقائق التأويل

تأليف

الإمام الجليل

أبي البركات عبد الله بن أحمد بن محمود النسفي

المتوفى سنة ٧٠١ هـ

تحقيق

سيد زكريا

المجلد الأول

الناشر

مكتبة نزار مصطفى الباز

﴿أَلا إِنَّهَا﴾ أى: النفقة أو صلوات الرسول ﴿قُرْبَةٌ لَهُمْ﴾ قربة نافع وهذا شهادة من الله للمتصدق بصحة ما اعتقد من كون نفقته قربات وصلوات وتصديق لرجائه على طريق الاستئناف مع حرفى التنبيه والتحقيق المؤذنين بثبات الأمر وتمكنه وكذلك ﴿سَيُدْخِلُهُمُ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ﴾ أى: جنته وما فى السين من تحقيق الوعد، وما أدل هذا الكلام على رضا الله عن المتصدقين، وأن الصدقة منه بمكان إذا خلصت النية من صاحبها ﴿إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ﴾ يستر عيب المخل ﴿رَحِيمٌ﴾ يقبل جهد المقل.

•• ﴿وَالسَّابِقُونَ﴾ مبتدأ ﴿الأَوَّلُونَ﴾ صفة لهم ﴿مِنَ الْمُهَاجِرِينَ﴾ تبيين لهم وهم الذين صلوا إلى القبلتين، أو الذين شهدوا بدراً، أو بيعة الرضوان ﴿وَالأَنصَارِ﴾ عطف على المهاجرين أى: ومن الأنصار وهم أهل بيعة العقبة الأولى، وكانوا سبعة نفر، وأهل العقبة الثانية وكانوا سبعين ﴿وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ﴾ من المهاجرين والأنصار فكانوا سائر الصحابة، وقيل: هم الذين اتبعوهم بالإيمان والطاعة إلى يوم القيامة والخبر ﴿رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ﴾ بأعمالهم الحسنة ﴿وَرَضُوا عَنْهُ﴾ بما أفاض عليهم من نعمته الدينية والدنيوية ﴿وَأَعَدَّ لَهُمْ﴾ عطف على رضى ﴿جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الأَنْهَارُ﴾ من تحتها مكى ﴿خَالِدِينَ فِيهَا أَبَداً ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾.

•• ﴿وَمِمَّنْ حَوْلَكُم﴾ يعنى: حول بلدتكم، وهى المدينة ﴿مِّنَ الأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ﴾ وهم جهينة وأسلم وأشجع وغفار، وكانوا نازلين حولها ﴿وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ﴾ عطف على خبر المبتدأ الذى هو ممن حولكم، والمبتدأ منافقون ويجوز أن يكون جملة معطوفة على المبتدأ والخبر إذا قدرت ومن أهل المدينة قوم ﴿مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ﴾ أى: تمهروا فيه على أن مردوا صفة موصوف محذوف، وعلى الوجه الأول لا يخلو من أن يكون كلاما مبتدأ أو صفة لمنافقون فصل بينها وبينه بمعطوف على خبره ودل على مهارتهم فيه بقوله: ﴿لا تَعْلَمُهُمْ﴾ أى: يخفون عليك مع فطنتك وصدق فراستك لفرط تنوقهم[(١)] فى تحامى ما يشككك فى أمرهم، ثم قال: ﴿نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ﴾ أى: لا يعلمهم إلا الله ولا يطلع على سرهم غيره؛ لأنهم يبطنون الكفر فى سويداء قلوبهم ويبرزون لك ظاهرا كظاهر المخلصين من المؤمنين ﴿سَنُعَذِّبُهُم مَّرَّتَيْنِ﴾ هما القتل وعذاب القبر أو الفضيحة وعذاب القبر، أو أخذ الصدقات من أموالهم ونهك أبدانهم ﴿ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَى عَذَابٍ عَظِيمٍ﴾ أى: عذاب النار.

•• ﴿وَآخَرُونَ﴾ أى: قوم آخرون سوى المذكورين ﴿اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ﴾ أى: لم يعتذروا من تخلفهم بالمعاذير الكاذبة كغيرهم ولكن اعترفوا على أنفسهم بأنهم بئس ما فعلوا نادمين، وكانوا عشرة فسبعة منهم لما بلغهم ما نزل فى المتخلفين أوثقوا أنفسهم على سوارى المسجد فقدم رسول الله (ﷺ) فدخل المسجد فصلى ركعتين وكانت عادته كلما قدم من سفر فرآهم موثقين فسأل عنهم فذكر

---

(١) التنوّق: المبالغة فى تجويد الشىء، يُقال: تنوّق فى ملبسه، وتنوّق فى منطقه. (المعجم الوسيط ٢/ ٩٦٤).

﴿وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ﴾ أي وممن حول بلدتكم يعني المدينة. **﴿مِنَ الأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ﴾** هم جهينة ومزينة وأسلم وأشجع وغفار كانوا نازلين حولها. **﴿وَمِنْ أَهْلِ المَدِينَةِ﴾** عطف على **﴿ممن حولكم﴾** أو خبر لمحذوف صفته. **﴿مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ﴾** ونظيره في حذف الموصوف وإقامة الصفة مقامه قوله:

أَنَـــا ابـــنُ جَـــلاَ وَطَـــلاَّعِ الـــثَّـــنَـــايَـــا

وعلى الأول صفة للمنافقين فصل بينها وبينه بالمعطوف على الخبر أو كلام مبتدأ لبيان تمرنهم وتمهرهم في النفاق. **﴿لاَ تَعْلَمُهُمْ﴾** لا تعرفهم بأعيانهم وهو تقرير لمهارتهم فيه وتنوقهم في تحامي مواقع التهم إلى حد أخفى عليك حالهم مع كمال فطنتك وصدق فراستك. **﴿نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ﴾** ونطلع على أسرارهم إن قدروا أن يلبسوا عليك لم يقدروا أن يلبسوا علينا. **﴿سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ﴾** بالفضيحة والقتل أو بأحدهما وعذاب القبر، أو بأخذ الزكاة ونهك الأبدان. **﴿ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَى عَذَابٍ عَظِيمٍ﴾** إلى عذاب النار.

﴿وَءَاخَرُونَ ٱعْتَرَفُوا۟ بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا۟ عَمَلًا صَـٰلِحًا وَءَاخَرَ سَيِّئًا عَسَى ٱللَّهُ أَن يَتُوبَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (١٠٢)﴾.

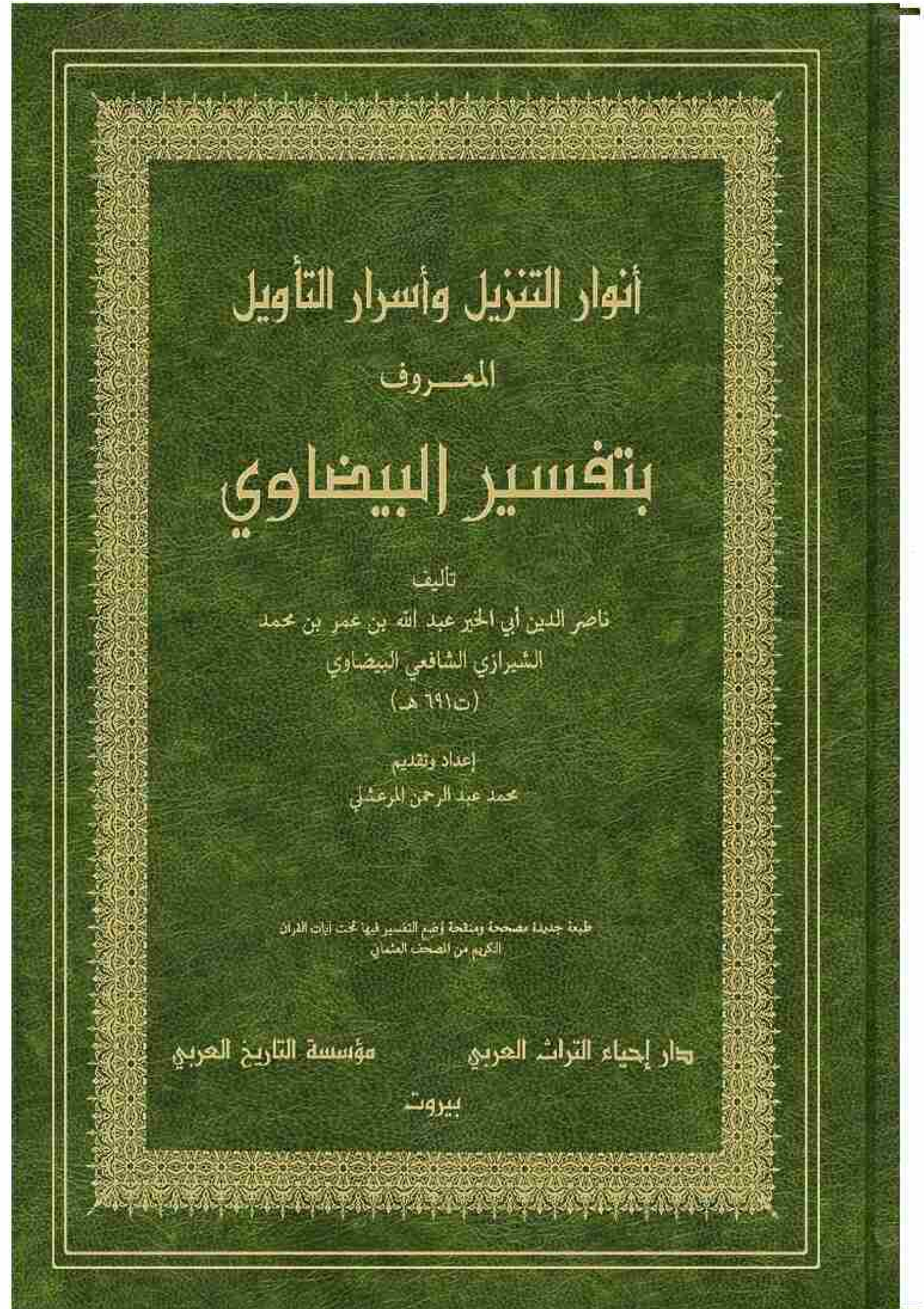
﴿وَآخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ﴾ ولم يعتذروا عن تخلفهم بالمعاذير الكاذبة، وهم طائفة من المتخلفين أوثقوا أنفسهم على سَوَارِي المسجد لما بلغهم ما نزل في المتخلفين، فقدم رسول الله ﷺ فدخل المسجد على عادته فصلى ركعتين فرآهم فسأل عنهم فذكر له أنهم أقسموا أن لا يحلوا أنفسهم حتى تحلهم فقال: وأنا أقسم أن لا أحلهم حتى أومر فيهم فنزلت فأطلقهم. **﴿خَلَطُوا عَمَلاً صَالِحاً وَآخَرَ سَيِّئاً﴾** خلطوا العمل الصالح الذي هو إظهار الندم والاعتراف بالذنب بآخر سيىء هو التخلف وموافقة أهل النفاق، والواو إما بمعنى الباء كما في قولهم: بعت الشاء شاة ودرهماً. أو للدلالة على أن كل واحد منهما مخلوط بالآخر. **﴿عَسَى اللَّهُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ﴾** أن يقبل توبتهم وهي مدلول عليها بقوله **﴿اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ﴾**. **﴿إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾** يتجاوز عن التائب ويتفضل عليه.

﴿خُذْ مِنْ أَمْوَٰلِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّ صَلَوٰتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۗ وَٱللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (١٠٣) أَلَمْ يَعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ ٱلتَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِۦ وَيَأْخُذُ ٱلصَّدَقَـٰتِ وَأَنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ (١٠٤)﴾.

﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً﴾ روي: أنهم لما أُطلِقُوا قالوا يا رسول الله هذه أموالنا التي خلفتنا فتصدق بها وطهرنا فقال: «ما أمرت أن آخذ من أموالكم شيئاً» فنزلت. **﴿تُطَهِّرُهُمْ﴾** من الذنوب أو حب المال المؤدي بهم إلى مثله. وقرىء «تطهرهم» من أطهره بمعنى طهره و «تطهرهم» بالجزم جواباً للأمر. **﴿وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا﴾** وتنمي بها حسناتهم وترفعهم إلى منازل المخلصين. **﴿وَصَلِّ عَلَيْهِمْ﴾** واعطف عليهم بالدعاء والاستغفار لهم. **﴿إِنَّ صَلاَتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ﴾** تسكن إليها نفوسهم وتطمئن بها قلوبهم، وجمعها لتعدد المدعو لهم وقرأ حمزة والكسائي وحفص بالتوحيد. **﴿وَاللَّهُ سَمِيعٌ﴾** باعترافهم. **﴿عَلِيمٌ﴾** بندامتهم.

﴿أَلَمْ يَعْلَمُوا﴾ الضمير إما للمتوب عليهم والمراد أن يمكن في قلوبهم قبول توبتهم والاعتداد بصدقاتهم، أو لغيرهم والمراد به التحضيض عليهما. **﴿أَنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ﴾** إذا صحت وتعديته بـ **﴿عن﴾** لتضمنه معنى التجاوز. **﴿وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ﴾** يقبلها قبول من يأخذ شيئاً ليؤدي بدله. **﴿وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾** وأن من شأنه قبول توبة التائبين والتفضل عليهم.

﴿وَقُلِ ٱعْمَلُوا۟ فَسَيَرَى ٱللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُۥ وَٱلْمُؤْمِنُونَ ۖ وَسَتُرَدُّونَ إِلَىٰ عَـٰلِمِ ٱلْغَيْبِ وَٱلشَّهَـٰدَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (١٠٥) وَءَاخَرُونَ مُرْجَوْنَ لِأَمْرِ ٱللَّهِ إِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَإِمَّا يَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (١٠٦)﴾.



وَصَلَوٰتِ الرَّسُولِ ۚ أَلَآ إِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ۚ سَيُدْخِلُهُمُ اللَّهُ
اور دعائے خیر پیغمبر کی خبردار ہو تحقیق وہ نزدیکی ہے واسطے اُن کے البتہ شتاب داخل کریگا ان کو اللہ

فِى رَحْمَتِهِۦٓ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٩٩﴾ ع وَالسَّٰبِقُونَ الْأَوَّلُونَ ع ١٢ ١٠
بیچ رحمت اپنی کے تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور آگے بڑھ جانے والے پہلے

مِنَ الْمُهَٰجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَٰنٍ
ہجرت کرنے والوں سے اور مدد دینے والوں سے اور وہ لوگ کہ پیروی کرتے ہیں ان کی ساتھ نیکی کے

رَّضِىَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا۟ عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِى
راضی ہوا اللہ اُن سے اور راضی ہوئے وہ اُس سے اور تیار کی ہیں واسطے ان کے بہشتیں چلتی ہیں نیچے

تَحْتَهَا الْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١٠٠﴾
ان کے نہریں ہمیشہ رہیں گے بیچ ان کے ہمیشہ یہ ہے مراد پانا بڑا ف۱

وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَٰفِقُونَ ۖ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ
اور ان لوگوں سے کہ گرد تمہارے ہیں گنواروں سے منافق ہیں اور بعضے لوگ مدینہ کے بھی

مَرَدُوا۟ عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ ۖ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۚ سَنُعَذِّبُهُم
سرکشی کرتے ہیں اوپر نفاق کے تو نہیں جانتا ان کو ہم جانتے ہیں اُن کو شتاب عذاب کریں گے ہم ان کو

مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ ﴿١٠١﴾ وَءَاخَرُونَ اعْتَرَفُوا۟
دو بار پھر پھیرے جاویں گے طرف عذاب بڑے کے ف۲ اور اور لوگ ہیں کہ اقرار کرتے ہیں

بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا۟ عَمَلًا صَٰلِحًا وَءَاخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللَّهُ أَن يَتُوبَ
ساتھ گناہوں اپنے کے ملا دیا ہے عمل اچھا اور اور بُرا شتاب ہے اللہ یہ کہ پھر آوے

عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٠٢﴾ خُذْ مِنْ أَمْوَٰلِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ
اوپر ان کے تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے لے مال اُن کے سے خیرات کہ پاک کرے تو ان کو یعنی ظاہر

وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّ صَلَوٰتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۗ وَاللَّهُ
میں اور پاکیزہ کرے تو ان کو ساتھ اس کے یعنی باطن میں اور دعا خیر بھیج اوپر اُن کے تحقیق دعا تیری تسکین ہے واسطے ان کے اور اللہ

سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٠٣﴾ أَلَمْ يَعْلَمُوٓا۟ أَنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ
سننے والا جاننے والا ہے ف۳ کیا نہیں جانا انہوں نے یہ کہ اللہ وہی ہے کہ قبول کرتا ہے توبہ

عِبَادِهِۦ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَٰتِ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١٠٤﴾
بندوں اپنے سے اور لیتا ہے خیراتیں اور یہ کہ اللہ وہی ہے پھر آنے والا مہربان ف۴

ف۱ جنگ بدر تک جو مسلمان ہوئے ہیں وہ قدیم ہیں اور باقی ان کے تابع ہیں۔ ۱۲ منہ
ف۲ یعنی دنیا میں بھی تکلیف پر تکلیف پاویں گے پھر آخرت میں پکڑے جاویں گے۔ وہ منافق کوئی اندھا ہوا کوئی کوڑھی کسی کے بدن میں پیپ پڑی۔ ۱۲ منہ
ف۳ یعنی جیسے بعضوں پر عتاب ہوا کہ ہمیشہ کو ان کی زکوٰۃ لینی موقوف ہوئی۔ ان پر عتاب نہیں۔ ۱۲ منہ
ف۴ یعنی رسول بے اختیار ہے جس کے حق میں اللہ نے جو فرمایا وہ ادا کرتا ہے۔ ۱۲ منہ

القرآن الکریم

مترجم

از مولانا شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی

تفسیر

از مولانا شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی

قدرت اللہ

قدرت اللہ کمپنی

غزنی سٹریٹ ○ اردو بازار ○ لاہور پاکستان

تفسير البغوي

«معالم التنزيل»

للإمام محيي السنة أبي محمد الحسين بن مسعود البغوي

(المتوفى - ٥١٦هـ)

المجلد الرابع

حققه وخرج أحاديثه

محمد عبد الله النمر   عثمان جمعة ضميرية   سليمان مسلم الحرش

دار طيبة للنشر والتوزيع
الرياض ــ شارع عسير ــ ص. ب : ٧٦١٢
تليفون : ٤٢٥٩٧٤٠/٤٣٥٤٩٣٧

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوكَ وَلَٰكِن بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۚ وَسَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ يُهْلِكُونَ أَنفُسَهُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿٤٢﴾ عَفَا اللَّهُ عَنكَ لِمَ أَذِنتَ لَهُمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ

من المال، وثقالاً أهل العسرة. وقيل: خفافاً من السلاح، أي: مقلّين منه، وثقالاً أي: مستكثرين منه. وقال الحكم بن عتيبة: مشاغيل وغير مشاغيل. وقال مرّة الهمذاني. أصحاء ومرضى. وقال يمان بن رباب: عزاباً ومتأهلين. وقيل: خفافاً من حاشيتكم وأتباعكم، وثقالاً مستكثرين بهم. وقيل: خفافاً مسرعين خارجين ساعة سماع النفير، وثقالاً بعد التروي فيه والاستعداد له.

﴿وجاهدُوا بأموالِكم وأنفسكم في سبيل الله ذلكم خيرٌ لكم إن كنتم تعلمون﴾، قال الزهري: خرج سعيد بن المسيب إلى الغزو وقد ذهبت إحدى عينيه، فقيل له: إنك عليل صاحب ضر، فقال: استنفر الله الخفيف والثقيل، فإن لم يمكني الحرب كثّرت السواد وحفظت المتاع.

وقال عطاء الخراساني عن ابن عباس: نُسخت هذه الآية بقوله:(وما كان المؤمنون لينفروا كافة)[١].

وقال السدي: لما نزلت هذه الآية اشتد شأنها على الناس فنسخها الله تعالى وأنزل: (ليسَ على الضعفاء ولا على المرضَى)[٢] الآية.

ثم نزل في المنافقين الذين تخلفوا عن غزوة تبوك:[٣].

﴿لو كان عرضاً قريباً﴾، واسم كان مضمر، أي: لو كان ما تدعونهم إليه عرضاً قريباً، أي: غنيمة قريبة المتناول، ﴿وسفراً قاصداً﴾، أي قريباً هيناً، ﴿لاتَّبعوك﴾، لخرجوا معك، ﴿ولكنْ بَعُدَتْ عليهمُ الشُّقّةُ﴾ أي: المسافة، والشقة: السفر البعيد، لأنه يشقُّ على الإنسان. وقيل: الشقة الغاية التي يقصدونها، ﴿وسيحلفون باللّهِ لو استطعنا لخرجنا معكم يُهلِكُون أنفسهم﴾، يعني باليمين الكاذبة، ﴿والله يعلم إنّهم لكاذِبُون﴾، في أيمانهم وإيمانهم، لأنهم كانوا مستطيعين.

﴿عفا اللّهُ عنكَ﴾، قال عمرو بن ميمون: اثنان فعلهما رسول الله ﷺ ولم يؤمر بهما: إذنه للمنافقين، وأخذه الفدية من أسارى بدر، فعاتبه الله كما تسمعون.

---

(١) انظر: الناسخ والمنسوخ لابن سلامة ص(٥٢)، أسباب النزول (٢٨٣ ـ ٢٨٤) ابن كثير: ٢/٣٦٠.
(٢) أخرجه ابن أبي حاتم وأبو الشيخ عن السدي. الدر المنثور: ٤/٢٠٨.
(٣) أسباب النزول للواحدي ص(٢٨٤).

تفسير البغوي

«معالم التنزيل»

للإمام محيي السنة أبي محمد الحسين بن مسعود البغوي

(المتوفى - ٥١٦هـ)

المجلد الرابع

حققه وخرّج أحاديثه

محمد عبدالله النمر — عثمان جمعة ضميرية — سليمان مسلم الحرش

دار طيبة للنشر والتوزيع

الرياض ـ شارع عسير ـ ص. ب : ٧٦١٢

تليفون : ٤٣٥٩٧٤٠/٤٣٥٤٩٣٧

﴿وَقَالَ مُوسَىٰٓ إِن تَكْفُرُوٓاْ أَنتُمْ وَمَن فِى ٱلْأَرْضِ جَمِيعًا فَإِنَّ ٱللَّهَ لَغَنِىٌّ حَمِيدٌ ﴿٨﴾ أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَؤُاْ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَٱلَّذِينَ مِنۢ بَعْدِهِمْ لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا ٱللَّهُ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِٱلْبَيِّنَٰتِ فَرَدُّوٓاْ أَيْدِيَهُمْ فِىٓ أَفْوَٰهِهِمْ وَقَالُوٓاْ إِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ أُرْسِلْتُم بِهِۦ وَإِنَّا لَفِى شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُونَنَآ إِلَيْهِ مُرِيبٍ ﴿٩﴾﴾

شكرتم﴾ نعمتي فآمنتم وأطعتم **﴿لأزيدنكم﴾** في النعمة .

وقيل: الشكر: قيد الموجود، وصيد المفقود .

وقيل: لئن شكرتم بالطاعة لأزيدنكم في الثواب .

﴿ولئن كفرتم﴾، نعمتي فجحدتموها ولم تشكروها، **﴿إنَّ عذابي لشديد﴾**[(١)] .

﴿وقال موسى إن تكفروا أنتم ومن في الأرض جميعاً فإن الله لغني حميد﴾، أي: غنيٌّ عن خلقه، حميدٌ محمود في أفعاله، لأنه فيها متفضِّل وعادل .

﴿ألم يأتكم نبأ الذين﴾، خبر الذين، **﴿من قبلكم قومِ نوحٍ وعادٍ وثمودَ والذين من بعدِهم لا يعلمُهم إلا الله﴾**، يعني: من كان بعد قوم نوحٍ وعادٍ / وثمودَ . ١٩٢/ب

ورُوي عن عبدالله بن مسعود رضي الله عنه أنه قرأ هذه الآية ثم قال: كذب النسَّابون[(٢)] .

وعن عبدالله بن عباس رضي الله عنهما قال: بين إبراهيم وبين عدنان ثلاثون قرناً لا يعلمهم إلا الله تعالى[(٣)] .

وكان مالك بن أنس يكره أن ينسِبَ الإنسان نفسه أباً أباً إلى آدم، وكذلك في حق النبي ﷺ لأنه لا يعلم أولئك الآباءَ أحدٌ إلاَّ الله عزّ وجلّ .

---

(١) قال الطبري: (٥٢٨/١٦): وقوله: «ولئن كفرتم...» يقول: ولئن كفرتم، أيها القوم، نعمةَ الله، فجحدتموها بترك شكره عليها وخلافه في أمره ونهيه، وركوبكم معاصيه = «إن عذابي لشديد»، أعذبكم كما أعذب من كفر بي من خلقي .

(٢) أخرجه الطبري: ٥٢٩/١٦ و٥٣٠، وزاد السيوطي نسبته لعبد بن حميد، وابن المنذر، وابن أبي حاتم. انظر: الدر المنثور: ٩/٥ .

(٣) وروي عن ابن عباس أنه قال: «كان بين زمن موسى وبين زمن نوح قرون ثلاثون لا يعلمهم إلا الله» .
وحكى عنه المهدوي أنه قال: «كان بين عدنان وإسماعيل ثلاثون أباً لا يعرفون»، وقال ابن عطية بعد أن ساق هاتين الروايتين في المحرر الوجيز: ٢٠٦/٨: «وهذا الوقوف على عدتهم بعيد، ونفْيُ العلم بها جملةً أصحُّ، وهو لفظ القرآن» .
ونقل ابن الجوزي في زاد المسير: (٣٤٨/٢) عن ابن الأنباري، في تفسير الآية، قال: أي: لا يحصي عددهم إلا هو، على أن الله تعالى أهلك أمماً من العرب وغيرها، فانقطعت أخبارهم، وعفَتْ آثارهم، فليس يعلمهم أحد إلا الله .
وانظر: تفسير القرطبي: ٣٤٤/٩، ٣٤٥ .

الدر المنثور
في
التفسير بالمأثور

لجلال الدين السيوطي
(٨٤٩هـ - ٩١١هـ)

تحقيق

الدكتور عبد الله بن عبد المحسن التركي

بالتعاون مع

مركز هجر للبحوث والدراسات العربية والإسلامية

الدكتور عبد السند حسن يمامة

الجزء الثامن

عِبَادِهِۦ﴾ . ومَن أُلهِم الشكرَ لم يُحرَمِ الزيادةَ ؛ لأنَّ اللهَ تعالى يقولُ : ﴿وَهُوَ ٱلَّذِى يَقۡبَلُ ٱلتَّوۡبَةَ عَنۡ عِبَادِهِۦ﴾ . ومَن أُلهِم الاستغفارَ لم يُحرَمِ المغفرةَ ؛ لأنَّ اللهَ تعالى يقولُ : ﴿ٱسۡتَغۡفِرُواْ رَبَّكُمۡ إِنَّهُۥ كَانَ غَفَّارٗا﴾ . ومَن أُلهِم النفقةَ لم يُحرَمِ الخَلَفَ ؛ لأنَّ اللهَ تعالى يقولُ : ﴿وَمَآ أَنفَقۡتُم مِّن شَيۡءٖ فَهُوَ يُخۡلِفُهُۥ﴾ »[1] [سبأ : ٣٩] .

قولُه تعالى : ﴿أَلَمۡ يَأۡتِكُمۡ نَبَؤُاْ ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكُمۡ﴾ الآية .

أخرَج عبدُ بنُ حميدٍ ، وابنُ جريرٍ ، وابنُ المنذرِ ، وابنُ أبي حاتمٍ ، عن ابنِ
مسعودٍ ، أنه كان يقرؤُها : (وعادًا وثمودَ والذين من بعدِهم / لا يعلَمُهم ٤/٧٢
إلا اللهُ) . قال : كذَب النَّسَّابون[2] .

وأخرَج ابنُ أبي شيبةَ ، وابنُ المنذرِ ، عن عمرِو بنِ ميمونٍ ، مثلَه .

وأخرَج ابنُ الضُّريسِ عن أبي مِجْلَزٍ قال : قال رجلٌ لعليِّ بنِ أبي طالبٍ : أنا أنسبُ الناسِ . قال : إنك لا تنسِبُ الناسَ . قال : بلى . فقال له عليٌّ : أرأيتَ قولَه تعالى : ﴿وَعَادٗا وَثَمُودَاْ وَأَصۡحَٰبَ ٱلرَّسِّ وَقُرُونَۢا بَيۡنَ ذَٰلِكَ كَثِيرٗا﴾ ؟ [الفرقان : ٣٨] . قال : أنا أنسبُ ذلك الكثيرَ . قال : أرأيتَ قولَه : ﴿أَلَمۡ يَأۡتِكُمۡ نَبَؤُاْ ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكُمۡ قَوۡمِ نُوحٖ وَعَادٖ وَثَمُودَ وَٱلَّذِينَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ لَا يَعۡلَمُهُمۡ إِلَّا ٱللَّهُۚ﴾ ؟ فسكَتَ .

وأخرَج أبو عبيدٍ ، وابنُ المنذرِ ، وابنُ أبي حاتمٍ ، عن عروةَ بنِ الزبيرِ قال : ما وجَدْنا أحدًا يَعرِفُ ما وراءَ مَعَدِّ بنِ عدنانَ .

(١) الضياء (١٨١٤) .

(٢) ابن جرير ١٣/٦٠٤ .

تفسير البغوي

«معالم التنزيل»

للإمام محيي السنة أبي محمد الحسين بن مسعود البغوي
(المتوفى - ٥١٦هـ)

المجلد الأول

حققه وخرج أحاديثه
محمد عبد الله النمر عثمان جمعة ضميرية سليمان مسلم الحرش

دار طيبة للنشر والتوزيع
الرياض – شارع عسير – ص. ب : ٧٦١٢
تليفون : ٤٣٥٩٧٤٠ / ٤٣٥٤٩٣٧

﴿وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يُعْجِبُكَ قَوْلُهُۥ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَيُشْهِدُ ٱللَّهَ عَلَىٰ مَا فِى قَلْبِهِۦ وَهُوَ أَلَدُّ ٱلْخِصَامِ ﴿٢٠٤﴾ وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِى ٱلْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ ٱلْحَرْثَ وَٱلنَّسْلَ ۗ وَٱللَّهُ لَا يُحِبُّ ٱلْفَسَادَ ﴿٢٠٥﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُ ٱتَّقِ ٱللَّهَ أَخَذَتْهُ ٱلْعِزَّةُ بِٱلْإِثْمِ ۚ فَحَسْبُهُۥ جَهَنَّمُ ۚ وَلَبِئْسَ ٱلْمِهَادُ ﴿٢٠٦﴾ وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَشْرِى نَفْسَهُ ٱبْتِغَآءَ مَرْضَاتِ ٱللَّهِ ۗ وَٱللَّهُ رَءُوفٌۢ بِٱلْعِبَادِ ﴿٢٠٧﴾﴾

يعني لا إثم على من تعجل فنفر في اليوم الثاني في تعجيله ومن تأخر حتى ينفر في اليوم الثالث **﴿فلا إثم عليه﴾** في تأخره. وقيل: معناه **﴿فمن تعجل﴾** فقد ترخص **﴿فلا إثم عليه﴾** بالترخص **﴿ومن تأخر فلا إثم عليه﴾** بترك الترخص وقيل معناه رجع مغفوراً له، لا ذنب عليه تعجل أو تأخر، كما روينا من «حج فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته أمه»(١) وهو قول علي وابن مسعود.

قوله تعالى: **﴿لمن اتقى﴾** أي لمن اتقى أن يصيب في حجه شيئاً نهاه الله عنه كما قال: «من حج فلم يرفث ولم يفسق» قال ابن مسعود: انما جعلت مغفرة الذنوب لمن اتقى الله تعالى في حجه، وفي رواية الكلبي عن ابن عباس معناه **﴿لمن اتقى﴾** الصيد لا يحل له أن يقتل صيداً حتى تخلو(٢) أيام التشريق، وقال أبو العالية ذهب إثمه إن اتقى فيما بقي من عمره [**﴿واتقوا الله واعلموا أنكم إليه تحشرون﴾** تجمعون في الآخرة فيجزيكم بأعمالكم](٣).

قوله تعالى: **﴿ومن الناس من يعجبك قوله في الحياة الدنيا﴾** قال الكلبي ومقاتل وعطاء: نزلت في الأخنس بن شريق الثقفي حليف بني زهرة واسمه أبي وسمي الأخنس لأنه خنس يوم بدر بثلاثمائة رجل من بني زهرة عن قتال رسول الله ﷺ: وكان رجلاً حلو الكلام، حلو المنظر، وكان يأتي رسول الله ﷺ فيجالسه ويظهر الإسلام، ويقول إني لأحبك، ويحلف بالله على ذلك، وكان منافقاً، فكان رسول الله ﷺ يدني مجلسه فنزل قوله تعالى **﴿ومن الناس من يعجبك قوله فى الحياة الدنيا﴾**(٤) أي تستحسنه ويعظم في قلبك، ويقال في الاستحسان أعجبني كذا وفي الكراهية والإنكار عجبت من كذا **﴿ويشهد الله على ما في قلبه﴾** يعني قول المنافق: والله إني بك مؤمن ولك محب **﴿وهو ألد الخصام﴾** أي شديد الخصومة، يقال لددت يا هذا وأنت تلد لدّاً ولدادةً، فإذا أردت أنه غلب على خصمه قلت: لده يلده لداً، يقال: رجل ألد وامرأة لداء وقوم لُدٌّ، قال الله تعالى: «وتنذر به قوماً لداً» (٩٧ ــ مريم). قال الزجاج: اشتقاقه من لديدي العنق وهما صفحتاه، وتأويله: أنه في أي وجه أخذ من يمين أو شمال في أبواب الخصومة غلب،

(١) سبق تخريجه ــ انظر: ص ٢٢٧
(٢) يعني: تنقضي.
(٣) ساقط من: ب.
(٤) انظر: الطبري: ٤/٢٢٩، أسباب النزول للواحدي ص (٩٦).

بسم الله الرحمن الرحيم

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ الآية

جس نے رسول کا حکم مانا تو بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا

(ترجمہ کنز الایمان)

مشکوٰۃ شریف

(عربی، اردو)

تصنیف

امام ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۷۴۲ھ)

ترجمہ

فاضل شہیر مولانا عبد الحکیم خاں اختر شاہجہانپوری

(مترجم بخاری شریف، ابو داؤد شریف، ابن ماجہ شریف)

فرید بک سٹال ۳۸- اردو بازار لاہور ۲

بَابُ قُرْبِ السَّاعَةِ وَاَنَّ مَنْ مَّاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ

قربِ قیامت اور جو مر گیا اُس کی قیامت ہو گئی

پہلی فصل

۵۲۶۳ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ قَالَ شُعْبَةُ وَسَمِعْتُ قَتَادَةَ يَقُوْلُ فِيْ قَصَصِهٖ كَفَضْلِ اِحْدَاهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَلَا اَدْرِيْ اَذَكَرَهٗ عَنْ اَنَسٍ اَوْ قَالَهٗ قَتَادَةُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

شعبہ، قتادہ، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اور قیامت کو ان دو انگلیوں کی طرح بھیجا گیا ہے۔ شعبہ کا بیان ہے کہ میں نے قتادہ کو ان کے وعظوں میں فرماتے ہوئے سنا کہ جیسے ان میں ایک دوسری سے مقدم ہے۔ مجھے یہ معلوم نہیں کہ یہ بات انہوں نے حضرت انس سے روایت کی یا یہ قتادہ کا قول ہے۔ (متفق علیہ)

۵۲۶۴ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَبْلَ اَنْ يَّمُوْتَ بِشَهْرٍ تَسْاَلُوْنِيْ عَنِ السَّاعَةِ وَاِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَاُقْسِمُ بِاللّٰهِ مَا عَلَى الْاَرْضِ مِنْ نَّفْسٍ مَّنْفُوْسَةٍ يَّاْتِيْ عَلَيْهَا مِائَةُ سَنَةٍ وَّهِيَ حَيَّةٌ يَّوْمَئِذٍ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آپ کے وفات پانے سے ایک ماہ پہلے فرماتے ہوئے سنا: تم مجھ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہو اور اُس کا علم اللہ کے پاس ہے اور خدا کی قسم زمین پر کوئی سانس لینے والا ایسا نہیں کہ اس پر سو سال گزر جائیں اور اُس وقت بھی وہ زندہ ہے۔ (مسلم)

۵۲۶۵ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَاْتِيْ مِائَةُ سَنَةٍ وَّعَلَى الْاَرْضِ نَفْسٌ مَّنْفُوْسَةٌ الْيَوْمَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: آج جو زمین پر سانس لے رہے ہیں ان میں سے کسی پر پورے سو سال نہیں گزریں گے۔ (مسلم)۔

۵۲۶۶ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاَعْرَابِ يَاْتُوْنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْاَلُوْنَهٗ عَنِ السَّاعَةِ فَكَانَ يَنْظُرُ اِلٰى اَصْغَرِهِمْ فَيَقُوْلُ اِنْ يَّعِشْ هٰذَا لَا يُدْرِكْهُ الْهَرَمُ حَتّٰى تَقُوْمَ عَلَيْكُمْ سَاعَتُكُمْ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ بعض اعرابی نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے۔ آپ ان میں سب سے کم عمر کی طرف دیکھ کر فرماتے کہ یہ بڑھاپے کو نہیں پہنچے گا کہ تم پر قیامت قائم ہو جائے گی۔ (متفق علیہ)

مرقاة المفاتيح

للعلامة الشيخ علي بن سلطان محمد القاري المتوفى سنة ١٠١٤هـ

شرح مشكاة المصابيح

للإمام العلامة محمد بن عبد الله الخطيب التبريزي المتوفى سنة ٧٤١هـ

تحقيق
الشيخ جمال عيتاني

تنبيه:
وضعنا متن المشكاة في أعلى الصفحات، ووضعنا أسفل منها نص «مرقاة المفاتيح» وألحقنا في آخر المجلد الحادي عشر كتاب «الإكمال في أسماء الرجال» وهو تراجم رجال المشكاة للعلامة التبريزي

الجزء العاشر

يحتوي على الكتب التالية
الفتن - أحوال القيامة وبدء الخلق - الفضائل والشمائل

منشورات
محمد علي بيضون
لنشر كتب السنة والجماعة
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

قال شعبةُ: وسمعتُ قتادةَ يقولُ في قَصصِه: كفضلِ إحداهُما على الأخرى، فلا أدري أذكَرَهُ عن أنسٍ أو قاله قتادةُ؟. متفق عليه.

٥٥١٠ ـ (٢) وعن جابرٍ، قال: سمعتُ النبيَّ ﷺ يقولُ قبل أنْ يموتَ بشهرٍ: «تسألونيّ عن الساعةِ؟ وإنما علمُها عندَ الله، وأُقسم بالله ما على الأرضِ من نفسٍ منفوسةٍ يأتي عليها مائةُ سنةٍ وهي حيّةٌ يومئذٍ».

الآخر، إذ التأسيس أولى من التأكيد على أنه لا مانع من أن يلاحظ في هذا الحديث كلا المعنيين، إذ لا تدافع فيما بينهما في رأي العينين. نعم يفهم من المعنى الأول إغراق في التشبيه القربي ما لا يفهم من الثاني ولذا اختاره بعضهم. ويؤيده موافقته لتفسير الراوي. **(قال شعبة: وسمعت قتادة يقول في قصصه:)** بفتح القاف مصدر قص يقص بمعنى يعظ أو يحكي القصة، أو يحدث ويروي ومنه قوله تعالى: ﴿**نحن نقص عليك أحسن القصص**﴾ [يوسف ـ ٣]. وفي نسخة بكسر القاف وهي جمع قصة. والمعنى في قصص قتادة، أي تحديثه أو تفسير حديثه. **(كفضل إحداهما)** أي إحدى الإصبعين **(على الأخرى)** قال الطيبي [رحمه الله]: قوله: كفضل إحداهما، بدل من قوله كهاتين موضح له وهو يؤيد الوجه الأوّل، والرفع على العطف. والمعنى: بعثت أنا والساعة بعثاً متفاضلاً مثل فضل إحداهما. ومعنى النصب لا يستقيم على هذا، يعني لا بد على قصد المعية لكن يمكن ادعاؤها على طريق المبالغة كما عبر عنه في الحديث الآتي بقوله: بعثت في نفس الساعة بفتحتين أي في قربها. **(فلا أدري أذكره)** أي قتادة **(عن أنس)** أي مرفوعاً أو موقوفاً **(أو قاله قتادة)** أي من عند نفسه وتلقاء رأيه وهو الأظهر حتى يثبت الآخر **(متفق عليه)** ورواه أحمد والترمذي عن أنس، وكذا روى أحمد والشيخان عن سهل ابن سعد.

٥٥١٠ ـ **(وعن جابر قال: سمعت النبي ﷺ يقول قبل أن يموت بشهر: تسألوني)** بتشديد النون وتخفيفه على صيغة الخطاب للأصحاب، وهمزة الإنكار مقدرة أي أتسألوني. **(عن الساعة)** أي القيامة وهي النفخة الأولى أو الثانية **(وإنما علمها عند الله)** أي لا يعلمها إلا هو. وقال الطيبي [رحمه الله]: حال مقررة لجهة الإشكال أنكر عليهم سؤالهم وأكده بقوله: وإنما علمها عند الله. وقوله: **(وأقسم بالله)** مقرر له يعني: تسألوني عن القيامة الكبرى وعلمها عند الله، وما أعلمه هو القيامة الصغرى. انتهى. وهو يؤيد تقسيمنا المتقدم في الساعة. **(ما على الأرض)** ما نافية ومن في قوله: **(من نفس)** زائدة للاستغراق. وقوله: **(منفوسة)** صفة نفس وكذا ما يأتي. والمعنى: ما من نفس مولودة اليوم. **(يأتي عليها مائة سنة وهي حية يومئذ)** يقال: نفست المرأة غلاماً بالكسر ونفست على البناء للمفعول إذا ولدت نفساً فهي نافس ونفساء والولد منفوس. قال الشاعر:

الحديث رقم ٥٥١٠: أخرجه مسلم في صحيحه ٤/١٩٦٦ حديث رقم (٢١٨ . ٢٥٣٨) وأحمد في المسند ٣/ ٣٢٢.

محققة عن نسخة خطية كاملة، وعن مطبوعة الشعب وأكثر من عشر نسخ خطية أخرى يستوعب مجموعها التفسير كله.

تفسير القرآن العظيم

للحافظ

أبي الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي

(٧٠٠ - ٧٧٤هـ)

تحقيق

سامي بن محمد السلامة

الجزء الثالث

المائدة - الأعراف

دار طيبة للنشر والتوزيع

ورواه البخارى فى كتاب «الأدب» من صحيحه، عن عمرو بن عاصم، عن همام بن يحيى، عن قتادة، عن أنس؛ أن رجلا من أهل البادية قال: يا رسول الله، متى الساعة؟ فذكر الحديث، وفى آخره: «فمر غلام للمغيرة بن شعبة»، وذكره(١).

وهذا الإطلاق فى هذه الروايات محمول على التقييد بـ «ساعتكم» فى حديث عائشة، رضى الله عنها.

وقال ابن جُرَيج: أخبرنى أبو الزبير: أنه سمع جابر بن عبد الله يقول: سمعت رسول الله ﷺ قبل(٢) أن يموت بشهر، قال: «تسألونى عن الساعة، وإنما علمها عند الله. وأقسم بالله ما على ظهر الأرض اليوم من نفس منفوسة، تأتى عليها مائة سنة» رواه مسلم(٣).

وفى الصحيحين، عن ابن عمر مثله، قال ابن عمر: وإنما أراد رسول الله ﷺ انخرام ذلك القرن.

وقال الإمام أحمد: حدثنا هشيم، أنبأنا العوام، عن جبلة بن سحيم، عن مؤثر بن عَفَازة(٤)، عن ابن مسعود، رضى الله عنه، عن رسول الله(٥) ﷺ قال: «لقيت ليلة أسرى بى إبراهيم وموسى وعيسى»، قال: «فتذاكروا أمر الساعة»، قال: «فردوا أمرهم إلى إبراهيم، عليه السلام، فقال: لا علم لى بها. فردوا أمرهم إلى موسى، فقال: لا علم لى بها. فردوا أمرهم إلى عيسى، فقال عيسى: أما وجبتها فلا يعلم بها أحد إلا الله، عز وجل، وفيما عهد إلىَّ ربى، عز وجل، أن الدجال خارج»، قال: «ومعى قضيبان، فإذا رآنى ذاب كما يذوب الرصاص»، قال: «فيهلكه الله، عز وجل، إذا رآنى، حتى إن الحجر والشجر يقول: يا مسلم، إن تحتى كافرًا تعالى فاقتله». قال: «فيهلكهم الله، عز وجل، ثم يرجع الناس إلى بلادهم وأوطانهم»، قال: «فعند ذلك يخرج يأجوج ومأجوج، وهم من كل حدب ينسلون، فيطؤون بلادهم، لا يأتون على شىء إلا أهلكوه، ولا يمرون على ماء إلا شربوه»، قال: «ثم يرجع الناس إلىَّ فيشكونهم، فأدعو(٦) الله، عز وجل، عليهم فيهلكهم ويميتهم، حتى تَجْوَى الأرض من نتن ريحهم ـ أى: تُنْتِن ـ» قال: «فينزل الله المطر، فيجترف أجسادهم حتى يقذفهم فى(٧) البحر».

قال أحمد: قال يزيد بن هارون: ثم تنسف الجبال، وتمد الأرض مد الأديم ـ ثم رجع إلى حديث هشيم قال: ففيما عهد إلى ربى، عز وجل، أن ذلك إذا كان كذلك، فإن(٨) الساعة كالحامل المتم لا يدرى أهلها متى تفجأهم بولادها(٩) ليلا أو نهارا(١٠).

ورواه ابن ماجه، عن بُنْدَار عن يزيد بن هارون، عن العوام بن حَوْشَب بسنده، نحوه(١١).

فهؤلاء أكابر أولى العزم من المرسلين، ليس عندهم علم بوقت الساعة على التعيين، وإنما ردوا

---

(١) صحيح البخارى برقم (٦١٦٧).
(٢) فى ك: «يقول قبل».
(٣) صحيح مسلم برقم (٢٥٣٨).
(٤) فى م: «غفارة»، وفى ك: «عفان».
(٥) فى م: «عن النبى».
(٦) فى م: «وادعوا».
(٧) فى أ: «إلى».
(٨) فى أ: «تكون».
(٩) فى د، ك: «بولادتها».
(١٠) المسند (١/ ٣٧٥).
(١١) سنن ابن ماجة برقم (٤٠٨١) وقال البوصيرى فى الزوائد (٣/ ٢٦١): «هذا إسناد صحيح رجاله ثقات، مؤثر بن عفازة ذكره ابن حبان فى الثقات، وباقى رجال الإسناد ثقات».

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (القرآن الكريم)

جس نے رسول کا حکم مانا تو بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

(ترجمہ کنز الایمان)

مشکوٰۃ شریف

(عربی، اردو)

تصنیف

امام ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۷۴۲ھ)

ترجمہ

فاضل شہیر مولانا عبد الحکیم خاں اختر شاہجہانپوری

(مترجم بخاری شریف، ابو داؤد شریف، ابن ماجہ شریف)

فرید بک سٹال ۳۸- اردو بازار لاہور ۲

كِتَابُ الْاِيْمَانِ

ایمان کا بیان

پہلی فصل

۱- عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيْدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرٰى عَلَيْهِ اَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا اَحَدٌ حَتّٰى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِسْلَامِ قَالَ الْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا قَالَ صَدَقْتَ فَعَجِبْنَا لَهٗ يَسْاَلُهٗ وَيُصَدِّقُهٗ قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِيْمَانِ قَالَ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِحْسَانِ قَالَ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ السَّاعَةِ قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنْ اَمَارَاتِهَا قَالَ اَنْ تَلِدَ الْاَمَةُ رَبَّتَهَا وَاَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُوْنَ فِي الْبُنْيَانِ قَالَ ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا ثُمَّ قَالَ لِيْ يَا عُمَرُ اَتَدْرِيْ مَنِ السَّائِلُ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهٗ جِبْرِيْلُ اَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَرَوَاهُ اَبُوْ هُرَيْرَةَ مَعَ اخْتِلَافٍ وَفِيْهِ وَاِذَا رَاَيْتَ الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الصُّمَّ الْبُكْمَ مُلُوْكَ الْاَرْضِ فِيْ خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ قَرَاَ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ الْاٰيَةَ - (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز ہم بارگاہ رسالت میں حاضر تھے اچانک ایک صاحب حاضر بارگاہ ہوئے جو نہایت سفید لباس پہنے ہوئے تھے ان کے بال گہرے سیاہ تھے اور چہرے سے سفر کی تھکان ظاہر نہیں ہوتی تھی لیکن ہم میں کوئی بھی اس شخص سے واقف نہ تھا وہ آ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس طرح بیٹھے کہ آپ کے گھٹنے سے اپنا گھٹنا ملا لیا اور سید عالم کے زانو پر اپنا ہاتھ رکھ کر حضور علیہ السلام سے عرض کرنے لگے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اسلام کی بابت بتائیے حضور نے ارشاد فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ اس بات کی شہادت دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں نماز قائم کرو زکوٰۃ ادا کرو رمضان کے روزے رکھو اور بشرط استطاعت خانہ کعبہ کا حج کرو عرض کرنے لگے آپ نے درست فرمایا راوی حدیث فرماتے ہیں کہ ہمیں تعجب ہوا کہ سوال بھی کرتے ہیں اور جواب کی تصدیق بھی مہمان سائل نے دوسرا سوال کیا کہ آپ ایمان کے بارے میں بھی بتائیں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم خدائے تعالیٰ اس کے فرشتوں کتابوں رسولوں اور روز قیامت پر ایمان رکھو اور تقدیر کی اچھائی برائی پر بھی تمہارا ایمان ہو سائل نے کہا آپ نے درست فرمایا اس کے بعد ایک سوال کیا کہ آپ احسان کے بارے میں خبر دیجئے تو ارشاد فرمایا کہ تم اس طرح عبادت گزار ہو گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو لیکن اگر یہ منزل حاصل نہ ہو تو عبادت کا تصور ہو کہ اللہ تم کو دیکھ رہا ہے اس کے بعد سائل نے کہا کہ قیامت کے بارے میں بھی بتائیں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کے [illegible] [illegible] یہ بات کہ سرکار نے فرمایا کہ لونڈی اپنے آقا کو جنے گی اور تم دیکھو گے کہ ننگے پاؤں پھرنے والے، بکریاں چرانے والے اونچی اونچی عمارتوں میں فخر کریں گے راوی حدیث حضرت عمر فرماتے ہیں کہ سوالات کر کے وہ صاحب چلے گئے لیکن میں تھوڑی دیر بیٹھا رہا تو سرور کونین و مکان نے مجھ سے فرمایا اے عمر جانتے ہو سوالات کرنے والا کون تھا میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں سرکار نے فرمایا وہ جبریل امین تھے جو تمہیں دین اسلام کی تعلیم دینے آئے تھے روایت مسلم میں بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ یوں بیان کے الفاظ ہیں کہ جب تم ننگے پیر والوں اور برہنہ بدن والوں کو دیکھو

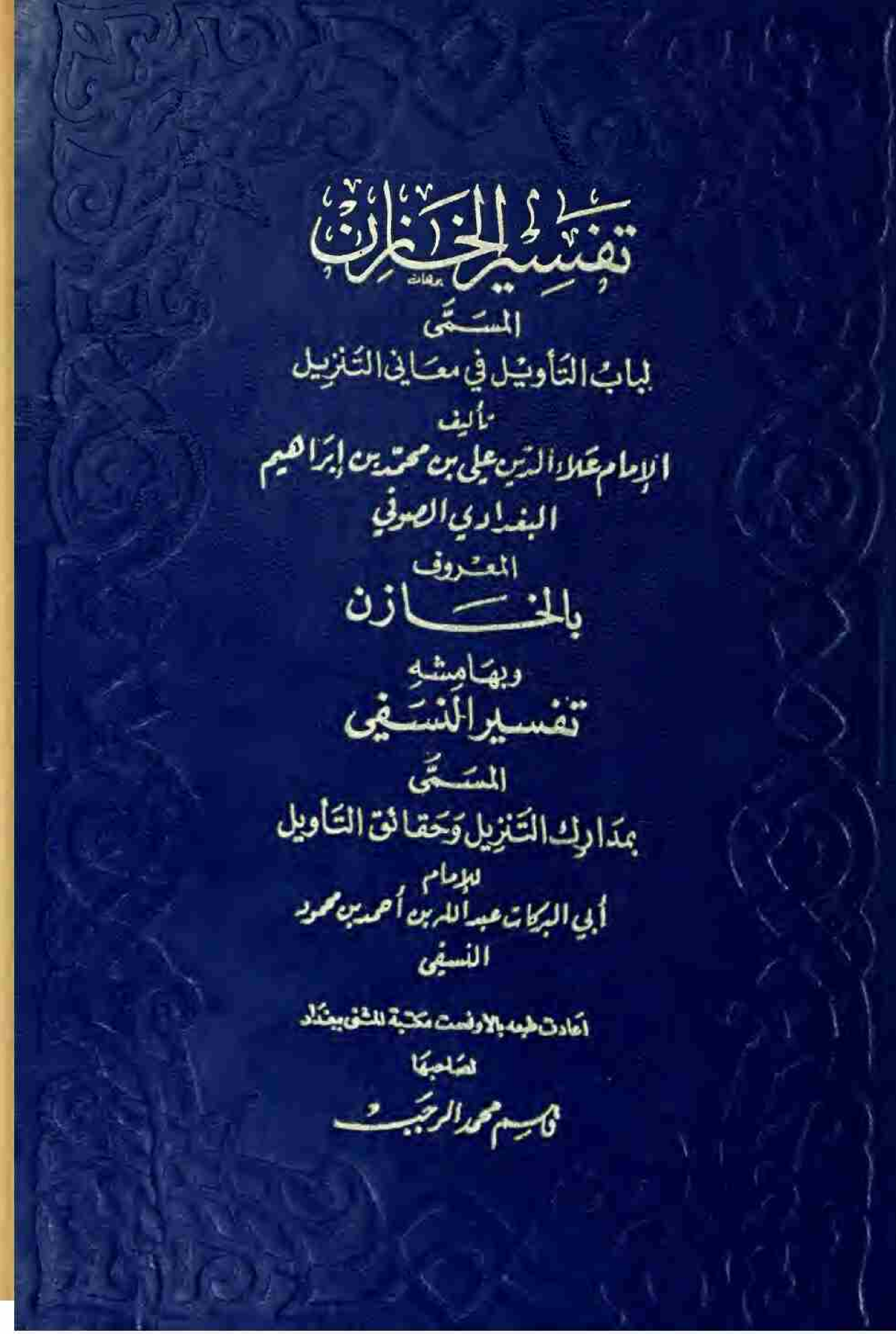
الختل والحيلة والمعنى انها لا تعرف وان أعملت حيلها ما يختص بها ولا شيء أخص بالانسان من كسبه وعاقبته فاذا لم يكن له طريق الى معرفتهما كان معرفة ما عداهما أبعد وأما المنجم الذي يخبر بوقت الغيث والموت فانه يقول بالقياس والنظر في الطالع وما يدرك بالدليل لا يكون غيبا على انه مجرد الظن والظن غير العلم وعن النبي صلى الله عليه وسلم مفاتح الغيب خمس وتلا هذه الآية وعن ابن عباس رضي الله عنهما من ادعى علم هذه الخمسة فقد كذب ورأى المنصور في منامه صورة ملك الموت وسأله عن مدة عمره فاشار باصابعه الخمس يعبرها المعبرون بخمس سنوات وبخمسة أشهر وبخمسة أيام فقال أبو حنيفة رضي الله عنه هو اشارة الى هذه الآية فان هذه العلوم الخمسة لا يعلمها الا الله (ان الله عليم) بالغيوب (خبير) بما كان ويكون وعن الزهري رضي الله تعالى عنه أكثروا قراءة سورة لقمان فان فيها أعاجيب والله أعلم ﴿سورة السجدة مكية وهي ثلاثون آية مدني وكوفي وتسع وعشرون آية بصري﴾ (بسم الله الرحمن (٤٧٥) الرحيم) ﴿الم﴾ على انها اسم السورة مبتدا وخبره (تنزيل الكتاب) وان جعلتها تعديدا للحروف ارتفع تنزيل بانه خبر مبتدا محذوف أو هو مبتدا أخبره (لا ريب فيه) أو يرتفع بالابتداء وخبره (من رب العالمين) ولا ريب فيه اعتراض لا محل له والضمير في فيه راجع الى مضمون الجملة كانه قيل لا ريب في ذلك أي في كونه منزلا من رب العالمين لانه معجز للبشر ومثله أبعد شيء من الريب ثم اضرب عن ذلك الى قوله (أم يقولون افتراه) أي اختلقه محمد لان أم هي المنقطعة الكائنة بمعنى بل والهمزة معناه بل أيقولون افتراه انكار لقولهم وتعجيبا منهم لظهور أمره في عجز بلغائهم عن مثل ثلاث آيات منه (بل هو الحق) ثم اضرب عن الانكار الى اثبات انه الحق (من ربك) ولم يفتره محمد صلى الله عليه وسلم كما قالوا تعنتا وجهلا (لتنذر قوما) أي العرب (ما أتاهم من نذير من قبلك) ما للنفي والجملة صفة لقوما (لعلهم يهتدون) على الترجي من رسول الله صلى الله عليه وسلم كما كان لعله يتذكر على الترجي من موسى وهرون (الله الذي خلق السموات والارض وما بينهما في ستة أيام ثم استوى على العرش) استولى عليه باحداثه (ما لكم من دونه) من دون الله (من ولي ولا شفيع) أي اذا جاوزتم رضاه لم تجدوا لانفسكم وليا أي ناصرا ينصركم ولا شفيعا يشفع لكم (أفلا تتذكرون) تتعظون بمواعظ الله (يدبر الامر) أي امر الدنيا (من السماء الى الارض) الى أن تقوم الساعة (ثم يعرج اليه) ذلك الامر كله أي يصير اليه ليحكم فيه (في يوم كان مقداره ألف سنة) هو يوم القيامة (مما تعدون) من أيام الدنيا ولا تمسك للمشبهة بقوله اليه في اثبات الجهة لان معناه الى حيث يرضاه أو أمره كما لا تشبث لهم بقوله اني ذاهب الى ربي اني مهاجر الى ربي ومن يخرج من بيته مهاجرا الى الله

أي ليس أحد من الناس يعلم أين مضجعه من الارض في بر أو بحر في سهل أو جبل (ان الله عليم) أي بهذه الاشياء وبغيرها (خبير) أي ببواطن الاشياء كلها ليس علمه محيطا بالظاهر فقط بل علمه محيط بالظاهر والباطن قال ابن عباس هذه الخمسة لا يعلمها ملك مقرب ولا نبي مصطفى فمن ادعى انه يعلم شيأ من هذه فانه كفر بالقرآن لانه خالفه والله تعالى أعلم بمراده وأسرار كتابه

﴿تفسير سورة السجدة وهي مكية﴾

قال عطاء الا ثلاث آيات من قوله أفمن كان مؤمنا وهي تسع وعشرون آية وقيل ثلاثون آية وثلثمائة وثمانون كلمة وألف وخمسمائة وثمانية عشر حرفا والله تعالى أعلم ﴿بسم الله الرحمن الرحيم﴾

﴿قوله عز وجل (الم تنزيل الكتاب لا ريب فيه) أي لا شك فيه انه (من رب العالمين أم يقولون) أي بل يقولون يعني المشركين (افتراه) يعني اختلقه محمد صلى الله عليه وسلم من تلقاء نفسه (بل هو الحق) أي القرآن (من ربك لتنذر قوما ما أتاهم من نذير من قبلك) يعني العرب كانوا أمة أمية لم يأتهم نذير قبل محمد صلى الله عليه وسلم وقال ابن عباس رضي الله عنهما ذلك في الفترة التي كانت بين عيسى ومحمد صلى الله عليه وسلم فان قلت اذا لم يأتهم رسول لم تقم عليهم حجة قلت أما قيام الحجة بالشرائع التي لا يدرك علمها الا من جهة الرسل فلا وأما قيام الحجة بمعرفة الله وتوحيده فنعم لان معهم أدلة العقل الموصلة الى ذلك في كل زمان (لعلهم يهتدون) يعني تنذرهم راجيا اهتداءهم (الله الذي خلق السموات والارض وما بينهما في ستة أيام ثم استوى على العرش ما لكم من دونه من ولي ولا شفيع أفلا تتذكرون) تقدم تفسيره ﴿قوله تعالى (يدبر الامر) أي يحكم الامر وينزل القضاء والقدر وقيل ينزل الوحي مع جبريل عليه السلام (من السماء الى الارض ثم يعرج) أي يصعد (اليه) جبريل بالامر (في يوم كان مقداره ألف سنة مما تعدون) يعني مسافة ما بين السماء والارض خمسمائة سنة فيكون مقدار نزوله الى الارض ثم صعوده الى السماء في مقدار ألف سنة لو سار أحد من بني آدم وجبريل ينزل ويصعد في مقدار يوم من أيام الدنيا وأقل من ذلك وكذلك الملائكة كلهم أجمعون وقيل معنى الآية انه يدبر الامر من السماء الى الارض مدة أيام الدنيا ثم يعرج اليه أي يرجع الامر والتدبير اليه بعد فناء الدنيا وانقطاع أمر الآمر وحكم الحاكم في يوم كان مقداره ألف سنة وهو يوم القيامة فان قلت قد قال في موضع آخر تعرج الملائكة والروح اليه في يوم كان مقداره خمسين ألف سنة فكيف الجمع بينهما قلت أراد بقوله خمسين ألف سنة مدة المسافة بين الارض وسدرة المنتهى التي هي مقام



هذه الخمسة لا يعلمها ملك مقرب ولا نبي مصطفى فمن ادعى انه يعلم شيئا من هذه فقد كفر بالقرآن لانه خالفه .

یہ پانچ چیزیں وہ ہیں کہ ان کا علم نہ تو کسی مقرب فرشتہ کو ہے اور نہ جناب نبی مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تو جو کوئی ان میں سے کسی چیز کے علم کا دعویٰ کرے تو اس نے قرآن کریم

کا انکار کیا کیونکہ اس نے اس کی مخالفت کی ہے ۔

Razakhani mazhab par ek or hujjat

تفسير النسفي

المسمى

بمدارك التنزيل وحقائق التأويل

تأليف

الإمام الجليل

أبي البركات عبد الله بن أحمد بن محمود النسفي

المتوفى سنة ٧٠١ هـ

تحقيق

سيد زكريا

المجلد الأول

الناشر

مكتبة نزار مصطفى الباز

ورأى المنصور في منامه صورة ملك الموت وسأله عن مدة عمره فأشار بأصابعه الخمس فعبرها المعبرون بخمس سنوات وبخمسة أشهر وبخمسة أيام فقال أبو حنيفة رضي الله تعالى عنه هو إشارة إلى هذه الآية فإن هذه العلوم الخمس لا يعلمها

إلا الله تعالى

خلیفہ منصور عباسی رح (المتوفی ۱۵۸ھ) نے خواب میں ملک الموت کو دیکھا اور اپنی مدت عمر کے متعلق سوال کیا ملک الموت نے اپنی پانچ انگلیوں سے اشارہ کیا تعبیر بتانے والوں نے اس کی مختلف تعبیریں بتائیں کسی نے پانچ سال، کسی نے پانچ مہینے اور کسی نے پانچ دن بتائے حضرت امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ درحقیقت یہ سورۃ لقمان کی اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ موت ان پانچ چیزوں میں ہے جن کا علم اللہ تعالے کے بغیر اور کسی کو بھی نہیں ہے۔

يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ﴾ الشيطان، أو الدنيا، أو الأمل ﴿إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ أى: وقت قيامها ﴿وَيُنَزِّلُ﴾ بالتشديد شامى ومدنى وعاصم وهو عطف على ما يقتضيه الظرف من الفعل تقديره إن الله يثبت علم الساعة وينزل ﴿الْغَيْثَ﴾ فى إبّانه من غير تقديم ولا تأخير ﴿وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ﴾ أذكر أم أنثى وتام أم ناقص ﴿وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ﴾ برة أو فاجرة ﴿مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا﴾ من خير أو شر وربما كانت عازمة على خير فعملت شراً وعازمة على شر فعملت خيراً ﴿وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ﴾ أى: أين تموت، وربما أقامت بأرض وضربت أوتادها، وقالت: لا أبرحها فترمى بها مرامى القدر حتى تموت فى مكان لم يخطر ببالها . روى أن ملك الموت مر على سليمان، فجعل ينظر إلى رجل من جلسائه فقال الرجل: من هذا؟ قال له: ملك الموت، قال: كأنه يريدنى وسأل سليمان ـ عليه السلام ـ أن يحمله على الريح ويلقيه ببلاد الهند ففعل، ثم قال ملك الموت لسليمان: كان دوام نظرى إليه تعجبًا منه لأنى أمرت أن أقبض روحه بالهند وهو عندك[1] ، وجعل العلم لله والدراية للعبيد لما فى الدراية من معنى الختل والحيلة، والمعنى أنها لا تعرف وإن أعملت حيلها ما يختص بها، ولا شىء أخص بالإنسان من كسبه وعاقبته، فإذا لم يكن له طريق إلى معرفتهما كان معرفة ما عداهما أبعد، وأما المنجم الذى يخبر بوقت الغيث والموت فإنه يقول بالقياس والنظر فى الطالع، وما يدرك بالدليل لا يكون غيبًا على أنه مجرد الظن والظن غير العلم، وعن النبى ﷺ: «مفاتح الغيب خمس» وتلا هذه الآية[2] وعن ابن عباس -رضى الله عنهما-: من ادّعى علم هذه الخمسة فقد كذب . ورأى المنصور[3] فى منامه صورة ملك الموت، وسأله عن مدة عمره فأشار بأصبعه الخمس فعبرها المعبرون بخمس سنوات وبخمسة أشهر وبخمسة أيام فقال أبو حنيفة ـ رضى الله عنه ـ هو إشارة إلى هذه الآية فإن هذه العلوم الخمسة لا يعلمها إلا الله ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ﴾ بالغيوب ﴿خَبِيرٌ﴾ بما كان ويكون وعن الزهرى ـ رضى الله تعالى عنه ـ: أكثروا قراءة سورة لقمان فإن فيها أعاجيب والله أعلم.

---

(١) الحديث عند أحمد فى الزهد.

(٢) الحديث عند البخارى، من حديث ابن عمر.

(٣) المنصور: الخليفةالعباسى، أبو جعفر المنصور، انظر ترجمته عند تفسير الآية رقم (١٢٩) من سورة «الأنعام».

Imam e Abu Haneefa R.A ka Aqeeda

الدُّرُّ المَنْثُور فِي التَّفْسِيرِ بِالمَأْثُور

لِجَلَالِ الدِّينِ السِّيُوطِي

(٨٤٩هـ - ٩١١هـ)

تحقيق

الدكتور عبد الله بن عبد المحسن التركي

بالتعاون مع

مركز هجر للبحوث والدراسات العربية والإسلامية

الدكتور عبد السند حسن يمامة

الجزء السادس

وأخرَج أحمدُ ، والبخاريُّ ، وخُشَيش بنُ أصرمَ فى « الاستقامةِ » ، وابنُ أبى حاتمٍ ، وأبو الشيخِ ، وابنُ مَرْدُويَه ، عن ابنِ عمرَ ، أن رسولَ اللَّهِ ﷺ قال : « مفاتيحُ الغيبِ خمسٌ لا يَعلمُها إلا اللَّهُ ؛ لا يَعلمُ ما فى غدٍ إلا اللَّهُ ، ولا يَعلمُ متى تَغيضُ الأرحامُ إلا اللَّهُ ، ولا يَعلمُ متى يأتى المطرُ أحدٌ إلا اللَّهُ ، ولا تدرى نفسٌ بأىِّ أرضٍ تموتُ إلا اللَّهُ ، ولا يَعلمُ أحدٌ متى تقومُ الساعةُ إلا اللَّهُ تبارَك وتعالَى »[١] .

وأخرَج ابنُ جريرٍ ، و[٢] خُشَيشٌ فى « الاستقامةِ » ، و[٢] ابنُ مَرْدُويَه ، عن ابنِ مسعودٍ قال : أُعطِىَ نبيُّكم كلَّ شىءٍ إلا مفاتحَ الغيبِ الخمسَ . ثم قال : ﴿إِنَّ ٱللَّهَ عِندَهُۥ عِلْمُ ٱلسَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ ٱلْغَيْثَ﴾ إلى آخرِ الآيةِ[٣] [لقمان : ٣٤] .

وأخرَج ابنُ مَرْدُويَه عن ابنِ عمرَ فى قولِه : ﴿وَعِندَهُۥ مَفَاتِحُ ٱلْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ إِلَّا هُوَ﴾ . قال : هو قولُه عزَّ وجلَّ : ﴿إِنَّ ٱللَّهَ عِندَهُۥ عِلْمُ ٱلسَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ ٱلْغَيْثَ﴾ إلى آخرِ الآيةِ .

قولُه تعالى : ﴿وَمَا تَسْقُطُ مِن وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا﴾ .

أخرَج سعيدُ بنُ منصورٍ ، ومسدَّدٌ فى « مسندِه » ، وعبدُ بنُ حميدٍ ، وابنُ المنذرِ ، وابنُ أبى حاتمٍ ، وابنُ مَرْدُويَه ، عن ابنِ عباسٍ : ﴿وَمَا تَسْقُطُ مِن وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا﴾ . قال : ما مِن شجرةٍ فى برٍّ ولا بحرٍ إلا وبها مَلَكٌ موكَّلٌ ، يكتُبُ

---

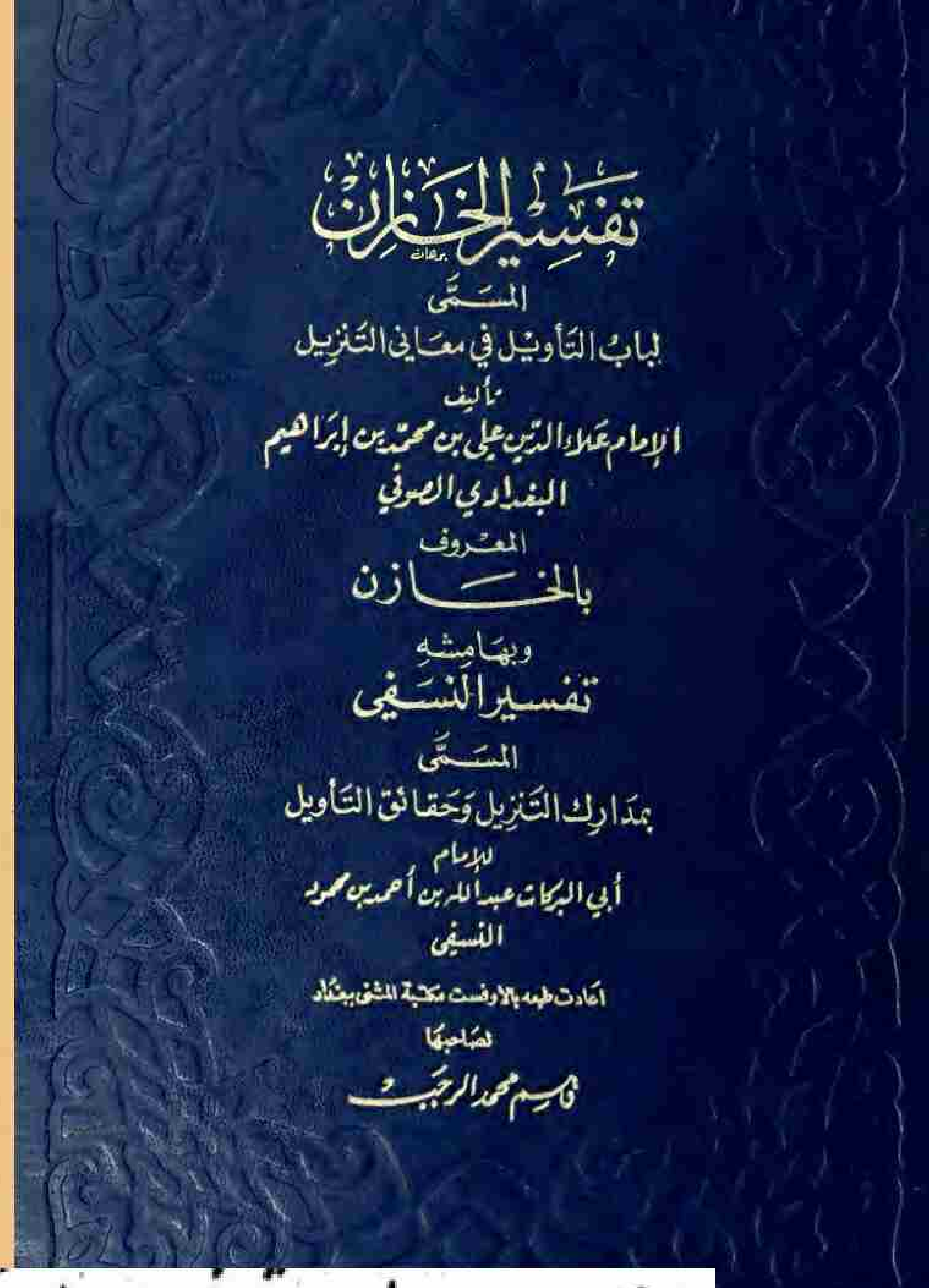
(١) أحمد ٨/ ٣٨٦، ٩/ ١٣٦، ١٣٧، ١٨٤، ٤١٢، ١٠/ ٢٣٠(٤٧٦٦)، ٥١٣٣، ٥٢٢٦، ٥٥٧٩، ٦٠٤٣، والبخارى (١٠٣٩، ٤٦٢٧، ٤٦٩٧، ٧٣٧٩)، وابن أبى حاتم ٤/ ١٣٠٤ (٧٣٦٧).

(٢ - ٢) ليس فى : الأصل، م.

(٣) ابن جرير ٩/ ٢٨٢.

فلم يطلع عليه أحدا ومن حديث الايمان والاسلام والاحسان وسؤال جبريل للنبي صلى الله عليه وسلم قال فأخبرني عن الساعة قال ما المسؤل عنها بأعلم من السائل قال المحققون وسبب اخفاء علم الساعة ووقت قيامها عن العباد ليكونوا على خوف وحذر منها لانهم اذا لم يعلموا متى يكون ذلك الوقت كانوا على وجل وخوف واشفاق منها فيكون ذلك أدعى لهم الى الطاعة والتوبة وأزجر لهم عن المعصية (لايجليها لوقتها الا هو) قال مجاهد لايأتي بها الا هو وقال السدى لا يرسلها لوقتها الا هو والتجلية اظهار الشئ بعد خفائه والمعنى لايظهرها لوقتها المعين الا الله ولا يقدر على ذلك غيره (ثقلت فى السموات والارض) يعنى ثقل أمرها وخفى علمها على أهل السموات والارض فكل شئ خفى فهو ثقيل شديد وقال الحسن اذا جاءت ثقلت وعظمت على أهل السموات والارض وانما ثقلت عليهم لان فيها فناءهم وموتهم وذلك ثقيل على القلوب (لاتأتيكم الا بغتة) يعنى فجأة على حين غفلة من الخلق (ق) عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لتقومن الساعة وقد نشر الرجلان ثوبهما بينهما فلا يتبايعانه ولا يطويانه ولتقومن الساعة وقد انصرف الرجل بلبن لقحته فلا يطعمه ولتقومن الساعة وهو يليط حوضه فلا يسقى فيه ولتقومن الساعة وقد رفع أكلته الى فيه فلا يطعمها ● اللقحة بفتح اللام وكسرها الناقة القريبة العهد بالنتاج قوله يليط حوضه ويروى يلوط حوضه يعنى يطينه ويصلحه يقال لاط حوضه يليطه أو يلوطه اذا طينه وأصله من اللصوق والاكلة بضم الهمزة اللقمة ● وقوله سبحانه وتعالى (يسئلونك كانك حفى عنها) يعنى يسألك قومك عن الساعة كانك حفى بهم يعنى بار بهم شفيق عليهم فعلى هذا القول فيه تقديم وتأخير تقديره يسئلونك عنها كانك حفى بهم قال ابن عباس يقول كان بينك وبينهم مودة وكانك صديق لهم قال ابن عباس لما سأل الناس محمدا صلى الله عليه وسلم عن الساعة سألوه سؤال قوم كانهم يرون ان محمدا صلى الله عليه وسلم حفى بهم فأوحى الله عز وجل اليه انما علمها عنده استأثر بعلمها فلم يطلع عليها ملكا ولا رسولا وقيل معناه يسئلونك عنها كانك حفى بها أى عالم بها من قولهم أحفيت فى المسئلة اذا بالغت فى السؤال عنها حتى علمتها (قل) يعنى قل يا محمد (انما علمها عند الله) يعنى استأثر الله بعلمها فلا يعلم متى الساعة الا الله عز وجل فان قلت قوله سبحانه وتعالى يسئلونك عن الساعة أيان مرساها وقوله سبحانه وتعالى ثانيا يسئلونك كانك حفى عنها فيه تكرار قلت ليس فيه تكرار لان السؤال الاول سؤال عن وقت قيام الساعة والسؤال الثانى سؤال عن أحوالها من ثقلها وشدائدها فلم يلزم التكرار فان قلت عبر عن الجواب فى السؤال الاول بقوله تعالى علمها عند ربى وعن الجواب فى السؤال الثانى بقوله تعالى علمها عند الله فهل من فرق بين الصورتين فى الجوابين قلت فيه فرق لطيف وهو انه لما كان السؤال الاول واقعا عن وقت قيام الساعة عبر عن الجواب فيه بقوله تعالى علم وقت قيامها عند ربى ولما كان السؤال الثانى واقعا عن أحوالها وشدائدها وثقلها عبر عن الجواب فيه بقوله سبحانه وتعالى عند الله لانه أعظم الاسماء (ولكن أكثر الناس لايعلمون) يعنى لايعلمون أن علمها عند الله وانه استأثر بعلم ذلك حتى لايسألوا عنه وقيل ولكن أكثر الناس لايعلمون السبب الذى من أجله أخفى علم وقت قيامها المغيب عن الخلق ● قوله سبحانه وتعالى (قل لاأملك لنفسى نفعا ولا ضرا) قال ابن عباس ان أهل مكة قالوا يا محمد ألا يخبرك ربك بالسعر الرخيص قبل ان يغلو فنشتري به فنربح فيه عند الغلاء وبالارض التى يريد ان تجدب فنرحل عنها الى ما قد أخصبت فأنزل الله عز وجل قل لاأملك أى قل يا محمد لاأملك ولا أقدر لنفسى نفعا أى اجتلاب نفع بان أربح فيما أشتريه ولا ضرا يعنى ولا أقدر ان أدفع عن نفسى ضرا نزل بها بان ارتحل الى الارض الخصبة وأترك الجدبة (الا ما شاء الله) يعنى ان أملكه وأقدر عليه (ولو كنت أعلم الغيب لاستكثرت من الخير) يعنى ولو كنت أعلم وقت الخصب والجدب لاستكثرت من المال (وما مسنى السوء)

(لايجليها لوقتها الا هو) كل من أهلها من الملائكة والثقلين أهمه شأن الساعة ويتمنى أن يتجلى له علمها ويشق عليه خفاؤها وثقل عليه أو ثقلت فيها لان أهلها يخافون شدائدها وأهوالها (لاتأتيكم الا بغتة) فجأة على غفلة منكم (يسئلونك كانك حفى عنها) كانك عالم بها وحقيقته كانك بليغ فى السؤال عنها لان من بالغ فى المسئلة عن الشئ والتنقير عنه استحكم علمه فيها وأصل هذا التركيب المبالغة ومنه احفاء الشارب أو عنها متعلق بيسئلونك أى يسئلونك عنها كانك حفى أى عالم بها (قل انما علمها عند الله) وكرر يسئلونك وانما علمها عند الله لتاكيد ولزيادة كانك حفى عنها وعلى هذا تكرير العلماء فى كتبهم لايخلون المكرر من فائدة منهم محمد بن الحسن رحمه الله (ولكن أكثر الناس لايعلمون) انه المختص بالعلم بها قل لاأملك لنفسى نفعا ولا ضرا الا ما شاء الله) هو اظهار للعبودية وبراءة عما يختص بالربوبية من علم الغيب أى أنا عبد ضعيف لاأملك لنفسى اجتلاب نفع ولا دفع ضرر كالمماليك الا ما شاء مالكى من النفع لى والدفع عنى (ولو كنت أعلم الغيب لاستكثرت من الخير وما مسنى السوء) أى لكانت حالى على خلاف ما هى عليه يعنى من استكثار الخير واجتناب السوء والمضار حتى لايمسنى شئ منها ولم أكن غالبا مرة ومغلوبا أخرى فى الحروب وقيل الغيب الاجل والخير



سیدنا حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ انما علمہا عند ربی کی تفسیر میں فرماتے ہیں

"انما علمہا عندہ یستاثر بعلمہا فلم یطلع علیہا ملکا ولا رسولاً"

یعنی وقتِ قیامت کا علم بس خدا ہی کو ہے اس نے اپنے ہی لئے اس کو خاص کر لیا ہے پس اسی واسطے نہ کسی فرشتے کو اس کی اطلاع دی ہے، نہ کسی رسول کو۔

مسند امام احمد میں حضرت ربعی بن حراش رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے قبیلہ بنی عامر کے ایک شخص (حضورؐ کے صحابیؓ) نے بیان کیا :۔

انه قال یا رسول اللہ هل بقی من العلم شیٔ لا تعلمه قال قد علمنی الله خیرًا وان من العلم ما لا یعلمه الا الله الخمس ان الله عنده علم الساعة وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفسٌ ماذا تکسب غدًا وما تدری نفس بای ارض تموت ان الله علیمٌ خبیره

کہ انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ کیا علم میں سے کوئی چیز ایسی بھی ہے جس کو آپ نہ جانتے ہوں ؟ آپ نے ارشاد فرمایا بیشک مجھے اللہ نے بہت سے علوم خیر عطا فرمائے اور یقیناً بعض علوم وہ بھی ہیں جنھیں اللہ پاک کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا (مثلاً) وہ پانچ چیزیں جو سورۃ لقمان کی اس آخری آیت ان اللہ عندہ علم الساعۃ الآیۃ میں مذکور ہیں

أشراطها ، فى خمس لا يعلمهن (١) إلا الله : ﴿ إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ الساعهِ وينزِل الغيث ويعلم ما فِي الأَرْحَامِ .... ﴾ » ، ثم انصرف الرجل فقال : « ردوه عَلَيَّ » . فأخذوا ليردوه ، فلم يروا شيئاً ، فقال : « هذا جبريل ، جاء ليعلم الناس دينهم » (٢) .

ورواه البخارى أيضا فى « كتاب الإيمان » ، ومسلم من طرق ، عن أبى حيان ، به (٣) . وقد تكلمنا عليه فى أول شرح البخارى . وذكرنا ثم حديثَ أمير المؤمنين عمر بن الخطاب فى ذلك بطوله، وهو من أفراد مسلم (٤) .

حديث ابن عباس : قال الإمام أحمد : حدثنا أبو النضر ، حدثنا عبد الحميد ، حدثنا شَهْر ، حدثنا عبد الله بن عباس ، رضى الله عنهما ، قال : جلس رسول الله ﷺ مجلسا له ، فأتاه جبريل فجلس بين يدى رسول الله ﷺ (٥) واضعاً كفيه على ركبتى النبى ﷺ ، فقال : يا رسول الله ، [حدثنى] (٦) ما الإسلام ؟ قال رسول الله ﷺ : « الإسلام : أن تسلم وجهك لله عز وجل ، وتشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له ، وأن محمدا عبده ورسوله » . قال : فإذا فعلت ذلك فقد أسلمت ؟ قال : « إذا فعلت ذلك فقد أسلمت » . قال : يا رسول الله ، فحدثنى ما الإيمان ؟ قال : « الإيمان: أن تؤمن بالله ، واليوم الآخر ، والملائكة ، والكتاب ، والنبيين ، وتؤمن بالموت ، وبالحياة بعد الموت ، وتؤمن بالجنة والنار ، والحساب والميزان ، وتؤمن بالقدر كله خيره وشره » . قال: فإذا فعلت ذلك فقد آمنت ؟ قال : « إذا (٧) فعلت ذلك فقد آمنت » . قال : يا رسول الله ، حدثنى ما الإحسان ؟ قال رسول الله ﷺ : « الإحسان: أن تعمل لله كأنك تراه ، فإن كنت لا تراه فإنه يراك » . قال : يا رسول الله ، فحدثنى متى الساعة ؟ قال رسول الله ﷺ : « سبحان الله . فى خمس لا يعلمهن إلا هو (٨) : ﴿ إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴾ ، ولكن إن شئت حدثتك بمعالم لها دون ذلك ؟ » . قال : أجل ، يا رسول الله ، فحدثنى . قال رسول الله ﷺ : « إذا رأيت الأَمَةَ ولدت رَبَّتَها ـ أو : ربها ـ ورأيت أصحاب الشاء يتطاولون فى البنيان ، ورأيت الحفاة الجياع العالة [كانوا رؤوس الناس، فذلك من معالم الساعة وأشراطها » . قال : يا رسول الله ، ومن أصحاب الشاء والحفاة الجياع العالة؟ قال : « العرب »] (٩) (١٠) .

حديث غريب ، ولم يخرجوه

حديث رجل من بنى عامر : روى الإمام أحمد : حدثنا محمد بن جعفر ، حدثنا شعبة ، عن منصور ، عن رِبعى بن حِرَاش ، عن رجل من بنى عامر ؛ أنه استأذن على النبى ﷺ فقال : أألج ؟ فقال النبى ﷺ لخادمه : « اخرجِى إليه ، فإنه لا يحسن الاستئذان فقولى له : فليقل : « السلام عليكم ، أأدخل ؟ » قال : فسَمِعتُه يقول ذلك ، فقلت : السلام عليكم ، أأدخل ؟ فأذن، فدخلت، فقلت : بم أتيتنا به ؟ قال : « لم آتكم إلا بخير ، أتيتكم أن تعبدوا الله وحده لا شريك له ، وأن

(١) فى ت : « لا يعلمهم » .
(٢) صحيح البخارى برقم (٤٧٧٧) .
(٣) صحيح البخارى برقم (٥٠) وصحيح مسلم برقم (٩) .
(٤) صحيح مسلم برقم (٨) .
(٥) فى ف ، أ : « بين يديه » . (٦) زيادة من ت ، ف ، أ ، والمسند . (٧) فى ف : « فإذا » .
(٨) فى أ : « الله » . (٩) زيادة من ت ، ف ، أ ، والمسند
(١٠) المسند (٣١٨/١) .

تَدعوا اللات والعزى ، وأن تصلوا بالليل والنهار خمس صلوات ؛ وأن تصوموا من السنة شهراً ، وأن تحجوا البيت ، وأن تأخذوا الزكاة من مال أغنيائكم فتردوها على فقرائكم » . قال : فقال : فهل بقى من العلم شىء لا تعلمه ؟ قال : « قد علَّم الله عز وجل خيراً ، وإن من العلم ما لا يعلمه إلا الله عز وجل : الخمس : ﴿ إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴾ » (١). وهذا إسناد صحيح .

وقال ابن أبى نَجِيح ، عن مجاهد : جاء رجل من أهل البادية فقال : إن امرأتى حبلى ، فأخبرنى ما تلد ؟ وبلادنا جَدْبَةٌ ، فأخبرنى متى ينزل الغيث ؟ وقد علمتُ متى وُلدتُ فأخبرنى متى أموت ؟ فأنزل الله عز وجل : ﴿ إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ [وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ] (٢) ﴾ ، إلى قوله : ﴿ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴾ ... مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لا يَعْلَمُهَا إِلاَّ ...

محقق عن نسخة خطية كاملة ، وعن مطبوعة الشعب وأكثر من عشر نسخ خطية أخرى يستوعب مجموعها التفسير كله.

تفسير القرآن العظيم

للحافظ

أبي الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي

(٧٠٠ - ٧٧٤هـ)

تحقيق

سامي بن محمد السلامة

الجزء السادس

المشورى - يس

دار طيبة للنشر والتوزيع

وقال ... نَّك أنه يعلم ... في غد ... وقول ... ، فلم يُطلع ... ليهن مَكَ ... من الناس متى ... نوم الساء ... يعلم أحد متى ... زل الغيث ... أذكر أم أنثى، ... حمر أو أ ... رى يا ابن آدم ... تى تموت ... ﴾ ليس أحد ... ن الناس ... وقد ... ، فقال الحافظ ... بو القاسم ... حدث ... ى المليح ، عن ... سامة(٥) ... جعل له فيها ... حاجة » (... وقال ... الحَفَرىّ ، عن

(١) المسند (٥ ...
(٢) زيادة من ...
(٤) تفسير الط ...
(٥) فى ت : ...
(٦) فى ت ، ...
(٧) المعجم الـ ...

محققہ عن نسخة خطية كاملة، وعن مطبوعة الشعب وأكثر من عشر نسخ خطية أخرى يستوعب مجموعها التفسير كله.

تفسير القرآن العظيم

للحافظ

أبي الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي

(٧٠٠ - ٧٧٤هـ)

تحقيق

سامي بن محمد السلامة

الجزء الثالث

المائدة - الأعراف

دار طيبة للنشر والتوزيع

ورواه البخارى فى كتاب «الأدب» من صحيحه، عن عمرو بن عاصم، عن همام بن يحيى، عن قتادة، عن أنس؛ أن رجلا من أهل البادية قال: يا رسول الله، متى الساعة؟ فذكر الحديث، وفى آخره: «فمر غلام للمغيرة بن شعبة»، وذكره[١].

وهذا الإطلاق فى هذه الروايات محمول على التقييد بـ «ساعتكم» فى حديث عائشة، رضى الله عنها.

وقال ابن جُرَيْج: أخبرنى أبو الزبير: أنه سمع جابر بن عبد الله يقول: سمعت رسول الله ﷺ قبل[٢] أن يموت بشهر، قال: «تسألونى عن الساعة، وإنما علمها عند الله. وأقسم بالله ما على ظهر الأرض اليوم من نفس منفوسة، تأتى عليها مائة سنة» رواه مسلم[٣].

وفى الصحيحين، عن ابن عمر مثله، قال ابن عمر: وإنما أراد رسول الله ﷺ انخرام ذلك القرن.

وقال الإمام أحمد: حدثنا هشيم، أنبأنا العوام، عن جبلة بن سحيم، عن مؤثر بن عَفَازة[٤]، عن ابن مسعود، رضى الله عنه، عن رسول الله[٥] ﷺ قال: «لقيت ليلة أسرى بى إبراهيم وموسى وعيسى»، قال: «فتذاكروا أمر الساعة»، قال: «فردوا أمرهم إلى إبراهيم، عليه السلام، فقال: لا علم لى بها. فردوا أمرهم إلى موسى، فقال: لا علم لى بها. فردوا أمرهم إلى عيسى، فقال عيسى: أما وجبتها فلا يعلم بها أحد إلا الله، عز وجل، وفيما عهد إلىَّ ربى، عز وجل، أن الدجال خارج»، قال: «ومعى قضيبان، فإذا رآنى ذاب كما يذوب الرصاص»، قال: «فيهلكه الله، عز وجل، إذا رآنى، حتى إن الحجر والشجر يقول: يا مسلم، إن تحتى كافرًا تعالى فاقتله». قال: «فيهلكهم الله، عز وجل، ثم يرجع الناس إلى بلادهم وأوطانهم»، قال: «فعند ذلك يخرج يأجوج ومأجوج، وهم من كل حدب ينسلون، فيطؤون بلادهم، لا يأتون على شىء إلا أهلكوه، ولا يمرون على ماء إلا شربوه»، قال: «ثم يرجع الناس إلىَّ فيشكونهم، فأدعو[٦] الله، عز وجل، عليهم فيهلكهم ويميتهم، حتى تَجْوَى الأرض من نتن ريحهم ـ أى: تُنْتِن ـ» قال: «فينزل الله المطر، فيجترف أجسادهم حتى يقذفهم فى[٧] البحر».

قال أحمد: قال يزيد بن هارون: ثم تنسف الجبال، وتمد الأرض مد الأديم ـ ثم رجع إلى حديث هشيم قال: ففيما عهد إلى ربى، عز وجل، أن ذلك إذا كان كذلك، فإن[٨] الساعة كالحامل المتم لا يدرى أهلها متى تفجأهم بولادها[٩] ليلا أو نهارا[١٠].

ورواه ابن ماجه، عن بُنْدَار عن يزيد بن هارون، عن العوام بن حَوْشَب بسنده، نحوه[١١].

فهؤلاء أكابر أولى العزم من المرسلين، ليس عندهم علم بوقت الساعة على التعيين، وإنما ردوا

(١) صحيح البخارى برقم (٦١٦٧). (٢) فى ك: «يقول قبل».
(٣) صحيح مسلم برقم (٢٥٣٨).
(٤) فى م: «غفارة»، وفى ك: «عفان». (٥) فى م: «عن النبى». (٦) فى م: «وادعوا».
(٧) فى أ: «إلى». (٨) فى أ: «تكون». (٩) فى د، ك: «بولادتها».
(١٠) المسند (١/ ٣٧٥).
(١١) سنن ابن ماجة برقم (٤٠٨١) وقال البوصيرى فى الزوائد (٣/ ٢٦١): «هذا إسناد صحيح رجاله ثقات، مؤثر بن عفازة ذكره ابن حبان فى الثقات، وباقى رجال الإسناد ثقات».

حافظ ابنِ کثیرؒ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ:-

فهؤلاء اكابر اولى العزم من المرسلين — سو یہ اکابر اور بڑی شان کے رسول بھی قیامت

ليس عندهم علم بوقت الساعة على التعيين — کے وقتِ معین کا علم نہیں رکھتے۔

فبأى أرض اموت فنزلت هذه الآية وعن قتادة قال خمس من الغيب استأثر الله بهن فلم يطلع عليهن ملكا مقربا ولا نبيا مرسلا ان الله عنده علم الساعة فلا يدرى أحد من الناس متى تقوم الساعة فى أى سنة ولا فى أى شهر أليلا أم نهارا وينزل الغيث فلا يعلم أحد متى ينزل أليلا أم نهارا ويعلم ما فى الارحام فلا يعلم أحد ما فى الارحام أذكر أم أنثى احمر أم أسود ولا تدرى نفس ماذا تكسب غدا أخير أم شر ولا تدرى نفس بأى أرض تموت ليس أحد من الناس يدرى أين مضجعه من الارض أفى بحر أم فى بر أم سهل أم جبل وعن أحمد وابن أبى شيبة موقوفا على شهر بن حوشب ان ملك الموت مر على سليمان فجعل ينظر الى رجل من جلسائه يديم النظر اليه فقال الرجل من هذا فقال ملك الموت فقال فكأنه يريدنى فمر الريح أن تحملنى وتلقينى بالهند فأمر سليمان الريح فحملته الى بلاد الهند فوق سحابة فلما استقر فيها قبض روحه ملك الموت عليه السلام ثم جاء الى سليمان عليه السلام فسأله عن نظره الى الرجل فقال ملك الموت كان دوام نظرى اليه تعجبا منه اذ أمرت ان أقبض روحه بالهند وهو عندك وعن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مفاتيح الغيب خمس لا يعلمهن الا الله لا يعلم ما فى غد الا الله ولا متى تقوم الساعة الا الله ولا ما فى الارحام الا الله ولا متى ينزل الغيث الا الله وما تدرى نفس بأى أرض تموت الا الله وعن أبى هريرة رضى الله تعالى عنه ان رجلا قال يا رسول الله متى الساعة قال ما المسؤل عنها بأعلم من السائل ولكن سأحدثكم باشراطها اذا ولدت الامة ربتها فذلك من اشراطها واذا كانت الحفاة الرعاة رؤس الناس فذلك من أشراطها واذا تطاول رعاء الغنم فى البنيان فذلك من أشراطها وخمس من الغيب لا يعلمهن الا الله ثم تلا ان الله عنده علم الساعة الى آخر الآية وعن أبى أمامة أن اعرابيا وقف على النبى صلى الله عليه وسلم يوم بدر على ناقة له عشراء فقال يا محمد ما فى بطن ناقتى هذه فقال له رجل من الانصار دع عنك رسول الله صلى الله عليه وسلم وهلم الى حتى أخبرك وقعت أنت عليها وفى بطنها ولد منك فأعرض عنه رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم قال ان الله يحب كل حيى كريم ويبغض كل قاس لئيم متفحش ثم أقبل على الاعرابى فقال خمس لا يعلمهن الا الله ان الله عنده علم الساعة الآية وعن سلمة بن الاكوع قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم فى قبة حمراء اذ جاءه رجل على فرس فقال له من أنت قال أنا رسول الله قال متى الساعة قال غيب وما يعلم الغيب الا الله قال ما فى بطن فرسى قال غيب وما يعلم الغيب الا الله قال فتى تمطر قال غيب وما يعلم الغيب الا الله وعن ابن عمر أن النبى صلى الله عليه وسلم قال أوتيت مفاتيح كل شئ الا الخمس ان الله عنده علم الساعة الآية وعن ابن مسعود قال أوتى نبيكم صلى الله عليه وسلم مفاتيح كل شئ غير خمس ان الله عنده علم الساعة الآية وعن على بن أبى طالب رضى الله تعالى عنه لم يعم على نبيكم الا الخمس من سرائر الغيب هذه الآية فى آخر لقمان ان الله عنده علم الساعة الى آخر السورة وعن ربعى قال حدثنى رجل من بنى عامر أنه قال يا رسول الله هل بقى من العلم شئ لا تعلمه فقال لقد علمنى الله خيرا وان من العلم ما لا يعلمه الا الله الخمس ان الله عنده علم الساعة الآية وعن بنت معوذ قالت دخل على رسول الله صلى الله

الجزء الرابع من السراج المنير فى الاعانة على معرفة بعض معانى كلام ربنا الحكيم الخبير للشيخ الامام الخطيب الشربينى قدس الله روحه

وعمه بالرحمة ضريحه

آمين

م

اور حضرت قتادہ بن دعامہؒ مشہور تابعی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:۔

اشیاء من الغیب استأثر اللہ بھن فلم یطلع علیھن ملکاً مقرباً ولا نبیاً مرسلاً ان اللہ عندہٗ علم الساعۃ فلا یدری احد من الناس متٰی تقوم الساعۃ فی ای سنۃ او فی ای شھر اولیل او نھار وینزل الغیث فلا یعلم احد متٰی ینزل الغیث لیلاً او نھاراً ینزل ویعلم ما فی الارحام فلا یعلم احد ما فی الارحام اذکراً او انثٰی احمراً او اسوداً وما ھو وما تدری نفس ماذا تکسب غداً اخیراً ام شراً ولا تدری یا ابن آدم متٰی تموت لعلک المیت غداً لعلک المصاب غداً وما تدری نفس بای ارض تموت لیس احد من الناس یدری این مضجعہ من الارض فی بحر او بر او سھل

کئی چیزیں غیب میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے مختص کر لیا ہے اُس نے ان پر نہ تو کسی فرشتہ مقرب کو اطلاع دی ہے اور نہ کسی نبی مرسل کو بے شک قیامت کا علم بس خدا تعالیٰ ہی کو ہے پس کوئی بھی انسانوں میں سے نہیں جانتا کہ قیامت کب قائم ہوگی؟ کس سال اور کس مہینہ میں رات میں یا دن میں؟ اور وہی نازل کرتا ہے بارش سو کسی کو خبر نہیں کہ کب بارش نازل ہوگی رات کو یا دن کو اور وہی جانتا ہے جو کچھ کہ رحموں میں ہے سو کسی کو ارحام کا علم نہیں کہ نر ہے یا مادہ، اسرخ ہے یا سیاہ اور پھر وہ کیا ہے؟ (سعید ہے یا شقی وغیرہ) اور کسی کو پتہ نہیں کہ وہ کل کیا کرے گا اچھا کرے گا یا برا اور اے فرزند آدم تو کیا جانتا ہے کہ شاید تو کل مرنے والا ہو اور شاید کہ کل ہی تجھ پر کوئی مصیبت نازل ہو اور کوئی نفس خبردار نہیں کہ کس زمین میں اس کو موت آئے گی یعنی کسی انسان کو پتہ نہیں کہ زمین کے کس حصہ میں اس کی قبر ہوگی آیا دریا میں یا خشکی میں نرم زمین میں یا پہاڑ اور سخت جگہ میں (پس خدا تعالیٰ ہی ان باتوں کا جاننے والا اور خبردار ہے)

در السراج المنیر

ج ۳ صہ ۲۰۰

بسم الله الرحمن الرحيم

2

نبی ﷺ کیلئے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والا کافر ہے
فقہاء احناف کا متفقہ فتوی

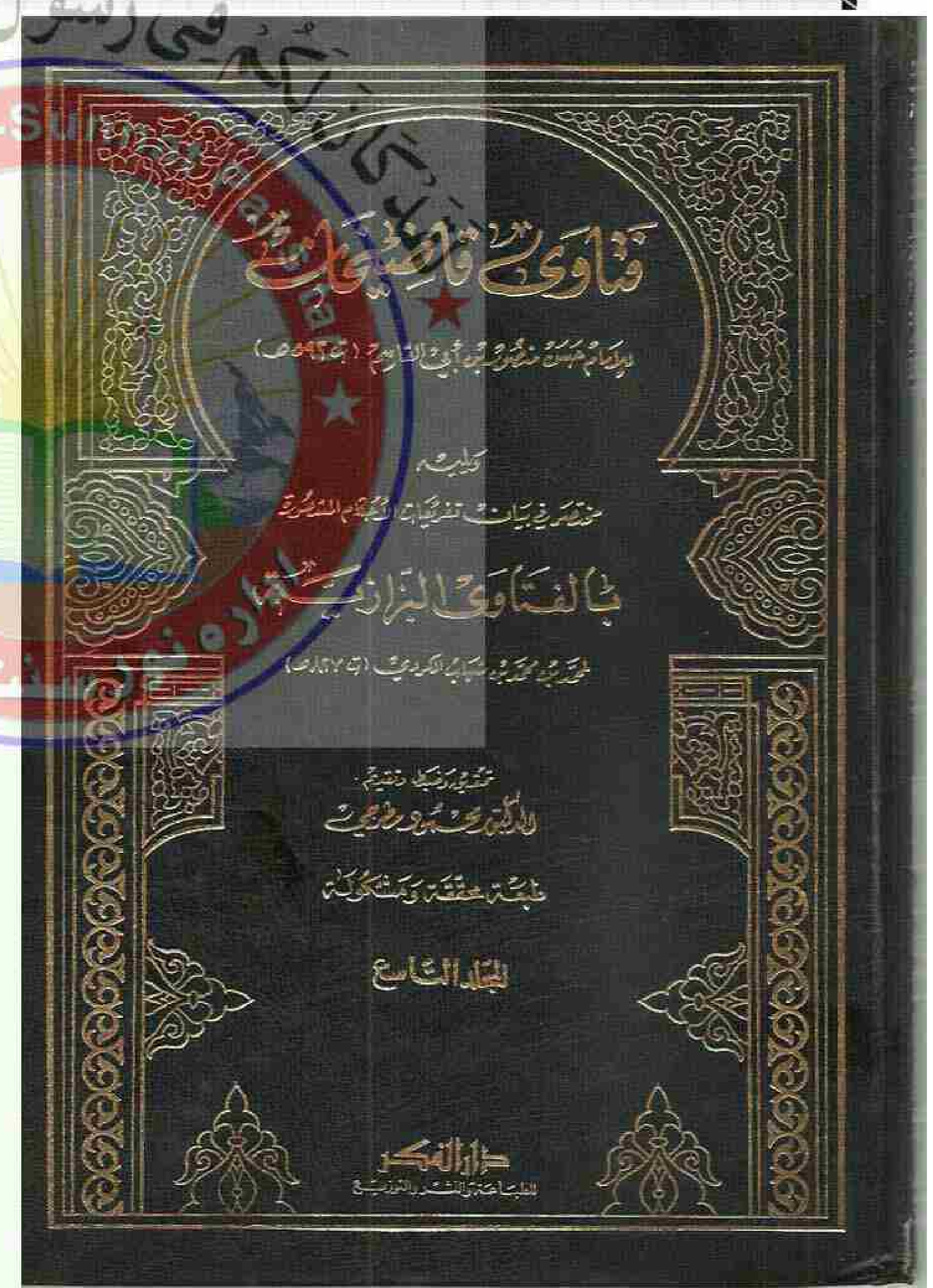
﴿۲﴾ رجل تزوج امراۃ بغیر شهود فقال الرجل والمراۃ (خدائر او پیغامبر مرا گواه کردیم) قالوا: یکون کفرا لانه اعتقد ان رسول الله ﷺ یعلم الغیب و هو ما کان یعلم الغیب حین کان فی الاحیاء فکیف بعد الموت؟۔

(فتاوی قاضیخان: ج۳:ص ۴۲۸: دار الفکر بیروت)

ترجمہ: ایک شخص نے بغیر گواہوں کے ایک عورت سے نکاح کیا اور بوقت نکاح عورت کو یوں کہا کہ ہم خدا تعالی اور اس کے پیغمبر جناب رسول اللہ ﷺ کو گواہ بناتے ہیں تو حضرات فقہاء کرام نے فرمایا کہ اس شخص کا یہ کہنا کفر ہے کیونکہ اس نے یہ اعتقاد کرلیا کہ آنحضرت ﷺ علم غیب جانتے ہیں حالانکہ آپ اپنی زندگی میں علم غیب نہیں جانتے تھے تو وفات کے بعد بھلا علم غیب کیسے جانتے ہیں؟

* رجلٌ قال: قصعةُ ثريدٍ خيرٌ لي من الله تعالى، لا يكونُ كفراً لأنه يرادُ بهذا أن هذه نعمة من الله تعالى.
* رجلٌ قال لعالمٍ: أيز الحمار في علمك، إن أراد به علمَ الدين كان كافراً.
* رجلٌ قال: (اكرما دروغ مي كريم خداى دروغ ميكويد) لا يكفرُ لأنّ المرادَ بهذا أنّ الله تعالى لا يكذبُ.
* رجلٌ قال في غضبٍ لامرأته: (اك روسي كه ترازاد وآن بغا كه تراكشت وان خداى كه ترا آفريد) قال بعضهم: يكونُ كفراً، وسئل أبو نصر الدبوسي رحمه الله تعالى عن هذا فتأمّل في ذلك أياماً ولم يجبْ، قال رضي الله عنه: الظاهرُ أنه يكونُ كفراً.
* رجلٌ قال لامرأته: يا كافرة، فقالت: أنا كافرةٌ فطلّقني، قال الشيخ الإمام أبو بكر محمد بن الفضل رحمه الله تعالى: هذه ردّةٌ وتجبرُ على الإسلام، وتجديد النكاح، والعود إلى الزوج، ولو قال لامرأته: يا كافرة، فقالت: لا بل أنت، لا يقعُ بينهما فرقةٌ.
* رجلٌ تزوّج امرأةً بغير شهودٍ فقال الرجلُ والمرأةُ (خدائر او بيغامبر مراكواه كرديم) قالوا: يكونُ كفراً لأنه اعتقد أن رسول الله ﷺ يعلمُ الغيبَ وهو ما كان يعلمُ الغيبَ حين كان في الأحياء فكيف بعد الموت؟
* رجلٌ قال: أنا أعلمُ المسروقات، قال الشيخ الإمام محمد بن الفضل: هذا القائلُ ومن صدّقه يكونُ كافراً، قيل له: فإن قال هذا القائلُ: أنا أخبرُ بإخبار الجنّ إيّاي بذلك؟ قال: هو ومن صدّقه يكونُ كافراً بالله لقوله عليه السلام: «من أتى كاهناً فصدّقه فيما قال فقد كفر بما أُنزل على محمد»[1] لا يعلمُ الغيبَ إلا الله، لا الجنُّ ولا الإنسُ، يقولُ الله في الأخبار عن الجن: ﴿فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَن لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ﴾ [سبأ: ١٤].
* نصرانيٌّ أتى مسلماً فقال: اعرضْ عليّ الإسلام حتى أسلم عندك فقال: اذهبْ إلى فلانٍ العالم حتى يعرض عليك الإسلام فتسلم عنده، اختلفوا فيه، قيل: يكفرُ لأنه رضيَ بكفره بعض الأوقات، وقال الفقيه أبو جعفر رحمه الله تعالى: لا يصيرُ كافراً لأنّ العالم يهتدي إلى ما لا يهتدي غير العالم.
* رجلٌ قال لغيره: (اي بارخدائي من) قال بعضهم: يكفرُ وقال الشيخ الإمام أبو بكر محمد بن الفضل رحمه الله تعالى: إن أراد به: (اي مهتر من) لا يكفر لأن هذا اللفظ يذكر ويُرادُ به ذلك، ولو قال: (اي خدائي من) يكون كافراً.
* امرأةٌ قالت لزوجها: (لو سر خداى داني) فقال: نعم، قال الشيخ الإمام أبو بكر محمد بن الفضل رحمه الله تعالى: يكفرُ الرجل، لأنّ السرَّ والغيبَ واحدٌ، ومن ادّعى علم الغيب كان كافراً. وعن شداد بن حكيم رحمه الله تعالى: أن امرأته بعثت إلى زوجها السحورَ في رمضانَ على يدي الخادم، فأبطأ الخادمُ في الرجوع إلى المرأة، فاتّهمت المرأة فقال شداد: لم يكن بيننا شيءٌ فطال الكلام بين شداد وبين امرأته، فقال شداد بن حكيم لامرأته: تعلمين الغيبَ؟ فقالت: نعم، فكتب به شداد إلى محمد بن الحسن وكان هو من أصحاب زفر رحمه الله تعالى فأجاب محمد: أن جدّد النكاح فإنها كفرت.
* رجلٌ استحلّ الجماعَ في حالة الحيض، قال أبو بكر البلخي رحمه الله تعالى: استحلالُ الجماع في الحيض كفرٌ، وفي الاستبراء بدعةٌ وضلالٌ وليس بكفرٍ. وعن ابراهيم بن رستم: إن استحلّ الجماع في الحيض متأوّلاً أن النهي ليس للتحريم أو لم يعرف النهي، لا يكفرُ لأنه إن عرف أن النهي للتحريم ومع ذلك استحلّ الجماع فيه كان كافراً، وعن شمس الأئمة السرخسي رحمه الله تعالى: أن استحلال الجماع في الحيض كفرٌ من غير تفصيل.
* رجلٌ قال: عبدُ العزيز عبدُ الخالق عبدُ الغفار عبدُ الرحمن بإلحاق الكاف في آخر الاسم قالوا: إن قصد ذلك يكفرُ، وإن جرى على لسانه من غير قصدٍ أو كان جاهلاً لا يكفرُ، وعلى من سمع ذلك منه أن يعلمه الصواب، وهذه فصولٌ عشرة:
* أحدها: أن إسلام الصبيّ العاقل والصبيّة عندنا صحيحٌ، وكذا إسلامُ المعتوه الذي يعقلُ الإسلامَ، ويعرفُ الحقَّ من الباطل إسلامٌ عندنا، وكذا إسلامُ المكره إسلامٌ عندنا إن كان حربياً، وإن كان ذمّياً لا يكونُ إسلاماً.

(١) - حديث أبي هريرة: د (٣٩٠٤) وت (١٣٥) وجه (٦٣٩) وحم: ٢/ ٤٢٩ وحق: ٧/ ١٩٨.



بسم الله الرحمن الرحیم

3

نبی ﷺ کیلئے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والا کافر ہے
فقہاء احناف کا متفقہ فتوی

﴿۳﴾ **رجل تزوج امراۃ ولم یحضر الشھود ،قال (خدایرا و رسول را گواہ کردیم) او قال (خدای را او فرشتگان را گواہ کردم) کفر۔**

(فتاوی عالمگیری: ج ۲: ص ۲۷۹: دار الفکر بیروت: فتاوی عالمگیری ۵۰۰ علمائے احناف کی متفقہ دستاویز ہے)

ترجمہ: ایک شخص نے کسی عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا اور اس نے یہ کہا کہ میں خدا تعالی اور جناب رسول کریم ﷺ کو گواہ بناتا ہوں یا اس نے کہا کہ خدا تعالی اور فرشتوں کو گواہ بناتا ہوں تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا۔


كتاب السير 279

رجلٌ قال لآخر: (من فرشته تو ام) في موضع كذا أعينك على أمرك، فقد قيل: إنه لا يكفر، وكذا إذا قال أنا ملك، بخلاف ما إذا قال: أنا نبيٌّ كذا في «التاتارخانية».

رجل تزوج امرأة ولم يحضر الشهود، قال: (خدايرا ورسول راگواه كردم). أو قال: (خداي راوفرشتگان را گواه كردم) كفر، ولو قال: (فرشته دست راست راگواه كردم وفرشته دست چپ راگواه كردم) لا يكفر، كذا في «الفصول العمادية».

ومنها: ما يتعلق بالقرآن. من قال بخلق القرآن فهو كافر، كذا في «الفصول العمادية».

الفتاوى العالمكيرية المعروفة بالفتاوى الهندية في مذهب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان

المجلد الثاني

دار الفكر

www.Facebook.com/razakhanifitna

1

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نبی ﷺ کیلئے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والا کافر ہے
فقہاء احناف کا متفقہ فتوی

﴿۱﴾ **لو تزوج بشهادة الله و رسوله لا ينعقد و يكفر لاعتقاده ان النبى يعلم الغيب**

(البحر الرائق: ج۳:ص۱۵۵: دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: اگر کسی شخص نے شادی کی اللہ اور اس کے رسول کو گواہ بنا کر تو نکاح منعقد نہ ہوگا اور یہ شخص کافر ہو جائے گا اس اعتقاد کی بناء پر کہ نبی ﷺ علم غیب جانتے ہیں۔

البحر الرائق

شرح

كنز الدقائق

(في فروع الحنفية)

للشيخ الإمام أبي البركات عبد الله بن أحمد بن محمود المعروف بحافظ الدين النسفي

المتوفى سنة ٧١٠هـ

والشرح «البحر الرائق»

للإمام العلامة الشيخ زين الدين بن إبراهيم بن محمد المعروف بابن نجيم المصري الحنفي

المتوفى سنة ٩٧٠هـ

ومعه الحواشي المسماة

منحة الخالق على البحر الرائق

للعلامة الشيخ محمد أمين عابدين بن عمر عابدين بن عبد العزيز المعروف بابن عابدين الدمشقي الحنفي

المتوفى سنة ١٢٥٢هـ

ضبطه وخرج آياته وأحاديثه

الشيخ زكريا عميرات

تنبيه

وضعنا متن كنز الدقائق في أعلى الصفحات، ووضعنا أسفل منه مباشرة نص «البحر الرائق» ووضعنا في أسفل الصفحات حواشي الشيخ ابن عابدين

الجزء الثالث

منشورات

محمد علي بيضون

دار الكتب العلمية

بيروت - لبنان

العين في الحال عند حرين أو حر وحرتين عاقلين بالغين مسلمين ولو فاسقين أو محدودين أو أعمين أو ابني العاقدين وصح تزوج مسلم ذمية عند ذميين ومن أمر رجلاً

وتزوجها لم تطلق لأنه حين خطبها حنث لوجود الشرط فحين تزوجها تزوجها واليمين غير باقية اهـ. ومنها ما في الخلاصة: لو قال صرت لي أو صرت لك فإنه نكاح عند القبول وقد قيل بخلافه اهـ. ومنها ما في التتارخانية: لو قال لها يا عروسي فقالت لبيك انعقد لكن في الصيرفية أنه خلاف ظاهر الرواية. ومنها بالسمع والطاعة لو قال زوجي نفسك مني فقال بالسمع والطاعة فهو نكاح كما في الخلاصة. ومنها ما في الذخيرة: لو قال ثبت حقي في منافع بضعك بألف فقالت نعم صح النكاح اهـ. والجواب أن العبرة في العقود للمعاني حتى في النكاح كما صرحوا به وهذه الألفاظ تؤدي معنى النكاح وهذا مما ظهر لي من فضله تعالى.

قوله: **(عند حرين أو حر وحرتين عاقلين بالغين مسلمين ولو فاسقين أو محدودين أو أعمين أو ابني العاقدين)** متعلق بـ«ينعقد» بيان للشرط الخاص به وهو الإشهاد فلم يصح بغير شهود لحديث الترمذي «البغايا اللاتي ينكحن أنفسهن من غير بينة»(١) ولما رواه محمد بن الحسن مرفوعاً «لا نكاح إلا بشهود» فكان شرطاً ولذا قال في مآل الفتاوى: لو تزوج بغير شهود ثم أخبر الشهود على وجه الخبر لا يجوز إلا أن يجدد عقداً بحضرتهم اهـ. وفي الخانية والخلاصة: لو تزوج بشهادة الله ورسوله لا ينعقد ويكفر لاعتقاده أن النبي يعلم الغيب. وصرح في المبسوط بأن النبي ﷺ كان مخصوصاً بالنكاح بغير شهود ولا يشترط الإعلان مع

قوله: **(والجواب أن العبرة في العقود للمعاني الخ)** يعني أن المصنف أراد لفظ النكاح والتزويج وما يؤدي معناهما. قال في النهر: وفيه ما لا يخفى قول المصنف: **(أو محدودين)** أي في قذف. وقيده في النهر بقوله «وقد تابا» قال: وهذا القيد لا بد منه وإلا لزم التكرار وفيه نظر، أما أولاً فلأن قوله «لا بد من هذا القيد» ممنوع لأن المقصود من إطلاق المصنف الإشارة إلى خلاف الشافعي في الفاسق المظهر والمحدود قبل التوبة، وأما المستور والمحدود بعد التوبة فلا خلاف له فيهما كما في شرح المجمع والحقائق، فظهر أن قوله «لا بد من القيد» فرية بلا مرية بل لا بد من اعتبار عدمه ومن ثم قال في البرهان: أو محدودين في قذف غير تائبين. وأما ثانياً فلأن قوله «وإلا لزم التكرار» ممنوع أيضاً لأن المحدود في القذف أخص مطلقاً من الفاسقين ولم يقل أحد إن ذكر الخاص بعد العام تكرار كيف وهو واقع في كلام الله تعالى الذي هو في غاية الإعجاز على أنه قد صرح في الحواشي السعدية من كتاب الإكراه بأنه إذا قوبل الخاص بالعام يراد بالعام ما عدا الخاص. هذا ولا يخفى أن في عبارة المصنف عطف الخاص على العام بـ«أو» وهو مما تفردت به الواو و«حتى» كما في المغني حموي قال

(١) رواه الترمذي في كتاب النكاح باب ١٥.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

4

نبی ﷺ کیلئے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والا کافر ہے
فقہاء احناف کا متفقہ فتوی

﴿۴﴾ تزوجها بشهادة الله تعالى جل جلاله و رسوله عليه الصلوة والسلام ،لاينعقد و يخاف عليه الكفر ،لانه يوهم انه عليه الصلوة والسلام يعلم الغيب (وعنده مفاتح الغيب) وما اعلم الله تعالى لخيار عباده بالوحى اولالهام الحق لم يبق بعد الاعلام غيبا۔

(فتاوی بزازیہ: ج ۱: ص ۷۹، ۸۰: دار الفکر بیروت)

ترجمہ: اللہ اور رسول ﷺ کو گواہ بنا کر نکاح کیا تو نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوا اور اس پر کفر کا خوف ہے کیونکہ اس نے یہ گمان کیا نبی ﷺ علم غیب جانتے ہیں حالانکہ غیب کی کنجیاں تو صرف اللہ کے پاس ہیں اور جو علم اللہ تعالی اپنے مخصوص بندوں کو وحی یا سچے الہام کے ذریعہ دیتا ہے تو بتلانے کے بعد وہ غیب رہتا ہی نہیں۔

وقال الإمامُ ظهيرُ الدينِ وكثيرٌ من المشايخِ: لا يجوزُ الرجوعُ إلى الشافعيِّ في أمثاله إلا في اليمينِ المضافةِ، لأنّ كثيراً من الصحابة رضوانُ الله عليهم أجمعين معه فيه، ولو فعلَ نفذ. وكذا في العجز قبل الدخول عن المهر المعجَّل أو النفقة إذا كان الزوجُ حاضراً، يصحُّ حكمُ الشافعيِّ بالفراق. وكذا الحنفيُّ إذا رأى ذلك وأدّى إليه اجتهادُه، وإن قضى مخالفاً لرأيه فعلى الروايتين. وإن أمرَ الحنفيُّ شافعياً بذلك، إنْ مأذوناً بالاستخلاف صحّ وإلا لا. وإنْ كان الزوجُ غائباً وبرهن على العجزِ، الصحيحُ: أنه لا يصحُّ القضاءُ لأنه جزافٌ، لأنّ عجزَ الغائبِ لا يعلمُ؛ لأنّ المرادَ من العجزِ الإعسار لا عدم الوصول مطلقاً.

* سُئل شيخُ الإسلام عن أبي الصغيرة زوّجها من صغيرٍ، وقبلَ عنه أبوهُ بشهادة الفسقةِ، وكبرَ أو بينهما غيبةٌ منقطعةٌ، للقاضي أن يبعثَ إلى شافعيٍّ حتى يقضيَ ببطلان هذا النكاح بهذا السَّببِ، وللقاضي الحنفيِّ أنْ يفعلَه بنفسه أيضاً أخذاً بهذا المذهبِ، وإنْ كانَ على خلاف مذهبه بناءً على أنّ قضاء القاضي بخلاف مذهبه نافذٌ عند الإمام.

* وروى عن الإمام الثاني: أنه صلّى يوم الجُمعة مغتسلاً من الحمّام، وصلّى بالناس وتفرّقوا، ثم أخبر بوجود فأرةٍ ميتةٍ في الحمّام فقال: إذنْ نأخذ بقولِ إخواننا من أهل المدينة: «إذا بلغَ الماءُ قلّتين لم يحمِلْ خبثاً»[1].

* وسُئِل أيضاً عن بكرٍ بالغةٍ شافعيةٍ زوّجتْ نفسها من حنفيٍّ أو شافعيٍّ بلا رضا الأبِ، هل يصحُّ هذا النكاحُ؟ أجاب عنه: نعم، وإنْ كانا يعتقدانِ عدم الصحّةِ، لأنّا نجيبُ بمذهبنا لا بمذهب الخصم، لاعتقادنا أنه خطأ يحتملُ الصوابَ، وإنْ سُئلنا كيفَ مذهبُ الشافعي فيه؟ لا نجيبُ إلا بمقال الإمام مسنداً إلى الإمامِ، لأنّ الإفتاء بما هو خطأ عنده لا يجوزُ.

* ولو زوّجتْ نفسها بلا إذنِ الوليِّ من غير كفءٍ، يُفتى في زماننا برواية الحسن عن الإمام رحمهما الله: أنه لا يجوزُ النكاحُ، لأنّ كلّ قاضٍ لا يعدلُ، ولا كلّ شاهدٍ يعدلُ، ولا كلّ واقعٍ يدفعُ ويرفعُ، فكان الاحتياطُ في إبطال النكاح، حتى لو طلّقها زوجُها ثلاثاً فتزوّجتْ غير كفءٍ ودخل بها الزوجُ الثاني، لا تحلُّ للأول لأنه ليس بنكاحٍ صحيحٍ في المختار، واختار صاحبُ «الأسرار» قولَ محمدٍ هنا لما قلنا، وذكر برهان الأئمة: أن الفتوى في جوازِ النكاحِ بكراً كانت أو ثيباً على قول الإمام الأعظم ﷺ لقوة دليل الإمام قال الله تعالى ﴿فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَن يَنكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾ [البقرة: ٢٣٢].

الفَصْلُ السادسُ: في الشُّهود. يصحُّ بحضور إبنيه منها. والأصل: أنّ من صلحَ فيه وليّاً بنفسه صلح شاهداً فيه، كالأعمى والأخرس الذي يسمعُ، والفاسقُ والمحدودُ في القذف، والمغفلُ لا العبدُ والكافر والصبي والمجنون والمكاتَب.

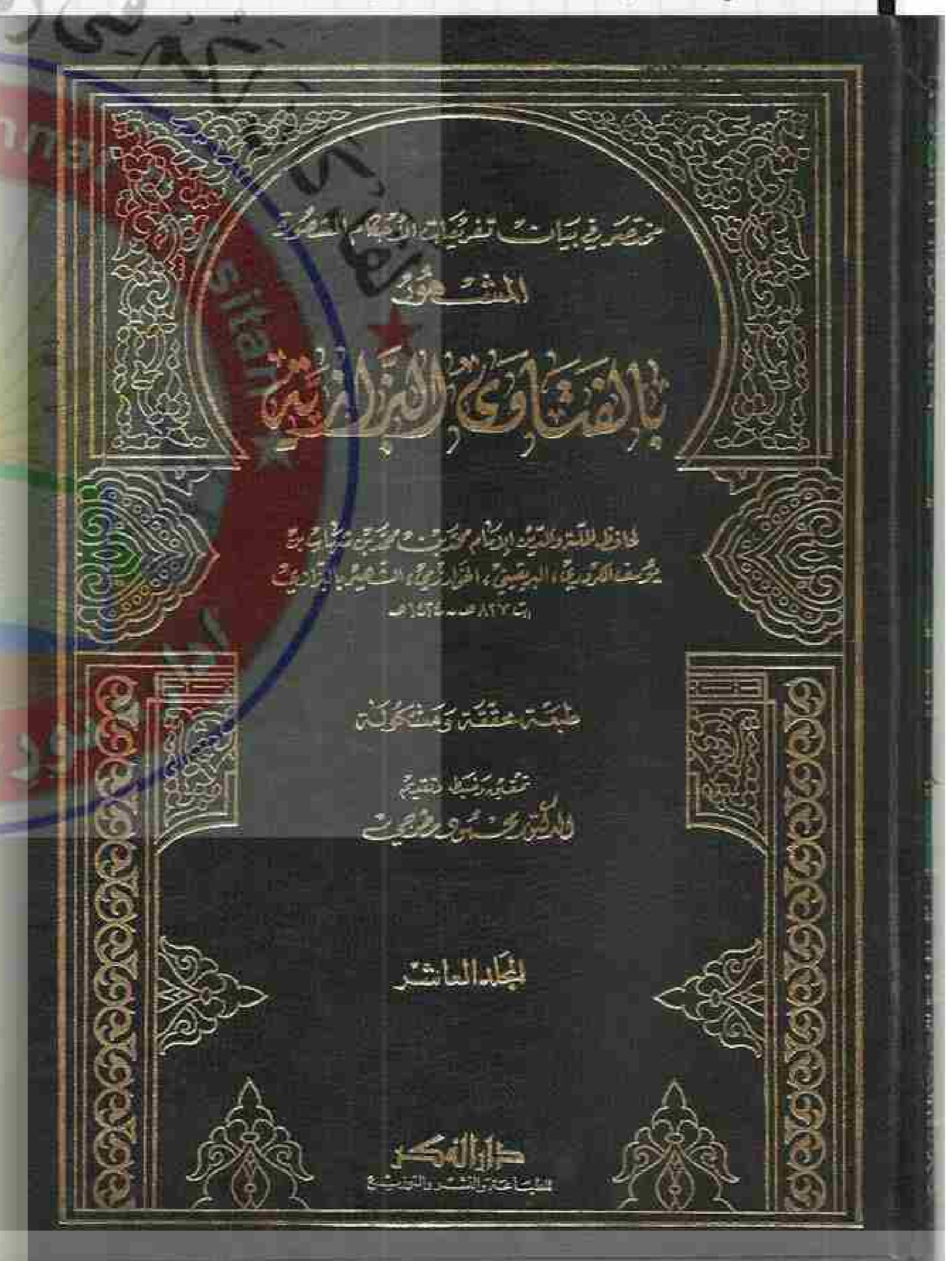
* ولو بلغ الصبيُّ وعتقَ العبدُ وشهدا جازَ، لأنّ العبرة لوقت الأداء.

* تزوّجها بالعربيِّ وهما يعقلانِ لا الشهود، قال في «المحيط»: الأصحُّ أنه ينعقدُ. وعن محمد: تزوّجها بحضرةِ هنديّين لم يفهما ولم يمكنْهما ان يعبّرا، لم يجزْ فهذا نصٌّ على أنه لا يجوزُ في الأول أيضاً، وسماعُ كلّ واحدٍ من العاقدين كلام الآخر شرطٌ، ولا يشترَطُ سماعُ الشاهدَين كلامَهما حتى انعقد بحضرة الأصمّين، وعامةُ المشايخ شرطوا سماعَ الشاهدَين كلامَهما أيضاً.

* وفي «الفتاوى»: تزوج بشهادة رجلين فسمع أحدهما ولم يسمع الآخر فأعاد الكلام فسمع الآخر لا الأول، لا يجوز. وهذا دليل على ان سماعهما كلامهما شرطٌ، وفي «المنتقى»: لا يجوزُ إذا كان العقدانِ في مجلسَين لوجود إشهاد فردٍ على كلّ عقدٍ، ولو في مجلس جازَ عند محمد، وعن الإمام الثاني: لا يجوزُ حتى يسمعا معاً. تزوّجها بحضرة السكارى وهم لا يعرفونَ أمر النكاح، غيرَ أنهم يذكرونَ إذا صحوا ينعقدُ.

* تزوّجها بشهادة الله تعالى جل جلاله ورسوله عليه الصّلاة والسلام، لا ينعقدُ ويخافُ عليه الكفر، لأنه يوهمُ

(١) – من حديث جابر: وهو حديث ضعيف جداً. أخرجه: قط: ١/ ٢٦ والعقيلي: ٣/ ٤٧٣ وابن عدي: ٦/ ٢٠٥٨، وموضوعات ابن الجوزي: ٢/ ٧٧ ومن حديث ابن عمر مرفوعاً بلفظ: «إذا بلغ الماء قلتين أو ثلاثاً لم ينجّسه شيء» وهو حديث ضعيف أيضاً. أخرجه: جه(٥١٨) وحم: ٢/ ٢٣ وقط: ١/ ٢٢ وهق: ١/ ٦٢٦٢ وك: ١/ ١٣٤



5

نبی ﷺ کیلئے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والا کافر ہے
فقہاء احناف کا متفقہ فتوی

﴿٥﴾ ذکر الحنفیة (فی فروعهم) تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالی قل لا یعلم من فی السموت والارض الغیب الا الله۔

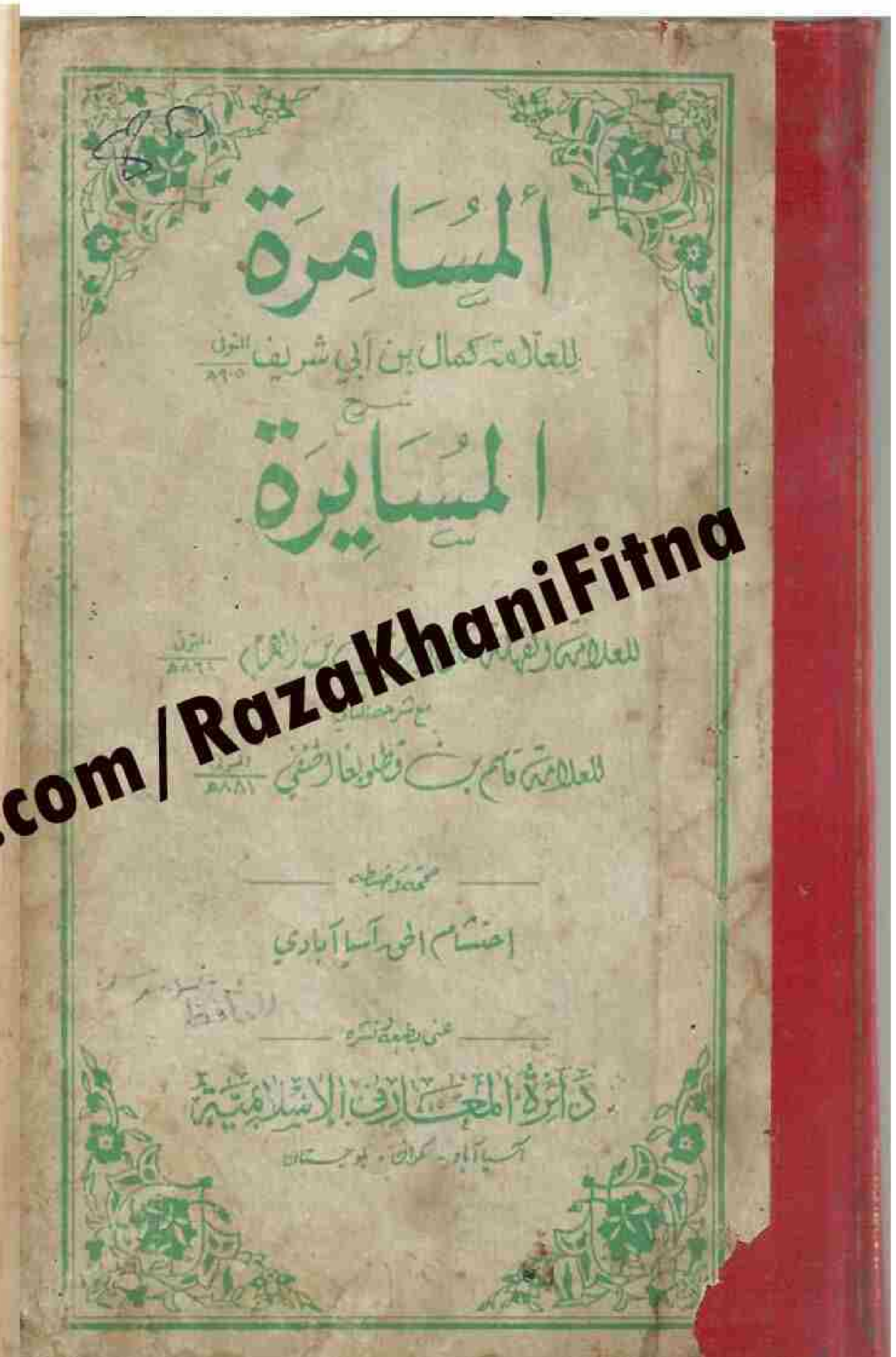
(المسامرۃ شرح المسایرۃ: ج ٢: ص ٢١٢: دائرۃ المعارف الاسلامیہ)

ترجمہ: حضرات فقہاء احناف نے صراحت کے ساتھ ایسے شخص کی تکفیر کی ہے جو آنحضرت ﷺ کیلئے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والا ہو کیونکہ یہ عقیدہ اللہ تعالی کے اس ارشاد کے سراسر خلاف ہے کہ زمین و آسمان میں اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔

علم بعض المسائل عدم علم المغیبات فلا یعلم النبی منها (الا ما اعلمه الله تعالی به أحیانا وذکر الحنفیة (فی فروعهم) تصریحا بالتکفیر باعتقاد أن النبی یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالی قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا الله (والله أعلم

﴿ الاصل العاشر ﴾ فی اثبات نبوة نبینا محمد صلی الله علیه وسلم (نشهد أن محمدا رسول الله أرسله الی الخلق أجمعین) بالهدی ودین الحق (خاتما للنبیین وناسخا لما قبله من الشرائع) والخلق بمعنی المخلوقین لان ارساله الی من یعقل من الانس والجن قال بعض العلماء والی الملائکة نقل ذلك الشیخ الامام أبو الحسن السبکی وصرح الامام الرازی فی تفسیر قوله تعالی تبارك الذی نزل الفرقان علی عبده لیکون للعالمین نذیرا بعدم دخول الملائکة فی عموم من بعث صلی الله علیه وسلم الیهم ولنا فی ذلك کلام أواخر الدرر اللوامع فی شرح جمع الجوامع فلیراجعه من آثر الوقوف علیه ولاثبات نبوته صلی الله علیه وسلم مسالك ذکر المصنف المشهور منها بقوله (لانه) أی لان محمدا صلی الله علیه وسلم (ادعی النبوة) أی الرسالة عن الله (وأظهر المعجزة)

علی عدم إلهیة الکوکب ان کان التغیر فقد وجد قبل الافول ولا معنی لاختصاصه به وان کان الغیبة عن البصر فیلزم فی حق الله تعالی وان کان کونه انتقالا [illegible] کمال وهو العلو الی نقصان فقد کان ناقصا عند الاشراق وأیضا [illegible] الافول أنه یافل وانه فی المشرق مسا وحالته فی المغرب وعن قوله بل [illegible] به لم یکن قاصدا لاسناد الفعل الی الصنم حتی یکون کذبا بل قصد تنبیه علی سبیل [illegible] الکفار ویمکن أن یقال انه من قبیل اسناد الفعل الی السبب لان تعظیم [illegible] للصنم حمله علیه السلام علیه وعن الایة التی فی حق یوسف علیه الصلاة والسلام انه انما کتم حریته ولم یبینها لاستشعاره بقتل الاخوة ایاه اذا أظهر ذلك وذلك جائز قبل النبوة والله تعالی أعلم ○



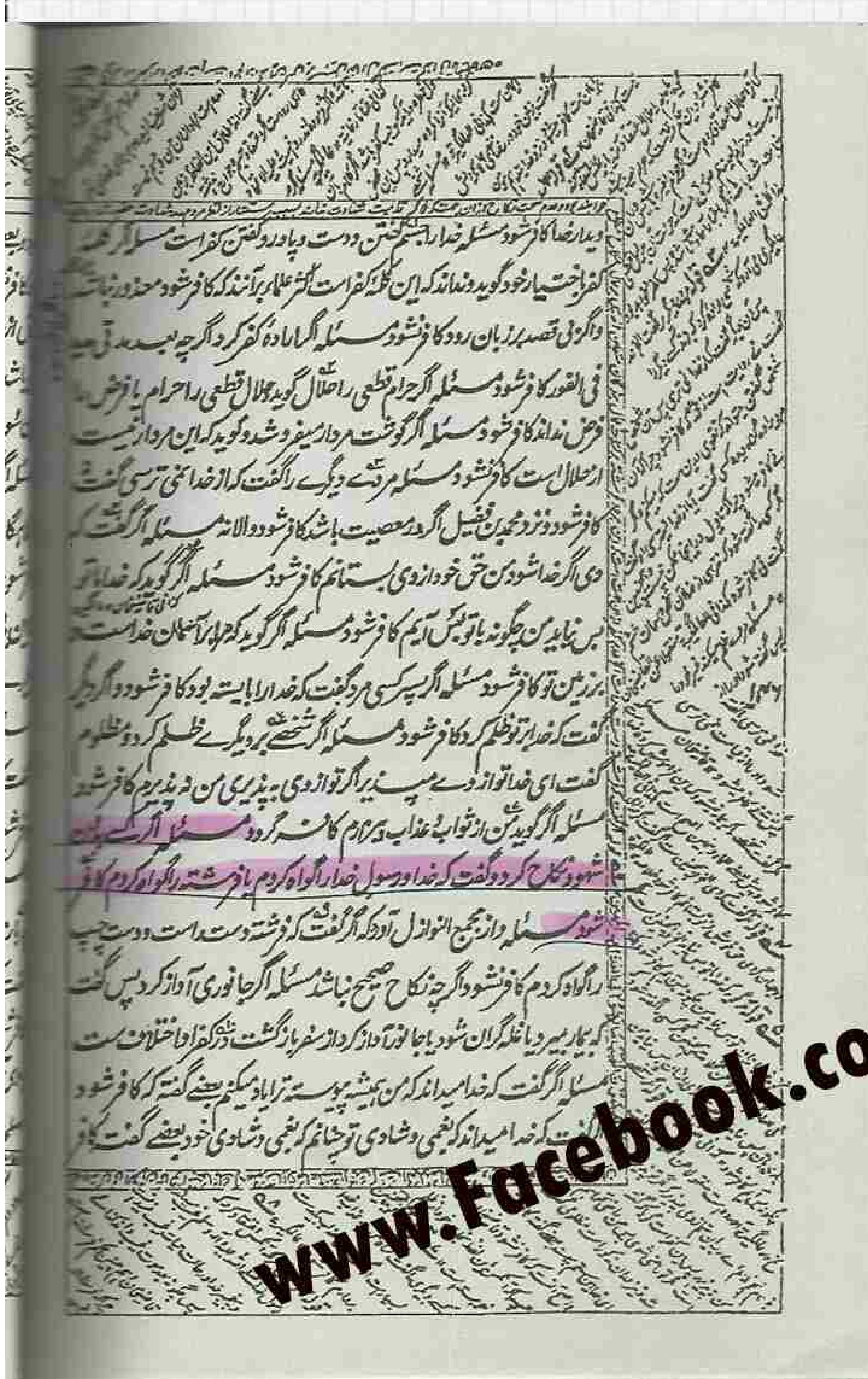
6

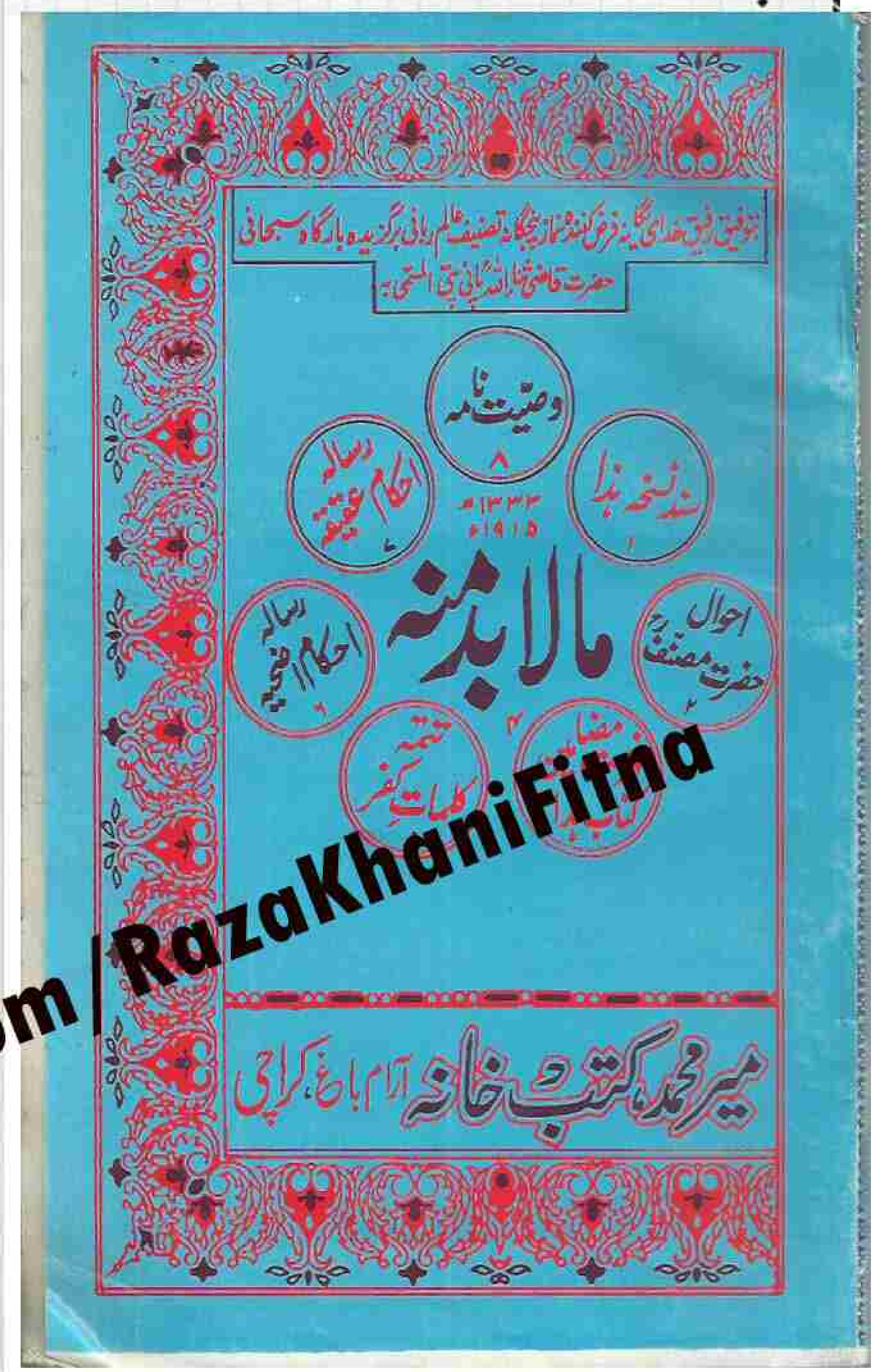
نبی ﷺ کیلئے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والا کافر ہے
فقہاء احناف کا متفقہ فتوی

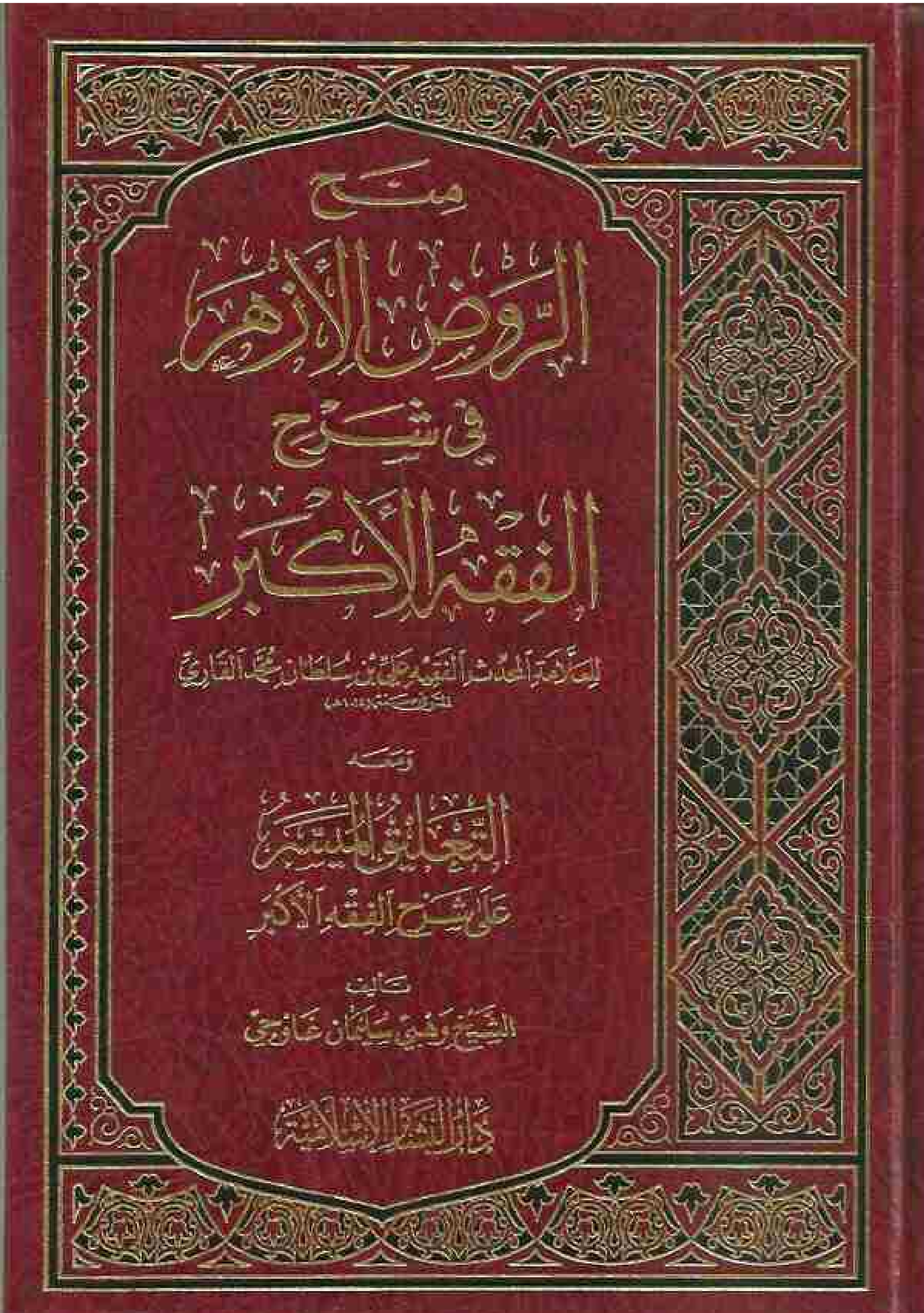
﴿۶﴾ مسئلہ اگر کسے بدون شہود نکاح کرد وگفت کہ خدا ورسول خدا را گواہ کردم یا فرشتہ را گواہ کردم کافر شود۔

(مالا بدمنہ: ص ۱۴۶: میر محمد کتب خانہ: از بیہقی وقت قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفیؒ)

ترجمہ: اگر کسی نے بغیر گواہوں کے نکاح کیا اور کہا کہ خدا اور رسول خدا کو گواہ بناتا ہوں یا کہا کہ فرشتوں کو گواہ بناتا ہوں تو کافر ہو جائے گا۔


مسئلہ اگر کسے بدون شہود نکاح کرد وگفت کہ خدا ورسول خدا را گواہ کردم یا فرشتہ را گواہ کردم کافر شود





وبالجملة، فالعلم بالغيب أمر تفرّد به سبحانه ولا سبيل للعباد إليه إلاَّ بإعلام منه وإلهام بطريق المعجزة أو الكرامة أو إرشاد إلى الاستدلال بالأمارات فيما يمكن فيه ذلك، ولهذا ذكر في الفتاوى أن قول القائل عند رؤية هالة القمر، أي دائرته يكون مطرٌ: مدَّعياً علم الغيب لا بعلامة كفر. ومن اللطائف ما حكاه بعض أرباب الظرائف أن منجّماً صلب فقيل له: هل رأيت هذا في نجمك؟ فقال: رأيت رفعة ولكن ما عرفت أنها فوق خشبة.

ثم اعلم أن الأنبياء عليهم الصلاة والسلام لم يعلموا المغيبات من الأشياء إلا ما أعلمهم الله تعالى أحياناً.

وذكر الحنفية تصريحاً بالتكفير باعتقاده أن النبيّ عليه الصلاة والسلام يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالى: ﴿قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ٱلْغَيْبَ إِلَّا ٱللَّهُ﴾ [النمل: ٦٥] كذا في المسايرة، [ص ٢٠٢].

٤١ ـ ومنها: ما ذكره شارح عقيدة الطحاوي عن الشيخ حافظ الدين النسفي في المنار أن القرآن اسم للنظم والمعنى جميعاً:

وكذا قال غيره من أهل الأصول. وما ينسب إلى أبي حنيفة رحمه الله: أن من قرأ في الصلاة بالفارسية أجزأه فقد رجع عنه[1] وقال: لا يجوز مع القدرة بغير العربية، وقال: لو قرأ بغير العربية؛ فإما أن يكون مجنوناً فيداوى أو زنديقاً فيقتل، لأن الله تكلم بهذه اللغة، فالإعجاز حصل بنظمه ومعناه.

---

(١) قال الإمام: لا تجوز الصلاة بالعجمية للقادر على العربية، وتجوز للعاجز عنها. قال في البحر: وهو الحق، وانظر: إعلاء السنن ١٣٦/٤، فقد ذكر أنه ﷺ أجاز للجاهل بالقرآن أن يكتفي بذكر معين ليس هو من القرآن.

اللهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ

ارشاد الطالبین

مؤلفہ حضرت قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

حکیم عبد المجید احمد سیفی

لاہور

تو طاقت صبر نخواہی داشت وچگونہ صبر کنی برانچہ از حکمت آن علم نداری گفت موسیٰ علیہ السلام انشاء اللہ تعالے مرا صابر خواہی یافت پس خضر علیہ السلام گفت پس سوال نکنی از کردہ من تاکہ ظاہر کنم برائے تو حال پس از اعتراض موسیٰ علیہ السلام جدائی شدہ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ موسیٰ علیہ السلام اعتراض بر خضر علیہ السلام بنا بر ظاہر شرع کرد واز حکمت آن اطلاع نداشت خضر گفت اینست جدائی میان من ومیان تو۔

فائدہ کلام در آنست کہ شیخ صاحب استقامت وتقوے است اگر در عمرے چیزے از وے ظاہر شود کہ مخالف شرع باشد در آن صورت بر شیخ اعتراض نکند بلکہ تاویل کند اگر تواند بر عذر محمول کند واگر قول باشد حمل کند بر سکر یا بر مجاز یا بر عدم دریافت معنی واگر البتہ معصیت باشد تاہم آن ولی را انکار نکند گو کہ آن عمل را انکار کند کہ بزرگان گفتہ اند القطب قد یزنی یعنی از قطب ہم گاہے زنا واقع می شود۔ ماعز رضی اللہ عنہ کہ از اصحاب رسول اللہ صلعم بود از وے بزور تقدیر زنا واقع شدہ او را حق تعالے بتوبہ توفیق داد کہ خود را رجم کنانید۔ واگر شخصے است کہ شعار او فسق است پس او البتہ ولی نیست پس تاویل قول وفعل او ضرور نیست۔

مسئلہ۔ چنانچہ تفریط وتقصیر در آداب مشائخ حرام است افراط آنہم بدتر است کہ تفریط لازم آید در جناب الٰہی از وے۔ نصارے در تعظیم عیسٰے علیہ السلام افراط کردند پسر خدا گفتند از و تفریط در آداب حق تعالے لازم آمد۔ و روافض در تعظیم علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ افراط کردند۔ بعضے گفتند کہ خدائے تعالے در وے حلول کردہ و بعضے گفتند کہ وحی بسوے وے آمدہ و بعضے بہتر از خلفائے ثلاثہ گفتند۔ تفریط در آداب خدائے تعالے یا رسول خدا یا خلفاء ثلاثہ لازم آمدہ۔

مسئلہ۔ اولیا را علم غیب نباشد مگر از مغیبات بطریق خرق عادات بکشف یا

الہام آنہا را علم دہند وعلم غیب مر اولیاء را گفتن کفر است قال اللہ تعالے قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ یعنی بگوا ے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نمی گویم من شمارا کہ نزد من خزانۂ رحمت خدا است ہر کرا خواہم بدہم ونمی گویم کہ من علم غیب دارم۔ وَقَالَ اللهُ تَعَالیٰ:۔ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ۔ یعنی انبیاء وملائکہ احاطہ نمی کنند چیزے را از علم خدا مگر آنچہ خدا خواہد و آنہا را بدان علم دہد۔ و دیگر آیات شاہد این مدعا ست۔

مسئلہ۔ اگر کسے گوید کہ خدا و رسول برین عمل گواہ اند کافر شود۔ اولیاء قادر نیستند بر ایجاد معدوم یا اعدام موجود پس نسبت کردن ایجاد و اعدام و اعطاء رزق یا اولاد و دفع بلا و مرض وغیر آن بسوے شان کفر است قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللهُ یعنی بگوا ے محمد صلے اللہ علیہ وسلم مالک نیستم من برائے خویشتن نفع را ونہ ضرر را مگر آنچہ خدا خواہد۔

مسئلہ۔ عبادت مر غیر خدا را جائز نیست ونہ مدد در خواستن از غیر حق إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ یعنی حق تعالے تعلیم کرد مر بندگان را کہ بگویند خاص ترا عبادت می کنیم یا الٰہی وخاص از تو مدد می خواہیم پر عبادت در ہر چیز۔ ایاک برائے حصر است پس نذر کردن برائے اولیا جائز نیست کہ نذر عبادت است و اگر کسے نذر کرد وفائے نذر نکند کہ احتراز از معصیت بقدر امکان واجب است۔ وگرد قبور گردیدن جائز نیست کہ طواف بیت اللہ حکم نماز دارد۔ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:۔ اَلطَّوَافُ بِالْبَيْتِ صَلوٰةٌ یعنی طواف بیت اللہ حکم نماز دارد۔

مسئلہ۔ دعا از اولیاء مردگان یا زندگان واز انبیاء جائز نیست۔ رسول خدا فرمود صلے اللہ علیہ وسلم اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ یعنی دعا خواستن از ثما

للإحاطة على سبيل الإفراد، **فاعتبر** كل واحد من الداخلين كان ليس معه غيره، **وهو** أول بالنسبة إلى من تخلّف من الناس **ولم يدخل**، ولو دخل عشرة فُرادى كان النفل للأول خاصة؛ لأنه الأول من كل وجه، وكلمة "كل" يحتمل الخصوص.

وفي كلمة "مَن" يبطل النفل، أي إن قال: "من دخل هذا الحصن **أولاً** فله من النفل كذا"، فدخل عشرة معًا لا يستحق أحد منهم؛ لأن الأول **اسم لفرد سابق** دخل أولاً ولم يوجد، بل وجد الداخلون الأولون، **وكلمة "من"** ليست محكمة في العموم حتى تؤثر **في تغيير لفظ أولاً**، بخلاف كلمة "كل" و"الجميع"، **فإنه يتغير بهما** قوله: "أولاً"، ولو دخل عشرة فرادى يستحق الأول النفل خاصة دون الباقين.

في صورة "من"

فاعتبر إلخ: فإن هذا هو موجب كلمة "كل" على ما مر.(القمر) وهو: أي كل واحد من الداخلين أول إلخ، وهذا دفع ما يتوهم من أنه لما دخل عشرة، فما تحقق الداخل الأول.(القمر)

ولم يدخل: هذه مسامحة، فإن الداخل أولاً يجب أن يعتبر إضافة إلى الداخل ثانيًا لا إلى من ليس بداخل أصلا، فالأولى أن يقول الشارح: وهو أي كل واحد من العشرة الداخلين أول بالنسبة إلى من تخلف من الناس الذي يقدر دخوله بعد فتح الحصن.(القمر) اسم لفرد سابق إلخ: على ما ثبت بالنقل عن أئمة اللغة، فيقع الأول عند الإطلاق على الفرد السابق، وأما الفريق الأول أو الجماعة الأولى فصرفٌ عن الظاهر.(القمر)

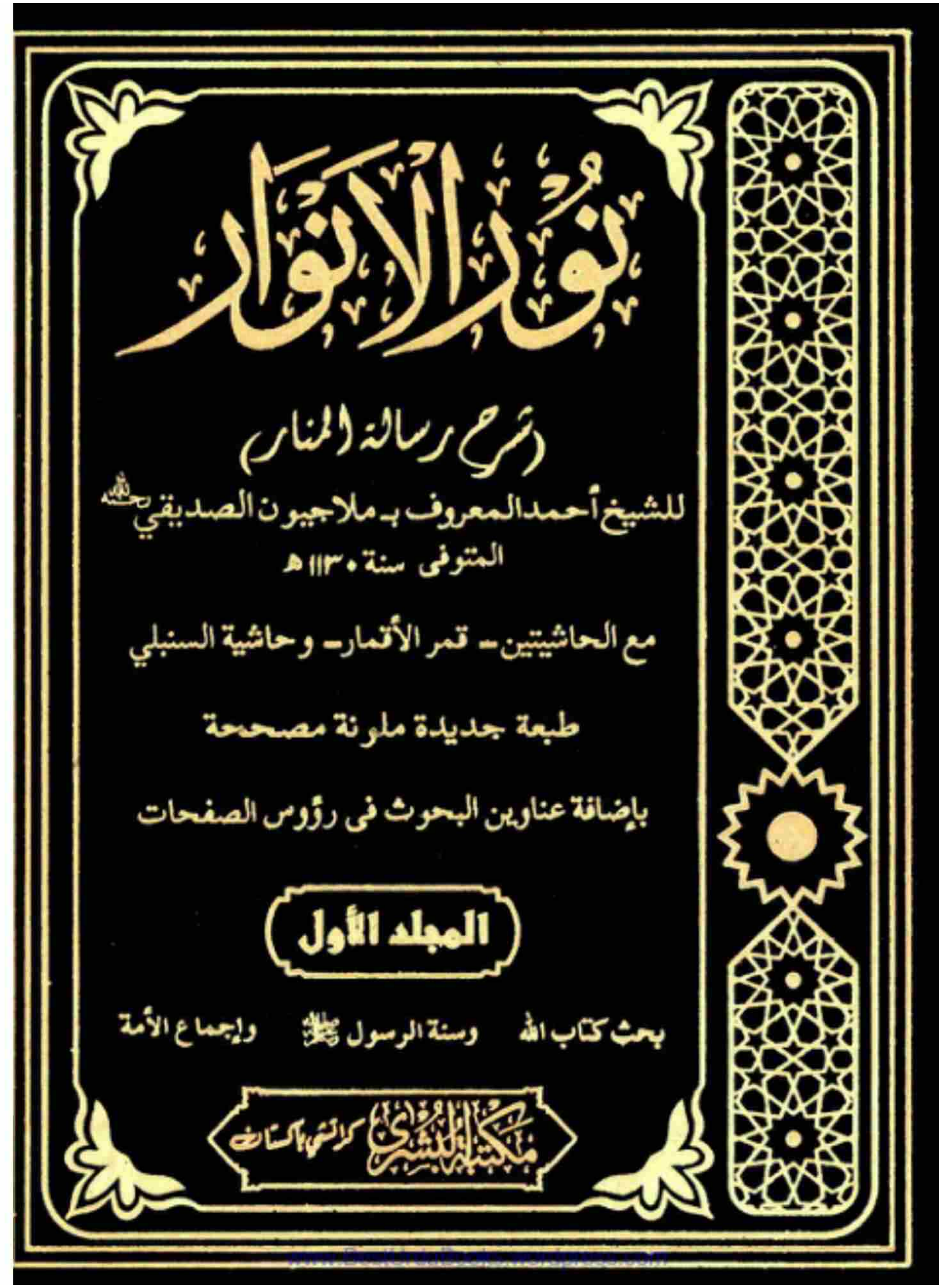
وكلمة "من" إلخ: دفع دخل هو: أنه لم لا يحمل لفظ أولاً ههنا على المجاز كما حمل عليه في كل.(القمر)

كلمة "من" إلخ: لأن عموم "من" ليس على سبيل الإفراد، بل عموم الجنس.(السنبلي)

في تغيير لفظ إلخ: بأن يكون أول مجازًا عن السابق في الدخول واحدًا كان أو جماعة.(القمر)

أولاً: لأن الأول اسم لفرد سابق، فلما قرن بـــ"من" سقط عموم "من"؛ لأن الأول فرد محكم للفرد السابق، وكلمة "من" ليست محكمة في العموم، فيحمل المطلق المحتمل على المحكم.(السنبلي)

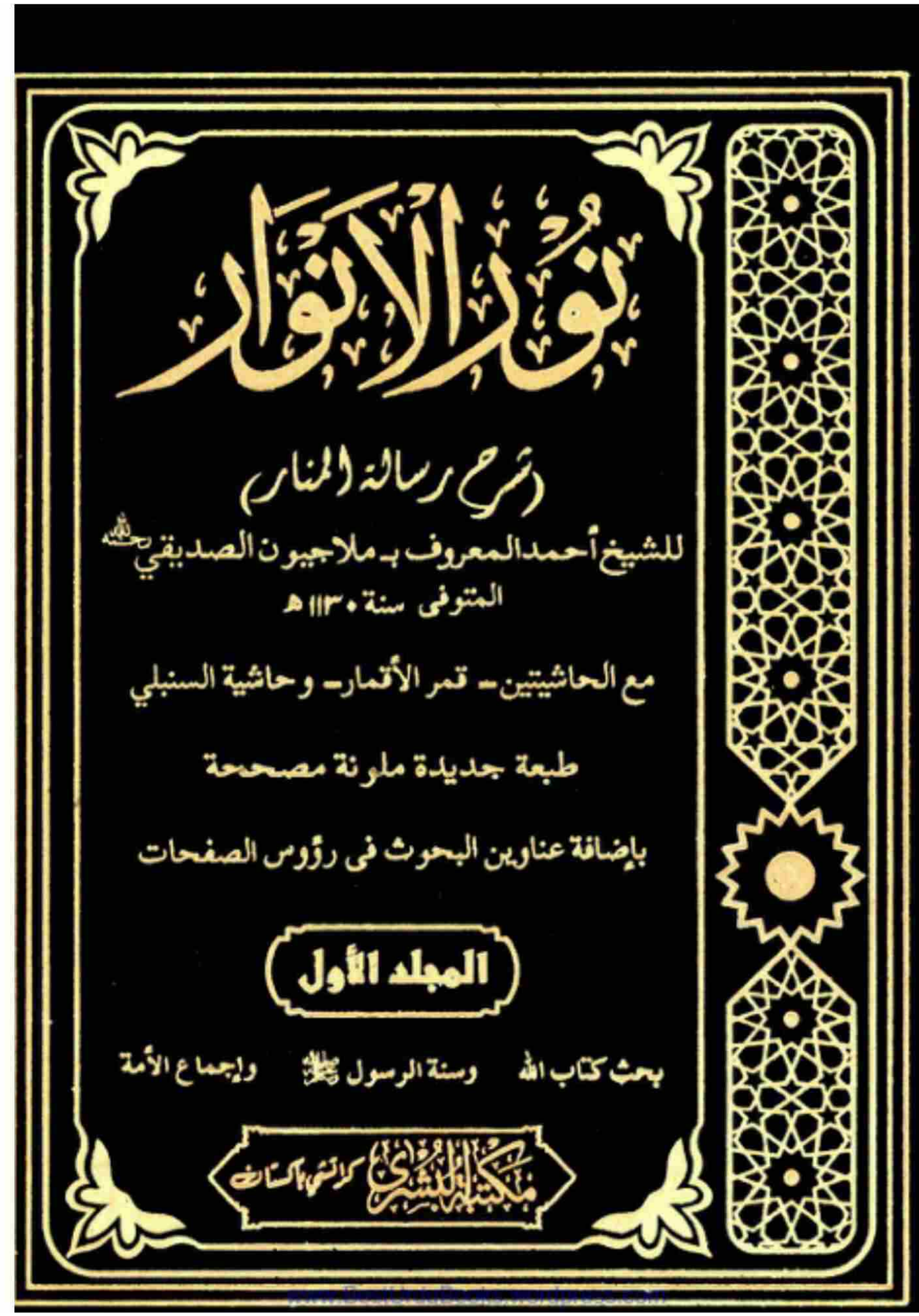
فإنه يتغير إلخ: لأن كلمة "كل" و "جميع" تقتضيان التعدد في مدخولهما، فلا بد من أن يراد بالأول السابق في الدخول واحدًا كان أو جماعة ليحصل التعدد.(القمر) يتغير بهما: ولا يسقطان للتعارض؛ لأن السقوط مشروط بعدم إمكان العمل بالمتعارضين، وههنا العمل ممكن.(القمر)



"قوم ورهط" فإن القوم صيغته **صيغة مفرد بدليل أنه يثنى ويجمع** يقال: قومان وأقوام لكن معناه معنى العام؛ لأنه يطلق على الثلاثة إلى العشرة كما أن "رهطًا" **يطلق إلى التسعة**، ولكن **يشترط** في إطلاق لفظ القوم **أن تكون** الآحاد **مجتمعة**، **وإنما يصح** الاستثناء لواحد في قولك: "جاءني القوم إلا زيدًا" **باعتبار** أن مجيء المجموع لا يكون إلا باعتبار مجيء كل واحد، بخلاف ما إذا قيل: يُطيق رفع هذا الحجر القومُ إلا زيدًا؛
فإنه لا يصح
لأن الحكم ههنا متعلق بالمجموع من حيث المجموع، ولهذا **يصح** جاء العشرة إلا واحدًا، **ولا يصح** العشرة زوج إلا واحدًا.

"ومَنْ وما" يحتملان العموم والخصوص، وأصلهما العموم، **يعني أنهما في** أصل الوضع **للعموم**،

صيغة مفرد: فإنه مصدر قام، فجعل وصفًا، ثم غلب على الرجال خاصة؛ لقيامهم بأمور النساء، ولا تصغ إلى من قال: إن قومًا جمع قائم، فإن فعلاً ليس من أبنية الجمع كذا قال التفتازاني.(القمر) **بدليل أنه يثنى ويجمع:** أي من غير شذوذ، فلا يرد أن الجمع أيضًا قد يثنى ويجمع، فيقال في رماح: رماحان ورماحات؛ فإنه شاذ.(القمر)
يطلق إلى التسعة: أي يطلق من الثلاثة إلى التسعة من الرجال لا يكون فيهم امرأة.(القمر)
يشترط: فلا يصلح أن يطلق على الجمع والمفرد كليهما.(المحشي) **أن تكون إلخ:** أي لا يكون الحكم لكل واحد من حيث هو واحد، فلو قال الإمام: "القوم الذي يدخل هذا الحصن فله كذا" فدخله جماعة تستحق النفل، ولو دخله واحد لم يستحق شيئًا، كذا في "التلويح".(القمر) **مجتمعة:** أي الحكم فيه على المجموع من حيث أنه مجموع.(المحشي)
وإنما يصح إلخ: جواب سؤال هو: أنه متى اشترط في إطلاق لفظ القوم اجتماع الآحاد، فكيف يصح استثناء الواحد من القوم في مثل: جاءني القوم إلا زيدًا، فإنه ليس حكمًا على كل واحد، فكيف يستثنى الواحد.(القمر)
باعتبار إلخ: يعني أن صحة الاستثناء ههنا باعتبار القرينة الخارجية وهي قرينة الفعل ولا كلام فيه.(القمر)
يصح: لأن مجيء العشرة باعتبار مجيء كل واحد واحد، فيصح الاستثناء.(القمر) **ولا يصح إلخ:** لأن الحكم ههنا متعلق بالمجموع.(القمر) **للعموم إلخ:** فإذا قيل: "من في الدار"؟ استقام الجواب بواحد، فيقال: زيد، وبالجماعة فيقال: فلان وفلان وفلان، وفي الشرط تقول: ﴿وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا﴾ (آل عمران:٩٧) وفي الخبر: "أعط من زارني درهمًا" فكل من زاره يستحق العطية، وقال الله تعالى: ﴿يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ﴾ (التغابن:١). (القمر)



شرح المواقف

للقاضي عضد الدين عبد الرحمن الإيجي المتوفى سنة ٧٥٦هـ

تأليف

السيد الشريف علي بن محمد الجرجاني

المتوفى سنة ٨١٦هـ

ومعه

حاشيتا السيالكوتي والجلبي

على شرح المواقف

ضبطه وصححه

محمود عمر الدمياطي

تنبيه:

جعلنا بأعلى الصحيفة المواقف بشرحها، ودونها حاشية عبد الحكيم السيالكوتي ودونهما حاشية حسن جلبي بن محمد شاه الفناري مفصولاً بين كل واحد منها بجدول

الجزء الثامن

منشورات
محمد علي بيضون
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

[المقصد الرابع: في أن مرتكب الكبيرة من أهل الصلاة]

(في أن مرتكب الكبيرة من أهل الصلاة) أي من أهل القبلة (مؤمن، وقد تقدم بيانه في مسألة حقيقة الإيمان، وغرضنا هاهنا ذكر مذهب المخالفين. والجواب عن شبهتهم: **ذهب الخوارج إلى أنه كافر والحسن البصري إلى أنه منافق**، والمعتزلة إلى أنه لا مؤمن ولا كافر. حجة الخارج وجوه: الأول: قوله تعالى: ﴿ومن لم يحكم بما أنزل الله فاولئك هم الكافرون﴾ [المائدة: ٤٤]، فإن كلمة من عامة في كل من لم يحكم بما أنزل فيدخل فيه الفاسق المصدق، وأيضاً فقد علل كفرهم بعدم الحكم فكل من لم يحكم بما أنزل الله كان كافراً، والفاسق لم يحكم بما أنزل الله (قلنا:) الموصولات لم توضع للعموم بل هي للجنس تحتمل العموم والخصوص، فنقول: (**المراد من لم يحكم بشيء مما أنزل الله أصلا**) ولا نزاع في كونه كافرا، (أو) نقول: المراد بما أنزل الله (هو التوراة بقرينة ما قبله وهو ﴿إنا أنزلنا التوراة﴾ [المائدة: ٤٤] الآية، وأمتنا غير متعبدين بالحكم فيختص باليهود)، فيلزم أن يكونوا كافرين إذا لم يحكموا بالتوراة، ونحن نقول بموجبه. (الثاني:) من تلك الوجوه: قوله تعالى: ﴿وهل يجازي إلا الكفور﴾ [سبأ: ١٧]) فإنه يدل على أنه كل من يجازى فهو كافر، وصاحب الكبيرة ممن يجازى لقوله: ﴿ومن يقتل مؤمناً متعمداً فجزاؤه جهنم﴾

قوله: (ذهب الخوارج إلى أنه كافر) وذهب الأزارقة إلى أنه مشترك لانه يعمل عملاً لله تعالى، وعملاً لغيره وهو نفسه أو الشيطان أو غيرهما.

قوله: (والحسن البصري إلى أنه منافق) أي مظهر للإيمان مبطن للكفر، واصله من نافق اليربوع أي أخذ في نافقائه وهي إحدى جحريه يكتمها ويظهر غيرها، وهو موضع يرفعه، فإذا أتى من قبل القاصعاء وهو جحره الذي يقصع فيه أي يدخل ضرب النافقاء برأسه فينفق ويخرج منه، والحق أن مذهب الحسن راجع إلى مذهب الخوارج ولا يمكن حمل كلامه على أنه مؤمن في الجملة وإن لم يكن مؤمناً كاملا، لان الوجه الثاني من وجهي استدلاله على مذهبه يدل على عدم الاعتقاد فيكون كافرا، اللهم إلا أن يراد بنفي الاعتقاد تضعيفه على نمط قولهم: زيد ليس بشيء وعلى هذا يؤول إلى كلام أهل السنة والمشهور خلافه وفي بعض الكتب ان الحسن البصري رجع عن هذا المذهب.

قوله: (المراد من لم يحكم بشيء مما أنزل الله تعالى أصلاً) وقد يجاب بان الحكم بالشيء التصديق به، ولا شك أن من لم يصدق بما أنزل الله تعالى فهو كافر، وليس بشيء لان السياق صريح في أن المراد بالحكم بما أنزل الله تعالى هو القضاء فيما بين الناس بما يوافقه لا معناه الاصطلاحي الذي هو التصديق.

روح المعاني

في

تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني

لخاتمة المحققين وعمدة المدققين مرجع أهل العراق
ومفتي بغداد العلامة أبي الفضل
شهاب الدين السيد: محمود الالوسي البغدادي
المتوفى سنة ١٢٧٠ھ سقى الله ثراه
صيب الرحمة وأفاض عليه سجال
الاحسان والنعمة آمين

الجزء الرابع عشر

عنيت بنشره وتصحيحه والتعليق عليه للمرة الثانية باذن من ورثة المؤلف بخط وإمضاء علامة العراق
﴿ المرحوم السيد محمود شكري الألوسي البغدادي ﴾

إدارة الطباعة المنيرية
دار
إحياء التراث العربي
بيروت - لبنان

مصر : درب الاتراك رقم ١

وهذا لم يعلم مما مر ليكون تكرارا وهو الوارد في الحديث ، وقد ذكره غير واحد في تفسير قوله تعالى : (وكذلك جعلناكم أمة وسطا لتكونوا شهداء على الناس ويكون الرسول عليكم شهيداً) و (على) لامضرة فيها وإن ضرت فالضرر مشترك . نعم لم يفهم مما قبل شهادة هذه الامة على تبايغ الانبياء عليهم السلام ليظهر كون هذه الشهادة للتزكية كما في آية البقرة ، ولعل الامر في ذلك سهل . وفي ارشاد العقل السليم أن قوله تعالى : (ويوم نبعث) تكرير لما سبق تثنية للتهديد ، والمراد بهؤلاء الامم وشهداؤهم ، وإيثار لفظ المجيء على البعث لكمال العناية بشأنه صلى الله تعالى عليه وسلم ، وصيغة الماضي للدلالة على تحقق الوقوع انتهى ، وتعقب بأن حمل (هؤلاء) على ما ذكر خلاف الظاهر ، وجوز أن يكون إيثار المجيء على البعث للايذان بالمغايرة بين الشهادتين بناء على أن شهادته صلى الله تعالى عليه وسلم على امته للتزكية ولا كذلك شهادة سائر الانبياء عليهم السلام على اممهم *

والظرف معمول لمحذوف كما مر ، والمراد به يوم القيامة ﴿ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ ﴾ الكامل في الكتابية الحقيق بأن يخص به اسم الجنس ، وهذا على ما في البحر استئناف اخبار وليس داخلا مع ما قبله لاختلاف الزمانين *

وجوز غير واحد كونه حالا بتقدير قد ، وذكر بعض الافاضل أن قوله تعالى : (وجئنا بك) الخ إن كان كلاما مبتدأ غير معطوف على قوله سبحانه : (نبعث) و (شهيدا) حالا مقدرة فلا اشكال في الحالية وإن كان عطفا عليه ، والتعبير بالماضي لما عرف في امثاله ، فمضمون الجملة الحالية متقدم بكثير فلا يتمشى التأويل الذي ذكروه في تصحيح كون الماضوية حالا هنا ، ففي صحة كونه حالا كلام إلا أن يبنى على عدم جريان الزمان عليه سبحانه وتعالى . وتعقب بأنه ليس بشيء لأن قوله سبحانه : ﴿ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ ﴾ يدخل فيه العقائد والقواعد بالدخول الاولى ، وذلك مستمر إلى البعث ومابعده ، ولاحاجة إلى ماقيل من أن المعنى بحيث أو بحال أنا كنا نزلنا عليك وتلك الحيثية ثابتة له سبحانه وتعالى إلى الابد انتهى ، وفيه نظر *

وزعم بعضهم أن الجملة حال من ضمير الرفع في الفعل العامل في الظرف أي خوفهم ذلك اليوم وقد نزلنا عليك الكتاب ، وهو كما ترى والأسلم الاستئناف ، والتبيان مصدر يدل على التكثير على ماروى ثعلب عن الكوفيين . والمبرد عن البصريين ، قال سلامة الانباري في شرح المقامات : كل ماورد من المصادر عن العرب على تفعال فهو بفتح التاء الا لفظتين وهما تبيان وتلقاء ، وقال ابن عطية : هو اسم وليس بمصدر ، وهذه الصيغة أيضا في الاسماء قليلة ، فعن ابن مالك أنه قال في نظم الفرائد : جاء على تفعال بالكسر وهو غير مصدر رجل تكلام وتلقام وتلعاب وتمساح للكذاب وتضراب للناقة القريبة بضراب الفحل وتمراد لبيت الحمام وتلفاف لثوبين ملفوفين وتجفاف لما تجلل به الفرس وتهواء لجزء ماض من الليل وتنبال للقصير اللئيم وتعشار وتبراك لموضعين ، وزاد ابن جعوان تمثال وتيفاق لموافقة الهلال ، واقتصر أبو جعفر النحاس في شرح المعلقات على اقل من ذلك فقال : ليس في كلام العرب على تفعال الاأربعة أسماء وخامس مختلف فيه يقال تبيان ويقال لقلادة المرأة تقصار وتعشار وتبراك والخامس تمساح وتمسح أكثر وافصح انتهى ، والمعروف أن (تبيانا) مصدر وليس باسم وإن قيل : إنه قول أكثر النحويين ، وجوز الزجاج فيه الفتح في غير القرآن ، والمراد من (كل شيء) على ماذهب اليه جمع مايتعلق بأمور الدين أي بيانا بليغا لكل شيء يتعلق بذلك ومن جملته أحوال الامم مع أنبيائهم عليهم السلام ، وكذا ماأخبرت به هذه الآية من بعث الشهداء وبعثه عليه الصلاة والسلام ، فانتظام

الآية بما قبلها ظاهر ، والدليل على تقدير الوصف المخصص للشيء المقام وأن بعثة الانبياء عليهم الصلاة والسلام إنما هي لبيان الدين ، ولذا أجيب السؤال عن الاهلة بما أجيب ، وقال صلى الله تعالى عليه وسلم : « أنتم أعلم بأمور دنياكم » وكون الكتاب تبيانا لذلك باعتبار أن فيه نصا على البعض واحالة للبعض الآخر على السنة حيث أمر باتباع النبي ﷺ ، وقيل فيه : (وماينطق عن الهوى) وحثا على الاجماع في قوله سبحانه : (ويتبع غير سبيل المؤمنين) الآية فانها على ماروي عن الشافعي وجماعة دليل الاجماع ، وقد رضي صلى الله تعالى عليه وسلم لأمته باتباع أصحابه حيث قال عليه الصلاة والسلام : (عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين من بعدي عضوا عليها بالنواجذ) وقد اجتهدوا وقاسوا ووطؤا طرق الاجتهاد فكانت السنة والاجماع والقياس مستندة إلى تبيان الكتاب ، وقال بعض : (كل) للتكثير والتفخيم كما في قوله تعالى : (تدمر كل شيء بأمر ربها) إذ يأبى الاحاطة والتعميم مافي التبيان من المبالغة في البيان وأن من أمور الدين تخصيصا لايقتضيه المقام . ورد الثاني بما سمعت آنفا ؛ والاول بأن المبالغة بحسب الكمية لا الكيفية كما قيل في قوله تعالى : (وماربك بظلام للعبيد) إنه من قولك : فلان ظالم لعبده وظلام لعبيده ، ومنه قوله سبحانه : (وماللظالمين من انصار) وقال بعضهم : لكل من القولين وجهة والمرجح للاول ابقاء (كل) على حقيقتها في الجملة ، وتعقب بأنه يرجح الثاني ابقاء (شيء) على العموم وسلامته من التقدير الذي هو خلاف الاصل ومن المجاز على قول . نعم ذهب أكثر المفسرين إلى اعتبار التخصيص وروي ذلك عن مجاهد *

وقال الجلال المحلي في الرد على من لم يجوز تخصيص السنة بالكتاب : إنه يدل على الجواز قوله تعالى : (ونزلنا عليك الكتاب تبيانا لكل شيء) وإن خص من عمومه ماخص بغير القرآن ، وتوجيه كونه تبيانا لكل مايتعلق بالدين بما تقدم هو الذي يقتضيه كلام غير واحد من الاجلة ، فعن الشافعي رضي الله تعالى عنه أنه قال مرة بمكة : سلوني عما شئتم أخبركم عنه من كتاب الله تعالى فقيل له : ماتقول في المحرم يقتل الزنبور ؟ فقال: بسم الله الرحمن الرحيم قال الله تعالى : (وما آتاكم الرسول فخذوه ومانهاكم عنه فانتهوا) وحدثنا سفيان بن عيينة عن عبد الملك بن عمير عن ربعي بن حراش عن حذيفة بن اليمان عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أنه قال: « اقتدوا باللذين من بعدي أبي بكر وعمر » وحدثنا سفيان عن مسعر بن كدام عن قيس بن مسلم عن طارق ابن شهاب عن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه أنه أمر بقتل المحرم الزنبور ، وروى البخاري عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه أنه قال : « لعن الله تعالى الواشمات والمتوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغيرات خلق الله تعالى » فقالت له امرأة في ذلك فقال : مالي لاألعن من لعن رسول الله ﷺ وهو في كتاب الله تعالى فقالت له : لقد قرأت مابين اللوحين فما وجدت فيه ماتقول فقال : لئن كنت قرأتيه لقد وجدتيه أما قرأت (وما آتاكم الرسول فخذوه ومانهاكم عنه فانتهوا) قالت : بلى . قال : فانه عليه الصلاة والسلام قد نهى عنه *

وذهب بعضهم إلى ما يقتضيه ظاهر الآية غير قائل بالتخصيص ولا بأن (كل) للتكثير فقال : مامن شيء من أمر الدين والدنيا الايمكن استخراجه من القرآن وقد بين فيه كل شيء بيانا بليغا واعتبر في ذلك مراتب الناس في الفهم فرب شيء يكون بيانا بليغا لقوم ولايكون كذلك لآخرين بل قد يكون بيانا لواحد ولايكون بيانا لآخر فضلا عن كون البيان بليغا أوغير بليغ وليس هذا الا لتفاوت قوى البصائر ، ونظير ذلك اختلاف مراتب الاحساس لتفاوت قوى الابصار ، وقيل : معنى كونه تبيانا أنه كذلك في نفسه وهو لايستدعي وجود مبين

علامہ السید محمود آلوسی الحنفیؒ لکھتے ہیں کہ :-

والمراد من كل شيء على ماذهب اليه جمع مايتعلق بامور الدين اى بيانا بليغا لكل شيء يتعلق بذالك ومن جملته احوال الامم مع انبيائهم عليهم السلام

کل شئ سے مراد جیسا کہ حضرات مفسرین کرام کی ایک بڑی جماعت اس کی طرف گئی ہے وہ امور ہیں جو دین سے متعلق ہوں یعنی امور دین کی پوری تشریح اس میں مذکور ہے اور منجملہ ان کے وہ حالات بھی اس میں مندرج ہیں جو امم سابقہ کو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ پیش

وكذا ما اخبرت به هذه الاية من بعث الشهداء وبعثه عليه الصلوٰة والسلام فانتظام الاية بما قبلها ظاهر والدليل على تقدير الوصف

آئے اور اسی طرح اس آیت میں اس کا بیان بھی ہے کہ قیامت کے دن دیگر گواہوں کی شہادتیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گواہی کیسے ہوگی؟ اس اعتبار سے آیت کا ماسبق کے ساتھ ربط بھی بالکل ظاہر ہے اور

المخصص للشيء المقام وان بعثة الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام انما هي لبيان الدين اھ

(روح المعانی ج ۱۴ ص ۲۱۵)

کل شئ سے امور دین کے وصف مخصص کی ضرورت بحسب مقام ضروری ہے علاوہ بریں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دنیا میں بعثت ہی بیان دین کے لیے ہوتی ہے لہٰذا امور دین کی قید لگائی گئی ہے۔

●● ﴿وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ﴾ قال الزجاج: قلعت كما يقلع السقف.

●● ﴿وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ﴾ أوقدت إيقادا شديدا. بالتشديد شامي ومدني وعاصم غير حماد ويحيى للمبالغة.

●● ﴿وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ﴾ أدنيت من المتقين كقوله: ﴿وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ غَيْرَ بَعِيدٍ﴾(١) فهذه اثنتا عشرة خصلة ست منها في الدنيا والباقية في الآخرة، ولا وقف مطلقا من أول السورة إلى ما أحضرت؛ لأن عامل النصب في إذا الشمس وفيما عطف عليه جوابها وهو.

●● ﴿عَلِمَتْ نَفْسٌ﴾ أي: كل نفس ولضرورة انقطاع النفس على كل آية جوز الوقف ﴿مَا أَحْضَرَتْ﴾ من خير وشر.

●● ﴿فَلَا أُقْسِمُ﴾ لا زائدة ﴿بِالْخُنَّسِ﴾ بالرواجع بينا ترى النجم في آخر البرج إذ كرّ راجعا إلى أوله ﴿الْجَوَارِ﴾ السيارة ﴿الْكُنَّسِ﴾ والتُّيَّب من كنس الوحش إذا دخل كناسه، قيل: هي الدراري الخمسة بهرام وزحل وعطارد والزهرة والمشتري تجري مع الشمس والقمر وترجع حتى تختفي تحت ضوء الشمس، فخنوسها رجوعها وكنوسها اختفاؤها تحت ضوء الشمس، وقيل: هي جميع الكواكب.

●● ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ﴾ أقبل بظلامه أو أدبر فهو من الأضداد ﴿وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ﴾ امتد ضوؤه، ولما كان إقبال الصبح يلازمه الروح والنسيم جعل ذلك نفسا له مجازا وجواب القسم ﴿إِنَّهُ﴾ أي: القرآن ﴿لَقَوْلُ رَسُولٍ﴾ أي: جبريل ـ عليه السلام ـ وإنما أضيف القرآن إليه؛ لأنه هو الذي نزل به ﴿كَرِيمٍ﴾ عند ربه ﴿ذِي قُوَّةٍ﴾ قدرة على ما يكلف لا يعجز عنه ولا يضعف ﴿عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ﴾ عند الله ﴿مَكِينٍ﴾ ذي جاه ومنزلة، ولما كانت حال المكانة على حسب حال الممكن قال عند ذي العرش ليدل على عظم منزلته ومكانته ﴿مُطَاعٍ ثَمَّ﴾ أي: في السموات يطيعه من فيها، أو عند ذي العرش أي عند الله يطيعه ملائكته المقربون يصدرون عن أمره ويرجعون إلى رأيه ﴿أَمِينٍ﴾ على الوحي.

●● ﴿وَمَا صَاحِبُكُمْ﴾ يعني محمدا (ﷺ) ﴿بِمَجْنُونٍ﴾ كما تزعم الكفرة وهو عطف على جواب القسم ﴿وَلَقَدْ رَآهُ﴾ رأى محمد جبريل عليه السلام على صورته ﴿بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ﴾ بمطلع الشمس ﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ﴾ وما محمد على الوحي ﴿بِضَنِينٍ﴾ ببخيل من الضن، وهو البخل أي لا يبخل بالوحي كما يبخل الكهان رغبة في الحلوان بل يعلمه كما علم ولا يكتم شيئا مما علم. بظنين مكي وأبو عمرو وعلي أي: بمتهم فينقص شيئا مما أوحي إليه، أو يزيد فيه من الظنة وهي التهمة.

---

(١) سورة ق، الآية (٣١).

بچہ ابھی ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے کہ فرشتہ یہ تمام چیزیں لکھ دیتا ہے۔ لازمی بات ہے کہ فرشتہ یہ سب باتیں جان لیتا ہے اور مخلوق میں سے جسے اللہ تعالیٰ چاہے علم عطا فرما دیتا ہے۔ اور یہ اس بات کے منافی نہیں ہے کہ ان اشیاء کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے، کیونکہ جو علم اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لیے خاص کیا ہے، وہ ہر ایک کے احوال کا تفصیلی اور مکمل علم ہے۔ فرشتے اور بعض خواص کا علم ہو سکتا ہے کہ اس علم سے کم مرتبہ ہو، بلکہ یقیناً کم مرتبہ ہوگا۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اشیاء مذکورہ کا علم جو اولیاء کرام کو حاصل ہوتا ہے، وہ یقینی نہیں ہوتا (بلکہ ظنّی علم ہوتا ہے)

علامہ ابن حجر عسقلانی، امام قرطبی سے نقل کرتے ہیں،

"جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت کیے بغیر ان پانچ اشیاء میں سے کسی ایک کے جاننے کا دعویٰ کرے، وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ (فتح الباری ج ۱، ص ۱۲۳)

عِلم قیامت

علامہ آلوسی فرماتے ہیں،

ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وقتِ قیامِ قیامت کا علم کامل طور پر عطا فرما دیا ہو، لیکن آپ کا علم، اللہ تعالیٰ کے علم کے مماثل نہیں ہوگا، تاہم اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اس علم کا مخفی رکھنا واجب فرما دیا ہے اور یہ علم آپ کے خواص میں سے ہوگا، میرے پاس کوئی ایسی دلیل نہیں ہے کہ میں یہ بات یقین سے کہہ سکوں۔

اسلامی عقائد

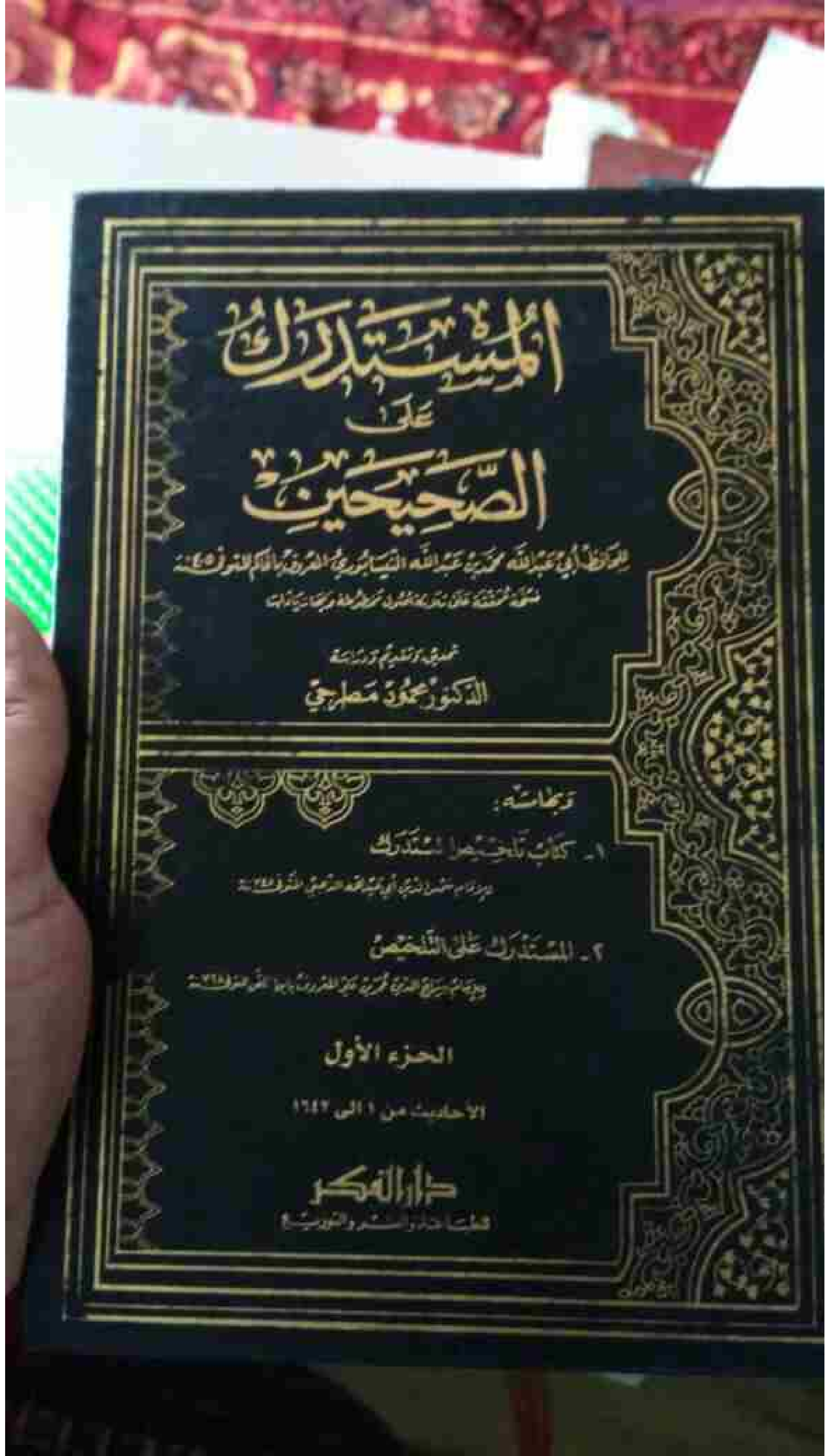
تصنیف: علامہ سید یوسف سید ہاشم رفاعی (کویت)

ترجمہ: محمد عبد الحکیم شرف قادری (پاکستان)

مکتبۂ قادریہ

○ جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور

○ داتا دربار مارکیٹ نزد مستا ہوٹل لاہور


المستدرك
على
الصحيحين
تحقيق وتقديم ودراسة
الدكتور محمود مطرجي
وبهامشه:
١- كتاب تلخيص المستدرك
٢- المستدرك على التلخيص
الجزء الأول
الأحاديث من ١ إلى ١٦٤٢
دار الفكر
للطباعة والنشر والتوزيع

١٣٩
سنة ثلاث وتسعين وثلاث مائة، أنبأ أبو أحمد بكر بن محمَّد الصيرفي بمرو، ثنا أبو إسماعيل محمَّد بن إسماعيل، ثنا أبو النعمان محمَّد بن الفضل، ثنا عبد الواحد بن زياد. **وأخبرني** محمَّد بن عبد الله الجوهري - واللفظ له -، **حدَّثنا** محمَّد بن إسحاق، أنبأ محمَّد بن معمر بن ربعي القيسي[1] **حدَّثنا** أبو هشام المغيرة بن سلمة المخزومي، **حدَّثنا** عبد الواحد بن زياد، ثنا [عبيد][2] الله بن عبد الله بن الأصم، ثنا يزيد بن الأصم، عن أبي هريرة قال: جاء رجلٌ إلى النبيِّ ﷺ فقال: يا محمَّدُ أرأيتَ جنَّةً عرضُها السَّمواتُ والأرضُ فأينَ النَّارُ؟ قال: «أرأيتَ اللَّيلَ الذي قد ألبسَ كلَّ شيءٍ فأينَ جعلَ النَّهارَ؟» قال: الله أعلمُ قال: «كذلكَ اللهُ يفعلُ ما يشاءُ». هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولا أعلم له علة، ولم يخرجاه.

١٠٤ـ **أخبرنا** أحمد بن جعفر القطيعي، أنبأ عبد الله بن أحمد بن حنبل، **حدَّثني** أبي. وحدَّثنا علي بن حمشاذ، ثنا إبراهيم بن أبي طالب، ثنا محمَّد بن رافع ومحمَّد بن يحيى قالوا: ثنا عبد الرزاق، أنبأ معمر، عن ابن أبي ذئب، عن سعيد المقبري، عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: «ما أدري تبَّعٌ أنبيًّا كانَ أمْ لا، وما أدري ذا القرنَيْنِ أنبيًّا كانَ أمْ لا، وما أدري الحدودُ كفاراتٌ لأهلِها أمْ لا». هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولا أعلم له علة، ولم يخرجاه.

١٠٥ـ **أخبرنا** أحمد بن جعفر القطيعي، ثنا عبد الله بن أحمد بن حنبل، **حدَّثني** أبي، حدَّثنا بهز بن أسد، ثنا حماد بن سلمة، عن ثابت، عن أنس، عن رسول الله ﷺ قال: «لمَّا خلقَ اللهُ آدمَ صوَّرَهُ وتركَهُ في الجنَّةِ ما شاءَ اللهُ أنْ يتركَهُ، فجعلَ إبليسُ يطيفُ بهِ، فلمَّا رآهُ أجوفَ، عرفَ أنَّهُ خَلْقٌ لا يتمالكُ». هذا حديث صحيح على شرط مسلم وقد بلغني أنه أخرجه في آخر الكتاب.

١٠٦ـ **أخبرنا** أبو عمرو عثمان بن أحمد بن السماك ببغداد قال: قرئ على عبد الملك بن محمَّد وأنا أسمع، ثنا قريش بن أنس، ثنا محمَّد بن عمرو **وحدَّثنا** أبو بكر بن إسحاق، أنبأ أبو المثنى، ثنا مسدد، ثنا المعتمر، عن محمَّد بن عمرو، عن أبي سلمة، عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: «لتتبِعُنَّ سَنَنَ مَنْ قبلَكُم باعًا فباعًا وذِراعًا فذِراعًا وشِبْرًا فشِبْرًا

---

(١) في المخطوطة: «العيسي» وهو خطأ.
(٢) ما بين معقوفتين مثبت من المخطوطة، وفي المطبوعة: «عبد».
(١٠٤) وافقه الذهبي في التلخيص: على شرطهما ولا أعلم له علة.
(١٠٥) وافقه الذهبي في التلخيص: على شرط مسلم.
وقال ابن الملقن: لم يتعقبه الذهبي بشيء، وعزاه جماعتهم إلى مسلم.
(١٠٦) وافقه الذهبي في التلخيص: على شرط مسلم.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ التکویر

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ اس کے متعلق احادیث اور اس کے مشمولات

اس سورت کا نام التکویر ہے اور یہ "کُوِّرَتْ" کا مصدر ہے قرآن کی اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ مذکور ہے

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ (التکویر: ۱) جب سورج کو لپیٹ دیا جائے گا۔

ابن یزید الصنعانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی کو اس سے خوشی ہو کہ وہ قیامت کے دن اس طرح دیکھے جیسے اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو اس کو چاہیے کہ وہ یہ سورتیں پڑھے: "اذا الشمس کورت" اور "اذا السماء انفطرت" اور "اذا السماء انشقت"۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۳۳ مسند احمد ج ۲ ص ...)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سورج اور چاند کو قیامت کے دن لپیٹ دیا جائے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث ...)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ بعض روایات میں ہے کہ ان دونوں کو لپیٹ کر دوزخ میں پھینک دیا جائے گا تا کہ وہ مشرکین مزید ذلیل و خوار ہوں جو ان کی عبادت کرتے تھے۔

اس سے پہلے سورۂ عبس میں بھی قیامت کے ہولناک واقعات بیان کیے گئے تھے جیسے فرمایا تھا: جب کانوں کو بہرا کرنے والی قیامت آ جائے گی تو اس دن ہر شخص اپنے بھائی سے بھاگے گا الخ' یا اس لیے کہ اس کا بھائی وہ تکلیف اور شدت نہ دیکھے جس میں وہ مبتلا ہے اور یا اس لیے کہ اسے علم ہو گا کہ وہ اپنے بھائی سے کسی تکلیف کو دور نہیں کر سکے گا اور اس سورت میں بھی قیامت کے ہولناک مناظر بیان فرمائے ہیں' جیسے فرمایا: جب سورج کو لپیٹ دیا جائے گا۔

ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر: ۷ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر: ۸۱ ہے۔

اس سورت میں بھی دیگر مکی سورتوں کی طرح اسلام کے بنیادی عقائد بیان فرمائے ہیں' مثلاً توحید' رسالت' قرآن مجید کا اللہ تعالیٰ کا نازل کیا ہوا کلام ہونا اور قیامت کے دن ہولناک اُمور کا واقع ہونا' انسان دنیا میں جن چیزوں کو بہت عظیم اور بہت عجیب سمجھتا ہے ان کا ٹوٹ پھوٹ جانا جیسے زمین' پہاڑ' آسمان' سورج' چاند اور ستاروں کا متغیر ہو کر فنا ہو جانا۔

اس مختصر تعارف کے بعد اللہ تعالیٰ کی امداد اور اس کی اعانت پر توکل کرتے ہوئے میں اس سورت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں۔ اے میرے رب! اس ترجمہ اور تفسیر میں ہر ہر قدم پر مجھے لغزشوں سے محفوظ رکھنا اور اس سورت کے اسرار اور عجائب کو مجھ پر کھول دینا۔ (آمین)

غلام رسول سعیدی غفرلہ

۲۷ رجب ۱۴۲۶ھ/ ۲ ستمبر ۲۰۰۵ء موبائل نمبر: ۲۱۵۶۳۰۹-۰۳۰۰/ ۰۳۲۱-۲۰۲۱۷۴۳

ترتیب مصحف کے اعتبار سے سورت الجن کا نمبر ۷۲ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۴۰ ہے یہ سورت
الاعراف کے بعد اور یٰسین سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ (التحریر والتنویر جز ۲۹ ص ۲۱۷ ،تیونس)

سورت الجن کے مشمولات

☆ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی دعوت صرف انسانوں تک محدود نہ تھی بلکہ جنات تک پہنچ چکی تھی انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کی تلاوت کو سن کر قرآن مجید کے پیغام کو سمجھا اور اللہ تعالیٰ کی توحید پر اس کی عظمت پر شریک بیوی اور بیٹے سے اس کے منزہ ہونے پر ایمان لے آئے۔

☆ اس پر دلیل ہے کہ جنات کی عبادت کرنا باطل ہے۔

☆ کاہن جو غیب کی باتیں بتاتے ہیں اس کا بطلان ہے اور یہ ثبوت ہے کہ عالم الغیب صرف اللہ عزوجل ہے اور انبیاء علیہم السلام اسی قدر علم غیب پر مطلع ہیں جس پر ان کی طرف وحی کی جاتی ہے اور رسولوں کے واسطے سے اولیاء کرام کو بھی غیب پر اطلاع ملتی ہے لیکن بالذات اللہ کے سوا کسی کو غیب کا علم نہیں ہوتا۔

☆ جنات بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور ان میں متعدد فرقے ہیں ان میں نیک بھی ہوتے ہیں اور بدکار بھی ہوتے ہیں مومن بھی ہوتے ہیں اور مشرک بھی ہوتے ہیں اور وہ لوگ گم راہ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھتے ہیں اور جو لوگ جنات کی عبادت کرتے ہیں اور جو مرنے کے بعد اٹھنے کا انکار کرتے ہیں۔

☆ جنات اس پر تعجب کرتے تھے کہ جب وہ فرشتوں کی باتیں سننے کے لیے آسمانوں پر جاتے تھے تو ان پر آگ کے گولے مارے جاتے تھے۔

☆ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ لوگوں تک اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام پہنچائیں کہ وہ اخلاص سے عمل کریں اور اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور یہ بتائیں کہ آپ اپنے نفس کے لیے کسی نفع اور ضرر کے مالک نہیں ہیں اور اگر بہ فرض محال آپ اللہ کی نافرمانی کریں تو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے آپ کو کوئی بچا نہیں سکتا اور آپ از خود اپنی عقل سے نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک اور کفر کرنے والوں پر عذاب کب نازل ہوگا۔

☆ جنات نے یہ اعتراف کیا کہ وہ اللہ سے بھاگ کر کہیں نہ جاسکتے ہیں اور نہ اللہ پر غالب آسکتے ہیں۔

☆ مساجد صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے بنائی گئیں ہیں ان میں کسی کو حقیقی حاجت روا سمجھ کر نہ پکارا جائے۔

☆ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام قبول نہیں کرے گا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

☆ اللہ تعالیٰ رسولوں پر جو وحی نازل فرماتا ہے اس کی حفاظت کے لیے اس کے آگے پیچھے فرشتے مقرر ہوتے ہیں جو جنات اور شیاطین کو وحی سننے نہیں دیتے۔

سورت الجن کے اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد میں اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی اعانت سے اس سورت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں اے میرے رب! مجھے اس ترجمہ اور تفسیر میں وہی لکھنے کی توفیق دینا جو حق اور صواب ہو اور باطل اور ناصواب سے محفوظ اور مجتنب رکھنا۔ (آمین)

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
۱۱ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ / ۲۱ اپریل ۲۰۰۵ء
موبائل نمبر: ۲۱۵۶۳۰۹-۰۳۰۰ - ۰۲۱۷۳۴

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

سورۃ الجن

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام الجن ہے' کیونکہ اس سورت کی حسب ذیل آیت میں الجن کا ذکر ہے:

قُلۡ اُوۡحِیَ اِلَیَّ اَنَّہُ اسۡتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الۡجِنِّ فَقَالُوۡۤا اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡاٰنًا عَجَبًا ۙ﴿۱﴾ (الجن: ۱)

(اے رسول مکرم!) آپ کہیے کہ بے شک میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے کہا: ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ○

یہ سورت جنات کے احوال سے متعلق ہے کیونکہ جب انہوں نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کی تلاوت سنی تو وہ آپ کے اوپر ایمان لے آئے' جنات ایک ایسے عالم میں ہیں کہ ہم انہیں دیکھ سکتے ہیں نہ ان کا کلام سن سکتے ہیں' سوائے وحی الٰہی یا الہام صادق کے ان کی معرفت کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

یہ سورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ابتدائی عشرہ میں نازل ہوئی ہے' جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی جماعت کے ساتھ عکاظ کے بازار میں گئے' اس وقت شیاطین اور آسمان کی خبروں کے درمیان ایک چیز حائل ہو چکی تھی اور ان پر آگ کے گولے پھینکے جاتے تھے' جنات نے آپس میں کہا: تمہارے اور آسمان کے درمیان جو چیز حائل ہوئی ہے وہ کوئی نئی چیز ہے' پس تم زمین کے مشارق اور مغارب میں جاؤ اور ڈھونڈو وہ کیا چیز ہے' پھر وہ زمین کے مشارق اور مغارب میں تلاش کرتے رہے کہ ان کے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کیا چیز حائل ہوئی ہے۔ پس جو لوگ تہامہ (مکہ معظمہ) کی طرف گئے تھے' وہ ایک کھجور کے درخت کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس وقت آپ عکاظ کے بازار میں اپنے اصحاب کو نماز فجر پڑھا رہے تھے' پس جب انہوں نے قرآن مجید کی تلاوت سنی تو کہنے لگے: یہی وہ چیز ہے جو تمہارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان حائل ہو گئی ہے' پھر وہ اپنی قوم کی طرف واپس گئے اور کہا: اے ہماری قوم! ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے' جو نیکی کی طرف ہدایت دیتا ہے' ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے رب کے ساتھ کبھی کسی کو شریک نہیں کریں گے اور اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی اور درحقیقت آپ کی طرف جنات کا قول نازل کیا گیا تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۲۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۴۹' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۲۳' السنن الکبریٰ رقم الحدیث: ۱۱۶۲۳)

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ سورۃ الجن اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف کی طرف گئے تھے اور آپ نے بنو ثقیف سے تبلیغ اسلام پر مدد طلب کی تھی اور یہ واقعہ بھی بہرحال بعثت کے ابتدائی دس سال کا ہی ہے۔

سورۃ التکویر مکیۃ — بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — آیاتہا ۲۹ رکوعہا ۱

سورۃ التکویر مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں انتیس آیات اور ایک رکوع ہے

اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ ۞١ وَاِذَا النُّجُوۡمُ انۡكَدَرَتۡ ۞٢ وَاِذَا

جب سورج کو لپیٹ دیا جائے گا ○، اور جب ستارے جھڑ جائیں گے ○ اور جب

الۡجِبَالُ سُيِّرَتۡ ۞٣ وَاِذَا الۡعِشَارُ عُطِّلَتۡ ۞٤ وَاِذَا الۡوُحُوۡشُ

پہاڑ چلائے جائیں گے ○ اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں بے کار چھوڑ دی جائیں گی ○ اور جب وحشی جانور

حُشِرَتۡ ۞٥ وَاِذَا الۡبِحَارُ سُجِّرَتۡ ۞٦ وَاِذَا النُّفُوۡسُ

جمع کیے جائیں گے ○ اور جب سمندر بھڑکا دیئے جائیں گے ○ اور جب جانیں

زُوِّجَتۡ ۞٧ وَاِذَا الۡمَوۡءٗدَةُ سُئِلَتۡ ۞٨ بِاَىِّ ذَنۡۢبٍ قُتِلَتۡ ۞٩

سُوْرَةُ الْجِنِّ مَكِّيَّةٌ	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	رُكُوْعَاتُهَا ٢ آيَاتُهَا ٢٨

سورۃ الجن مکی ہے　اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے　اس میں اٹھائیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا

آپ کہیے کہ میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے (قرآن) سنا اور کہا: ہم نے

سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ﴿١﴾ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ

بہت عجیب قرآن سنا ہے ○ جو سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے پس ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم ہرگز اپنے

نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ﴿٢﴾ وَّاَنَّهُ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ

رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے ○ اور بے شک ہمارے رب کی بزرگی بہت بلند ہے

صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ﴿٣﴾ وَّاَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ

[illegible] اور ہم میں سے بے وقوف لوگ اللہ کے متعلق ناحق باتیں